بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

محمد رسول الله

ذکر خصوصیات سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم



تالیف

مولانا محمد نور الحق علوی نورپوری عفی عنہ

مکتبہ دار التصنیف والادب دار العلوم نور الاسلام

جی ٹی روڈ، حاجی شاہ، ضلع اٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر خصوصیات سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

مولانا محمد نور الحق علوی نورپوری عفی عنہ

ناشر

مکتبہ دار التصنیف والادب دار العلوم نور الاسلام جی ٹی روڈ حاجی شاہ اٹک

نام کتاب ـــــــــــــــ ذکر خصوصیات ﷺ

تالیف ـــــــــــــــ مولانا محمد نورالحق علوی نورپوری عفی عنہ

طباعت ـــــــــــــــ

سن اشاعت ـــــــــــــــ

کمپوزنگ ـــــــــــــــ مولوی محمد قاسم (فاضل دارالعلوم مدنیہ رسول پارک لاہور) 0305-5756258

ناشر ـــــــــــــــ مکتبہ دارالتصنیف والادب دارالعلوم نورالاسلام

جی ٹی روڈ حاجی شاہ اٹک

ملنے کے پتے

- دارالعلوم نورالاسلام جی ٹی روڈ حاجی شاہ اٹک
- دارالعلوم مدنیہ رسول پارک ایچ بلاک سبزہ زار ملتان روڈ لاہور
- دارالعلوم عثمانیہ 85-86 رسول پارک اچھرہ لاہور

رابطہ نمبر

مولانا مفتی محمد عمادالحق: 0303-5037421

مولانا معین الحق: 0316-5421473

مولانا بہاؤالحق: 0302-5758250

فہرست

تقریظ

یادگارِ اسلاف پیر طریقت شیخ الحدیث
حضرت مولانا محبّ النبی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
خلیفہ مجاز حضرت اقدس سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ
و خلیفہ مجاز حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ
بانی و مہتمم دارالعلوم مدنیہ لاہور، دارالعلوم مدنیہ للمسلمات نورپور ضلع اٹک
و سرپرست اعلیٰ دارالعلوم نورالاسلام جی ٹی روڈ حاجی شاہ ضلع اٹک

سیرۃ النبی ﷺ ایسا عنوان ہے کہ جس پر اس کی ابتداء سے اب تک اور انشاء اللہ تاقیامت تحریرات آتی رہینگی لیکن اس موضوع کا اختتام محال ہے۔ اس کتاب کا کافی حصہ احقر محب النبی نے پڑھا ہے مصنف مولانا محمد نورالحق نے ہر بات باحوالہ نقل فرمائی ہے اور اس موضوع کو بہت ہی بارونق کر دیا ہے۔
فجزاالله تعالیٰ فی الدنیا والآخرة تقبل الله حق تقبله وجرافیضهٗ فی بقیة عمره اٰمین ثم اٰمین یارب العالمین

محب النبی

۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۴۶ھ

تقریظ

شارح صحیح مسلم، عظیم مصنف شیخ الحدیث

حضرت مولانا عبد القیوم حقانی دامت برکاتہم العالیہ

بانی و مہتمم جامعہ ابوہریرہ وصدر القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ

خیبر پختونخواہ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوٰة والسلام علی خاتم الرسالة۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کی سیرتِ مقدسہ اپنی ہمہ جہتی وسعتوں، گہرائیوں اورپہنائیوں کے اعتبار سے ایک شخص کی سیرت نہیں ہے بلکہ ایک عالمگیر، آفاقی، ابدی اور سرمدی آئینِ حیات ہے جس میں اقوام وملل کے ماضی کا تجزیہ بھی ہے، حال کی عکاسی بھی ہے اور مستقبل کا لائحہ عمل بھی ہے۔

انسان کی تمدنی زندگی کے گوشے جتنے بھی پھیل جائیں اور پھیل کر زمین اورآسمان کے فضا اور خلا کو کتنا بھی ڈھانپ لیں سیرتِ سیّد الکونین ﷺ کے روشن اجزاء شاخ در شاخ ہو کر ان تمام گوشوں کے اصلاح اور ارتقاء کے لیے نمایاں ہوتے رہیں گے۔

سیرتِ سیّد الکونین ﷺ کی وہ خصوصیات اورامتیازات جنہوں نے اس سیرت کی تعمیر، تشکیل، تکمیل اوراکمال میں اساسی کردار ادا کیا ہے اور جن کی بدولت یہ سیرت صبحِ قیامت تک انسانیت کی رہنمائی ورہبری کے لیے اکلوتے گائیڈ بک کی حیثیت رکھتی ہے، ان خصوصیات پر ہر زمان اور ہر زبان میں علماء نے دادِ تحقیق دی ہے۔

اس زرّین سلسلے کی تازہ ترین کڑی "ذکر خصوصیات سیّد الکونین ﷺ" آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں آپ تحقیق اوروارفتگی کے کمیاب امتزاج کا لطف اٹھائیں گے۔ ہر بات باحوالہ مستند پائیں گے

۔معلومات کی جامعیت،اندازِ تحریر کی جاذبیت،طرزِترتیب کی ندرت اوراحترام وتقدس کے تمام تقاضوں کی رعایت کو ہمرکاب دیکھیں گے۔

میں مؤلف کی ذکر کردہ خصوصیاتِ مصطفٰی کا تذکرہ کرکے قارئین کواس لطف سے محروم نہیں کرنا چاہتا جو ایک نئی کتاب پڑھتے ہوئے قاری کے ذہن کے ساحل سے پر کیف لہروں کی طرح ٹکراتی ہیں۔البتہ اتنا کہنا چاہوں گا کہ اس کتاب کو محض وقت گزاری یاذوقِ مطالعہ کی تسکین کے لیے نہ پڑھیں بلکہ عمل نیت سے سیرت کے تمام مناظر میں ڈوب کر مطالعہ کیجئے اوراپنی زندگی کواس کے سانچے میں ڈال دیجئے۔یہ مصنف کی محنتوں کاحاصل ہو گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علٰی خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

عبدالقیوم حقانی

صدرالقاسم اکیڈمی،جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد نوشہرہ خیبر پختونخواہ پاکستان

۴ربیع الاوّل ھ/۹ستمبر ۲۰۲۴ء

تقریظ

شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا

محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم العالیہ (انڈیا)

حالاً مقیم یوکے، بانی ومہتمم اسلامک دعوہ اکیڈمی لیسٹر یوکے

ہمارے پیارے آقا ﷺ کی ذات اقدس اور بابرکت زندگی پر تاریخ میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جارہی ہیں اتنی انسانی تاریخ میں کسی شخصیت پر نہیں لکھی گئیں اور انشاء اللہ آئندہ لکھی جائیں گی ،اوراس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ حق تعالیٰ شانہ اپنے لاڈلے محبوب نبی ﷺ کو" وَرَفَعۡنَالَکَ ذِکۡرَکَ "کامژدہ ازل سے دے چکے تھے، آپ ﷺ کے اوصاف وکمالات کے بیان کاحق کون اداکرسکتاہے، حضرت مولانااسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے پیارے انداز میں فرماتے ہیں۔

مجھے کیا علم کیا تم ہو خدا جانے کہ کیا تم ہو
بس اتنا جانتا ہوں محترم بعد از خدا تم ہو
کسی کی آرزو کچھ ہو کسی کا مدعا کچھ ہو
ہماری آرزو تم ہو ہمارا مدعا تم ہو
نہ یہ قدرت زباں میں ہے نہ یہ طاقت بیاں میں ہے
خدا جانے تو جانے کوئی کیا جانے کہ کیا تم ہو
رسالت کو شرف ہے ذاتِ اقدس کے تعلق سے
نبوت ناز کرتی ہے کہ ختم الانبیاء تم ہو

سیرت کے موضوع پر لکھی گئی سینکڑوں کتابوں میں بعض وہ ہیں جن میں تاریخ کی کتابوں کے طرز پر کہیں اختصار سے اور کہیں تفصیل سے سیرت پاک کے مختلف گوشوں کوسن وار اجاگر کیاگیاہے

۔لیکن سیرت پاک کی ہمہ گیری کا کیا ٹھکانہ کہ بعض حضرات نے سیرت کے کسی مخصوص پہلو پر قلم اٹھایا تو صفحات کے صفحات بھر دیئے آپ ﷺ کے غزوات اور جنگی مہمّوں کی تفصیل بیان کرنے پر آئے تو امام واقدیؒ کی ضخیم کتاب "المغازی النبویہ" منظر عام پر آئی، شمائل کو موضوع بحث بنایا تو امام ترمذیؒ کی کتاب "الشمائل المحمدیہ" اور قاضی عیاضؒ کی "الشفا بتعریف الحقوق المصطفٰی" جیسی کتابیں وجود میں آئیں، نبوت کے دلائل پر قلم اٹھایا تو امام بیہقیؒ اور ابو العباس المستغفریؒ کی "دلائل النبوۃ" منظر عام پر آئی آپ ﷺ کے فضائل پر روشنی ڈالنا چاہا تو شیخ عزّ الدین بن عبد السلامؒ کی مشہور کتاب "ہدایۃ السول فی تفضیل الرسول ﷺ" اُمّت کے ہاتھوں تک پہنچی، ان موضوعات میں سے ایک موضوع آپ ﷺ کے خصائص ہے جس میں آپ ﷺ کی تشریعی اور تفضیلی خصوصیتوں سے بحث کی گئی ہے اس سلسلے کی مشہور کتابوں میں امام سیوطیؒ کی "کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب" جو "الخصائص الکبری" کے نام سے یاد کی جاتی ہے اس کی تلخیص "انموذج اللبیب فی حصائص الحبیب" اور ابن الملقّنؒ کی "غایۃ السول فی خصائص الرسول ﷺ" بہت مشہور ہیں، نیز شیخ صالح الشامیؒ نے بھی اپنی معرکۃ الآراء کتاب جو درحقیقت سیرت پر ایک انسائیکلوپیڈیا ہے "سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد" میں آپ ﷺ کی ۹۱۱ خصوصیتیں بیان فرمائی ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی حضرت مولانا نورالحق صاحب دامت برکاتہم کی نئی تالیف "ذکرِ خصوصیات سیّد الکونین ﷺ" ہے بندے کے سامنے صرف اس کا پیش لفظ ہے اس لیے اصل کتاب سے استفادہ نہ کرسکا، تاہم حضرت مولانا سے امید یہی ہے کہ حضرت مولانا نے ایسا مستند اور مفید مواد جمع کیا ہوگا جو نبی کریم ﷺ کی محبت میں اضافہ پیدا کرنے والا ہوگا، دل سے دعا ہے کہ اللہ

تعالیٰ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائیں اور اس کو قارئین کے لیے نفع بخش بنائیں۔(آمین بحرمۃ سیّد المرسلین ﷺ)

بندہ محمد سلیم عفا اللہ عنہ
خادم الحدیث النبوی ﷺ، اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
۲۹ ذوالحجۃ ۱۴۴۴ھ، ۱۷ جولائی ۲۰۲۳ء

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ اللّٰہ ربِّ العالمِیْن والعاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْن والصَّلوٰۃ والسَّلام علی سیِّدالأنبیاءِ والمُرسلِیْن مُحمّدنِ النَّبِي الأمِي وعلَی اٰلِہ الطَّاھرِیْن وخُلفَاء الرَّاشِدین وأصحابِہٖ أجمعِیْن، أمَّا بعدُ

فأعوذُ باللہ مِنَ الشَّیطان الرَّجیمِ

بِسْمِ اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحِیْم

قُلْ إِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰہ فاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ ویَغْفِرْ لکُمْ ذنُوْبَکُمْ واللّٰہ غفوْرٌ رَّحِیْم

ترجمہ: تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو مری راہ چلو تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۳۱، ترجمہ از شیخ الہندؒ)

فوائد: تفسیر عثمانی حاشیہ نمبر ۵ ص ۶۸ ملاحظہ فرمائیں۔

دشمنان خدا کی موالات و محبت سے منع کرنے کے بعد خدا سے محبت کرنے کا معیار بتلاتے ہیں۔ یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص جس قدر حبیب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلتا اور آپ کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے اور جتنا اس دعوے میں سچا ہو گا اتنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اُس سے محبت کرنے لگے گا۔ اور اللہ کی محبت اور حضورؐ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہو گی۔ گویا توحید وغیرہ کے بیان سے فارغ ہو کر یہاں سے نبوت کا بیان شروع کیا گیا اور پیغمبر آخر الزمان کی اطاعت کی دعوت دی گئی۔

(از فوائد تفسیر عثمانی حاشیہ نمبر ۵ ص ۶۸)

مقام کے مناسب یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

کس ادا پر جان دوں تو ہی بتا اے جان جاں
جس ادا کو دیکھتا ہو حسن کی تصویر ہے

تفسیر ماجدی جلد ا صفحہ ۱۲۸ سورت اٰل عمران آیت ۳۱ کے حواشی نمبر ۸۰ / ۸۱ نمبر وار ملاحظہ فرماتے چلیں ۔حاشیہ نمبر ۸۰ (جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے اور اپنے اس زعم کی بنا پر جو توقع رکھتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے گا) خطاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے عامۃ الناس سے ہے۔

تُحِبُّوْنَ محبت کے جو معنی عربی میں ہیں اس میں ارادہ کا شمول ضروری ہے۔قال ابن عرفہ: المحبة عِند العَرَب إرادة الشيئِ علی قصدٍ له (قرطبی)

حاشیہ نمبر ۸۱: (کہ میں جامع کمالات انسانی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میری زندگی ساری کائنات انسانی کے لئے ہر شعبہ میں معیار اور نمونہ کا کام دے گی)۔

محبت الٰہی کے دعوی کی جانچ کے لئے کیا اچھا معیار بتا دیا گیا۔یعنی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو جتنا زیادہ متبع رسولؐ ہو گا۔اسی قدر اس کی محبت الٰہی مسلم و معتبر ہو گی۔اسی معیار پر آج بڑے بڑے مدعیان مشیخیت و مدعیان محبت الٰہی کے دعوؤں کو جانچے تو بہتوں کی قلعی کھل کر رہے۔

یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ اللہ کی محبت بندہ کے ساتھ یہی ہے کہ اُسے مغفرت سے سرفراز فرمائے محبة اللّٰہ لِلْعباد انعامه علیه بالغُفران۔ (قرطبی حاشیہ نمبر ۸۳)

غَفُوْرٌ اس کی شان غفر کا تقاضا ہے کہ تمہارے معاصی ذنوب کی مغفرت کر دے گا۔ رَحِیْمٌ سو اس کی شان رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ خود تم سے محبت کرنے لگے گا۔ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وہ تمہاری تقصیروں کو نظر انداز کر دے گا اور تمہارے مراتب قرب میں ذرا کمی نہیں آنے دے گا۔

(از تفسیر ماجدی جلد اول ص ۱۲۸)

یہ شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں

نبوت سے مشرف گو سارے انبیاء ہیں لیکن
نبوت جس پہ نازاں ہے وہ فخر الانبیاء تم ہو

(از خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

سیرت مقدسہ کا مقصد

سیرت مقدسہ کا اساسی اور غالب رنگ عبادات اور تقدس ہے اور دنیا کے سارے معاملات کو اسی عباداتی رنگ میں دیکھنا چاہتی ہے۔ یعنی اس کا طبعی رخ یہ ہے کہ اللہ کے بندے اپنی ساری دنیا اور دنیا کے ایک ایک کام کو مقدس بنا کر برنگ عبادت انجام دیں۔ جن میں رضائے الٰہی اور یاد خداوندی کی روح کار فرما ہو وہ کچھ بھی کریں اللہ کے لئے کریں۔ نفسانی انداز اختیار کرنے کے بجائے ربانی راہ اختیار کریں اور ان کا ہر عمل مجاہدہ و جہاد یعنی عبادت ہو عادت نہ ہو۔ جس کا مقصد اعلائے نفس نہ ہو۔

(از جواہر حکمت ص ۵۶ تا ۶۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بالاصل نہ ملوکیت تھی نہ ریاست، نہ غلبہ و قہر تھی نہ تسلط و استیلاء نہ تعیش تھی۔ نہ تزین، نہ آرائش تھی، نہ زیبائش، نہ راحت طلبی، نہ آسائش بلکہ سر افگندگی، عبودیت، طاعت و عبادت تھی جس میں خوئے ذکر اور بوئے فکر سمائی ہوئی تھی اور جو کچھ بھی زندگی کی نقل و حرکت تھی وہ اسی دائمی فکر اور ذکر دوامّی کے رنگ میں تھی۔

(حقیقی محبت سیرت سے)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ محبت کے قابل سیرت ہے نہ کہ صورت۔ صورت کی محبت تو نجاست کی محبت ہے محبت اصل میں سیرت ہے نہ کہ صورت۔ صورت کی محبت تو نجاست کی محبت ہے محبت اصل میں سیرت کی ہوتی ہے کہ آدمی میں علم ہو، معرفت خداوندی ہو تعلق مع اللہ قائم ہو جس سے سیرت بنتی ہے یہ محبت کے قابل ہے گوشت پوست کی محبت حقیقی محبت نہیں

یہ تو نجاست کی محبت ہے فرمایا سیرت کے اندر کمالات خداوندی جلوگر ہوتے ہیں اور اللہ کا کمال زائل ہونے کے لئے نہیں ہے وہ تو ابدی ہے بر قرار رہے گا۔ جسمیں اللہ کا کمال آئے گا وہ پائیدار بنے گا تو سیرت ایسی چیز ہے کہ جب حق تعالیٰ درجے دیتے ہیں تو وہ اس دنیا میں بھی قائم ہے برزخ میں بھی قائم ہو گی آخر میں جا کر بھی قائم ہو گی بگڑنے والی نہیں اور صورت جتنا سنوارا جائے تو وہ تو بگڑنے کے لئے ہے وہ بگڑتی ہی رہے گی۔ (از جوہر علم ص تا ص)

آثار محبت

تو محبت کا جذبہ رکھو اور محبت کے ساتھ اطاعت کا جذبہ رکھو۔ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَن أحبَّني فَقد أطاعنِي ومَن أطاعني كان مَعِي في الجنَّةِ جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ میری اطاعت ضرور کرے گا۔ اور جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ رہے گا۔ معلوم ہوا کہ محبت کا ثمرہ لازمی اطاعت ہے اگر اطاعت اور اتباع سُنت نہیں تو دعوی محبت باطل ہے۔ غرض عاشق کے لئے دعوی کہاں؟ سب سے پہلی چیز عاشق کے لئے ترک دعویٰ ہے اس لئے اگر کوئی عاشق رسول ہے تو اسکی علامت یہ ہے کہ دعویٰ نہ ہو کہ میں عاشق رسول ہوں بلکہ نادم ہو کہ جتنا عشق کرنا چاہیے تھا نہیں کر سکا اور اس عشق کو اطاعت سے پہنچانا جائے گا۔ اس لئے کہ آپؐ نے خود فرمایا مَن أحبَّني فقد أطاعنِي جو میرے ساتھ محبت کرے گا وہ میری اطاعت بھی کرے گا۔ تو محبت کی علامت اور اس کے ظہور کا طریقہ یہ فی الحقیقت اطاعت ہے جیسا کہ ایمان کی علامت عمل صالح ہے تو ایمان نام محبت ہی کا تو ہے ۔

(حدیث میں ہے) لا يؤمِنُ أحَدكُم حَتَّى أكونَ أحبَّ إلَيْه مِن وَلَدِه ووَالِدَيهِ والنَّاسِ أجمعِين کوئی شخص تم میں سے اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اس کو میرے ساتھ اتنی محبت نہ کہ اتنی جب نہ اپنے نفس سے ہو نہ اپنے اہل و عیال اور ماں باپ سے ہو۔ اور اس کا پتہ چلتا ہے محبت مقابلہ

پڑتا ہے ایک طرف اللہ ہے اور ایک طرف اولاد ہے کس کو اختیار کروں ؟ جو محب اور مؤمن ہو گا وہ یقینا اللہ کو ترجیح دے گا اولاد کو ترک کر دے گا۔ (مخلصا از خطبات حکیم الاسلام ج۵ ص ۱۷۲ تا ۱۹۳)

قصیدہ بردہ کا یہ شعر ملاحظہ فرماتے چلیں

مُنَزَّہٌ عَن شرِیکٍ فِي مَحاسِنِہٖ
فَجَوْهَرُ الحُسنِ فیه غَیْرُ مُنقَسِمٖ

ترجمہ: آپکے محاسن میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔ یعنی آپ اپنی خوبیوں میں اپنی مثال آپ ہیں۔ پس آپ کا جوہر حسن شرمندہ تقسیم نہیں۔

شرح:۔ دنیا میں کروڑوں، اربوں (کھربوں) انسان پیدا ہوئے اور چلے گئے لیکن چشم فلک نے ابتدائے آفرنیشن سے لے کر آج تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کامل واکمل، حسین واحسن ذات سراپا حسن کا مشاہدہ نہیں کیا (اور نہ آئندہ قیامت کی صبح تک کرے گی) یوں تو کائنات خداوند قدوس کی تخلیق اور وصناعی کا ایک حسین شاہکار ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال، کمال وجلال کے سامنے اسکی کوئی حیثیت نہیں۔ کائنات کا سارا حسن آپ ہی کے حسن جہاں آرا کا پرتو ہے۔ اب ظاہر ہے کہ خالق کائنات نے جس وجود کو اپنے انوار وتجلیات کا محل بنا کر مبعوث کیا ہو اس سے زیادہ حسین کون چیز ہو سکتی ہے اور اس کا جوہر حسن تقسیم کیسے ہو سکتا ہے۔ اور اس حسن بے مثال میں کون شریک ہو سکتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد فرماتی ہیں:

لَنَا شَمْسٌ ولِلْأٓ فاقِ شَمْسٌ
وشَمْسِي خَیرٌ مِن شَمْسِ السَّماء
فشَمْسُ النَّاس تَطْلَعُ بَعْدَ فَجْرٍ
وَشَمْسِي تَطْلَعُ بَعْدَ العِشاءِ

ترجمہ: یعنی ہمارا بھی ایک سورج ہے اور اہل علم کا بھی ایک سورج ہے مگر میرا خورشید سماء عالم کے خورشید سے کہیں بہتر وخوشتر ہے چنانچہ لوگوں کا سورج تو بعد فجر طلوع ہوتا ہے لیکن میرا سورج بعد عشاء طلوع ہو کر ضیاء پاشی فرماتا ہے۔ سبحان اللہ کیا خوب تعبیر ہے اور یہ تشبیہ بلیغ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کا حق ہے۔ (ملخص از قصیدہ بردہ ص ۱۷۲)

حضرت سعدی شیرازی رحمہ اللہ کا شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

نہ حُسنش غایتے دارد
نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقٰی
و دریا ہمچنان باقی

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب کی کوئی حد نہیں ہے کہ اس کو الفاظ ومعانی کا جامہ پہنایا جائے۔ ورَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ کی شرح قیامت تک ہوتی رہے گی لیکن اسرار نبوت کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ حقیقی کیف وسرور تو اسی وقت حاصل ہوگا۔ جب کہ ہماری زندگی بھی خصائل نبوت کی آئینہ دار ہو جائے۔ سیرت رسول کی شرح کا خاص مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ دلوں میں عمل کی روح اور عشق الٰہی ومحبت رسول کا داعیہ اور جذبہ پیدا کیا جائے۔ ورنہ جس ذات اقدس کا خلق مجسم قرآن ہو کَانَ خُلُقُهُ القرآن اس کے فضائل ومناقب اخلاق وخصائل کی کوئی انتہا نہیں۔

(از قصیدہ بردہ ص ۴۰)

فَاقَ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وفِي خُلُقٍ
وَلَمْ يُدَانُوهُ فِي عِلْمٍ ولاَ كَرَمِ

ترجمہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حسن صورت اور حسن سیرت دونوں میں تمام (حضرات) انبیاء علیہم السلام سے فائق ہیں۔ نیز علم وبزرگی اور سخاوت میں بھی دیگر انبیاء علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسر نہیں ہیں۔

شرح:۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اخلاق عالیہ اور صفات کاملہ کا ایک نہ ایک بلند ترین معجزانہ نمونہ پیش کیا ہے کسی نے صبر، کسی نے ایثار، کسی نے قربانی، کسی نے جوش توحید، کسی نے ولولہ حق، کسی نے تسلیم ورضا، کسی نے عفت وپاکدامنی، کسی نے زہد وقناعت کسی نے حکومت وسلطنت مگر کوئی نبی ایسا نہیں مبعوث کیا گیا جو بیک وقت ان تمام اوصاف کا مظہر ہو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کو ان تمام انبیاء اوصاف سے متصف کر کے افضل الانبیاء بنادیا

لیسَ علَى اللهِ بِمُسْتَنكَرٍ
أن يَجْمَعَ العالَمَ في واحدٍ

علم وعمل، خَلق وخُلق، دماغ وکیریکٹر، ارتقاء ذہنی وارتقاء عملی تمام ظاہری وباطنی کمالات کی تکمیل کا جو نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک نے پیش کیا عالم انسانی اسکی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی صفات محمودہ، خصائل حمیدہ، اخلاق فاضلہ، اور صفات جمیلہ کا مجموعہ ہے کونسا جلوہ ہے جو یہاں دعوت نظارہ نہ دیتا ہو کونسی ادا ہے جو دل کو نہ کھینچتی ہو۔

کس ادا پر جان دوں تو ہی بتا اے جان جاں
جس ادا کو دیکھتا ہوں حسن کی تصویر ہے

(از شرح قصیدہ بردہ ص ۱۵۳)

شعر

حُسنِ یوسف دمِ عیسٰی یدِ بیضاء داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپکے اوصاف حمیدہ کا احاطہ کرنا بہت مشکل، شمس تبریزؒ فرماتے ہیں۔

نازنین حضرت حق صدر وبدرِ کائنات
نور چشم انبیاء چشم وچراغ ماتوئی
شمس تبریزی چہ داند نعت تو پیغمبرا
مصطفی ومجتبیٰ وسید واعلیٰ توئی

یاربِّ صَلِّ وسَلِّم دائمًا أبدًا علَی حبیبِکَ خَیْرِالخَلقِ کُلِّھِم

مندرجہ ذیل میں یہ اشعار فارسی زبان میں گلہائے عقیدت بارگاہ رسالت مآب میں عارف باللہ حضرت مولانا غلام غوث پشاوری رحمہ اللہ نے پیش کئے جو اس نامہ سیاہ راقم الحروف کے اجداد میں ہیں۔ فرماتے ہیں۔

آن سید عالی نسبت
ازہر دوعالم منتخب
ایجادُ تکوین راسبب
فخر زمین وآسمان
بر آستان عزتش
ایستادہ جبرئیل اُمّین
آنچہ باشد حکم وے
آرد بجا دریک زماں

(نقل کردہ از بیاض مفکر اسلام حضرت مولانا الحاج قاری منظور الحق نوراللہ مرقدہ، جو سیاہ کار راقم الحروف کے چچا ہوتے ہیں)

یاربِّ صَلِّ وسَلِّم دائمًا أبدًا علَی حبیبِکَ خَیْرِالخَلقِ کُلِّھِم

محترم حضرات قارئین کرام کتاب مسمّٰی ذکر خصوصیات سید الکونینؐ کے مضامین کی ترتیب اس طرح ہے پہلے سیرت طیبہ کا بیان، خصوصیات سید الکونین، خصوصیات اسم مبارک احمد و محمد، خصوصیات قرآن حکیم، خصوصیات صحابہ کرام، خصوصیات امت محمدیہ، فضائل ذکر، فضائل درود شریف واستغفار، مثنوی مولانا جامی، چھل حدیث مشتمل بر صلوٰۃ وسلام، ان مضامین کو مستند کتب سے اخذ کرکے تحریر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف وکرم سے بحرمت سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، وبحرمت تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کے ہماری اس حقیر سی سعی کو شرف وقبولیت سے نوازے اور نفع مند بنائے اور ذریعہ نجات بنائے اور سیرت طیبہ کے تمام مضامین سے ہر طبقہ اور ہر مزاج خاص وعام تمام احباب کو ہمیشہ مستفید ہوتے رہنے کی توفیق سے دائمی طور پر سرفراز فرمائے اور قرآن وسنت کی روشنی میں عمل کرنے کی توفیق سے بھی دائمی طور پر سرفراز فرمائے رکھے آمین ثم آمین یارب العالمین۔ حقیقی سرور تو اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ ہماری زندگی بھی خصائل نبوت کی آئینہ دار ہو جائے۔

سیرت طیبہ سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ دلوں میں عمل کی روح اور عشق الٰہی ومحبت رسولؐ کا داعیہ اور جذبہ پیدا کیا جائے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ملاحظہ فرماتے چلیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

ان مضامین سیرت طیبہ کی تحریر کرنے کے دوران بندہ سیاہ کار راقم الحروف کو اپنی کم علمی قدم قدم پر دامن گیر رہی ہے۔ تحریر بندہ کب غلطیوں سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ اس لئے حضرات اہل علم کی خدمت میں اس بندہ سیاہ کار راقم الحروف کی یہ گزارش ہے کہ دوران مطالعہ جہاں کہیں بھی سقم وغلطی دیکھیں تو عفو وکرم سے کام لیتے ہوئے اس سقم وغلطی کی صحیح نشان دہی کرکے اسکی صحیح اطلاع سے ہمیں ضرور مطلع فرمائیں یہ اس سیاہ کار راقم الحروف پر آپ کرم فرما، حضرات کا احسان اور عین نوازش ہوگی غلطیوں کی صحیح اطلاع شکریہ

کے ساتھ قبول کی جائے گی۔ تاکہ آئندہ کی اشاعت میں آپ کرم فرما حضرات کی نشان زدہ غلطیوں کی تصحیح کی جاسکے۔ اس طرح کی اصلاحات سے تحریرات اپنے کمال کو پہنچ جاتیں ہیں۔

تمام مخلصین معاونین حضرات کہ جن کے تعاون سے بفضلہ تعالیٰ یہ کتاب ذکر خصوصیات سید الکونین زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی ہے اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف و کرم سے ان تمام مخلصین و معاونین حضرات کے تعاون کو محض اپنی رضا کے قبول و منظور فرما کر ہم سب کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور نجات کا ذریعہ بنائے اُمّین ثم اُمّین یارب العالمین۔

اور دیگر تمام حضرات علماء کرام کہ دوران تحریر جن کی کتب سے استفادہ کیا گیا اور اُن علماء کرام کو بھی جنہوں نے اپنی قیمتی آراء سے دوران تحریر راقم الحروف کی رہنمائی فرماتے رہے اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف و کرم سے بحرمت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حضرات علماء کرام کی اس سعی جمیلہ کے ساتھ بندہ سیاہ کار راقم الحروف کی اس حقیر سی سعی کو بھی شرف قبولیت سے نوازے اور قبول و منظور فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے اور ہر طبقہ اور ہر مزاج خاص وعام مسلمانوں کو اس کتاب ذکر خصوصیات سید الکونین سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہنے کی محض اپنی رضا کے لئے دائمی طور پر توفیق سے سرافراز فرمائے رکھے اور قرآن وسنت کی روشنی میں عمل کرنے کی اپنی رضاء کے لئے دائمی طور پر توفیق سے سرفراز فرمائے اور ہر آن ہر لمحہ ہم سب کو صراط مستقیم قائم ودائم رکھے اور ایمان کی استقامت نصیب فرمائے قرآن وسنت کی روشنی میں عمل کرنے کی اپنی رضا کے لئے دائمی طور پر توفیق سے سرفراز فرمائے رکھے امین ثم امین یارب العالمین۔

یاربِ صَلِّ وسَلِّم دائمًا أبدًا علَی حبیبِکَ خَیرِ الخَلقِ کُلِّهِم

أُحب الصَّالِحِیْن ولَسْتُ مِنْهُم

لَعَلَّ اللہ یَرزقُنِیْ صلاحًا

اے الہ العٰلمین بندہ سیاہ کار راقم الحروف سے دوران تحریر جو غلطیاں ہوئی ہیں محض اپنے لطف و کرم سے بحرمت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم معاف فرما کر اس سعی کو قبول و منظور فرما اور اجر جزیل عنایت فرما اور ذخیرہ آخرت بنا اُمّین ثم اُمّین یارب العالمین۔

اللّٰھُمَّ ربَّنا تقبَّل منَّا إنک أنت السَّمیع العَلیم، وتُب علینا إنک أنتَ التَّوَّابُ الرحیم، اللّٰھُمَّ إنی أسئلکَ مِن خَیرِ ما سئَلکَ مِنه نبیُّکَ محمَّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وأعوذ بک من شر ما استعاذ منه نبیکَ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، أنتَ المُستعان وعلیکَ البلاغ، ولا حَولَ ولا قُوَّة إلاَّ باللّٰه۔

اَللّٰھُمَّ صلِّ علی محمَّدِنِ النبیِّ الأُمی، وأزواجہٖ أُمھاتِ المؤمنین وذُریتہٖ وأھلِ بیتہٖ کما صلیتَ علی إبراھیم إنکَ حمیدٌ مّجید، جزَی اللّٰه عنَّا محمَّدا ما ھُو أھلُهُ۔

اُمّیدوار شفاعت سید الکونین سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین

بندہ محمد نورالحق علوی نورپور عفی عنہ

بروز جمعہ بعد نماز عصر ۱۴ رجب سنہ ۱۴۴۰ھ / بمطابق ۲۲ مارچ سنہ ۲۰۱۹ھ بفضلہ تعالیٰ

کتاب ذکر خصوصیات سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابت مکمل ہوئی۔

اللّٰھُم تقبل واجعله مفیدًا اور معینًا فِی ابلاغ الدین آمین ثم آمین

جام توحید

تیرا آئینہ عالم رنگ بُو ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
ہزاروں حجاب اور اس پر یہ عالم
کہ چرچا تیرا جابجا کو بہ کو ہے
ثنا خواں تیرا دہر کا ذرہ ذرّہ
سبھی کی زبان پر تری گفتگو ہے
جمال ازل قدرت مطلقہ کی
شہادت سے معمور ہر چار سو ہے
تیرے فضل رحمت نے بخشا سب کچھ
بس اب تو میری ایک آرزو ہے
کہ کردے مجھے ایسے بندوں میں شامل
کہ اشک سحر گاہ جن کا وضوء ہے
بجاہ شفیع حبیب دو عالم
کہ جو عالم کون کی آبرو ہے
شفیع گنہگار وخستہ بھی حاضر
باُمّید عفو کرم روبرو ہے

(از عارف باللہ حضرت مولانا مفتی شفیع عثمانیؒ، از کشکول ص ۲۶۴)

سلام بحضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی محبوب کل جہاں کو دل جگر کا سلام پہنچے
نفس نفس کا درود پہنچے نظر نظر کا سلام پہنچے

بساط عالم کی وسعتوں سے جہاں بلا کی رفعتوں سے
ملک ملک کا درود پہنچے بشر بشر کا سلام پہنچے

حضور کی شام نام مہکے حضور کی رات رات جاگے
ملائکہ کے حسین جلو میں سحر سحر کا سلام پہنچے

زبان فطرت ہے اس پہ ناطق بیاد گار نبی صادق
شجر شجر کا درود پہنچے حجر حجر کا سلام پہنچے

رسول رحمت کا بار احسان تمام خلقت کی دوش پر ہے
تو ایسے محسن کو بستی بستی نگر نگر کا سلام پہنچے

میرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ میرے ہنر کا سلام پہنچے

یہ التجا ہے کہ روز محشر گناہ گاروں پہ نظر ہو
شفیع امت کو ہم غریبوں کی چشم تر کا سلام پہنچے

نفیس کی بس دعا یہی ہے فقیر کی اب صدا یہی ہے
سواد طیبہ میں رہنے والوں عمر بھر کا سلام پہنچے

(از عارف باللہ حضرت سید نفیس الحسینیؒ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العالَمِیْن والعاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْن والصَّلوٰۃ والسَّلام علی سیّدالأنبیاءِ والمُرسلِیْن خاتم النَّبیین مُحمَّدِنِ النَّبِي الأمِي وعلَی اٰلہٖ وأزواجہٖ وذُریاتہٖ وأھلِ بیتہٖ، وخُلفَاءِ الرَّاشِدین وأصحابِہٖ أجمعِیْن، إلی یوم الدین اٰمّین یاربَّ العالمین۔

أعوذُ باللہ مِنَ الشَّیطان الرَّجیمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الأُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْباً عِنْدَھُمْ فِیْ التَّوْرَاۃِ وَالإِنْجِیْلِ یَأْمُرُھُم بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَاھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْہِمُ الْخَبَآئِثَ وَیَضَعُ عَنْہُمْ إِصْرَھُمْ وَالأَغْلاَلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْہِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْابِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیَ أُنزِلَ مَعَہٗ أُوْلَـٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۃ اعراف، آیت ۱۵۷ پ ۹)

ترجمہ: وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اُس رسول کی جو نبی اُمّی ہے کہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ حکم کرتا ہے اُن کو نیک کام کا اور منع کرتا ہے بُرے کام سے اور حلال کرتا ہے اُن کے لئے سب پاک چیزیں اور اتارتا ہے اُن پر سے اُن کے بوجھ اور وہ قیدیں جو اُن پر تھیں۔ سو جو لوگ اُس پر ایمان لائے اور آپس کی رفاقت کی اور اُس کی مدد کی، اور تابع ہوئے اس نور کے جو اُس کے ساتھ اُترا ہے۔ وہی لوگ پہنچے اپنی مراد کو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ، از تفسیر عثمانی، سورت الاعراف، آیت ۱۵۷ ص ۲۲۵)

فوائد تفسیر عثمانی حاشیہ نمبر ۶، ۵، ۴، ۳، ترتیب وار ملاحظہ فرمائیں۔

حاشیہ نمبر ۳:

اُمّی یاتُو ام (بمعنی والدہ) کی طرف منسوب ہے جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور کسی کا شاگرد نہیں ہوتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر کسی مخلوق کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا۔ اس پر کمال یہ ہے کہ جن علوم و معارف اور حقائق واسرار کا آپ نے افاضہ فرمایا۔ کسی مخلوق کا حوصلہ نہیں کہ اُس کا عشر عشیر پیش کرسکے پس نبی اُمّی کالقب اس حیثیت سے آپ کے لئے مایہ صد افتخار ہے اوریا اُمّی کی نسبت ام القریٰ کی طرف ہو جو مکہ معظمہ کالقب ہے جو آپ کا مولد شریف ہے۔

حاشیہ نمبر ۴: یعنی آپکی تشریف آوری کی بشارت اور نعوت وصفات کتب ساویہ سابقہ میں مذکور ہیں۔ حتی کہ اُس وقت سے لے کر آج تک ساڑھے تیرہ سوبرس کی کاٹ چھانٹ کے بعد بھی موجودہ بائبل میں بہت سی بشارات واشارات پائے جاتے ہیں جن کو ہر زمانہ کے علماء بحوالہ کتب دکھلائے چلے آئے ہیں۔ وللہ الحمد علی ذٰلک

حاشیہ نمبر ۵: یعنی یہود پر جو سخت احکام تھے اور کھانے کی چیزوں میں ان کی شرارتوں کی وجہ سے تنگی تھی۔ فبظُلْمٍ مِنَ الَّذین ھادُوا حرَّمنا علَیْھِمْ طَیِّباتٍ اُحِلَّتْ لَھُمْ (سورت نساء رکوع ۲۲) اس دین میں وہ سب چیزیں آسان ہوئے ہیں۔ اور جو ناپاک چیزیں مثلا لحم خنزیر، یا گندی باتیں مثلا سود خوری وغیرہ انہوں نے حلال کررکھی تھیں، اُن کی حرمت اس پیغمبر نے ظاہر فرمائی غرض ان سے بہت سے بوجھ ہلکے کر دیئے اور بہت سی قیدیں اُٹھادی گئیں۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا بعِثتُ بالحنیفیۃ السَّمحۃ۔

حاشیہ نمبر ۶: نور سے مراد وحی ہے متلو ہو یا غیر متلو یعنی قرآن وسنت۔ (فوائد تفسیر عثمانی ص ۲۲۵)

معارف ومسائل از تفسیر معارف القرآن سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۷ ملاحظہ فرمائیں۔

خاتم النبیین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کے مخصوص صفات وفضائل

پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ یوں تو اللہ کی رحمت ہر چیز ہر شخص کے لئے وسیع ہے آپ کی موجود امت بھی اس سے محروم نہیں لیکن مکمل نعمت ورحمت کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو ایمان وتقویٰ اور زکوٰۃ وغیرہ مخصوص شرائط کو پورا کریں۔ اس آیت میں ان لوگوں کا پتہ دیا گیا ہے کہ ان شرائط پر پورے اترنے والے کون لوگ ہوں گے۔ اور بتلایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو سید الانبیاء والمرسلین رسول اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں۔ اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند خصوصی فضائل وکمالات اور علامات بھی ذکر فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف ایمان لانے کا نہیں بلکہ آپؐ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ فلاح آخرت کے لئے ایمان کے ساتھ اتباع شریعت وسنت ضروری ہے۔

الرَّسُول النَّبِي الأمی اس جگہ رسول اور اُمّی کے دو لقبوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تیسری صفت اُمّی بھی بیان کی گئی ہے اُمّی کے لفظی معنی ان پڑھ کے ہیں۔ جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ عام قوم عرب کو قرآن میں اُمّیین اسی لئے کہا گیا ہے کہ ان میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا اور اُمّی ہونا کسی انسان کے لئے کوئی صفت مدح نہیں بلکہ ایک عیب سمجھا جاتا ہے۔ مگر سید الکونین خاتم النبیین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم ومعارف اور خصوصیات اور حالات وکمالات کے ساتھ اُمّی ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بڑی صفت کمال بن گئی ہے۔

کیونکہ اگر علمی عملی اخلاقی کمالات کسی لکھے پڑھے آدمی سے ظاہر ہوں تو وہ اسکی تعلیم کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ لیکن ایک اُمّی محض سے ایسے بیش بہا علوم اور بے نظیر حقائق ومعارف کا صدور اس کا ایک ایسا کھلا ہوا معجزہ

ہے جس سے کوئی پرلے درجے کا معاند و مخالف بھی انکار نہیں کر سکتا۔ خصوصاجب عمر شریف کے چالیس سال مکہ مکرمہ میں سب کے سامنے اس طرح گزرے کہ کسی سے نہ ایک حرف پڑھانہ سیکھا ٹھیک چالیس سال کی عمر ہونے پر یکایک آپؐ کی زبان مبارک پر وہ کلام جاری ہوا جس کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کی مثال لانے ساری دنیا عاجز ہو گی۔ تو ان حالات میں آپؐ کا اُمّی ہونا آپ کے رسول من جانب اللہ ہونے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر ایک بہت بڑی شہادت ہے اس لئے اُمّی ہونا اگر چہ دوسروں کے لئے کوئی صفت مدح نہیں مگر (سرور کونین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت بڑی صفت مدح و کمال ہے، جیسے متکبر کا لفظ عام مسلمانوں کے لئے صفت مدح نہیں بلکہ عیب ہے مگر حق تعالیٰ شانہ کے لئے خصوصیت سے صفت مدح ہے۔

آیت میں چوتھی صفت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بیان فرمائی کہ وہ لوگ آپؐ کو تورات وانجیل میں لکھا ہوا پائیں گے، یہاں یہ بات قابل نظر ہے کہ قرآن کریم نے یہ نہیں فرمایاہ آپ کے صفات وحالات کو لکھا ہوا پائیں گے اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ تورات وانجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ایسی تفصیل ووضاحت کے ساتھ ہوں گی جیسے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیااور تورات وانجیل کی تخصیص یہاں اس لئے کی گئی ہے کہ نبی اسرائیل انہیں دو کتابوں کے قائل ہیں ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وصفات کا ذکر زبور میں بھی موجود ہے۔

آیت مذکورہ کے اصل مخاطب موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جس میں اُن کو بتلایا گیا ہے کہ دنیا وآخرت کی مکمل فلاح آپ کی امت کے ان لوگوں کا حصہ ہے جو نبی اُمّی خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کریں جن کا ذکر وہ تورات وانجیل میں لکھا ہوا پائیں گے۔

تورات وانجیل میں رسول اللہ علیہ السلام کی صفات وعلامات

موجودہ تورات وانجیل بے شمار تحریفات اور تغیر و تبدل ہو جانے کے سبب قابل اعتماد نہیں رہی اس کے باوجود اب بھی ان میں ایسے کلمات موجود ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ دیتے ہیں۔ اور اتنی بات بالکل واضح ہے کہ جب قرآن نے یہ اعلان کیا کہ خاتم الانبیاء کی صفات وعلامات تورات وانجیل میں لکھی ہوئی ہیں۔ اگر یہ بات واقعہ کے خلاف ہوتی تو اس زمانہ کے یہود ونصاری کے لئے تو اسلام کے خلاف ایک بہت بڑا ہتھیار ہاتھ آجاتا کہ اس کے ذریعہ قرآن کی تکذیب کرسکتے تھے کہ تورات وانجیل میں کہیں نبی اُمّی کے حالات کا ذکر نہیں لیکن اس وقت کے یہود ونصاری نے اس کے خلاف کوئی اعلان نہیں کیا۔ یہ خود اس پر شاہد ہے کہ اُس وقت تورات وانجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وعلامات واضح طور پر موجود تھیں۔ جس نے اُن لوگوں کی زبانوں پر مہر لگادی۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات تورات وانجیل میں لکھی تھیں اُن کا کچھ بیان تو قرآن کریم بحوالہ تورات وانجیل آیا ہے۔ اور کچھ روایات حدیث میں ان حضرات سے منقول ہے جنھوں نے اصلی تورات وانجیل کو دیکھا اور اُن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک پڑھ کر ہی وہ مسلمان ہوئے۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی کا لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا وہ اتفاقاً بیمار ہوگیا۔ تو آپ اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سرہانے کھڑا ہوا تورات پڑھ رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اے یہودی میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی ہے کہ کیا تو تورات میں میرے حالات اور صفات اور میرے ظہور کا بیان پاتا ہے؟ اس نے انکار کیا تو بیٹا بولا یارسول اللہ

یہ غلط کہتا ہے تورات میں ہم آپ کا ذکر اور آپ کی صفات پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اب یہ مسلمان ہے انتقال کے بعد اس کی تجہیز و تکفین مسلمان کریں باپ کے حوالہ نہ کریں۔

(مظہری)

امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا۔ اس نے آکر اپنا قرض مانگا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں کچھ مہلت دو۔ یہودی نے شدت کے ساتھ مطالبہ کیا اور کہا کہ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک میرا قرض ادا نہ کردو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہیں اختیار ہے میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ بیٹھ گئے۔ اور ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی اور پھر اگلے روز صبح کی نماز یہیں ادا فرمائی۔ صحابہ کرامؓ یہ ماجرا دیکھ کر رنجیدہ اور غضبناک ہو رہے تھے۔ اور آہستہ آہستہ یہودی کو ڈرا کر یہ چاہتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تاڑلیا۔ اور صحابہ سے پوچھا یہ کیا کرتے ہو؟ تب انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اس کو کیسے برداشت کریں کہ ایک یہودی آپ کو قید کرے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے منع فرمایا ہے کہ کسی معاہد وغیرہ پر ظلم کروں یہودی یہ سب ماجرا دیکھ اور سُن رہا تھا۔ صبح ہوتے ہی یہودی نے کہا أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أنك رسولَ الله اس طرح مشرف باسلام ہو کر اس نے کہا کہ یارسول اللہ میں نے آدھا مال اللہ کے راستہ میں دے دیا۔ اور قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ میں نے اس وقت جو کچھ کیا اس کا مقصد صرف یہ

امتحان کرنا تھا کہ تورات میں جو آپ کی صفات بتلائی گئی ہیں۔وہ آپ میں صحیح طور پر موجود ہیں یا نہیں میں نے تورات میں آپ کے متعلق یہ الفاظ پڑھے ہیں۔

محمد بن عبد اللہ ان کی ولادت مکہ میں ہو گی اور ہجرت طیبہ کی طرف اور ملک ان کا شام ہو گا۔ نہ وہ سخت مزاج ہوں گے نہ سخت بات کرنے والے نہ بازاروں میں شور کرنے والے فحش اور بے حیائی سے دور ہوں گے۔ اب میں نے ان تمام صفات کا امتحان کر کے آپ میں صحیح پایا اس لئے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، اور میرا یہ آدھا مال ہے آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں اور یہ یہودی بہت مالدار تھا آدھا مال بھی ایک بڑی دولت تھی اس روایت کو تفسیر مظہری میں بحوالہ دلائل النبوۃ بیہقی نقل فرمایا ہے۔

اور امام بغوی نے اپنی سند کے ساتھ کعب احبارؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ تورات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور منتخب بندے ہیں۔ نہ سخت مزاج ہیں نہ بے ہودہ گو، نہ بازاروں میں شور کرنے والے، بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے، بلکہ معاف فرمادیتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں ولادت آپکی مکہ میں اور ہجرت طیبہ میں ہو گی۔ ملک آپ کا شام ہو گا اور امت آپکی حمادین ہو گی۔ یعنی راحت و کلفتِ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر ادا کرے گی۔ ہر بلندی پر چڑھنے کے وقت وہ تکبیر کہا کرے گی، وہ آفتاب کے سایوں پر نظر رکھے گی۔ تاکہ اس کے ذریعہ اوقات کا پتہ لگا کر نمازیں اپنے وقت میں پڑھا کرے، وہ اپنے نچلے بدن پر تہبند استعمال کریں گے۔ اور اپنے ہاتھ پاؤں کو وضوء کے ذریعہ پاک صاف رکھیں گے۔ اُن کا اذان دینے والا فضا میں آواز بلند کرے

گا۔ جہاد میں ان کی صفیں ایسی ہوں گی جیسے نماز جماعت میں، رات کو ان کی تلاوت اور ذکر کی آوازیں اس طرح گونجیں گی جیسے شہد کی مکھیوں کا شور ہوتا ہے۔ (مظہری)

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت سہل مولیٰ حیثمہ سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت سہل نے فرمایا کہ میں نے خود انجیل میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات پڑھی ہیں۔ کہ وہ نہ پست قد ہوں گے نہ بہت دراز قد، سفید رنگ دو زلفوں والے ہوں گے۔ ان کے دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر نبوت ہو گی صدقہ قبول نہ کریں گے۔ حمار اور اونٹ پر سوار ہوں گے۔ بکریوں کا دودھ خود دوھ لیا کریں گے، پیوند زدہ کرتہ استعمال فرماویں گے۔ اور جو ایسا کرتا ہے وہ تکبر سے بری ہوتا ہے وہ اسماعیل علیہ السلام کی ذریت میں ہوں گے، ان نام احمد ہو گا۔ اور ابن سعد نے طبقات میں دارمی نے اپنے مسند میں بیہقی نے دلائل نبوۃ میں حضرت عبد اللہ بن سلام سے روایت نقل کی ہے جو یہود کے سب سے بڑے عالم اور تورات کے ماہر مشہور تھے انہوں نے فرمایا کہ تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ الفاظ مذکور ہیں

۔

اے نبی ہم نے آپ کو بھیجا ہے سب امتوں پر گواہ بنا کر اور نیک عمل کرنے والوں کو بشارت دینے والا، بُرے اعمال والوں کو ڈرانے والا بنا کر اور اُمّیین یعنی عرب کی حفاظت کرنے والا بنا کر آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے نہ آپ سخت مزاج ہیں نہ جھگڑالو اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور در گزر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک وفات نہ دیں گے جب تک ان کے ذریعہ ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کر دیں۔ یہاں تک کہ وہ لا

الٰہ الا اللہ کے قائل ہو جائیں اور اندھی آنکھوں کو کھول دیں۔ اور بہرے کانوں کو سننے کے قابل بنا دیں اور اندھے ہوئے دلوں کھول دیں۔

اس جیسی ایک روایت بخاری میں بروایت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ بھی مذکور ہے اور کتب سابقہ کے بڑے ماہر عالم حضرت وہب بن منبہ سے بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی کہ اے داؤد آپ کے بعد ایک نبی آئیں گے جن کا نام احمد ہو گا میں اُن پر کبھی ناراض نہ ہوں گا اور وہ میری کبھی نافرمانی نہ کریں گے اور میں نے ان کے لئے سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دی ہیں ان کی امت امت مرحومہ ہے۔ میں نے ان کو وہ نوافل دیئے ہیں جو انبیاء کو عطا کی تھیں اور ان پر وہ فرائض عائد کیئے ہیں جو پچھلے انبیاء پر لازم کئے گئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ محشر میں میرے سامنے اس حالت میں آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء علیہم السلام کے نور کے مانند ہو گا۔ اے داؤد میں نے محمدؐ اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے، میں نے ان کو چھ چیزیں عطا کی ہیں جو دوسری امتوں کو نہیں دی گئیں۔

اول یہ کہ خطا ونسیان پر اُن کو عذاب نہ ہو گا جو گناہ ان سے بغیر قصد کے صادر ہو جائے اگر وہ اسکی مغفرت مجھ سے طلب کریں تو معاف کر دوں گا۔ اور جو مال وہ اللہ کی راہ میں بطیب خاطر خرچ کریں گے۔ تو میں دنیا ہی میں ان کو اس سے زیادہ دوں گا اور جب ان پر کوئی مصیبت پڑے اور وہ بہت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن کہیں تو میں اُن پر مصیبت کو صلوٰۃ ورحمت اور جنت کی طرف ہدایت بنا دوں گا۔ وہ جو دعا کریں گے میں قبول کروں گا۔ کبھی اس طرح کہ جو مانگا ہے وہی دے دوں اور کبھی اس طرح کہ اس دعا کو ان کی آخرت کا سامان بنا دوں۔ (روح المعانی)

سینکڑوں میں سے یہ چند روایات تورات، انجیل، زبور کے حوالہ سے نقل کی گئی ہیں۔ پوری روایات کو محدثین نے مستقل کتابوں میں جمع کیا ہے۔ تورات وانجیل میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت مرحومہ کے خاص فضائل وصفات اور علامات کی تفصیل پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اس آخری دور میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اظہارالحق میں اس کو بڑے شرح وبسط کے اور تفصیل و تحقیق کے ساتھ لکھا ہے اس میں موجود زمانے کی تورات وانجیل جسمیں بے انتہاء تحریفات ہوچکی ہیں ان میں بھی بہت سی صفات وفضائل کا ذکر موجود ہونا ثابت کیا ہے اس کا عربی سے اردو میں ترجمہ حال میں شائع ہوچکا ہے قابل دید ہے۔

سابقہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات وعلامات کا تفصیلی بیان تھا۔ جو تورات وانجیل اور زبور میں لکھی ہوئی تھیں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ مزید صفات بھی مذکور ہیں جن میں پہلی صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے معروف کے لفظی معنی جانا پہچانا ہوا۔ اور منکر کے لغوی معنی اوپرا اجنبی جو پہچانا نہ جائے۔ اس جگہ معروف سے وہ نیک کام مراد ہے ہیں جو شریعت اسلام میں جانے پہچانے ہوئے ہیں اور منکر سے وہ برے کام جو دین وشریعت سے اجنبی ہیں۔

اس جگہ اچھے کاموں کو معروف کے لفظ سے اور بُرے کاموں کو منکر کے لفظ سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ دین میں نیک کام صرف اس کو سمجھا جائے گا جو قرن اول کے مسلمانوں میں رائج ہوا اور جانا پہچانا گیا اور جو ایسا نہ ہو وہ منکر کہلائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ وتابعین نے جس کام کو نیک نہیں سمجھا وہ خواہ کتنا ہی بھلا معلوم ہو از روئے شریعت وہ بھلا نہیں۔ احادیث صحیحہ میں اسی لئے ان کاموں کو جن کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین کی طرف سے نہیں پائی جاتی ان کو

محدثات الامور اور بدعت فرما کر گمراہی قرار دیا ہے۔ معنی آیت کے اس جملہ کے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کریں گے اور بُرے کاموں سے منع فرماویں گے۔

یہ صفت اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام میں عام ہے اور ہونا ہی چاہئے کیونکہ ہر نبی اور رسول اسی کام کے لئے بھیجے جاتے ہیں کہ لوگوں کو نیک کاموں کی طرف ہدایت کریں۔ اور برے کاموں سے منع کریں لیکن اس جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صفت میں دوسرے انبیاء علیہم السلام سے کوئی خاص امتیاز اور خصوصیت حاصل ہے۔ اور وہ امتیاز کئی وجہ سے ہے۔ اول اس کام کا خاص سلیقہ کہ ہر طبقہ کے لوگوں کو ان کے مناسب حال طریق سے فہماش کرنا جس سے بات ان کے دل میں اُتر جائے اور بھاری نہ معلوم ہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں غور کیا جائے تو اس کا مشاہدہ ہو گا کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اس میں خصوصی اور امتیازی سلیقہ عطا فرمایا تھا عرب کے بدوی جو اونٹ اور بکری چرانے کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے ان سے ان کے انداز فہم پر گفتگو فرماتے اور دقیق علمی مضامین کو ایسے سادہ الفاظ میں سمجھا دیتے تھے۔ کہ ان پڑھ لوگوں کی بھی سمجھ میں آجائے، اور قیصر وکسریٰ اور دوسرے ملوک عجم اور ان کے بھیجے ہوئے ذی علم وفہم سفراء سے ان کے انداز کے مطابق گفتگو ہوتی تھی۔ اور بلا استثناء سب ہی اس گفتگو سے متاثر ہوتے تھے دوسرے آپ کی اور آپ کے کلام کی خداداد مقبولیت اور دلوں میں تاثیر بھی ایک معجزانہ انداز رکھتی ہے بڑے سے بڑا دشمن بھی جب آپ کا کلام سنتا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔

اُوپر بحوالہ تورات جو صفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی گئی تھیں ان میں یہ بھی تھا کہ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو بینا اور بہرے کانوں کو سننے والا بنادے گا اور بند دلوں کو کھول دے گا یہ

اوصاف شاید اسی خصوصیت کا نتیجہ ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا امتیازی سلیقہ عطا فرمایا تھا۔

دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ سیّدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے پاکیزہ اور پسندیدہ چیزوں کو حلال فرماویں گے۔ اور گندگی چیزوں کو حرام مراد یہ ہے کہ بہت سی پاکیزہ اور پسندیدہ چیزیں جو بنی اسرائیل پر بطور سزا کے حرام کردی گئی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حرمت ختم کردیں گے۔ مثلا جانوروں کی چربی وغیرہ جو بنی اسرائیل کی بدکاریوں کی سزائیں اُن پر حرام کردی گئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حلال قرار دیا۔ اور گندی چیزوں میں خون اور مردار جانور، شراب اور تمام حرام جانور داخل ہیں اور تمام حرام ذرائع آمدنی بھی مثلا سود، رشوت جوا وغیرہ۔ (السراج المنیر)

اور بعض حضرات نے بُرے اخلاق وعادات کو بھی گندی چیزوں میں شمار فرمایا ہے۔

اور تیسری صفت یہ بیان فرمائی گئی۔

وَيَضَعُ عنهم اِصْرَهُمْ والأَغلٰلُ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِم

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہٹادیں گے لوگوں سے اس بوجھ اور بند کو جو اُن پر مسلط تھی۔

لفظ اِصرٌ کے معنی بارگراں کے ہیں جو آدمی کو حرکت کرنے سے روک دے اور اغلٰل غُل کی جمع ہے اس ہتکڑی کو غل کہتے ہیں جس کے ذریعہ مجرم کے ہاتھوں کو اسکی گردن کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے اووہ بالکل بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اصر اور اغلا یعنی بارگراں اور قید سے مراد اس آیت میں وہ احکام شاقہ اور دشوار ہیں جو اصل دین میں مقصود نہ تھے۔ بلکہ بنی اسرائیل پر بطور سزا کے لازم کردیئے گئے تھے۔ مثلا کپڑا ناپاک ہو جائے تو پانی سے دھو دینا بنی اسرائیل کے لئے کافی نہ تھا بلکہ یہ واجب تھا کہ جس جگہ نجاست لگی ہے اس کو

کاٹ دیا جائے۔ اور کفار سے جہاد کر کے جو مال غنیمت ان کو ہاتھ آئے ان کے لئے حلال نہیں تھا بلکہ آسمان سے ایک آگ آکر اس کو جلا دیتی تھی، ہفتہ کے دن شکار کھیلنا ان کے لئے حرام تھا جن اعضا سے کوئی گناہ صادر ہو ان اعضاء کو کاٹ دینا واجب تھا خون بہا کا قتل خواہ عمداً ہو یا خطاء دونوں صورتوں میں قصاص یعنی قاتل کا قتل کرنا واجب تھا۔ خون بہا دینے کا قانون نہ تھا ان احکام شاقہ کو جو بنی اسرائیل پر نافذ تھے قرآن میں اصر اور اغلال فرمایا اور یہ خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سخت احکام کو منسوخ کر کے سہل احکام جاری فرماویں گے اسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ میں نے تم کو ایک سہل اور آسان شریعت پر چھوڑا ہے جسمیں نہ کوئی مشقت ہے نہ گمراہی کا اندیشہ۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے

الدِّینُ یُسْرٌ یعنی دین آسان ہے قرآن کریم نے فرمایا وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔

سید الکونین نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص صفات کمال بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا فَالَّذِیْن اٰمنوا بِهٖ وعَزَّرُوْهُ ونَصَرُوْهُ واتبعُوا النُّورَ الذي اُنزِلَ معهٗ اُولٰئِکَ هُمُ المُفْلِحُوْن۔

یعنی تورات وانجیل میں نبی آخر الزمان کی واضح صفات وعلامات بتلا دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ آپؐ پر ایمان لائیں اور آپ کی تعظیم کریں اور مدد کریں اور اس نور کا اتباع کریں۔ جو آپ کے ساتھ بھیجا گیا ہے یعنی قرآن عظیم تو یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

یہاں فلاح پانے کے لئے چار شرطیں ذکر کی گئی ہیں۔ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان، دوسرے آپ کی تعظیم وتکریم، تیسرے آپ کی امداد، چوتھے قرآن کا اتباع۔

تعظیم کے لئے اس جگہ لفظ عزّروہُ لایا گیا ہے جو تعزیر سے مشتق ہے تعزیر کے اصلی معنی شفقت کے ساتھ منع کرنے حفاظت کرنے کے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے عزّروہُ کے معنی تعظیم و تکریم کرنے کے بتلائے ہیں۔ اور مُبرّد نے کہا کہ اعلیٰ درجہ کی تعظیم کو تعزیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جو سیّدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عظمت و محبت کے ساتھ آپ کی تائید وحمایت اور مخالفین کے مقابلے میں زمانہ نبوت میں تو یہ تائید و نصرت آپ کی ذات کے ساتھ متعلق تھی اور آپکی وفات کے بعد آپ کی شریعت اور آپ کے دین کی تائید و نصرت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و نصرت کا مصداق ہے۔

قرآن کریم کو اس آیت میں نور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جس طرح نور کے نور ہونے پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ نور خود اپنے وجود کی دلیل ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم خود اپنے کلام ربانی اور کلام حق ہونے کی دلیل ہے۔ ایک اُمّی کی زبان سے ایسا اعلیٰ وابلغ کلام آیا جس کی مثال لانے سے محض ساری دنیا عاجز ہوگی۔ یہ خود قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ نیز جس طرح نور خود بھی روشن ہوتا ہے اور دوسری اندھیریوں میں بھی اجالا کر دیتا ہے اسی طرح قرآن کریم نے اندھیروں میں پھنسی ہوئی دنیا کو تاریکیوں سے نکالا۔ دنیا کو تاریکیوں سے نکالا۔

قرآن کے ساتھ سنت کا اتباع بھی فرض ہے

اس آیت کے شروع میں۔ یتبعون الرَّسولَ النبي الأُمي فرمایا تھا اور آخر میں واتبعوا النورَ الذِي أُنزِلَ معهُ فرمایا ان میں سے پہلے جملہ میں نبی اُمّی کے اتباع کا حکم ہے اور آخری جملہ میں قرآن کے اتباع کا اس سے ثابت ہوا کہ نجات آخرت کتاب اور سنت دونوں کے اتباع پر موقوف ہے کیونکہ نبی اُمّی کا اتباع

ان کی سنت ہی کے اتباع کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ رسول اللہؐ کا صرف اتباع بھی کافی نہیں ادب واحترام اور محبت بھی فرض ہے اور ان دونوں جملوں کے درمیان عزّرُوہ ونصَرُوہُ فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا ایسا اتباع مقصود نہیں جیسے عام دنیا کے حکام کا اتباع جبرا قہراً کرنا پڑتا ہے بلکہ وہ اتباع مقصود ہے جو عظمت ومحبت کا نتیجہ ہو۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت دل میں اتنی ہو کہ اس کی وجہ سے آپ کے احکام کے اتباع پر مجبور ہو کیونکہ امت کو اپنے رسولؐ سے مختلف قسم کے تعلقات ہوتے ہیں ۔ ایک یہ کہ وہ اُمّیر وحاکم ہے اور امت محکوم ورعیت دوسرے یہ کہ رسول محبوب ہے اور پوری امت محِب۔ ایک یہ کہ رسولؐ اپنے کمالات علمی، عملی، اخلاقی کی بنا پر صاحب عظمت ہے۔ اور ساری امت ان کے مقابلہ میں پست اور عاجز۔

ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب شانیں درجہ کمال میں پائی جاتی ہیں اس لئے امت پر لازم ہے کہ ہر شان کا حق ادا کریں۔ بحیثیت رسول کے ان پر ایمان لائیں۔ بحیثیت اُمّیر وحاکم کے ان کے احکام کی پیروی کریں۔ بحیثیت کمالات نبوت کے ان کی تعظیم وتکریم بجالائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع تو امت پر فرض ہونا ہی چاہیے تھا کیونکہ انبیاء کے بھیجنے کا مقصد ہی اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا لیکن حق تعالیٰ نے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صرف اسی پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ امّت پر آپؐ کی تعظیم وتقویر اوراحترام وادب کو بھی لازم قرار دیا ہے اور قرآن کریم میں جابجا اس کے آداب سکھائے گئے ہیں۔

اس آیت میں توعَزَّرُوْہُ وَنصَرُوْہُ کے الفاظ سے اس طرف ہدایت کی گئی ہے۔ اورایک دوسری آیت میں بھی وَتَعَزّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ آیا ہے اور کئی آیتوں میں اس کی ہدایت کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے

سامنے ایسی بلند آواز سے بات نہ کریں کہ آپ کی آواز سے بڑھ جائے۔یاایتھاالّذین اٰمنولا ترفعوااَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔ (سورۃ حجرات)

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔یاایھاالذِیْنَ اٰمنُوالَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔یعنی اے مسلمانوں اللہ اوراس کے رسول سے پیش قدمی نہ کرو۔یعنی جس مجلس میں حضورؐ تشریف فرماہوں اور کوئی معاملہ پیش آئے تو آپ سے پہلے کوئی نہ بولے۔

حضرت سہل بن عبداللہ نے اس آیت کے معنی یہ بتلائے ہیں کہ آپ سے پہلے نہ بولیں اور جب آپؐ کلام کریں توسب خاموش ہوکر سنیں۔ایک آیت قرآن میں اس کی ہدایت فرمائی گئی ہے کہ سیّدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے کے وقت ادب کا لحاظ رکھیں اس طرح نہ پکاریں جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارا کرتے ہیں۔

لا تَجْعَلُوا دُعآءَ الرسولِ بینکُم کدُعاء بعضِکُمْ بعضًا آخر آیت میں اس پر متنبہ کیا گیاہے کہ اس کے خلاف کوئی کام بے ادبی کا کیا گیاتو سارے اعمال حبط اور برباد ہو جائیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ باوجودیکہ ہر وقت ہر حال میں آنحضرت کے شریک کار رہتے تھے اور ایسی حالت میں احترام وتعظیم کے آداب ملحوظ رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن ان کا یہ حال تھا کہ آیت مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ عرض کرتے تو اس طرح بولتے تھے جیسے کوئی پوشیدہ بات کو آہستہ کہا کرتا ہے یہی حال حضرت فاروق اعظمؓ کا تھا۔

(شفاء)

حضرت عمرو بن العاص ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی مجھے دنیا میں محبوب نہ تھا اور میرا یہ حال تھا کہ میں آپ کی طرف نظر بھر کر دیکھ بھی نہ سکتا تھا۔ اور اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ مبارک دریافت کرے تو میں بیان کرنے پر اس لئے قادر نہیں کہ میں نے کبھی آپ ؐ کو نظر بھر دیکھا ہی نہیں۔

ترمذی نے حضرت انس ؓ سے نقل کیا ہے کہ مجلس صحابہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے تو سب نیچی نظریں کر کے بیٹھتے تھے صرف صدیق اکبر ؓ اور فاروق اعظم آپ کی طرف نظر کرتے اور آپ ان کی طرف نظر فرما کر تبسم فرماتے تھے۔

عروہ بن مسعود کو اہل مکہ نے جاسوس بنا کر مسلمانوں کا حال معلوم کرنے کے لئے مدینہ بھیجا اس نے صحابہ کرام ؓ کو پروانہ وار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گرتا اور فدا ہوتا ہوا دیکھ کر واپسی میں یہ رپوٹ دی۔ کہ میں کسریٰ و قیصر کے دربار بھی دیکھے ہیں اور ملک نجاشی سے بھی ملا ہوں مگر جو حال میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا وہ کہیں نہیں دیکھا، میرا خیال یہ ہے کہ تم لوگ ان کے مقابلہ میں ہرگز کامیاب نہ ہوگے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ کی حدیث میں ہے کہ جب آپ گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے تو صحابہ کرام ؓ باہر سے آواز دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانا بے ادبی سمجھتے تھے دروازہ پر دستک بھی صرف ناخن سے دیتے تھے تاکہ زیادہ کھڑکا اور شور نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی صحابہ و تابعین کا معمول یہ تھا۔ کہ مسجد نبوی ؐ میں کبھی بلند آواز سے پسند نہ کرتے تھے اکثر حضرات کا یہ عالم تھا کہ جب کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام

مبارک لیا تو رونے لگے اور ہیبت زدہ ہو گے۔ اسی تعظیم و توقیر کی برکت تھی کہ ان حضرات کو کمالاتِ نبوت سے خاص حصہ ملا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو انبیاء کے بعد سب سے اونچا مقام عطا فرمایا۔

(از تفسیر معارف القرآن جلد ۴ ص ۸۷ تا ص ۸۹)

ولادت نبوی ﷺ جسمانی اور روحانی

ممکن ہے آپ کو یہ سن کر کہ ولادت تو ایک ہی ہوتی ہے پیدائش ایک ہی مرتبہ ہوتی ہے۔ تو دو ولادتیں کیسی؟ لیکن میری گذارشات کے بعد آپ کو معلوم ہو گا کہ حقیقۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو ہی ولادتیں ہوئیں۔

ایک ولادت باسعادت تو ربیع الاول کو علی اختلاف الاقوال ہوئی اور ایک ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس برس بعد ہوئی یعنی روحانی ولادت جب سے آپ ﷺ نبی اور پیغمبر کی حیثیت سے دنیا میں ظاہر ہوئے۔ ۱۲ ربیع الاول کو ولادت جسمانی ہوئی اور چالیس برس کے بعد ولادت روحانی ہوئی۔ جس کو ہم نبوت سے تعبیر کریں گے۔ ۱۲ ربیع الاول کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دنیا میں ظاہر ہوا اور چالیس برس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال دنیا میں ظاہر ہوا۔

تو ایک جمال کی حیثیت سے ولادت ہے اور ایک کمال کی حیثیت سے ولادت ہے دونوں ولادتیں میں ہمارے لئے ان کا ذکر عبادت اور طاعت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں جمال ظاہر ہونا یہ بھی عالم کے لئے عظیم ترین نعمت ہے۔ اور آپ ﷺ کا کمال دنیا میں ظاہر ہونا یہ اس سے بھی بڑی نعمت ہے جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ تو جمال محمدی وہ بھی ایک ایسی امتیازی شان رکھتے ہیں کہ دنیا میں اتنا بڑا جمیل اور صاحب جمال پیدا نہیں ہوا۔ کہ جتنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمال والے تھے۔ اور اتنا بڑا با کمال بھی کوئی

پیدا نہیں ہوا جتنا کے کمال والے آپؐ تھے تو دونوں ولادتیں امتیازی شان رکھتی ہیں۔نہ ولادت جسمانی کی نظیر ہے نہ ولادت روحانی کی نظیر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو ہمارے سامنے ظہور ہوا محمد بن عبداللہ کا اور چالیس برس کے بعد ظہور ہوا محمد رسول اللہ کا۔ اُس وقت آپؐ ابن عبداللہ کی حیثیت سے دنیا میں آئے۔اور چالیس برس کے بعد رسول اللہ کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائے۔

ولادت روحانی کے بارے میں عامۃ الناس کا طرز عمل

عام طور سے لوگ ولادت جسمانی کو اہمیت دیتے ہیں اور اسی حالات کے ذکر کو ذکر میلاد کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ ذکر میلاد کا ابتدائی درجہ ہے حقیقی درجہ وہ ولادت ہے جو چالیس برس کے بعد ہوئی اس لئے کہ پہلی ولادت میں ہمارے لئے عمل کا کوئی نمونہ نہیں ہے اور دوسری ولادت میں ہمارے لئے عمل کے نمونے موجود ہیں ۔جس سے ہم سعادت حاصل کرسکتے ہیں یعنی آپؐ کی پہلی ولادت جمال کی ہوئی کہ چہرہ مبارک ایسا تھا۔ انگلیاں ایسی تھیں بال ایسے تھے، بنی مبارک ایسی تھی، بدن قدو قامت یہ تھا اس میں ہمارے لئے کوئی نمونہ عمل نہیں ہے خوشی کی انتہائی چیز ہے کہ ہمارے پیغمبر کو اللہ نے وہ جمال اور موزونیت عطا فرمائی کہ عالم میں ایسا حسن و جمال کسی کو نہیں دیا گیا خوشی اور فخر کا موقع ہے لیکن عمل کا نمونہ کچھ نہیں۔ یہ نہیں ہے کہ جیسے حضورؐ کے ہاتھ تھے ہم ویسے ہاتھ بنالیں۔ جیسے حضورؐ کا رنگ مبارک تھا ہم اپنا رنگ ویسا ہی کرلیں۔ جیسے آپؐ کا قدو قامت تھا ویسا ہم اپنا قدو قامت بنالیں اس میں عمل کا نمونہ ہمارے لئے نہیں ہے۔ خوشی کا موقع ضرور ہے جسکی کوئی انتہاء نہیں ہے۔

لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے جب آپؐ ظاہر ہوئے اس میں سامنے یہ چیز ہوتی ہے کہ آپؐ کا ایمان ایسا تھا۔ آپؐ کا عقیدہ یہ تھا۔ نماز ایسی، روزہ ایسا، حج ایسا، جہاد ایسا، اس میں ہمارے لئے نمونہ

عمل ہے جیسی آپؐ نے نماز پڑھی ہم بھی ویسی ہی نماز پڑھیں۔ جیسے آپؐ نے روزے رکھے ہم بھی ویسے ہی روزے رکھیں۔ جس طرح آپؐ نے حج کیا ہم بھی ویسا ہی حج کریں۔ جس طرح آپؐ کی گھریلو معاشرت تھی ہم بھی ویسی ہی معاشرت بنائیں۔ جس طرح آپؐ کی جماعتی زندگی تھی۔ ہم بھی ویسی زندگی بنائیں۔ اس میں عمل کا نمونہ ہے۔(۱) میرے خیال میں یہ جو پہلی ولادت کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے یہ اس لئے کہ اس میں کرنا کرانا کچھ نہیں پڑتا۔ کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی خوش ہوئے یا زیادہ سے زیادہ خوش ہو کے مٹھائی بانٹ لی اور خود ہی کھا بھی لی اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

(۱) یہ حکماالاسلام حضرت قاری طیب صاحبؒ فرما رہے ہیں کیونکہ یہ مضمون ان کے ہی خطبات سے اخذ کیا گیا ہے۔

ولادت روحانی ہی اصل مقصود ہے

دوسری ولادت سُن کر ذمہ داریاں بڑھتی ہیں کہ ہمیں مسلمان بننا پڑے گا۔ ہمیں یہ کام یوں کرنا پڑے گا۔ زندگی کا نمونہ ایسا بنانا پڑے گا۔ عمل کرنا لوگ نہیں چاہتے اس لئے دوسری ولادت کا تذکرہ نہیں کرتے۔ اور اس کو زیادہ اہمیت دیتے اور پہلی ولادت میں عمل کا نمونہ نہیں ہے خوش خوشی کا موقع ہے۔ اس لئے اس کو زیادہ اختیار کرتے ہیں ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ جیسے یہ عبادت ہے کہ حضورؐ دنیا میں آئے ایسے ہی اس کا تذکرہ بھی عبادت ہے کہ حضورؐ نے اس طرح نماز پڑھی حضورؐ نے اس طرح حج کیا حضورؐ نے اس طرح جہاد کیا بلکہ یہ اس سے بڑی بڑی عبادت ہے اس میں ہمارے لئے سعادت حاصل کرنے کا موقع ہے اُس کا ذکر ہمارے حق میں عبادت ہے۔ اگرچہ پہلی ولادت مقدمہ ہے اور دوسری ولادت مقصود ہے۔ کیونکہ اگلا مقصود ظاہر کرنا تھا اس لئے ولادت جسمانی سامنے رکھی گئی تاکہ روحانی ولادت کا موقع آجائے تو پہلی ولادت

تمہید ہے اور دوسری ولادت اصل مقصود ہے۔ رسالت و نبوت کا دنیا میں لانا تھا۔ اس لئے ذات اقدس کو پیدا کیا گیا مگر تمہید ہو یا مقصود ہو ہے دونوں کا ذکر طاعت اور عبادت اس لئے تھوڑا تھوڑا ذکر میں دونوں قسم کی ولادتوں کروں گا۔

اس شعر کو بھی ملاحظہ فرماتے جائیں کیا خوب کہا حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ نے۔ فرماتے ہیں۔

نبوت سے مشرّف گو سارے انبیاءؑ ہیں لیکن
نبوّت جس پہ نازاں ہے وہ فخر الانبیاء تم ہو

جمال محمدیؐ کا ماخذ قرآن سے

جب اللہ کے کلام سے کوئی چیز اخذ کی جائے تو قرآن ذمہ دار بن جاتا ہے پھر اس میں شاعریت کا کوئی شائبہ یا شوشہ باقی نہیں رہتا تو قرآن کریم میں بھی ماخذ موجود ہے۔ اور سمجھنے والے اس کے حضرات صحابہؓ ہیں۔ تو پہلے میں قرآن کریم کا واقعہ بیان کر دوں اور پھر اس واقعہ سے صحابہ نے جو اخذ کیا ہے اس کو عرض کروں گا۔

حدیث میں فرمایا گیا کہ یوسف علیہ السلام سب سے زیادہ حسین دنیا میں گزرے ہیں اور خود فرمایا حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب اللہ نے حسن و جمال پیدا کیا تو آدھا حسن ساری دنیا کو دیا اور آدھا حسن تنہا یوسف علیہ السلام کو دیا تو حسن و جمال میں کوئی شک نہیں جب حدیث نبوی میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تو اس سے بڑھ کر شہادت نہیں ہو سکتی کہ یوسف علیہ السلام سے زیادہ کوئی حسین نہیں جمال اُن کا اونچا تھا۔ اُن پر زلیخا عاشق ہوئی ہیں۔ جو بادشاہ مصر کی بیوی تھیں اور صرف زلیخا ہی عاشق نہیں تھیں

بلکہ مصر کی تمام بیگمات اپنے دلوں کو یوسف علیہ السلام کے عشق میں کھوئی ہوئی تھیں۔ لیکن زلیخا نے چونکہ انہیں خرید ا تھا اور کنعان کے قافلے نے آ کے زلیخا کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام گویا زلیخا کے مملوک تھے۔ دوسری طرف جا نہیں سکتے تھے تو بیگمات مصر لاکھ عشق کریں مگر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھیں ۔ تو انہوں نے ایک ڈھنگ اختیار کیا کہ زلیخا پر طعنے کسنے شروع کیئے کہ دیکھو زلیخا کیسے تھوڑے دل کی عورت ہے جو اپنے غلام پہ عاشق ہو گئی ہے۔ اسے شرم نہیں آتی بادشاہ کی بیگم ہے اور غلام پر عاشق ؟ یہ طعنے دینے کا مقصد کیا تھا؟ یہ کہ زلیخا کا دل اُتر جائے اور کسی طرح یوسف علیہ السلام کو ہم قضائیں زلیخا اس سے ہٹ جائے تو اس پر ہم قابض ہوں۔ تو یہ مقصد تھا طعنے دینے کا۔ زلیخا بھی سمجھ گئی تو روز روز کے طعنے سنتے سنتے تنگ آگئی آخر اس نے ایک دن ارادہ کیا کہ میں ایک دفعہ ان سارے طعنوں کا جواب دے دوں۔ تو اس نے بیگمات مصر کو چائے کی پارٹی دی چائے کا لفظ میں نے اس لئے کہا کہ کھانے کے سوا جو پارٹی ہوتی ہے چائے کی کہلاتی ہے چاہے اس زمانے میں چائے ہو یا نہ ہو۔

مگر بہر حال وہ پارٹی تھی کھانے کی نہ تھی وہ تفریحی پارٹی تھی اور کچھ تفکہ کی چیزیں اس میں رکھی گئی تھیں۔ پھل فروٹ وغیرہ بہتر سے بہتر چُنے گئے تھے۔ بہر حال ملکہ تھیں بادشاہ کی بیگم تھیں تو اس کے ہاں کیا کمی تھی؟ بڑا دستر خواں سجایا پھل فروٹ مٹھایاں اور جو اس زمانے کے تکلفات تھے۔ سب رکھے گئے پھل کاٹنے کے لئے چھریاں رکھی گئیں اور بیگمات مصر کو دعوت دی۔ تمام وزراء زادیاں امیر زادیاں اور انکی بیگمات وہ آئیں اور ہر ایک اپنے بناؤ سنگھار کر کے لباس اور زیورات پہن کر آئیں مقصد یہ تھا کہ شاید یوسف علیہ السلام کی نظر پڑ جائے ، مجھے ہی پسند کر لے ہر بیگم چاہتی تھی تو انتہائی آراستہ پیراستہ ہو کر بہترین زیورات لباس پہن کر جمع ہوئیں۔ دستر خوان سجایا گیا تھا جب زلیخا نے دستر خوان پر سب کو بٹھلایا تو یوسف

علیہ السلام کو ایک کمرے میں چھپا دیا۔ کہا جب میں کہوں تو باہر آئیں پہلے باہر نہ آئیں یوسف علیہ السلام اندر بیٹھ گئے۔ خیر بیگمات مصر بیٹھیں قرآن کریم میں اس کا تذکرہ فرمایا گیا کہ وقَالَ نِسْوَۃ فِي الْمَدِيْنَة امْرَئة الْعَزِيْزِ تَرَاوِدُ فتٰهَا عن نفسهِ (سورۃ یوسف) بیگمات مصر نے زلیخا کو طعنے دینے شروع کئے کہ اپنے غلام پر عاشق ہو گی۔ شرم آنی چاہئے قَد شَعَفَهَا حُبًّا إِنَّا لنَرَاهَا في ضَلٰلٍ مُّبين ہم تو اسے گمراہ سمجھتے ہیں، بھلا غلام پر بھی عاشق ہونے کے کوئی معنی ہیں؟ فلمّا سَمِعَتْ بمَكْرِهِنَّ أرسلَتْ إليهِنَّ جب زلیخا نے پہچان لیا کہ طعنہ دینا محض اس لئے ہے کہ میرا دل اُتر جائے یوسف سے اور یہ یوسف پہ قابو پائیں ۔أرسلت إليهِن وأعتدتْ لهُنَّ مُتَّكاء دستر خواں تیار کیا پھل فروٹ سجائے۔ واٰتت كل واحدةٍ منهن سكيناً ہر ایک کے سامنے ایک ایک چھری رکھ دی کہ پھل کاٹیے اور کھایئے جب انھوں نے چھریاں ہاتھ میں لیں اور پھلوں کو تراشنا شروع کیا ایک دم یوسف علیہ السلام کو آواز دی کہ باہر آجائیں ان کا حسن وجمال دیکھنا تھا کہ بیگمات اتنی مبہوت ہوئیں کہ آپے سے باہر ہو گئیں بجائے پھل کاٹنے کے کسی نے انگلی کاٹ لی کسی نے بازو کاٹ لیا سب لہولہان ہو گئیں یوسف علیہ السلام کا حسن وجمال دیکھ کر انہیں اپنے آپے کا ہوش نہ رہا۔ جب یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو بہت بھاری اور بڑا سمجھا اور ہوش وحواس کھو بیٹھیں اور ہاتھ کاٹ ڈالے وقُلْنَ حَاشَ اللهِ مَا هٰذَا بَشَرًا إن هٰذا إلاَّ مَلَکٌ كَرِيْم اور کہا واللہ یہ بشر نہیں کوئی فرشتہ ہے جو آسمان سے اُترا ہے یہ حسن وجمال بشر میں کہاں ہے؟

یہ خوبصورتی، یہ نزاکت، یہ قدر رعنا اور یہ زیبائش یہ کہاں بشر میں ہو سکتا ہے؟

معلوم ہوتا ہے یہ کوئی فرشتہ ہے جب تعریف رطب اللسان ہوئیں تو زلیخا نے کہا یہی ہے وہ جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیا کرتی تھیں میں نے تو نہ کبھی انگلی کاٹی نہ ہاتھ کاٹا تم کو کیا مصیبت آئی کہ تم نے انگلیاں کاٹ ڈالیں میرے ساتھ روز یوسف ہیں۔ مگر میں اپنے آپے میں ہوں تم نے ایک نظر دیکھا اور آپے سے باہر نکل گئیں تو جب تمہاری یہ حالت ہے اگر میری یہ حالت ہو تو طعن کی کونسی بات ہے تمہیں طعن دینے شرم آنی چاہیئے نہ کہ میں غلام پر عاشق ہو کر شرم کروں تم کیوں عاشق پر ہوئیں؟ تم پر یہ مصیبت کیوں آئی؟ اب بے چاری بیگمات چُپ ہوئیں اپنا سا منہ لے کر رہ گئیں پھر کسی کی زبان طعن نہیں کھلی زلیخا چھوٹ گئیں۔ ہمیشہ کے لئے چھٹکارا ہو گیا یہ تو واقعہ ہے جو قرآن کریم نے یوسف علیہ السلام کے حسن کے بارے میں بیان کیا۔

حسن یوسف علیہ السلام پر جمال محمدی کا تفوق

حضرت عائشہؓ کیا فرماتی ہیں؟ وہ مجھے سنانا ہے یہ اس کے لئے تمہید ہے حضرت عائشہؓ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ بیگمات مصر نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ تو ہاتھ کاٹ ڈالے اگر میرے محبوب کو دیکھیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں یہ گویا صدیقہؓ نے فرق بیان کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال سے زیادہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حدیث میں فرمایا کہ آدھا حسن پوری دنیا کو دیا گیا، آدھا یوسف علیہ السلام کو تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اس سے مستثنیٰ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو ساری دنیا کے مجموع کو حسن دیا گیا وہ تنہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن دیا گیا وہ یوسف علیہ السلام سے بھی بڑھ کر ہے عائشہ صدیقہؓ

کی کہاوت صحیح ہے کہ بیگمات مصر نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تھا تو انگلیاں کاٹ ڈالیں میرے محبوب کو دیکھ پاتیں تو دل صحیح سالم نہ رہتے دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں اس سے جمال محمدی کا اندازہ ہوا۔

یوسف علیہ السلام کے بارے میں حسن کا لفظ استعمال کیا فاذا قد اعطی شطر الحُسن آدھا حسن پوری دنیا کو دیا گیا آدھا حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمال کا لفظ استعمال کیا گیا جمال برتر ہوتا ہے حسن پر حسن کہتے ہیں قد و قامت کی موزونیت کو کہ ہر عضو اور ہر جوڑ بند اپنی جگہ اتنا مکمل ہو کہ نگاہیں نہ پھیری جائیں وہاں سے ہٹنے نہ پائیں مجموعی طور پر قابو پالے تو حسن کہتے ہیں رنگ کی سفیدی اور ظاہری نقشے کے اچھے ہونے کو اور جمال کہتے مجموعہ قد کے تناسب کو اعضاء کے جوڑ بند کے درست ہونے اور اپنی اپنی جگہ موزون ہونے کو انگلی دیکھو تو معلوم ہو کہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتی ناک دیکھو تو تو معلوم ہو کہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتی ہر ہر عضو اتنا موزون اتنا کامل کہ اس سے آگے کمال کا تصور نہیں ہو سکتا اسے کہتے ہیں جمال تو جمال فائق ہے حسن کے اوپر بڑھا ہوا ہے حسن سے یہ وجہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے لئے جمیل کا لفظ بولا گیا۔ حسین کا لفظ نہیں بولا گیا إن اللہ جمیل یُحبُّ الجمال اللہ خود بھی جمیل ہے جمال والے کو پسند بھی کرتا ہے یہ نہیں کہا گیا إن اللہ حسین یحِبُّ الحسن اللہ حسن والا ہے حسن والے کو پسند کرتا ہے اس لئے کہ حسن کہتے ہیں حسن صورت کو اور جمال کہتے ہیں جمال ذات کو کہ ذات بالکل موزون ور مناسب ہے اور حسن کے معنی صورت اچھی رنگ اچھا بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمال دیا گیا تھا۔ اس لئے احادیث میں جہاں آپکے جمال کا ذکر ہے تو ان میں آپؐ کے ایک ایک عضو کی تعریف ہے بال ایسے تھے، دندان مبارک ایسے تھے جیسے موتی پروئے ہوئے، بال نہ بالکل لٹکے ہوئے نہ بالکل خمیدہ کچھ لٹکے ہوئے کچھ گھنگھریالے، تو لٹکے

ہوئے بھی اور اچھلے دار بھی۔ بالکل لٹکے ہوئے بال ہوں تو یہ حسن نہیں سمجھا گیا۔ اور بالکل لٹکے ہوئے نہ ہوں بلکہ چھلے چھلے پڑے ہوئے ہوں تو یہ بھی حسن نہیں سمجھا گیا گھنگھریالے بھی ہوں اور پھر کچھ لٹکے ہوئے بھی ہوں دونوں چیزیں جمع ہوئی ہیں تو اسے جمال کہتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوئے تھے کچھ لینے کے لئے آپؐ نے دست مبارک دراز فرمایا چادر مبارک اُتر گئی اور بغلیں کھلیں تو فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے چاندی کی کوئی چیز شفاف رکھی ہوئی ہو کہ اس پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ گردن مبارک کے متعلق تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسے عاج کی ہو یعنی ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ہو۔ اس قدر صاف اور ستھرا اس کا رنگ تھا تو جس چیز پر نگاہ پڑ جاتی تھی نگاہ ہٹنے کا نام نہ لیتی تھی تو بہرحال سراپا جو ذکر کیا گیا احادیث میں اور شمائل پر مستقل کتابیں لکھی گئیں جسمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ زیبا آپؐ کے قدو قامت اور سراپا کی تعریف بھی کی گئی اما ترمذیؒ نے ایک مستقل کتاب شمائل ترمذی کے نام سے لکھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا حسن کا کمال کا ذکر ہے جو مستقل روایتوں کا ذخیرہ ہے۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے؟

تو بہرحال ۱۲ ربیع الاول کو ایک ذات مقدس کو اللہ نے نمایاں کیا کہ اس سے زیادہ حسین و جمیل نہ پہلے عالم میں پیدا ہوئی تھی نہ بعد میں پیدا ہو گی۔ ایک کامل نقشہ انسانیت کا ایسا پیش کیا گیا کہ اس زیادہ حسین و جمیل نقشہ دوسرا نہیں ہے۔ اور یہ تو قاعدہ کی بات ہے جیسا سانچہ ہوتا ہے ویسی ہی اس میں چیز ڈھلی ہوتی ہے۔ سانچہ مکمل ہے تو جو چیز ڈھلے گی وہ بھی مکمل ہو گی۔ سانچہ اگر بے پیندہ کا ہے تو جو اس میں ڈھالو گے وہ بھی بے پیندہ کا ہو گا۔ تو جب سراپا قدو قامت اور نقشہ و قالب مکمل تھا تو حقیقت بھی تو اتنی ہی مکمل آنی چاہیئے

تھی اس لئے جیسے جمال بے نظیر تھا ویسے ہی کمال جو اس میں بھرا ہوا تھا وہ بھی بے نظیر تھا اس کمال ہی کا نام سیرت النبیؐ ہے اسی کمال سے آپؐ کی عادتیں، آپؐ کے افعال، آپؐ کے خصائل پیدا ہوئے۔ تو ایک ہے شمائل، شمائل کہتے ظاہری خصائل کو اور خصائل کہتے ہیں باطنی خصلتوں کو، یعنی اخلاق کو، عادات کو، کمالات کو، تو جب شمائل اعلی ہونگے، تو خصائل بھی اعلی ہونگے نقشہ بے نظیر تھا تو جو چیز ڈھلی ہوئی تھی وہ بھی بے نظیر تھی۔ تو جیسے صورت اعلیٰ تھی۔ سیرت بھی اعلیٰ تھی اس واسطے میں نے عرض کیا صورت خود مقصود نہیں ہوتی صورت سیرت دکھلانے کا آئینہ ہوتی ہے، صورت پہچاننے کا ذریعہ ہوتی ہے کسی شخص کو دیکھ کر جب آپ پہچانتے ہیں تو صورت دیکھ ہی پہچانتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے یعنی اسکی حقیقت کیسی؟ اسکی عادت کیسی؟ اسکی باتیں کیسی؟ تو پہلا ذریعہ پہچاننے کا صورت ہے تو ذریعہ تعارف صورت حقیقت میں جو چیز پہچاننے کی ہے وہ ہے جو صورت کے اندر ڈھلی ہوئی ہے اس کا نام سیرت ہے تو صورت محمدیؐ سیرت محمدیؐ کے پہچاننے کا وسیلہ بنی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ ولادت جسمانی ذریعہ بنی ولادت روحانی کے پہچاننے کا کہ اس ذات کو ظاہر کیا جائے۔ اس ذات سے دنیا کے لئے پھر کمالات نمایاں ہوں۔ تا کہ دنیا ان کمالات پر چل کر خود سعادت حاصل کرے تو اصل چیز سیرت ٹھہر جاتی ہے۔

سیرت مقدسہ کا جز اوّل

سیرت مقدس میں سب سے پہلا جز جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا آتا ہے وہ عصمت ہے اہل سنت والجماعت اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نبوت ملنے سے پہلے بھی معصوم ہوتے ہیں ۔ یعنی وہ جو پہلی زندگی ہے اس میں بھی گناہ نہیں کرسکتے اور نبوت ملنے کے بعد تو معصومیت نمایاں ہے پھر تو گناہ کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔ اس لئے کہ اگر نبی کے زندگی میں کوئی ادنیٰ گناہ کا

تصور ہو۔ پھر اسکی زندگی نمونہ نہیں بن سکتی جو لوگ عمل کریں احتمال ہو گا کہ یہ چیز غلطی سے ہو، یہ چیز ممکن ہے کہ گناہ ہو تو نبی کی زندگی قول و فعل میں نمونہ بنتی ہے امتی کے لئے کہ ہر شخص نبی کے قول و فعل پر عمل کر سکے تو یہ جبھی کر سکتے ہیں کہ جب ہر قول و فعل اتنا پاک اور مقدس ہو کہ اس میں نافرمانی کا شائبہ تک نہ ہو اس کے اندر کسی گناہ کا شائبہ نہ ہو کسی معصیت کا احتمال نہ ہو۔ اگر نبی کی زندگی میں گناہ اور معصیت کا احتمال ہو گیا تو زندگی بے اعتبار ہو جائے گی پھر وہ نمونہ اور قابل تقلید باقی نہیں رہے گی اس لئے انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ معصوم پیدا فرماتے ہیں کہ ان سے گناہ نہیں ہو سکتا اور کیوں نہیں ہو سکتا گناہ؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ سب سے پہلے تو انبیاء علیہم السلام کی طینت اور مادہ اتنا پاک رکھا جاتا ہے کہ اس اندر گناہ کی کھیت نہیں ہوتی۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انبیاء پیدا کو تو کئے جاتے ہیں مٹی سے لیکن ان کی مٹی میں غالب حصہ جنت کی مٹی کا ہوتا ہے تراب جنت ان کا بدن بنایا جاتا ہے اب ظاہر ہے کہ جب جنت کی مٹی کا عنصر شامل کر دیا گیا اور دنیا کی مٹی معمولی درجہ میں ہے۔ غالب حصہ وہ ہے جو جنت کی مٹی ہے تو جنت کی مٹی سے پاک مٹی دوسری نہیں ہو سکتی اس خاک کے اندر کدورت ہے اور اس خاک کے اندر طہارت اور پاکیزگی ہے لطافت اور نورانیت ہے تو گویا انبیاء علیہم السلام جنتی الاصل ہوتے ہیں۔ ان کی اصل جنت کی ہے ہماری اصل اس دنیا کی ہے ہم اپنی اصل کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ گناہ کی لذتوں کی طرف بڑھتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام اپنی اصل کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ پاکی طہارت نیکی اور تقوی و تقدس کی طرف بڑھتے ہیں مثل مشہور ہے کل شیء یرجع اِلٰی اَصلِھِہر چیز اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے جو اصلیت ہوتی ہے اس میں وہ ظاہر ہوتی ہے۔

توانبیاء علیہم السلام میں اصلیت جنت کی مٹی ہے اس لئے دنیا میں رہ کر بھی ان کا قلب رجوع رہتا ہے جنت کی طرف دنیا کی طرف مائل نہیں ہوتا اپنی اصل کی طرف جاتے ہیں تو جنت کی مٹی چونکہ پاک ہے اس واسطے نیک طینت ہونے کی بنا پر انبیاء علیہم السلام کے اندر گناہ کا تصور تک نہیں ہوتا۔ جب تصور ہوگا پاکی کا ہوگا۔ اسی لئے نبی کی طبیعت اتنی پاک بنتی ہے کہ طبیعت کو جب بھی آزاد چھوڑ دیں جب جائے گی خیر کی طرف جائے گی جب جائے گی اصلاح کی طرف جائے گی جب چلے گی نیکی کی طرف چلے گی کبھی شر کی طرف نہیں جائے گی نیک عمل کی طرف جائے گی۔

آپکے عرف میں کہاوت ہے جو آدمی نیک ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ بہت نیک طینت آدمی ہے یعنی معلوم ہوتا ہے مٹی بہت اچھی ہے کہ کوئی برائی کا کام کرتا ہی نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جوہر اگر پاک ہو تو پھر اس سے افعال بھی پاک سرزد ہوں گے۔ اور جوہر میں اگر کدورت ہو تو افعال میں بھی کدورت ہوتی ہے۔ تو چونکہ انبیاء علیہم السلام کے جوہر میں جنت کی مٹی شامل ہوتی ہے اور غلبہ اسی کو ہوتا ہے اسواسطے اُن کی سیرت اتنی پاک ہے کہ طبیعت پاک بنتی ہے نبی کی طبیعت کو جب چھوڑا جائے تو خیر کی طرف ہی چلے گی۔ بد عملی کی طرف نہیں جائے گی رُخ ہی طبیعت کا یہ ہے تو انبیاء علیہم السلام نیک طینت پاک طینت ہوتے ہیں اس لئے طبیعت بھی پاک ہوتی ہے اس طبیعت سے جو بھی عمل کریں گے نیک ہی ہوگا یہی وجہ ہے کہ شریعت جو اترتی ہے تو نبی کی طبیعت پر اُترتی ہے جتنے افعال انبیاء سے صادر ہوتے ہیں وہ افعال ہی شریعت بنتے ہیں۔ نبی کا کیا ہوا اور کیا ہوا ہی تو شریعت ہے آپؐ نے جو کہہ دیا وہ نمونہ اور شریعت بن گیا۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتے ؟؟ جس طرح آپ کھانا کھاتے تھے اس طرح آپ کو کھانا کھانا چاہیے جس طرح آپؐ ہنستے تھے آپ کو ہنسنا چاہیے۔ یہ ہنسنا، بولنا، کھانا، پینا طبیعت ہی کے افعال ہیں اور جب

یہ سارے افعال نمونہ ہیں تو معلوم ہوا کہ شریعت نبی کی طبیعت کے اوپر اُترتی ہے جو نبی کہہ دے وہ شریعت جو کر کے دکھادے وہ شریعت تو جب تک طبیعت اتنی مقدس اور پاک نہ ہو کہ اس میں شائبہ نہ ہو برائی کا شریعت کیسے بنے گی؟اس لئے نبی کی طبیعت پر شریعت اترتی ہے اور نبی کی عقل پر علم اُترتا ہے کہ اس طبیعت سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں۔ وہ شریعت ہو جاتے ہیں اور اقوال جو علم کے بارے جو کہتے ہیں وہ وحی ہوتے ہیں کیونکہ عقل کامل پر وحی آتی ہے تو علم بھی انبیاء علیہم السلام کا کامل عمل بھی کامل۔

تو بہر حال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں۔ اولاً تو اس لئے کہ طبیعت پاک پیدا کی گئی۔ کیوں پاک پیدا کی گئی؟اس لئے کہ جوہر پاک رکھا گیا جنت کی مٹی سے انبیاء کے بدن کو بنایا گیا کہ جب بھی وہ چلے گا نیکی کی طرف چلے گا۔ اولا تو اس وجہ سے معصومیت آتی ہے کہ گناہ کی طرف نبی کی طبیعت رجوع نہیں ہو سکتی فطری بات ہے۔

عصمت انبیاء علیہم السلام کا دوسرا جز

دوسری بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ہر وقت اللہ کا جلال اور جمال کا مشاہدہ ہوتا ہے ان کا قلب ہر وقت اللہ میں منہمک محبت میں غرق ہوتا ہے۔ اور اتنی کامل محبت کہ گویا ہر وقت وہ حق تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ بادشاہ کے دربار میں اگر آپ جائیں اور نگاہوں کے سامنے بادشاہ ہو کیا اس وقت آپ کو تصور آئے گا کہ آپ بادشاہ کی خلاف ورزی کریں جب کہ بادشاہ کی عظمت سامنے اقتدار سامنے شاہی تخت پر بادشاہ بیٹھا ہوا ہے تو نافرمانی کرنا تو بجائے خود ہے یہ بھی جرأت نہ ہو گی کہ نگاہ ادھر اُدھر پھیریں۔ ادب کے ساتھ نگاہ نیچی رہے گی بادشاہ سامنے موجود ہے اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں تو جب ایک معمولی بادشاہ کے مشاہدہ کا اثر انسان پر یہ پڑتا ہے کہ وہ نہ بے ادبی کر سکتا ہے اور نہ ہی شاہی دربار میں

گستاخی کر سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ جس ذات کو ہو اور ہر وقت رہے تو کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر آمادہ ہو؟ کس طرح ممکن ہے کہ وہ حق تعالیٰ ے احکام کی خلاف ورزی کرے یا منشاء حق کے خلاف کرے۔ اس واسطے انبیاء علیہم السلام مشاہدہ کے سبب سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔ تو ایک معصومیت آتی ہے جوہر کی پاکی کی وجہ سے دوسری معصومیت آتی ہے مشاہدہ حق کی وجہ سے کہ جلال و جمال اللہ کا سامنے ہے ہر وقت اللہ کے سامنے ہیبت زدہ ہیں کیسے ممکن ہے کہ اس کے احکام کی خلاف ورزی کریں۔

تو دو باتیں ہوئیں ایک یہ کہ طینت پاک ہے اس ک وجہ سے نبی کی طبیعت کبھی شر کی طرف نہیں جاتی۔ دوسری یہ کہ مشاہدہ حق ان کے سامنے رہتا ہے ہر وقت اللہ کی عظمت اس کا قہر اس کا جلال اس کی رحمت اس کی شان جلال و جمال آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے گویا نبی ہر وقت دربار خداوندی میں حاضر ہوتا ہے تو شاہی دربار میں رہ کر بادشاہ کی خلاف ورزی اور بادشاہ کی نافرمانی کا تصور نہیں آسکتا کیسے ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہ کی طرف چل پڑیں۔

عصمت انبیاء علیہم السلام کا جز سوم

اور تیسری بات یہ ہوتی ہے کہ اول تو طنیت کے پاک پھر مشاہدہ حق اور اسکے ساتھ ساتھ حفاظت خداوندی بھی شامل ہوتی ہے کہ اگر کسی وقت بشریت کے تقاضے سے طبیعت مائل بھی ہو جائے تو اللہ کی حفاظت ہوتی ہے کہ نبی گناہ کر نہیں سکتا۔ اسکی زندگی پاک رہتی ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ زلیخا نے جب سات کمرے بنوائے اور یوسف علیہ السلام کو اندر بلایا اور تمام کمروں کے تالے لگوادیئے اس کے بعد اپنی بات اور مقصد رسامنے رکھا تو قرآن کریم کہتا ہے ولقد ھَمّتْ به وھَمّ بِھَا کہ زلیخا نے بھی ارادہ کیا اور یوسف علیہ السلام نے بھی یعنی بتقاضائے بشریت وسوسہ کے درجہ میں ایک چیز

آئی۔ فرمایالولا أرا ٰبرھان ربہ ہوسکتا تھا کہ یوسف علیہ السلام مبتلا ہو جائیں یعنی ارادہ کریں۔ عملاً تو نہیں ہوسکتے تھے مگر ارادۃ اللہ اپنی قدرت کی نشانی دکھلا دیتا ہے مگر خدا نے حفاظت کی کہ وسوسہ سے بھی دور رہے اور یہ کیا حفاظت ہے؟ حدیث میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کے دل میں ممکن تھا کہ دل کی خواہش کا وسوسہ پیدا ہو لیکن چھت کی طرف نگاہ اٹھائی تو یعقوب علیہ السلام کا چہرہ مبارک چھت پر نظر پڑا جو دانتوں میں انگلی دبائے ہوئے ہیں۔ اسے دیکھتے ہی یوسف علیہ السلام بھاگے وہاں سات دروازوں پر تالے پڑے ہوئے تھے۔ لیکن معجزہ ظاہر ہوا کہ جس دروازے پر پہنچے تالا ٹوٹا گیا دروازہ کھلا آگے پہنچے وہ بھی دروازہ کھلا ساتوں مکانوں سے باہر ہوگے اس سے معلوم ہوا کہ جیسے انبیاء علیہم السلام کی طینت پاک سے اور جیسے مشاہد جلال وجمال کی وجہ سے حق تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرسکتے اسطرح حفاظت خداوندی بھی شامل حال ہوتی ہے کہ اگر بمقتضائے بشریت کوئی وسوسہ کے درجہ میں آئے تو وہ عمل نہیں کرسکتے اللہ ان کو محفوظ رکھتا ہے۔ (از خطبات حکیم الاسلام ج ۱ ص ۱۷ تا ۳۰)

آفتاب نبوت کا طلوع

اسی طرح سمجھ لیجئے کہ نبوت ایک آسمان ہے سب سے پہلے نور کا ستارہ حضرت آدم علیہ السلام کا چمکا اور اس نے آکے نور پھیلایا اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے نور کا ستارہ چمکا پھر حضرت ھود علیہ السلام کا، پھر حضرت صالح علیہ السلام کا اور ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا پھر پے درپے انبیاء علیہم السلام آنے شروع ہوئے ابراہیم علیہ السلام آرہے ہیں، موسیٰ علیہ السلام آرہے ہیں پھر موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہزاروں پیغمبر بنی اسرائیل میں سے آرہے ہیں، گویا کہ آسمان نبوت ستاروں سے بھر گیا مگر دنیا میں چاند نہ ہوا یعنی دن نہ نکلا رہی رات کی رات۔ پھر فاران کی چوٹیوں سے صبح صادق کا طلوع ہوا اس نے خبر دی کہ آفتاب نبوت آنے

والا ہے ابھی آیا نہیں تھا خبر آئی تھی کہ دنیا میں چاند پھیلنا شروع ہوا۔ستارے گل ہونا شروع ہو گئے۔ اور آفتاب نے نکلتے ہی اعلان کیا کہ اب میں آچکا ہوں اب کسی ستارے کی حاجت نہیں۔ میرا نکلنا ہی کافی ہو گا پوری دنیا کے لئے اب میں کافی ہوں نبوت ختم ہو گی یعنی مراتب نبوت میری ذات پر منتہی ہو گئے۔ اس کو پھیلانے کی اب کوئی وجہ باقی نہیں۔ اب کسی کو نبی بنا کر نہیں لایا جائے گا۔ اب میری نبوت غروب آفتاب تک کام کرے گی یہاں تک کہ صبح قیامت کا طلوع ہو جائے اور یہ دن ختم ہو جائے۔اس کے بعد اللہ کو اختیار ہے دنیا بنائے یا نہ بنائے۔ یا سب کو جنت میں رکھے مگر جب تک یہ دنیا قائم ہے میں آفتاب ہوں میرا نور کافی ہے میرے بعد بڑے بڑے لوگ آئیں گے مگر میری نبوت کا ہی نور ان کے راستے سے چمکے گا۔

انوارِ نبویؐ کے ظہور کی صورتیں

محدثین آئیں گے تو اُن کے راستہ سے میری نبوت کا نور ظاہر ہو گا۔ فقہاء آئیں گے حضرت سیّدنا امام اعظمؒ ابو حنیفہ، حضرت سیّدنا امام مالکؒ، حضرت سیّدنا امام شافعیؒ ان کے اندر سے میرے انوار ظاہر ہوں گے۔ خود ان کا کوئی نور نہیں ہو گا۔ حضرات صوفیائے کرام آئیں گے، حضرت جنیدؒ، حضرت شبلیؒ، اور حضرت بایزید بسطامیؒ ان کی ذات کا کوئی نور نہیں ہو گا میری ہی نبوت کا نور چمکے گا۔ کسی طبقے سے میرے عام کا نور نمایاں ہو گا۔ کسی طبقے سے میرے اخلاق کا نور نمایاں ہو گا کسی طبقے سے میرے زہد و قناعت کا نور نمایاں ہو گا، سب میرے انوار کو ظاہر کریں گے۔ اور ایک نبوت قیامت تک کافی ہو گی۔اس کے لئے آئینے آتے رہیں گے ان میں سے وہ نور چھنتا رہے گا چمکتا رہے گا دنیا کو روشنی ملتی رہے گی۔ نبوت کی اس لئے ضرورت نہیں کہ نبوت کے سارے درجات میرے اوپر ختم ہو گئے۔

تو یہاں نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے نبوت مکمل ہو گی۔ وہی کام دے گی قیامت تک نہ یہ کہ منقطع ہو گی، دنیا میں اندھیر پھیل گیا نہ علم رہا نہ اخلاق رہے تو یہ معنی نہیں کیا اس لئے دھوکہ میں نہ پڑا جائے ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں بلکہ کمال نبوت اور تکمیل نبوت کے ہیں۔ آپؐ خاتم النبیین ہیں یعنی آپؐ پر مراتب نبوت ختم ہو گئے اب جتنے بھی مجدد آئیں گے محدث آئیں گے، ائمہ آئیں گے، صلحا و شہدا آئیں گے، مجاہدین آئیں گے یہ سب کے اندر ایک ہی نور کام کرے گا۔ سب پیکر ہوں گے ان پیکروں سے نور ظاہر ہو گا، ہوں گے وہ کمالات نبوت تو گویا ایک ذات اللہ نے ایسی پیدا کی کہ اسکے انوار و برکات سے پچھلوں کو نبوتیں ملتی چلی گئیں۔ اگلوں کو ولایتیں ملتی تو ولایت بھی وہیں سے چلی نبوت بھی وہیں سے چلی تو اللہ کی طرف سے آپؐ ایک نکتہ خیر ہیں کہ پچھلے انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں درحقیقت آپؐ کی نبوت سے مستفیض ہیں آپکی نبوت سے فائدہ اٹھاتے رہے اور اگلے آنے والے لوگ ولی، مجدد، اور محدث آپؐ کے کمالات سے بنتے گئے۔

آپؐ کی نبوت میں درجہ کمال کیوں ہے ؟

یہ کیسے ؟ فلاسفہ کہتے ہیں کہ آفتاب کا نور درحقیقت ستاروں میں کام کرتا ہے چاند میں اپنا ذاتی نور نہیں ہے ستاروں میں اپنا نور نہیں ہے ان کا کمال یہ ہے کہ وہ اس ذات سے صیقل شدہ ہیں، آفتاب کا جہاں مقابلہ ہوا ان میں چمک پیدا ہو گی۔ تو درحقیقت اولیائے اللہ اور صحابہؓ آئینوں کی مانند ہیں وہ چمک لیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی۔ نبوت آج بھی آپؐ کی ہی کام کر رہی ہے۔ کوئی اور نبوت نہیں ہے وہی نبوت ہے جو چل رہی ہے تو حاصل یہ نکلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقط نبی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں۔ اور ختم نبوت کے معنی کمالات نبوت کے تمام مراتب ختم کر دیئے گئے۔ اور نبوت کی دو ہی بنیادیں ہیں ایک کمال

علم ایک کمال اخلاق تو علم بھی آپ کا اعلی اور اخلاق بھی اعلیٰ، علم تو وہ کہ جس کو آپ فرماتے ہیں اوتیتُ علم الاولین والاخرین۔ اگلوں اور پچھلوں کے تمام علوم مجھے عطا کر دیئے گئے ہیں میرے سینے میں بھر دیئے گے ہیں جس کو قرآن کریم نے فرمایا ہے ''وعلّمکَ مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیکَ عظیمًا'' اے نبی ہم نے آپ کو ان چیزوں کی تعلیم دی جو آپ پہلے سے نہیں جانتے تھے اور آپؐ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔ اور اخلاق کے بارے میں فرمایا وإِنَّک لعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ آپؐ کا خلق عظیم کے اوپر ہیں جو انتہائی مرتبہ ہے اخلاق کا وہ آپؐ کو دیا گیا تو جب علم بھی انتہائی اور اخلاق بھی انتہائی بس یہی دو بنیادیں ہیں نبوت کی۔ تو نبوت بھی انتہائی آپؐ خاتم النبیین ہیں تو ختم نبوت میں ہی آپؐ کی سیرت پوشیدہ ہے۔

ابتدائی درجہ عصمت اور معصومیت کا ہے اس کے بعد اخلاق کا ہے اس کے بعد اعمال کا ہے اور اس کے بعد احوال کا ہے تو میں نے (یہ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری طیب صاحبؒ فرماتے ہیں) کچھ روشنی ڈالی عصمت کے اوپر اور کچھ روشنی ڈالی اخلاق کے اوپر۔ اعمال اور احوال کا باب بہت وسیع ہے اس کے لئے وقت درکار ہے اتنا وقت نہیں ہے وقت تنگ ہو گیا ہے اخیر ہو گیا۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ اب اس تقریر کو ختم کیا جائے۔ اور کون ہے جو وہ سیرت کی ساری چیزیں بیان کر سکے۔

سیرت نبویؐ کیا ہے؟

اس واسطے کہ سیرت کے بارے میں ام المومنین حضرت صدیقہ عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے؟ تو فرماتی ہیں کہ جو قرآن ہے یہ آپؐ کا اخلاق ہے جسے اخلاق دیکھنے ہوں قرآن دیکھ لے تو قرآن کے عجائبات قیامت تک تمام نہیں ہوں گے تو سیرت کے عجائبات کہاں سے تمام ہو سکتے ہیں؟ قیامت تک لاکھوں بیان کرنے والے بیان کئے جائیں پھر بھی سیرت مکمل بیان نہیں ہو سکتی۔

اختتام تقریر

اس واسطے میں چاہتاہوں کہ اب ختم کروں میں نے یہ آیت پڑھی تھی

ما کان محمّدٌ أبا أحدٍ من رجالِکم ولٰکن رّسول اللّٰہ وخاتم النبیین

ترجمہ:۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں یعنی نبی رشتہ نہیں ہے لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں جیسے آپؐ فرماتے ہیں حدیث میں ہے۔أنا لکم بمنزلۃ والدہ میں تمہارے حق میں بمنزلہ باپ کے ہوں یعنی روحانی باپ کے تو جیسے اولاد ماں باپ سے تربیت پاتی ہے۔ تو روحانی اولاد روحانی باپ سے تربیت پاتی ہے تو میں روحانی باپ ہوں اور سارا عالم میرے زیر تربیت ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ روحانی باپ ہو یا مادی وہ ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ دو باپ کسی کے نہیں ہوا کرتے۔ تو میں چونکہ روحانی باپ ہوں اس لئے ایک ہوں۔ تو میرے بعد کوئی اور باپ آنے والا نہیں ہے۔ میری ابوت اتنی مکمل ہے کہ وہ تربیت کے لئے کافی ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" آپؐ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اب نبوت کا یا باپ ہونے کا کوئی درجہ باقی نہیں ہے کہ نبوت کے درجہ میں کوئی باپ بن جائے۔ نبوت ختم ہو چکی جس کو آپؐ فرماتے ہیں کہ نبوت کو محل سمجھو جس کی تعمیر ہو رہی تھی۔ جسکی آخری اینٹ میں ہوں ۔میں نے قصر نبوت کو مکمل کر دیا اب کوئی انتظار کی حالت باقی نہیں ہے اب نہ باہر سے کوئی چیز آئے گی نہ اندر سے باہر جائے گی۔ (از خطبات حکیم الاسلام جلد ا ص ۵۴ تا ۵۸)

اسلامی مزاج اور منہاج نبوت کے اساسی اصول

منفی پہلو

(۱) الا اسلام الا بجماعۃ۔

اسلام بغیر جماعت نہیں یعنی اسلام کا مزاج اجتماعیت پسندانہ ہے انفراءیت پسندانہ نہیں۔

(۲) لا رھبانیۃ فی الاسلام۔

یعنی دین کے بارے میں اسلام کا مزاج اختراع پسندی اور جدت طرازی کا نہیں بلکہ اتباع پسندی ہے نیز گوشہ نشینی اور انقطاعیت پسندی کا نہیں بلکہ عام مخلوق میں ملے جلے رہ کر کام انجام دینے کا ہے۔

(۳) لا إكراهَ في الدِّيْنِ۔

یعنی اسلام کا مزاج دین میں جبر واکراہ اور تشدد کا نہیں۔ بلکہ نرمی ومحبت کے ساتھ حجت اور برہان سے حق واضح کر دینے کا ہے ماننا نہ ماننا کلیۃ مخاطب کا اختیاری فعل ہے۔

(۴) لا ضَرَرَ ولا ضِرارَ في الإسلام۔

یعنی اسلام کا مزاج تخریبی یا ضرر رسانی کا نہیں بلکہ تعمیری اور نفع رسانی کا ہے۔

(۵) لا عدویٰ ولا طیرۃ فی الإسلام۔

یعنی اسلام کا مزاج توہم پسندانہ نہیں کہ شگون یا ٹونے ٹوٹکے یا کسی کی بیماری کسی کو لگ جانے کا تخیل باندھ لینا اس کے یہاں معتبر ہوں بلکہ حقیقت پسندانہ ہے کہ امور واقعیہ ہی اس کے نزدیک معتبر ہوتے ہیں۔ خواہ وہ حسی اسباب سے ظہور پزیر ہوں۔ یا معنوی اسباب سے تخیلاتی اور توہماتی خطرات ووساوس اس کے نزدیک اسباب نہیں ہیں کہ حوادثات کا ان سے تعلق ہو۔

(٦) لا نُوَلِّی أمْرَنا هٰذا مَن طلَبه۔

یعنی اسلام کا مزاج طالب عہدے کو عہدہ نہ دینے کا ہے گویا عامۃ عہدوں کی طلب خود غرضی کی دلیل ہوتی ہے اور خود غرض انسان اپنی اغراض کی تکمیل میں مشغول رہ کر فرائض منصبی میں عادۃ قاصر رہتا ہے۔

(۷) لا نُکلف نَفْسًا إلا وُسْعَها۔

یعنی اسلام کا مزاج کسی پر اس کی طاقت کے قدر بار ڈالنے کا ہے خواہ انسان ہو یا حیوان زائد از طاقت بوجھ رکھنا اسکے نزدیک ظلم ہے۔

(۸) لَیْسَ مِنَّا مَن غَشَّنا۔

یعنی اسلام کا مزاج گندم نمائی جو فروشی اور نمائشی خوبصورتیاں دکھلا کر وغل فصل کا نہیں بلکہ حقیقت پسندی اور حقیقت نمائی کا ہے۔

(۹) وما أنا مِن المُتکَلِّفین۔

یعنی اسلام کا مزاج تصنع، بناوٹ یا نمائش پسندی کا نہیں بلکہ سادگی سچائی اور ظاہر اور باطن کی یکسائی کا ہے۔

(۱۰) لا نُفرِّق بَیْن أحد مِن رُّسُلِہٖ۔

یعنی اسلام کا مزاج شخصیات مقدسہ کے نام پر تعصب، تنگی حد بندی گروسازی کا نہیں۔ بلکہ ہمہ گیر توقیر و تعظیم کے ساتھ بین الاقوامی طور پر اقوام کو ایک پلیٹ فارم پر لانے اور عالم انسانیت کو متحد کرنے کا ہے۔

(۱۱) لا تَھِنُوا ولا تَحْزَنُوْا وأنتُم الأعْلَوْنَ إن کنتُمْ مُّؤمنینَ۔

یعنی اسلام کا مزاج دل چھوڑ کر بیٹھ رہنے اور بزدلی اور کم ہمتی دکھلانے کا نہیں بلکہ عزیمت اور قوت یقین کے ساتھ عالی حوصلگی اور ہمت مردانہ دکھلانے کا ہے۔

(۱۲) لا تَیْئَسُوْا مِن رَّوْحِ اللّٰہ۔

یعنی اسلام کا مزاج کتنی بھی مشکلات کا ہجوم سر پر آجائے مایوسی کا نہیں بلکہ امید بھروسہ اور اللہ پر اعتماد کے ساتھ ثبات اور استقلال اور آگے بڑھتے رہنے کا ہے مایوسی اس کے نزدیک کفر کا شعبہ ہے۔

(۱۳) ما جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِي الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ۔

اسلام کا مزاج دین کے بارے میں ضیق اور تنگی کا نہیں بلکہ فراخی کا ہے۔ معذور کو مجبور نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے مناسب حال راہ نکال دی جاتی ہے۔

(۱۴) لن یشادَ الدِّینُ إلا غلبُه۔

یعنی اسلام کا مزاج دین میں غلو، مبالغہ اور تحمل بے جا کا نہیں ورنہ دین سے ہٹا دے گا بلکہ اعتدال کے ساتھ بقدر طاقت بوجھ اُٹھانے کا ہے۔ توسط واقتصاد ہی اس کا بنیادی اصول ہے۔

(۱۵) لا یجرمنکم شنئانُ قومٍ علی أن لا تعدِلوا اعدِلوا هو أقربُ للتَّقوٰی۔

یعنی اسلام کا مزاج دوست اور دوشمن میں یکساں انصاف ہے جانبداری یا بے جا رعایت یا خویش نوازی اس کے یہاں خلاف عدل اور خلاف تقویٰ ہے۔

(۱۶) لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ إلا مَا سَعٰی۔

یعنی اسلام کا مزاج عمل پر اُبھارتا ہے کہ ہر ایک کو اسی کی سعی کام دے گی۔ دوسرے کی محنت کام نہ آئے گی۔ تاکہ آدمی دوسروں پر تکیہ کر کے معطل نہ بیٹھے، ہمت سے خود آگے بڑھے۔

مثبت پہلو

یہی صورت اسلام کے اساسی اصول میں مثبت ضابطوں کی بھی ہے جس سے اسلام کا مزاج کھلتا ہے۔

(۱) لِیَهۡلِکَ مَنۡ هَلَکَ عَنۡ بَیِّنَةٍ وَیَحۡیٰ مَنۡ حَیَّ عَنۡ بَیِّنَةٍ۔

یعنی اسلام کا مزاج پسندی، حجۃ طلبی اور تحقیق حال کا ہے جذبات پسندی، یا محض شبہات یا قرائن بے تحقیق کسی کو انعام یا انتقام دینے کا نہیں۔

(۲) والصلح خیر وأُحضرتِ الأنفُسُ الشُّحَّ۔

یعنی اسلام کا مزاج صلح جوئی اور امن پسندی کا ہے لڑائی جھگڑا شیر انگیزی اور فتنہ جوئی کا نہیں نیز اس کا مزاج احسان اور جود و کرم کا ہے بخل، تنگی اور جزرسی کا نہیں۔

(۳) واصبِرْ علی ما اصابَکَ إن ذٰلِکَ من عزمِ الأمور۔

یعنی اسلام کا مزاج انتقام پسندانہ نہیں بلکہ کریمانہ اور معائب اور ایذء رسانیوں پر صبر و تحمل اور عفو درگزر کا ہے اس کو اس نے اُولُوا العزمی کہا ہے۔

(۴) إنما المُؤمِنُوْن إخوَۃٌ۔

یعنی اسلام کا مزاج باہمی بھائی بندی اور ملنساری کا ہے اجنبیت پسندی بیگانہ روش کا نہیں۔

(۵) إنَّ النَّاسَ کلھُمْ إخوۃٌ۔

یعنی اسلام کا مزاج عالمی بھائی چارے کا ہے کہ تمام انسان بھائیوں کی طرح رہیں۔ خواہ کوئی بھی قوم ہو۔ اور کسی بھی مذہب کی ماننے والی ہو غلام سازی یا استحصال عوام یا گروہ سازیوں کے ذریعے بھائی کو بھائی جدا کر دینے کا نہیں ہے۔

(٦) مَنْ قتَل نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ أو فَسادٍ في الأرضِ فکأنَّمَا قتَلَ الناسَ جمیعًا۔

یعنی اسلام کا مزاج پورے عالم انسانیت کے احترام وتحفظ کا ہے۔ انسانیت کی تحقیر وتذلیل اور لاپرواہی سے اس کے ضائع پر قناعت کر لینے کا نہیں۔

(۷) ویقولونَ نؤمِنُ ببعضٍ ونکفُر ببعضٍ ویریدون أن یتخذوا بین ذٰلک سبیلا أولائک ھم الکٰفرونَ حقًّا۔

یعنی اسلام کا مزاج خلط والتباس یا حق و باطل کو مخلوط کر دینے یا اقوام کی رضا جوئی کی خاطر حق و باطل کو جمع کر کے بین بین راہیں نکالنے کا نہیں بلکہ حق و باطل کو نکھار کر متمیز کر دینے کا ہے۔

(۸) اُدخلوا في السِّلمِ کافَّۃً۔

اسلام کا مزاج دائرہ حق واسلام میں پورے داخل کرانے اور ایک رخی کے ساتھ دلوں کو سکون واطمینان بخشنے کا ہے ناتمام اور آدھ کچرے کام سے دلوں کو ڈانو اڈول کر دینے کا نہیں۔

(۹) أنْ تُؤَدُّوا الأمانَاتِ إلى أهلِهَا۔

یعنی اسلام کا مزاج امانت داری اور امانت سپاری کا ہے، بد دیانتی خیانت پسندی کا نہیں۔

(۱۰) ویقولونَ سمِعناَ واطعنا۔

اسلام کا مزاج اجتماعی امور میں استواری نظام اور قیام امارت پر امیر کے حق میں سمع وطاعت کا ہے اگرچہ ایک حبشی غلام ہی امیر بنا دیا جائے۔ لامرکزیت یا فوضویت اور بے مرکز جمہوریت اسلام کا مزاج نہیں کہ یہ انتشار پسندی ہے۔

(۱۱) کُلُّ اِمرِئٍ بمَا کَسَبَ رَهِینٌ۔

اسلام کا مزاج ہر ایک کو اپنے ہی عمل پر اُبھارنا ہے تاکہ دوسروں پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائے۔

(۱۲) مَنْ یَّعۡمَلۡ سُوۡءً یُّجۡزَ بِهٖ۔

اسلام کا مزاج یہ ہے کہ کوئی اپنی نسبت یا انتساب پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائے جس نے جو کچھ کیا ہے وہ ضرور اس کے آگے آئے گا۔

(۱۳) مَا أتَاکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰکُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا۔

اسلام کا مزاج رسالت کی پیروی کرانا ہے قانون حق میں ایجاد اختراع کرانا نہیں۔

(۱۵) الدُّنیا مَزْرَعَۃ الآخِرَۃِ إنَّ الدُّنیا خُلِقَت لَکُمْ و إنکُم خُلِقْتُمْ لِلْآخِرَۃ۔

اسلام کا مزاج ہر عمل کو خواہ وہ عبادت ہو، خواہ عادت اخروی بنانا ہے، دنیا پر ختم کر دینا نہیں ہے نہ دینوی مفادات کو اصل رکھنا ہے مگر دنیا ترک کرانا بھی نہیں بلکہ اسے اختیار کر کے اس میں سے آخرت نکلوانا ہے ۔اس لئے دنیا کو کھیتی کہا گیا ہے پس اگر پھل ضروری ہے تو کھیتی کرنا بھی ضروری ہے ورنہ پھل نہیں مل سکتا پس اسلام کے مزاج میں ترک دنیا نہیں بلکہ ترک محبت دنیا ہے اس لئے کہ یہ ساری دنیا انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے تو وہ معطل نہیں چھوڑی جا سکتی اور انسان آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو اسے محض دنیا پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔

خلاصہ اصول

بہر حال کتاب وسنت کے یہ چند اساسی اصول جیسے اجتماعی انفرادی، شخصی، جماعتی مرکزیت، امارت، سمع وطاعت، تفویض، عہدہ جات کی نوعیت، عوام کا طرز تربیت، اخلاقی بلندی، عملی جوش، معاشرت کا ڈھنگ ، دین کی وسعت، خلط والتباس سے بالا تر ہوں ، بدعات و محدثات سے گریز۔ اتباع رسالت، اخوت، ہمدردی، بے لوث عدل وانصاف، خدمت خلق، دنیا کا آخرت سے ربط اور آخرت کی مقصودیت وہ امور ہیں جن سے منہاج نبوت کا ذوق اور اسلامی مزاج کھل کر سامنے آتا ہے۔ یہ چند مثالیں ہیں جو سرسری طور پر ذہن میں آئیں ورنہ کتاب وسنت ان جیسے سینکڑوں اصول سے بھری ہوئی ہیں ہمیں اپنی تشکیل نو میں ان سب کو بہر حال سامنے رکھنا ہے۔ (از خطبات حکیم الاسلام جلد نمبر ۴ ص ۵۱۲ تا ۵۱۸)

صورت وسیرت میں فرق

اور محض صورت کا جمال ایک عارضی حسن و جمال ہے جو جاتا آتا رہتا ہے یہاں تک ایک دن مٹ جائیگا۔ اسے دو دن بخار آکر مٹا دیتا ہے یہ تمام رعنائی اور زیبائی ختم ہو جاتی ہے اور اگر کچھ بھی نہ ہو تو بڑھاپے سے یہ ظاہری جمال کے سارے نقش و نگار زائل ہو جاتے ہیں اور بڑھاپا بھی نہ آئے تو موت تو کہیں گئی ہی نہیں وہ تو ساری صورتیں اور خوبصورتیاں مٹا کر رہتی ہے البتہ سیرت پر اس کا بس نہیں چلتا، سیرت دنیا میں جیسی بھی بنالی جائے۔ اُسے موت نہیں مٹا سکتی۔ وہ قبر میں، حشر میں اور اس کے بعد برابر قائم رہتی ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے

تُحْشَرُونَ کماتَمُوتُونَ وتَمُوتُونَ کماتُحْيَونَ

حشر تمہارا اس حالت پر ہو گا جس حال پر موت آئی ہے اور موت اس حالت پر آئے گی جس پر زندگی گزاری ہے۔

آجکل نوجوان صورت کے بنانے سنوارنے میں مصروف ہیں حالانکہ اس چیز کے بنانے سے کیا فائدہ جو بنی ہے بگڑنے کے لئے۔ حضرت حکیم الامت مولانا قاری طیب صاحب نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک دفعہ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کے ہاں لدھیانہ جانا ہوا (یہ) مولانا محمد نعیم صاحب لدھیانوی حال مقیم منڈی بہاوالدین (پنجاب) پاکستان جو جلسہ میں تشریف فرماتھے) اُن کی مسجد میں ایک کتبہ آویزاں دیکھا جس کے الفاظ یہ تھے کہ مردوہ ہے جیسے دیکھ کر رُعب طاری ہو۔ مردوہ نہیں ہے جیسے دیکھ کر شہوت اُبھرے یعنی محض صورت آرائی شہوت رانی ہے اور سیرت آرائی مردانگی ہے پس آپ صورت کو کہاں تک بنائیں گے جو صورت بگڑے کے لئے بنی ہے اس کو کہاں تک بنائیں گے سنوار ہیں گے۔ بنانا اس چیز کا

ضروری ہے جو بن کر بگڑتی نہ ہو اور وہ سیرت ہے اور اخلاق فاضلہ اور علوم ہے جو بن کر بگڑتی نہ ہو اور وہ سیرت ہے اور اخلاق فاضلہ اور علوم و کمالات ہیں۔

معیار کمال و قبول سیرت ہے نہ کہ صورت

دنیا میں صورت فتنہ کا ذریعہ بنتی ہے اور سیرت عزو جاہ کا۔ (حضرت یوسف علیہ السلام کنعان کے کنویں میں ڈالے گئے۔ مصر کے بازار میں کھوٹے داموں بیچے گئے۔ زلیخا کے غلام بنے۔ پھر جیل خانہ میں قید ہوئے یہ سارے فتنے حسن صورت نے پیدا کیئے لیکن جب مصر کی سلطنت ملنے کا وقت آیا تو وہاں سیرت نے کام کیا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کی حکومت کا مطالبہ کرتے وقت یہ نہیں کہا تھا اجعلني علی خزائن الأرضِ إني حسينٌ جميلٌ بلکہ إني حفيظ عليم کہا تھا یعنی علمی و عملی سیرت پیش کی تھی جس سے حکومت ملی صورت پیش نہیں کی تھی جس سے غلامی اور جیل کی قید و بند ملی تھی۔ حسن صورت فتنہ پیدا کرتا ہے اور حسن سیرت عزو جاہ اور کمال پیدا کرتا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اُسی سیرت کے لئے دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ صورتوں کی آرائش کرانے کے لئے نہیں۔

إن الله لا ينظرُ إلى صُورِ كم وأموالِكُم ولٰكن ينظرُ إلى قلوبِكم وأعمالِكُم۔

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا۔ اس کی نظر تمہارے دلوں اور اعمال پر ہے۔ وہاں یہ معیار نہیں کہ جو دولتمند اور خوبصورت ہو اُسے قبول فرمالے اور جو غریب و مفلس ہو اُسے رد کر دے۔ یہی معیار حضرات انبیاء علیہم السلام کے ہاں بھی ہے کہ وہ آدمی کا رد و قبول حسنِ صورت سے نہیں بلکہ حُسنِ سیرت سے کرتے ہیں۔ دنیا والوں کے یہاں رد و قبول کا معیار حسن صورت اور دولت ہے۔

سیّدنا حضرت بلال حبشی صورت کے سیاہ تھے غلام حبشی تھے مگر سیّدنا امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اُن کو ھو سیّدنا و مولانا فرماتے اور صحابہ کی گردنیں بلالؓ کے آگے جھک جاتیں۔ حسن صورت کی وجہ سے نہیں کہ وہ تھا ہی نہیں بلکہ حسنِ سیرت کی وجہ سے کہ وہ بحد کمالِ اُن میں موجود تھا۔

سیرت دو ہی چیزوں سے بنتی ہے

اور سیرت دو ہی چیزوں سے بنتی ہے۔ قوت علم اور قوت اخلاق یعنی قوت عمل) ان ہی دونوں قوتوں سے آدمی باقی مخلوق پر فائق ہوتا ہے۔ اور اُسے خلافت ملتی ہے۔ قرب حق نصیب ہوتا ہے اور صورت دو چیزوں سے بنتی ہے، دولت سے اور جہالت سے۔

مدارس دینیہ سیرت سنوارنے کے لئے ہیں

پس یہ مدارس دینیہ انسانیت کے ان ہی دو جوہروں کے پیدا کرنے کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں۔ اگر یہ مدارس نہ ہو تو انسانیت دنیاے ختم ہو جائے۔ کالج اور یونیورسٹیوں میں لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں مگر وہاں انسانیت نہیں سکھائی جاتی۔ صرف صورت انسانی بنائی جاتی ہے۔

(از خطباب حکیم الاسلام جلد نمبر ۵ ص ۳۴۳)

روحانی لحاظ سے رحمت نبویؐ کے عالمگیر آثار

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت عامہ ہونے کی بڑی دلیل تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ارشاد فرمایا۔ اوّل ما خلق اللہ نوری اللہ نے سب سے پہلے میری حقیقت پیدا فرمائی۔ اب ظاہر بات ہے کہ نور سے مراد حسی نور تو نہیں ہو سکتا جو آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ جیسے چاند اور سورج کا نور۔ اس حسی نور کی نور معنوی کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ اس لئے کہ آفتاب اپنے نور اور

روشنی سے صورتیں اور شکلیں دکھاتا ہے اور نور علم سے اشیاء کی حقیقتیں اور ماہیتیں کھلتی ہیں اس لیے علم کا نور آفتاب وماہتاب کے نور سے بہت زیادہ وسیع ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اسکا حاصل یہ نکلا کہ حق تعالیٰ نے اول میری نور کو پیدا کیا کہ وہ نور علمی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں علم گوند دیا گیا۔ اور آپؐ کو مجسم علم بنایا گیا۔

یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی شریعت کے ہر ہر حکم کے نیچے حکمت ہے۔ ہر حکمت کے نیچے حقیقت ہے ہر حقیقت کے نیچے علت ہے جس پر حکم کا مدار ہے اس طرح پوری شریعت علم سے لبریز ہے حتیٰ کہ معجزہ بھی آپؐ کو علمی دیا گیا۔ جہاں ہزاروں معجزات دیئے گئے۔ جن کا اثر آسمانوں میں بھی ظاہر ہوا۔ زمین میں بھی ظاہر ہوا۔ حجر وشجر اور حیوانات میں بھی ظاہر ہوا اسی لئے حیوانات نے بھی آپؐ کی نبوّت کی شہادت دی، چاند کے دو ٹکڑے ہونے کے معجزات کا اثر آسمانوں تک پہنچا۔

غرض یہ معجزات تو ایک طرف ہیں لیکن سب سے بڑا معجزہ آپؐ کو عطا کیا گیا یہ علمی اور کلامی معجزہ ہے جو قرآن کریم ہے جو اپنی فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے اپنی جامعیت احکام کے لحاظ سے غرض ہر اعتبار سے ایک عظیم معجزہ ہے۔ تو حقیقت میں علم گوند دیا گیا اور معجزہ علمی دیا گیا تو آپؐ سراپا علم ہیں ظاہر بات ہے کہ علم ہی سے دنیا چل رہی ہے۔ حق تعالیٰ کے علم وحکمت اور مشیت ہی پر یہ سارے کاروبار اور کارخانے چل رہے ہیں اس لئے علم اللہ کی سب سے اونچی صفت ہے ویسے تو ساری صفات انکی بلند ہیں۔ مگر علم سب سے اونچی صفت ہے۔ اس واسطے کہ ہر صفت اپنی کارگزاری میں علم کی محتاج ہے۔ مثلاً ارادہ ہے تو اس وقت نہیں کریں گے جب تک مراد معلوم نہ ہو۔ قدرت ہے جب تک مقدور معلوم نہ ہو۔ اس پر قدرت کیسے

حاصل ہو گی؟ تو ارادہ وقدرت علم کا محتاج ہوا۔ فعل ہے جب تک علم نہ ہو وہ سرزد نہیں ہو سکتا۔ لیکن علم اپنا کام کرنے میں کسی صفت کا محتاج نہیں۔

نہ ارادے کا نہ قدرت کا

مثلا آپ ریل جارہے ہیں اور ایک بڑادریا نظر پڑے تو ارادہ کریں تب معلوم ہو کہ یہ دریا ہے تب معلوم نہ ہو یہ دریا ہے وہ تو خود بخود معلوم ہو جائیگا۔ اس لئے علم اپنا کام کرنے میں ارادے کا محتاج نہیں۔ اسی طرح قدرت کا محتاج نہیں کہ اس تالاب پر آپکو قدرت ہو جائے تو معلوم ہو کہ یہ تالاب ہے۔ ورنہ معلوم نہ ہو قدرت ہو نہ ہو جب سامنے آئے گا تو علم ہو جائے گا۔ غرض ہر صفت علم کی محتاج ہے کہ وہ علم کے بغیر کام نہیں کر سکتی علم کسی صفت کا محتاج نہیں بلکہ غنی ہے۔ اسلئے سارے صفات اور سارے کمالات علم ہی کے تابع ہیں۔ اور سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں علم گوند دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبوت اور ولایت آپؐ کی محتاج ہے۔ آپؐ اس کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ تعالیٰ نے علمی اور عملی کمالات دیئے ہیں۔ اگر ایک بھی ولی دنیا میں نہ ہو، آپؐ کے کمالات بدستور ہیں۔ اگر ایک صحابی نہ ہو تا آپؐ کے کمالات بدستور تھے۔ غرض آپؐ کے علمی کمالات کسی چیز کے محتاج ہے۔ جب آپ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز، حلال ہے یا حرام، تو آپ ہی کے بتلانے سے پتہ چلے گا۔

غرض ساری دنیا محتاج ہوئی حتی کہ نبوتیں بھی محتاج ہوئیں گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو ہے وہ ذاتی ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں آپؐ کی نبوت کے تابع ہیں۔ جو درحقیقت آپؐ ہی کا فیضان ہے تو آپؐ کے فیضان سے پچھلوں میں تو نبوتیں پیدا ہوئیں۔ اور اگلوں میں ولایتیں پیدا ہوئیں۔ جس کے معنی

یہ ہوئے کہ انبیاء علیہم السلام بھی محتاج اور اولیاء بھی محتاج یہی وجہ ہے کہ لیلۃ المعراج میں تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی اور آپ ؐ کو امام بنایا گیا۔ اور اس میں انبیاء علیہم السلام نے تقریریں کیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اللہ نے صفی اللہ بنایا اور مجھے اپنی قدرت سے پیدا کیا، مجھے اولاد دی تو دنیا اولاد سے بھر دی یہ میرے فضائل ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے اللہ نے کلام کیا مجھے مکلّم بنایا، کلام کی توفیق دی، اور طور پر مجھ سے بات چیت ہوئی۔ مجھے اور میرے ماننے والوں کو بحر قلزم میں نجات دی، اور فرعون کو غرق کیا۔ غرض انہوں اپنے فضائل بیان کئے۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے فضائل بیان کئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسا ملک دیا کہ کسی کو ویسا ملک نہیں ملا ہواؤں پر مجھے قدرت دی جانوروں پر مجھے قدرت دی سب میری رعایا میں داخل ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے فضائل بیان کئے کہ مجھے اللہ نے روح اللہ بنایا، مجھے بلا باپ کے قدرت سے پیدا فرمایا جب یہ سب بیان کر چکے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل بیان فرمایئے کہ مجھے رحمۃ للعالمین بیانا، مجھے شفیع المذنبین بنایا، مجھے خاتم النبیین بنایا، میری نبوت کو اصلی بنایا، اور نبوتیں تابع کیں۔ تو سب نے کہا کہ یہی وجہ ہے اور بنیاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے انبیاء علیہم السلام پر افضل ہیں۔

غرض پہلی رحمت تو یہی ہے کہ دنیا میں ہر کمال آپ کے نور کی وساطت سے پیدا کیا گیا۔ دنیا میں جو کچھ ہے وہ کمال ہی سے چل رہا ہے نقصان اور عیب سے دنیا نہیں چل رہی۔ اور کمالات سارے علم کے تابع ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم سے ازل سے لے کر ابد تک روشنی پھیلی۔ تو پہلی رحمت تو یہی ہوئی۔

کیا خوب کہا کسی شاعر نے:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مادی لحاظ سے رحمت نبویؐ کے عالمگیر آثار

دوسرے یہ کہ حافظ ابن کثیرؒ محدث نے روایت نقل کی ہے لولا ک یا محمّد لما خلقتُ آدمَ۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو میں آدم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ گویا پیدائش اور وجود در حقیقت آپؐ کے طفیل میں ہوا تو وجود اور زندگی کی نعمت اتنی بڑی نعمت ہے کہ دنیا کی کوئی نعمت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تو جب وجود سب سے بڑی نعمت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ غرض مادی اعتبار سے دیکھا جائے۔ تو وجود کی دولت آپؐ کے طفیل میں بنی۔ روحانی نعمتوں کے لحاظ سے دیکھا جائے تو کمالات علمی آپ کے طفیل سے پیدا ہوئے تو مادی لحاظ سے بھی آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ روحانی طور پر بھی آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔

عالم آخرت میں رحمت نبویؐ کے عالمگیر آثار

پھر یہ کہ قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کا مقام آپؐ ہی کو دیا جائے گا۔ تمام امتوں کے صلحاء کے لئے آپؐ شفاعت کریں گے۔ میدان محشر میں سب لوگ کھڑے ہوں گے۔ اور زمین پر ساری مخلوق اس طرح سے ہوگی کہ نہ جھک سکتے ہیں۔ نہ بیٹھ سکتے ہیں، نہ لیٹ سکتے ہیں۔ اور آفتاب کی گرمی انتہا کو پہنچی ہوگی۔ لوگ پسینے میں غرق ہوں گے، اور اس طرح چالیس برس کا عرصہ گزر جائے گا۔ اس وقت لوگوں کے دلوں میں آئے گا۔ کہ کسی سے شفاعت کراؤ، تو آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ اور عرض کریں گے کہ اللہ نے آپ کو

ہم سب کے لئے باپ بنایا باپ کی شفقت واُلفت معلوم و متعین ہے۔ آپؑ ہماری سفارش کریں کہ اس مصیبت سے نجات ملے۔

وہ فرمائے گے لَستُ لَہَا میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ میں نے ایک غلطی کی تھی۔ گو وہ معصیت تو نہیں کی تھی مگر ایک لغزش تھی جس درخت کی ممانعت کی گئی تھی وہ کھالیا تھا۔ اور معصیت یوں نہیں تھی۔ کہ معصیت حکم کی خلاف ورزی کرنے کو کہتے ہیں۔ حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔ شیطان نے اس میں تاویل سکھائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس درخت کے کھانے سے اس لئے روکا ہے کہ اس کے کھانے سے آدمی کو دوامی زندگی ملتی ہے تو یہ ممانعت جو تھی وقتی تھی۔ آپ علیہ السلام میں اس وقت تک اتنی استعداد نہیں تھی۔ اب جنت میں رہتے رہتے استعداد پیدا ہو گی۔ اب کھالینے میں کوئی حرج نہیں۔ تو تاویل کے راستے سے سکھایا، اور تاویل کے راستے سے کوئی کام کرنا معصیت نہیں ہوتا۔ خطاء فکری اور خطاء اجتہادی ہوتی ہے اور خطاء اجتہادی معصیت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ مجتہد اگر صواب کرے تو دوہرا اجر ملتا ہے۔ خطاء پر ایک اجر ملتا ہے تو معصیت پر اجر تھوڑا ہی مل سکتا ہے۔ اس لئے معصیت تو نہیں تھی خطاء فکری واجتہادی تھی۔ وہ مجھ سے سرزد ہو گی تو اُسے پیش کریں گے کہ میرا منہ اس قابل نہیں ہے کہ میں اللہ سے جاکر تمہاری سفارش کروں میں اس کا اہل نہیں تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

پھر نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے وہ بھی عذر کر دیں گے کہ لستُ لھا میں اس کا اہل نہیں۔ میں نے طوفان کے وقت اپنے بیٹے کو بلایا تھا۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا إنه لیس مِنۡ أھلک جب یہ کفر میں مبتلا ہے تو تمہاری اولاد نہیں رہا۔ تمہاری اولاد وہ ہے جو تمہاری مطیع ہے۔ جب یہ مطیع نہیں ہے تو تمہارا اہل نہیں ہے۔

إنی أعِظُکَ أن تکون من الجٰھلین

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جاہلوں کی سی باتیں مت کرو، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ تو نوح علیہ السلام نے اسی وقت استغفار کیا۔ تو نوح علیہ السلام فرمائیں گے۔ کہ مجھ سے یہ خطاء سرزد ہوئی تھی۔ میرا منہ نہیں ہے کہ میں سفارشی بن کر جاؤں۔ اگر مجھے فرمایا کہ تم نے تو غلطی کی تھی۔ تمہاری شفاعت کا کیا منہ ہے تو میں کہیں کا نہیں رہوں گا۔

تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ بھی عذر کر دیں گے کہ لَسْتُ لَهَا میرے سے فلاں لغزش ہو گی تھی موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے میں نے ایک قبطی کو تھپڑ مارا تھا۔ اس کی گردن اُڑ گئی۔ حالانکہ وہ خطاء عمداً نہیں کی تھی کہ اسے قتل کیا ہو۔ مگر نبی کا ہاتھ اتنا قوی ہوتا ہے اور تلوار سے زیادہ کام کرتا ہے اس لئے اسکی گردن اُڑ گئی۔ اس لئے میرا منہ نہیں ہے کہ میں جا کر سفارش کے سلسلہ میں کچھ عرض کروں۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے تم نے تو قتل کیا تھا۔

تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ انبیاء بنی اسرائیل کے خاتم ہیں۔ مگر جب لوگ اُن کے پاس آئیں گے۔ تو وہ فرمائیں گے لستُ لھا میں اس قابل نہیں ہوں۔ میری قوم نے مجھے خدا اور اسکا بیٹا کہا اگر یہ فرمادیا گیا کہ اچھا آپ وہی ہیں جنہیں ہماریں مسند پر خدا بنا کر بٹھایا گیا تھا؟ کیا وہ آپ ہی ہیں جنہیں خدا کا بیٹا کہا گیا تھا؟ حالانکہ اللہ بیٹے اور باپ سے بری ہے۔ میرا منہ اس قابل نہیں کہ میں سامنے ہوں۔

اس لئے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے أنا لھا أنا لھا میں اس کا اہل ہوں، میں سفارش کروں گا۔ چنانچہ آپؐ مقام محمود پر فائز کئے جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سات دن رات کی

لمبی مدت تک میں سجدے میں پڑا رہوں ا۔ اور اللہ کی وہ حمد و ثنا بیان کرونگا کہ عالم میں کسی نے نہیں کی ہو گی۔ اور اب میرے دل میں بھی نہیں ہے اسی وقت القاء کی جائے گی۔ مگر اس قدر غنا کا دن ہو گا کہ سات دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں رہیں گے۔ اور کچھ نہیں کیا جائیگا۔ سات دن بعد وقت کے بعد فرمائیں گے کہ "یا محمّد إرفع رأسَک سَلْ تُعطٰی واشفع تُشفَّع" سر اٹھاؤ، سوال کرو ہم عطا کریں گے، شفاعت کرو تو ہم قبول کریں گے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہم اب حساب شروع کرتے ہیں۔ اور جس کا جو ٹھکانہ ہو گا وہ وہاں پہنچ جائے گا۔ غرض یہ شفاعت کبریٰ کا مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہو گا۔ اس دن آخرت میں سب اولین وآخرین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت پورے عالم پر ظاہر ہو گی۔ اس وقت جو منکر کفار ہوں گے وہ حسرت میں پڑیں گے کہ کیوں نہ ایمان لائے۔ تو یہ تیسری رحمت عامہ ہے جو پورے عالم پر متوجہ ہو گی۔

رحمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابدی آثار

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا میں ہوں گا جو جا کر جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور کہوں گا کہ دروازہ کھولو پھر امتیں داخل ہونا شروع ہو گی۔ گویا جنت میں داخلہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل میں ہو گا۔ اسی طرح ابد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت پہنچی ہوئی ہے۔

رحمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازلی آثار

اور ازل سے رحمت یہ ہے کہ جب عہد "الست" لیا گیا اور حق تعالیٰ نے فرمایا "الستُ بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ساری مخلوق کو آدم علیہ السلام کی کمر سے نکالا اور جمع کیا اور فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ کیا جواب دیں۔ اس لئے کہ آدم علیہ السلام کی کمر

سے نکلے ہوئے اس وقت کوئی عقل و شعور نہیں تھا اور صفت رُبوبیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو حیرانی پیدا ہو گئی۔ تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی جواب دیا کہ "بلٰی "کیوں نہیں۔ بے شک آپ ہمارے رب ہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب دیتے ہی تمام انبیاء علیہم السلام کی زبان پر جاری ہو گیا۔ بلٰی بلٰی بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔ اس کے بعد ساری مخلوق نے زبان سے کہا بلٰی آپ ہمارے رب ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں اور تمہارے باپ کو گواہ کرتا ہوں کہ تم نے میری ربوبیت کا اقرار کرلیا۔ اس آسمان وزمین کو گواہ بناتا ہوں کہ تم نے میری ربوبیت کا اقرار کرلیا۔ ساری مخلوق کو گواہ بناتا ہوں کہ تم نے اقرار کیا۔ جب تم دنیا میں پہنچو تو اس اقرار کو یاد رکھنا اور میرے رب ہونے کو ماننا میری تقدیر پر راضی رہنا۔ غرض اس وقت سب نے بلٰی کا لفظ اختیار کیا اور سب سے پہلے آپؐ ہی نے اختیار کیا تو رحمۃ للعالمین ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے جواب دینے کے قابل جب ہوئے تب آپ نے جواب سکھلایا تو حق تعالیٰ نے تعلیم کے ذریعے سے ربوبیت کا اقرار کرایا۔ اس لیے رحمت عامّہ ہونے کی اس سے بڑی دلیل کیا ہو سکتی ہے ؟

غرض ازل میں بھی رحمت، دنیا میں تشریف لائے تب رحمت، برزخ میں پہنچیں گے تب رحمت، شب معراج پہنچے تب رحمت، قیامت کے دن شفاعت کبریٰ ہو گی تب رحمت، اور اَوَّلُ مَنۡ یَدُقُّ بَابَ الۡجَنَّۃِ کہ سب سے پہلے آپ جنّت کا دروازہ کھٹکٹائیں گے تب رحمت، غرض اوّل سے لے کر آخر تک رحمت ہی رحمت ثابت ہے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

اسی واسطے یہ نہیں فرمایا کہ آپ رحمتِ عالم ہیں۔ بلکہ فرمایا آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ جسکا مطلب یہ ہے ملائکہ کے لئے بھی رحمت، عالم جنات کے لئے بھی رحمت، عالم حیوانات کے لئے بھی رحمت، اور عالم بشر کے لئے بھی رحمت، غرض جتنے عالم اللہ نے بنائے ہیں سب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں۔ جب وجود ہی ہر چیز کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ہوا تو ہر چیز مرہون منت اور مرہون احسان ہے۔ اس واسطے آپکی رحمۃ للعالمینی ازل سے چلی اور ابد تک چلتی رہے گی۔ قیامت پر ختم نہیں ہوگی۔ بلکہ جنتوں میں بھی چلے گئی۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ حافظ قرآن سے کہا جائے گا۔ رتل ورتقِ۔ تلاوت کرتا جا اور جنت کے درجات طے کرتا جا۔

ظاہر بات ہے کہ قرآن کریم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی لے کر تشریف لائے۔ تو مدارج کی ترقی قرآن کریم کے ذریعے ہوئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے دنیا کو پہنچا۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ قرآن کریم کی جتنی آیات ہیں جنت کے اتنے ہی درجات ہیں۔ اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ یہ جو آیتیں ہیں یہی بعینہ جنت میں درجات کی صورت میں منکشف ہو جائیں گی۔ یہاں یہ آیتیں علمی شکل میں ہیں۔ وہاں جا کر باغ و بہار کی شکل اختیار کریں گی۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ اور قومیں تو جنت میں داخل کی جائیں گی۔ قرآن کریم ہے اسکی آیات ہی جنت بنیں گی۔ تو یہ سب رحمۃ للعالمین ہی کی شان کا ظہور ہے۔ غرض آپ ؐ کی رحمت قلو سے لے کر قوالب تک، ازل سے لے کر ابد تک، دنیا سے لے برزخ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اسی لئے رحمۃ للعالمین کہا گیا۔ اس میں تمام عالم داخل ہیں۔ اللہ نے جو سب سے بڑا ہدیہ جو مخلوق کو دیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود ہے جو عطا کیا گیا۔ اور اسی لئے فرمایا کہ جب کسی کے اوپر کوئی مصیبت آئے یا

کوئی غم طاری ہو تو وہ میری وفات کو یاد کرے کہ اس سے بڑا صدمہ عالم کے لئے نہیں ہے۔

(از خطبات حکیم الاسلام جلد نمبر ۸ ص ۳۷۵)

نبی الانبیاء پر ایمان لانے کے لئے انبیاء کو پابند کیا گیا

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں فرماتے ہیں، حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ انا نبی الانبیاء اور انبیاء امتوں کے نبی ہیں۔ میں نبیوں کا نبی ہوں۔ میں نبیوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے تمام انبیاء علیہ السلام سے عہد لیا ہے اور کہا کہ تم اس پر ایمان لاؤ۔ فرمایا کہ وإذ أخذاللہ میثاقَ النبیین لمَا اٰتیتُکم من کتٰبٍ و حکمَةٍ ثم جائَکُمْ رسولٌ مصدِّقٌ لِّما معکُم لتؤمِنَنَّ بہٖ ولتنصرنَّہٗ

اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کیا عہد لیا؟ کہ جب میں تمہیں کتاب بھی دوں۔ حکمت بھی دوں۔ نبوت بھی عطا کروں اور پھر وہ رسول عظیم الشان کونسا؟ جو تم سب کی تصدیق کرے جو کچھ میں نے تمہیں علوم دیئے ہیں ان سب کی تصدیق کرے تو تمہارا کام کیا ہوگا۔ لتؤمِنن بہ کہ تم اس پر ایمان لاؤ اگر زمانہ پاؤ تو ایمان لے آؤ۔ اور نہ پاؤ تو اپنی قوموں کو ہدایت کرو کہ ایمان لائیں یہ بھی تمہارا ایمان لانا ہے۔ جس سے اندازہ ہوا کہ آپ پر ایمان لانے کا نبیوں کو پابند کیا گیا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اصل میں ایمان نبی کا ہوتا ہے مؤمن جو ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ہمارا ایمان نبی کے ایمان کا عکس ہوتا ہے۔ ہم تم جو مؤمن ہیں اصلی مؤمن نہیں ہیں اصلی مؤمن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپؐ کے فیض کے طفیل سے ساروں پر ایمان کا عکس پڑ گیا تو ہم تم بھی مؤمن نظر آنے لگے۔ بالاستقلال ہمارا ایمان نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کے تابع محض ہے کہ اصل حقیقی آپؐ مؤمن

ہیں۔ آپؐ کے ایمان کی چمک اور روشنی جس پر پڑ گئی وہ مؤمن کہلائے گا۔ تو اصل میں ایمان کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ ہمارے ایمان کا وجود تابع ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کے وجود کے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ آفتاب نکلے اور مختلف دھوپوں کے ٹکڑے آپ دنیا میں پھیلے ہوئے دیکھتے ہیں۔ کوئی گول ہے، کوئی چوکور ہے، کوئی مثلث ہے، کوئی مربع ہے، تو اگر دھوپ سے پوچھا جائے کہ تو کون ہے۔؟ تو یوں کہے گی کہ آفتاب کا جزء آفتاب کا حصہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا خود اصلی وجود کچھ نہیں وجود تو آفتاب کا ہے اسکی وجہ سے میرا وجود بھی نظر آتا ہے میں خود آفتاب سے کٹ کر کوئی مستقل وجود نہیں رکھتی بلکہ میرا وجود اس وقت تک ہی قائم ہے کہ میں آفتاب کی کرنوں سے وابستہ رہوں اگر میں کٹ جاؤں تو میرا وجود ختم ہو جائے گا تو مؤمن کے ایمان کا وجود اصل میں نبی کے ایمانی وجود کے تابع ہے تو جب انبیاء علیہم السلام مؤمن بتائے گئے۔ اور ہدایت کی گی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ تو ایسی صورت میں بن گئی کہ حقیقی ایمان صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے فیضان سے پھر انبیاء علیہم السلام کو بھی ایمان عطاء کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف علم وایمان کا نکتہ خیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہیں۔ تو اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں أُوتیتُ علم الأولین والآخرین اگلوں کے یعنی سارے انبیاء علیہم السلام کو جو علوم دیئے گئے ہیں وہ میرے سینے میں جمع ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اصل میں آپؐ کے سینے میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے دوسروں کو پہنچائے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حس مشترک اور ام الدماغ ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام مثل آنکھ ناک کان کے ہیں۔ علم کا فیضان یہاں سے پہنچ رہا ہے۔ کسی کو کوئی علم ملا یہی وجہ ہے کہ آپؐ ارشاد فرماتے

ہیں کہ عُلِّم آدم الاسماء کلھا کما عُلِّمتَ الاسماء کلّھا آدم علیہ السلام کو اسماء وصفات کا علم دیا گیا جیسا کہ سارے اسماء وصفات کا مجھے علم عطا کیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان علمی

حضرت یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب کا علم دیا گیا۔ اور قرآن کریم میں متعدد واقعات خواب کی تعبیر میں آتے ہیں۔ جو یوسف علیہ السلام سے وابستہ ہیں۔ یہ بڑا عجیب علم ہے۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم کی ذات اقدس کو دیکھا جائے تو آپ نے فقط خوابوں کی تعبیر ہی نہیں دی بلکہ فن تعبیر کے اصول بتلائے۔ اس سے بڑے بڑے معبر آپؐ کی امت کے اندر بن گئے۔ تعبیر خواب کے امام پیدا ہوئے۔ بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں تو یوسف علیہ السلام نے تعبیریں بتلائیں۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کی تعبیر کے اصول کلی بتلائے۔ اس سے تعبیر دینے والے تیار ہو گئے جو لاکھوں کی تعداد میں گذرے ہیں۔ یہ ایک مستقل علم اور فن بن گیا۔

تعبیر خواب کے عجائبات

واقعہ نمبر ۱:

جیسے کہ امام ابن سیرینؒ کے سامنے ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ حضرت میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری چارپائی کے نیچے انگارے دھک رہے ہیں۔ فرمایا کہ جلدی جاؤ اور اپنے گھر میں بال بچوں اور سامان کو نکال تیرا گھر گر پڑے گا۔ یہ گیا جلدی جلدی کر کے سامان نکالا بیوی بچوں کو نکالا ساری چیزیں باہر نکالیں چند گھنٹے کے بعد سارا مکان اوپر سے آن پڑا۔ تعبیر ہاتھ کی ہاتھ نمایاں ہو گی۔ کوئی پانچ چھ ماہ کے بعد پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ حضرت میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری چارپائی کے نیچے انگارے دھک رہے

ہیں فرمایا۔ چارپائی کے نیچے کھدائی کر، کھود کر دیکھ، تجھے سونا ملے گا۔ کھدائی کی تو دیکھا کہ لاکھوں روپے سونا خالص، زر سرخ ملا اور وہ شخص مالدار ہو گیا۔ لوگوں نے ابن سیرین سے عرض کیا کہ ایک شخص نے یہی خواب دیکھا آپ نے تو اس کا گھر گروادیا۔ اور دوسرے نے وہی خواب دیکھا تو اُسے خزانہ دلا دیا۔ ایک نے کیا قصور کیا تھا اور دوسرے نے کونسا انعام کا کام کیا تھا۔ خواب تو ایک ہی ہے۔ فرمایا (ابن سیرینؒ نے) کہ پہلے نے گرمی کے موسم میں خواب دیکھا تھا اور گرمی میں چارپائی کے نیچے آگ دیکھنا یہ انہدام بنیاد کی دلیل ہوتی ہے تو میں نے تعبیر دی کہ تیرا گھر گر جائے گا۔ دوسرے نے جو یہ خواب دیکھا سردی کے موسم میں اور سردی میں آگ کی صورت سونے کی صورت کے مشابہ ہوتی ہے تو میں نے تعبیر دے دی کہ سونا ملے گا۔ تو گویا فن تعبیر خواب کے اصول ہیں انہی اصولوں کی رو سے تعبیر منقیٰ ہو جاتی ہے واضح ہو جاتی ہے۔

واقعہ نمبر ۲:

یہی ابن سیرینؒ اور امام مالکؒ کا زمانہ ہے سیّدنا امام مالکؒ جلیل القدر امام ہیں، تابعی بھی ہیں، صاحب مذہب ہیں۔ سیّدنا حضرت امام مالکؒ کی حالت یہ تھی کہ مدینہ منورہ سے انتہائی محبت تھی، اور مدینہ کی محبت میں غرق تھے۔ درحقیقت محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھی، اسکی وجہ سے امام مالکؒ کو ایک ایک چیز مدینہ کی عزیز تھی۔ مدینہ کی زمین کا ایک ایک ذرہ عزیز تھا۔ اور چاہتے یہ تھے کہ کسی طرح سے میں مدینہ کی زمین میں دفن ہو جاؤں۔ اس ڈر کی وجہ سے حج نفلی نہیں ادا کرتے تھے۔ کہ کہیں مدینہ سے باہر نہ میرا انتقال ہو جائے یہ چاہتے تھے کہ یہیں انتقال ہو یہیں دفن ہو جاؤں۔ اور جی چاہتا ہے حج نفلی ادا کرنے کو مگر ڈر کی وجہ سے نہیں جاتے تھے۔

ایک دن خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار ہے اور امام مالک دربار میں حاضر ہیں تو بڑے درد والتجاء سے عرض کیا اور بڑی لجاجت سے کہا یارسول اللہ میرا جی چاہتا ہے کہ مدینہ کی زمین مجھے قبول کرلے۔ اور اسی لئے میں ڈر کے مارے حج نفلی نہیں ادا کرتا کہ مدینہ سے باہر جاکے کہیں میرا انتقال نہ ہوجائے۔ اور کہیں باہر دفن نہ کردیا جاؤں۔ تو مجھے یہ بتلادیا جائے کہ میری عمر کتنی باقی ہے؟ اگر مجھے یہ علم ہوجائے کہ ابھی عمر کئی برس باقی ہیں۔ تو ہر سال نفلی حج ادا کرلیا کروں گا۔ اس لئے یہ بتلادیا جائے کہ میری عمر کتنی باقی ہے۔؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اُٹھاکر اس طرح پانچ انگلیاں سامنے کردیں اور انکی آنکھ کھل گی۔ امام مالکؒ حیران ہوا کہ پانچ انگلیوں سے مراد آیا یہ ہے کہ پانچ ماہ تمہاری عمر کے رہ گئے ہیں، یا پانچ برس مراد ہیں، یا پانچ ہفتے مراد ہیں، یا پانچ دن مراد ہیں۔ میں نے عمر کی مدت پوچھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ انگلیاں سامنے کردیں اب سمجھ میں نہیں آتا کہ پانچ ہفتے مراد ہیں، پانچ ماہ مراد ہیں، یا پانچ برس۔ اس لئے ایک آدمی کو ابن سیرینؒ کے پاس بھیجا جاکے اس خواب کی تعبیر پوچھ کے آئے۔ مگر نام نہ لینا کہ امام مالکؒ نے یہ خواب دیکھا۔ یوں کہنا کہ ایک مسلمان نے یہ خواب دیکھا ہے میرا نام نہ لیا جائے ذکر نہ کیا جائے۔ یہ خادم ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ایک نیک مسلمان نے یہ خواب دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے پوچھا کہ میری عمر کتنی باقی رہ گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ انگلیاں سامنے کردیں تو اس خواب دیکھنے والے نے تعبیر پوچھی ہے۔ امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ یہ خواب کس نے دیکھا ہے اس نے کہا اس شخص نے نام بتلانے کی ممانعت کردی ہے۔ فرمایا یہ خواب بہت بڑا عالم ہی دیکھ سکتا ہے جاہل تو جاہل معمولی علم کا آدمی بھی یہ خواب نہیں دیکھ سکتا۔ یہ خواب کسی بڑے عالم کا خواب ہے اور مدینہ میں امام مالک سے بڑا کوئی عالم نہیں تو مالکؒ نے تو یہ خواب نہیں دیکھا؟ اب یہ چُپ ہوگیا فرمایا

جاؤاس سے اجازت لے کر آؤ۔ نام بتاؤتب میں تعبیر بتلاؤں گا۔ وہ شخص واپس آگیا اس نے جا کے امام مالکؒ سے عرض کیا کہ حضرت وہ تو پہچان گئے۔ کہ خواب دیکھنے والے آپ ہیں اس واسطے (نام ظاہر کرنے کی) اجازت دے دیجئے۔ فرمایا اچھا میرا نام لے دو اس نے آ کے نام لے دیا کہ امام مالکؒ نے یہ خواب دیکھا ہے فرمایا امام مالکؒ ہی یہ خواب دیکھ سکتے ہیں یہ چھوٹے موٹے عالم کا کام نہیں تھا کہ یہ خواب دیکھتا۔ فرمایا جا کے امام مالکؒ کو تعبیر بتلادو کہ تم نے اپنی عمر پوچھی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ انگلیاں دکھلائیں، تو نہ پانچ برس مراد ہیں، نہ پانچ مہینے مراد ہیں، نہ پانچ ہفتے مراد ہیں۔ بلکہ اشارہ ہے حدیث کی اس روایت اور قرآن کی اس آیت کی طرف " هِيَ مِنْ خَمْسٍ لا يَعْلَمُهُنَّ إلاَّ اللهُ کہ کسی کی موت کا وقت ان پانچ چیزوں میں سے ہے کہ جن کا علم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہے۔ إن الله عندَهُ عِلْمُ الساعةِ، وينزِّلُ الغيثَ، ويَعْلَمُ ما في الأرحامِ، وما تَدْري نفسٌ مّا ذا تَكْسِبُ غَدًا، وما تَدرِي نفسٌ بأيِّ أرضٍ تمُوتُ۔

اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم کہ کب آئے گی، کسی کو پتہ نہیں دیا گیا کہ کب آنے والی ہے۔ اور بارش کی اصلیت و حقیقت کہاں سے ہے اس کا ابتدائی سر چشمہ کون ہے۔ کہاں سے چلتا ہے؟ اللہ کے سوا دوسروں کو پتہ نہیں ہے اسباب کے درجے میں ہم کچھ پتہ چلالیں کہ مون سون آئے گا، وہ برسے گا، بادل بنیں گے لیکن خود مون سون کیسے بنا، اس کے اوپر سر چشمہ کیا ہے اور اصل کی اصل کیا ہے کس طرح پانی کی تکوین ہوئی اللہ ہی جانتا ہے۔ یعلم ما في الأرحام اور ان اصولوں سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے ماں کے پیٹ میں بچہ بنے گا یا بچی بنے گی، لڑکا ہو یا لڑکی؟ کسی جدید خبر کش سے کسی کو معلوم ہو جائے یہ ممکن ہے لیکن ان اصولوں کی اطلاع کہ لڑکا اور لڑکی رحم مادر میں کس طرح بنتے ہیں یہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وما

تدري نفسٌ بأی أرضٍ تموت کسی شخص کو پتہ نہیں ہے کہ کل کس زمین میں دفن کیا جائے گا۔ تو امام مالکؒ کو کہہ دینا جاکے کہ پانچ انگلیوں سے پانچ دن، پانچ سال، پانچ مہینے مراد نہیں، بلکہ پانچ اصول مراد ہیں ۔ کہ ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ خدا ہی جانتا ہے کہ کس زمین میں کون دفن ہو گا۔ کس زمین میں کس کا انتقال ہو گا یہ تعبیر دی۔ تو فرمایا کہ امام مالکؒ ہی یہ خواب دیکھ سکتے ہیں۔ اس واسطے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ علمی جواب دیا ہے کہ ہر عالم اس خواب کی تعبیر کو نہیں سمجھ سکتا۔ تو میرے عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیریں دی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن وحدیث میں تعبیر کے اصول قائم کر دیئے کہ جس سے تعبیر خواب ایک عظیم فن بن گیا۔ اس سے بڑے بڑے امام بن گئے بڑی بڑی کتابیں اس فن کے اندر لکھی گئیں۔

واقعہ نمبر ۳:

قاضی محمد ایوب صاحبؒ جو بھوپال میں قاضی القضاۃ تھے۔ مشہور تھے ادھر تعبیر دی اور ہاتھ کے ہاتھ تعبیر کے مطابق واقعہ پیش آتا۔ ان کے زمانے میں ایک شخص نے خواب دیکھا جو ایک نوجوان اہل حدیث تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ نواب صدیق حسن خان مرحوم کا زمانہ ہے اور اس زمانے میں قاضی محمد ایوب صاحب بھوپال کے قاضی القضاۃ ہیں۔ ان کے دفتر میں وہ نوجوان اہل حدیث ملازم تھا۔ قاضی صاحب دورے پر گئے۔ بھوپال سے کوئی چالیس میل کے فاصلہ پر پڑاؤ تھا۔ اس نے خواب دیکھا اور قاضی صاحب کے پاس آکر ذکر کیا کہ حضرت میں نے یہ خواب دیکھا ہے نماز کی ایک بہت بڑی جماعت کھڑی ہوئی ہے لاکھوں آدمی ہیں صفیں بندھی ہوئی ہیں۔ اور صف اولیٰ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نواب صدیق حسن خان مرحوم امامت کر رہے ہیں۔ یہ میں نے خواب دیکھا ہے اسکی تعبیر کیا ہے؟ تو وہ

نوجوان سمجھے ہوئے تھا کہ اس میں اشارہ ہوگا نواب صاحب کی کسی فضیلت کا، کسی منقبت، بڑائی اور بزرگی کی طرف جو امامت کرا رہے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ کیا واقعی تونے یہ خواب دیکھا ہے؟ کہا کہ حضرت واقعی فرمایا کہ اگر واقعی تونے یہ خواب دیکھا ہے تو نواب صدیق حسن خان کا انتقال ہو چکا ہے وہ بھی چپکا ہو گیا۔ اس کے ذہن میں جو بات تھی تعبیر اسکے برعکس آئی کہ اگر واقعی دیکھا ہے تو نواب صاحب فوت ہو چکے ہیں کچھ دیر بعد اطلاع آئی کہ نواب صاحب کا انتقال ہو گیا ہے کچھ عرصہ سے بیماری چل رہی تھی۔ سب لوگ دوڑ گئے اور ماتمی جنازہ بن گیا تین دن ریاست کی طرف سے ماتم رہا۔ تین دن کے بعد یہی اہل حدیث نوجوان قاضی صاحب کے پہنچا کہ حضرت تعبیر بالکل ہاتھ کے ہاتھ نمایاں ہو گئی جو تعبیر تھی وہ واقعہ ہو گیا۔ لیکن آپ نے خواب کی یہ تعبیر کیسے سمجھی؟ ظاہر میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ نواب صاحب کی کوئی بڑائی کوئی عظمت، کوئی فضیلت ظاہر ہوگی، ان کو امام کے درجے پر دکھلایا گیا۔ آپ نے بالکل برعکس تعبیر دی، یہ تعبیر آپ نے کیسے سمجھی؟ سبحان اللہ عجیب اصول بیان کیا، فرمایا کہ میں نے اس سے یہ تعبیر سمجھی کہ نبی کی موجودگی میں کسی کو امامت کا حق نہیں ہے اگر نماز میں نبی کے آگے کوئی ہوگا۔ تو جنازہ تو ہو سکتا ہے زندہ نہیں ہو سکتا کہاں پہنچا دماغ؟ یہ تعبیر اصول کو سامنے رکھ کر دی تو بڑے بڑے معبر اس امت کے اندر گزرے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بابرکات میں علوم کا جمگھٹ

تو(حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو علوم دیئے گئے وہ حد کمال کے ساتھی جمع ہو کر جناب رسول اللہ علیہ وسلم کی ذات کے اندر جمع کر دیئے گئے ہیں۔ خواہ تعبیر خواب کا علم ہو۔ خواہ منطق الطیر اور پرندوں کی بولیوں کا علم ہو۔ خواہ اسماء صفات کا علم ہو۔ یہ سب علوم اسی ذات بابرکات میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور آپکے بعد جو

علماء آنے والے ہیں وہ آپ کے ہی در کے فیض یافتہ ہوں گے ،وہ تو عالم ہی اس لیے ہوں گے کہ آپ کا فیض پہنچ رہاہے تو ایک ذات بابرکات میں علوم کا جمگھٹ ہے۔ جس خصوصیت سے آپکو علم دیا گیا۔ وہ اوروں کو نہیں ملاتو اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی حقیقت فقط انبیاء علیہ السلام کی ہے وہ صرف نبی ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقط نبی نہیں بلکہ خاتم الانبیاء ہیں اور ختم نبوت کے معنی منتہی نبوت کے ہیں کہ نوت کی انتہاء ہو گی یعنی سارے درجات نبوت اس ذات اقدس کے اوپر پورے ہو گئے۔

ظاہر بات ہے کہ جو خاتم النبیین ہو گا وہ تمام اوصاف وکمالات میں بھی خاتم ہو گا۔ تو خاتم العلوم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جائے گا کہ تمام علوم کے درجات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں جمع کر دیئے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الاخلاق بھی کہا جائے گا۔ کہ اخلاق کے سارے نمونے اور کمالات آپکی ذات بابرکات میں جمع کر دیئے گئے۔

اس لئے میں نے (مراد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم ہیں) عرض کیا تھا کہ جب نبوت کا معیار اور مقام نبوت کی کسوٹی کمال علم اور کمال اخلاق ہے تو جس کا علم سب سے بڑا ہو گا اسکی نبوت بھی سب سے بڑی ہو گی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سب سے بڑھ کر بھی ہے اور سب پر حاوی بھی ہے تمام علوم کے آپﷺ جامع ہیں اور پھر آپکے جو مخصوص علوم ہیں وہ الگ ہیں۔ اس لئے علم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھے ہوئے ہیں اور اسی واسطے آپ کو انبیاء علیہم السلام سابقین کے لئے مصدق کہا گیا کہ آپ ان کی نبوت اور ان کے علوم کی تصدیق کرنے والے ہیں اور تصدیق وہی کیا کرتا ہے جو پہلے سے علوم جانتا ہو، جو کسی چیز سے واقف نہ ہو وہ تصدیق نہیں کیا کرتا۔ وہ سلام کیا کرتا ہے تا کہ کسی کو علم نہ ہو جائے کہ علم نہیں رکھتا۔ لیکن یہ کہنا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ ٹھیک ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ پہلے سے

اس چیز کو جانتا ہے۔ تو آپ کو مُصَدِّق لِّمَا مَعَکُم کہا گیا ہے۔ اے پیغمبر و جو تمہیں علوم دیئے جائیں گے۔ ان کی تصدیق کرنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ تو تصدیق کرنا اسکی دلیل ہے کہ وہ سارے علوم آپؐ کے اندر جمع تھے اسکی شرح أوتیتُ علم الاأولین والأخرین کی حدیث نے کر دی۔ مجھے اگلوں اور پچھلوں کے سب علوم عطاء کر دیئے گئے۔ جب ذات بابرکات علوم میں سب سے اونچا مقام رکھتی ہے تو نبوت میں بھی سب سے بڑا مقام ہو گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نبی دوسرا نبی نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو خاتم النبیین بننا چاہیئے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبیوں کے سردار بننے والے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو نبی الانبیاء کہا گیا تو ایک رکن مقام نبوت کا کمال علم ہے اسمیں آپ سب سے اونچے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نبوت بھی سب سے اونچا ہو گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اخلاق

اخلاق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اخلاق میں بھی سب سے اونچا مقام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو مقام سب سے آخری اور اونچا ہوتا ہے تو نیچے کے سارے مقامات اس میں جمع ہوتے ہیں مثلاً آپ یوں کہیں کہ فلاں آدمی بخاری پڑھا ہوا ہے۔ تو بخاری آدمی کب پڑھے گا۔؟ پہلے میزان ومنشعب پڑھے گا پھر قدوری پڑھے، پھر شرح وقایہ پڑھے، پھر ہدایہ پڑھے تب جا کے بخاری پڑھے گا۔ تو اسکا مطلب یہ ہے کہ جسے بخاری آگئی اُسے منشعب بھی آگئی اسے شرح وقایہ بھی آگیا ہدایہ بھی آگیا۔ ساری نیچے کی کتابیں آگئیں لیکن جو میزان پڑھ چکا ہے ضروری نہیں کہ اسے بخاری بھی آجائے تو نیچے کی چیز جاننے سے اوپر کی چیز کا جاننا ضروری نہیں۔ مگر جو اوپر والی چیز کو جان جائے تو نیچے کی ساری چیزیں جان جائے گا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اخلاق کا اعلیٰ مقام دے دیا گیا تو اس کے نیچے جتنے مقامات تھے

وہ خود بخود آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامع اخلاق بھی ہیں۔ اور وہ کس طرح سے ؟ وہ یہ کہ ہم نے جہاں تک غور کیا تو قرآن واحادیث سے اخلاق کی تین قسمیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) ایک اخلاق حسنہ۔ (۲) ایک اخلاق کریمانہ (۳) اور ایک اخلاق عظیمہ۔

خلق حسن یہ اخلاق کا ابتدائی درجہ ہے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ یا خلیلی حسن خلقک اے میرے خلیل اپنے اخلاق کو حسن بناؤ۔ اگرچہ کفار کے ساتھ معاملہ پڑے تب بھی اخلاق حسنہ سے پیش آؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک خلق حسن ہے جسکی تعلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی۔

(۲) ایک خلق کریم ہے جیسے حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بعثت لا تمم مکارم الاخلاق ، میں اس لیے بھیجا گیاہوں کہ کریمانہ اخلاق کو مکمل کر کے تمہارے سامنے پیش کروں (۳) اور ایک خلق عظیم ہے جو خود حضورؐ کا ذاتی خلق ہے جس کو قرآن میں فرمایا گیا وإنک لعلیٰ خُلُقٍ عظیم اے نبی آپ خلق عظیم کے اوپر ہیں۔ تو تین قسمیں نکلیں۔ ان تینوں میں فرق کیا ہے؟ خلق حسن ابتدائی درجہ ہے، خلق کریم درمیانہ درجہ ہے، اور خلق عظیم انتہائی درجہ ہے۔

اخلاق کی ان تین اقسام کی تفصیلات

خُلق حسن کسے کہتے ہیں؟

عدل کامل کو، یعنی معاملہ میں کوشش کرو کہ اس میں حد اعتدال سے نہ گزرو۔ اگر آپ کو خدانخواستہ کوئی ایک تھپڑ مار دے تو آپ نے بھی اُتنے ہی زور سے تھپڑ مار دیا۔ جتنی زور سے اس نے مارا تھا تو کہا جائے گا کہ آپ خلق حسن کے اوپر ہیں۔ اگر تھپڑ کے جواب میں مکہ مارتے تو کہا جاتا کہ بڑے بد اخلاق آدمی ہیں۔ اس

نے تھپڑ مارا تھا۔ انہوں نے مکہ مار دیا۔ تعدی کی اور زیادتی کی۔ اور ظلم سے بچ جانا یہ خلق حسن ہے۔ یعنی عدم کے اوپر قائم رہنا، بال برابر اس چیز کا پورا پورا بدلہ دے دینا یہ خلق حسن کا مفہوم ہے۔ اسی طرح اگر آپ نے کسی کو ایک روپیہ دیا اور آپ خواہش مند ہیں کہ بدلے میں وہ بھی مجھے ایک دے تو یہ خلق حسن کی بات ہے۔ اور اگر آپ یوں کہیں کہ میں تو دوں ایک اور اس سے وصول کروں پانچ تو کہا جائے گا کہ یہ بد اخلاقی کی بات ہے زیادتی کی بات ہے تو خلق حسن کا حاصل اعتدال اور معاملات کا عدل ہے۔

علی ہذا القیاس اگر کوئی شخص کسی کے اوپر حملہ کرے اسکی آنکھ پھوڑ دے تو اُسے بھی حق حاصل ہے کہ حملہ کر کے آنکھ پھوڑ دے مگر ایک ہی پھوڑے گا۔ دو نہیں پھوڑے گا۔ دو پھوڑے گا تو کہا جائے گا۔ کہ ظالم ہے، تو غرض خلق حسن کا حاصل یہ کہ ادل بدل ہو تو پورا پورا ہو، عدل کے مطابق ہو، انصاف کے مطابق ہو اس سے گزرنا بد اخلاقی ہے۔

دوسرا درجہ خلق کریم کا ہے اس میں ادل بدل تو نہیں ہوتا، اس میں ایثار ہوتا ہے کہ دوسرا زیادتی کرے آپ اُسے معاف کر دیں۔ ایک نے تھپڑ مارا، آپ نے کہا مجھے حق تو تھا بدلہ لینے کا مگر اس احمق اور بے وقوف سے کیا بدلہ لوں جامیں معاف کرتا ہوں یہ کریمانہ خلق ہے۔ دوسرے نے گالی دی آپ کو بھی حق تھا کہ اتنی زیادتی آپ بھی کرتے لیکن آپ نے معاف کر دیا تو یہ ایثار کا درجہ ہے اس کو خلق کریم کہیں گے۔

اور تیسرا درجہ خلق عظیم کا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی زیادتی کرے تو نہ صرف یہ کہ آپ معاف ہی کر دیں بلکہ الٹا اس کے ساتھ احسان بھی کریں۔ یہ خلق عظیم کہلاتا ہے۔ جس کو حدیث میں فرمایا گیا کہ صِل مَن قطَعَک وَاعْف عَمَّن ظلَمک واحْسِن إلی مَن أساءَ إلیک جو تمہارے ساتھ

قطع تعلق کرے تم جوڑنے کی کوشش کرو، جو تمہارے ساتھ برائی کرے توتم اس کے ساتھ بھلائی کرنے کی کوشش کرو، یہ خلق عظیم کہلاتا ہے اور یہ خلق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

شرائع سابقہ اور شریعت محمدی کے درمیان اخلاق کا موازنہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خلق حسن کی تعلیم دی یعنی مکمل عدل واعتدال کی تو قرآن کریم میں فرمایا گیا وکَتَبْنَا علَيْهِم فيها أن النَّفْسَ بالنفس والعَيْن بالعين والأنف بالأنفِ والأذن بالأذن والسِّن بالسِّنِّ والجُرُوح قصاص (سورۃ المائدہ آیت ۴۵)

ہم نے تورات میں فرض کر دیا تھا اور لاگو کر دیا تھا کہ ادل بدل ہوگا۔ اگر کوئی تمہارا دانت توڑے تمہارا فرض ہوگا کہ تم بھی دانت توڑو، تمہاری کوئی آنکھ پھوڑ دے تمہارا فرض ہوگا کہ تم بھی اسکی آنکھ پھوڑ دو، انتقام لینا تورات میں واجب کیا تھا۔ معاف کرنا جائز نہیں تھا، سخت شریعت تھی تو ناک کا بدلہ ناک، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ، کان کا بدلہ کان، دانت کا بدلہ دانت اور کوئی زخم لگائے توتم بھی زخم لگاؤ برابر سرابر تو یہ خلق حسن تھا۔ جسکی تعلیم موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور ہے، انہوں نے خلق کریم کی تعلیم دی وہاں تعلیم یہ دی ہے کہ اگر کوئی تمہارے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو نہ یہ کہ تم بدلہ نہ لو بلکہ بایاں گال بھی سامنے کر دو کہ بھائی ایک تھپڑ اور مارتا چل۔ یہ ایثار کی بات ہے کہ بدلہ نہیں لیا بلکہ معاف کر دیا بلکہ اپنے کو پیش کر دیا کہ لے اور مار اگر تیری خوشی اسی میں ہے اور تیرا جی اسی میں ٹھنڈا ہوتا ہے تو مار تھپڑ میں مرنے کے لئے تیار ہوں تیرا دل ٹھنڈا ہونا چاہئے یہ ایثار کی تعلیم ہے۔ لیکن سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع تعلیم دی وہ یہ کہ نہ تو یہ فرمایا کہ تم پر بدلہ لینا واجب ہے اور نہ یہ فرمایا کہ تم پر معاف کرنا واجب ہے۔

دونوں چیزیں جمع کیں اور ساتھ میں اعلی مقام بھی پیش کر دیا فرمایا کہ وجزآءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مثلُھا فمن عفا وأصلح فأجرہ علی اللہ إنہ لا یحِبُّ الظَّالمین بُرائی کا بدلہ برائی ہے تمہیں حق ہے جو تمہارے ساتھ برائی کرے تم بھی برائی کرو کوئی تمہیں تھپڑ مارے تم بھی تھپڑ مارو، جو مکہ مارے تم بھی مکہ مار دو، برائی کا بدلہ برائی ہے بدلہ لینے کا تمہیں حق حاصل ہے لیکن آگے فرمایا فمن عفا و اصلح فأجرہ علی اللہ اور اگر تم معاف کر دو تو اللہ کے ہاں بڑے بڑے درجے ملیں گے۔ تو دونوں حق دے دیئے انتقام لینے کا حق بھی اور معاف کر دینے کا حق بھی۔

اس واسطے کہ اسلام دنیا کی ہر قوم کے لئے پیغام ہے اس میں نرم مزاج قومیں بھی شامل ہیں۔ سخت مزاج بھی اگر یہ تعلیم دی جاتی کہ انتقام لینا تمہارے اوپر واجب ہے۔ تو بیچاری نرم خو قومیں مشرقی بنگال کے رہنے والے ان میں سے کوئی بھی اسلام قبول نہ کرتا کہ اس خونخوار مذہب کو کون قبول کرے؟ کہ اگر کوئی تھپڑ مارے تو تمہارے اوپر بھی فرض ہے کہ تم بھی تھپڑ مارو کوئی لاٹھی مارے تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی لاٹھی مارو، یہ بڑا سخت مذہب ہے۔ اور اگر یہ تعلیم دی جاتی کہ معاف کرنا واجب ہے شاید جو پٹھان ہے وہ ایک اسلام قبول نہ کرتا کہ اس بزدلانہ مذہب کو کون قبول کرے کہ بھی اگر کوئی مارے تو دوسرا گال بھی پیش کر دے کیوں بھئی کس لئے؟ ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے تو دونوں قوموں کو جان کر اسلام نے دونوں قوموں کو یہ حق دیئے کہ برائی کا بدلہ برائی سے لے لینا یہ بھی حق ہے اور اگر معاف کر دے تو اجر وعزیمت کی بات ہے۔ اور اگر معاف کر دینے کے بعد اسکے ساتھ خیر خواہی بھی کرے تو یہ خلق عظیم ہے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ہے جس کو ایک موقع پر قرآن کریم نے فرمایا فبما رحمۃ من اللہ لنتَ لھُم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک۔ اے پیغمبر یہ تو ہم نے کوٹ کوٹ کر رحمت

تمہارے کے اندر بھری ہے اس سے تمہارے قلب میں نرمی اور لینت ہے۔ رأفت اور ترس کھانا ہے۔ اگر آپ سخت گیر ہوتے تو یہ پروانوں کی طرح جمع ہیں سب بھاگ جاتے کوئی پاس نہ پھٹکتا ہم نے آپ کے قلب میں نرمی اور رحمت ورأفت بھر دی تو اس کا تقاضا کیا ہونا چاہئے فاعفُ عنھم پہلا مقام آپ کا یہ ہے کہ اگر آپ کے ساتھ کوئی برائی کرے تو آپ معاف کر دیں بدلہ بالکل نہ لیں یہ ہے آپکی شان۔ آگے فرمایا کہ فقط یہی نہیں اس سے بڑھ کر آپ کا مقام ہے کہ کوئی برائی کرے تو نہ صرف معاف کر دیں بلکہ واستغفِر لھم اس لئے دعائے مغفرت بھی کریں وہ باغی ہو گیا آپ اسکے لئے دعا مانگیں۔ یہ آپکی وسعت ظرف ہے یہ آپ کا حوصلہ ہونا چاہئے تو پہلا درجہ یہ کہ معاف کر دیں۔ دوسرا درجہ یہ کہ آپ کو مغفرت کی دعا بھی کرنی چاہیے، اور تیسرا درجہ ایک اور آگے بتلایا کہ یہ بھی آپکی شان سے نیچا ہے آپ کا مقام اس سے بھی زیادہ بلند ہے اور وہ کیا؟ وشاوِرْهُمْ فِي الأمر انہیں بُرا کہنے والوں سے بُلا کر مشورہ بھی کرلیں تاکہ یہ سمجھیں کہ ہمیں اپنا بھی سمجھا تو وہ تو کر رہے برائی آپ انہیں اپنا بنا رہے ہیں۔ وہ تو دے رہے ہیں گالیاں آپ ان کو دعائیں دے رہے ہیں یہ خُلق عظیم ہے تو جو خلق عظیم کا مالک ہو گا۔ خلق حسن بھی اس کے نیچے آ گیا خلق کریم بھی اس کے نیچے آ گیا۔ اس لئے کہ جب مقام اعلی حاصل ہے تو درمیان کا اور ادنی مقام بھی حاصل ہے تو معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاق کا بھی وہ نمونہ دیا گیا کہ سارے اخلاقی نمونے اس کے اندر جمع ہو جاتے ہیں۔ تو علم کا تو وہ مقام کہ سارے علوم نبوت آپ میں جمع کر دیئے گئے۔ اخلاق کا وہ مقام کہ سارے پیغمبروں کے اعلیٰ خلاق جمع کر دیئے گئے۔ اور یہی دو چیزیں بنیاد نبوت تھیں۔ کمال علم اور کمال اخلاق تو جب یہ دونوں چیزیں اعلیٰ طریق پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں تو آپ کی نبوت سب سے زیادہ اونچی تھی۔ تو آپ کا مقام نبوت اتنا بڑا اونچا ہے کہ اور انبیاء علیہم السلام وہاں تک

نہیں پہنچ سکتے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لی مع اللّٰہ وقتٌ لا یسعنی ملک مقرب ولا نبي مرسل مجھے وہ قرب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے وہ نزدیکی میسر آتی ہے کہ وہاں تک نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچا، نہ کوئی نبی مرسل پہنچا، نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچا، نہ کوئی اور جہاں تک اللہ کے ہاں میری رسائی ہے تو بہرحال اس سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نبوت واضح ہوا۔

مقام نبوت کے آثار

اس مقام نبوت کے آثار کیا ہیں؟ آثار کو ان دو حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے جو میں نے تلاوت کی تھیں دو غرضیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کی بیان کیں۔ دو مقصد بیان فرمائے ہیں؟ ایک یہ کہ "إنما بعثتُ معلمًا۔ اور دوسرے بعثتُ لاتمم مکارم الاخلاق میں اس لئے بھیجا گیا ہوں دنیا میں تعلیم دے کر کہ دنیا میں علم پھیلاؤں اور اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تکریم کرکے سب کو باخلاق بنادوں تو جو دو رکن مقام نبوت کے ہیں علم اور اخلاق انہی دو کے پھیلانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ حدیث میں ہے کہ آپ ایک دن مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ یہی بعثت کی غرض وغایت ہے تو صحابہؓ کے دو گروہ تھے ایک ایک طرف اور ایک ایک طرف ایک گروہ تو مسئلے بیان کرنے میں لگا ہوا تھا۔ تعلیم مسائل میں کہ یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ حلال ہے یا حرام علمی باتیں ہو رہی تھیں اور ایک جماعت عباد تاور زہد و تقویٰ میں مشغول تھی کوئی تلاوت میں مشول تھا کوئی درود پڑھنے میں مشغول تھا، عبادت میں لگے ہوئے تھے۔ دونوں کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کلا کما علی الخیر دونوں جماعتیں خیر پر ہیں یہ عبّاد اور زہاد کی جماعت بھی خیر پر ہے اور یہ علماء وفضلاء کی جماعت بھی خیر پر ہے مگر

فرمایا إنما بُعثتُ مُعلمًا بھائی میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ فرما کر اس جماعت میں بیٹھ گئے جو مسئلے مسائل کا تذکرہ کر رہی تھی۔ تو نبوت کی سب سے بڑی غرض وغایت تعلیم ہے۔ جس سے علم دنیا کے اندر پھیلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مُعلم بن کر آئے اور دنیا کے اندر آپ نے علم پھیلایا اور لوگوں کو عالم بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ علمی دیا گیا

ظاہر ہے کہ علم اللہ کی صفت ہے بندہ کی صفت نہیں اس علم کو پھیلانا گویا بندہ کو خدا وابستہ کرتا ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم دینے کے لئے تشریف لائے۔ تو سب سے بڑی نبوت آپکی تو سب سے بڑی تعلیم بھی آپکی۔ اسی واسطے آپؐ کو معجزہ بھی علمی دیا گیا یعنی ہزاروں معجزے آپؐ کو عملی ملے لیکن سب سے بڑا معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم ہے جو علمی معجزہ ہے علمی معجزے نے سب کو تھکا دیا عاجز کر دیا کہ کوئی اس کی نظیر نہ لا سکے۔ قرآن نے چیلنج بھی کئے اور فرمایا

قُل لئِن اجتَمَعتِ الإنس والجِنُّ علىٰ أن يأتوا بمِثل ہٰذا القرآن لا يأتُوْن بمِثْله ولو كَان بعضُہُم لِبعضٍ ظہيرًا

اگر سارے جن اور انسان مل جائیں اور ایک دوسرے کی مدد پر کھڑے ہو جائیں کہ اس قرآن کی نظیر لے آئیں تو وہ نہیں لا سکتے ناممکن ہے۔ اور تنزل کر کے کہا کہ سارے قرآن کی نظیر نہیں تو کم سے کم دس سورتیں ہی بنا لائیں۔ فأتوا بعشرِ سُورٍ مثله مفتريٰتٍ کفار نے یہ الزام دیا تھا کہ یہ تو افتراء کردہ کلام ہے یہ تو تہمتیں باندھ رکھی ہیں۔ فرمایا گیا کہ یہ تہمت ہے اسی قسم کی تو تہمتیں تم بھی لے آؤ دس سورتیں بنالاؤ۔ پھر اور زیادہ تنزل کیا کہ فأتوا بسورةٍ مثله دس سورتیں تم نہ لا سکے ایک ہی سورہ بنالاؤ جو قرآن

جیسی ہو کہ اسکا اسلوب بیان بھی وہی ہو۔ فصاحت وبلاغت بھی اعجازی ہو۔ اس میں علوم بھی اتنے ہی بھرے ہوئے ہوں اس میں لطائف وحکم بھی بھرپور ہوں تو اس جیسی ایک ہی سورت بنالاؤ۔ اور اس سورت میں بھی یہ قید نہیں لگائی کہ سورہ بقرہ جیسی ہو جو ایک ہی سورت اڑھائی پارے کی ہے انّا اعطینٰک الکوثر سورۃ کوثر جیسی صورت لے آجو ایک سطر سے بھی کم میں آجاتی ہے۔ پھر اور تنزل کیا کہ فلیأتوا بحدیث مثله ان کانوا صادقین سورت تو بجائے خود ہے ایک آیت ایک بات ہی قرآن جیسی بنالاؤ مگر نہیں لاسکے۔ تو لوگوں نے لڑائیاں لڑیں، گالیاں دیں بُرا بھلا کہا لیکن یہ صاف صورت کیوں نہ اختیار کی کہ اسکی نظیر بنا کر پیش کر دیتے سارے جھگڑے ختم ہو جاتے آپ ؐ کا تو سب سے بڑا معجزہ علمی قرآن ہے اور معجزہ کے معنی یہ ہیں کہ دنیا تھک جائے مگر مثل نہ لاسکے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

علمی معجزہ دیئے جانے کی حکمت

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ علمی ہے عملی معجزے بھی ہزاروں دیئے گئے۔ لیکن انبیاء علیہ السلام کو صرف عملی معجزے دیئے گئے۔ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو احیائے موتی دیا گیا سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو عصا موسیٰ اور ید بیضا دیا گیا۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو نار خلیل کا معجزہ دیا گیا۔ سیّدنا یوسف علیہ السلام کو قمیص یوسف کا معجزہ دیا گیا، کہ ان کا کرتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈالدیا گیا تو بینائی لوٹ آئی۔ آنکھیں واپس آگئیں۔ سیّدنا داؤد علیہ السلام کو الانتہ حدید کا معجزہ دیا گیا کہ لوہے کو ہاتھ میں لیتے تو موم کی طرح سے پگھل جاتا تھا۔ مختلف انبیاء علیہم السلام کو مختلف عملی معجزات دیئے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے عملی معجزات سینکڑوں دیئے گئے تھے مگر سب سے بڑا معجزہ علمی دیا گیا وہ قرآن کریم ہے اور اسکا اثر کیا ہے؟ یہ قاعدہ کی بات ہے جب دنیا سے کوئی عامل رخصت ہوتا ہے اس کا عمل بھی ساتھ ہی

رخصت ہو جاتا عمل باقی نہیں رہتا۔ جب عامل گیا تو عمل بھی گیا لیکن اگر عالم دنیا سے رخصت ہو جائے تو علم رخصت نہیں ہوتا وہ باقی رہتا ہے ابد تک باقی رہا ہے تو معجزہ در حقیقت نبوت کی دلیل ہے تو حضرات انبیاء علیہم السلام سابقین کے معجزات عملی تھے جب دنیا سے تشریف لے گئے ان کے معجزات بھی گئے تو کسی کی نبوت کی دلیل آج دنیا میں موجود نہیں۔ لیکن فخر الانبیاء والمرسلین خاتم الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی معجزہ دیا گیا۔ اور علم عالم کے جانے سے ختم نہیں ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے مگر دلیل نبوت آج تک موجود ہے (قیامت تک بفضلہ تعالی موجود رہے گی) اس لئے نبوت بھی موجود ہے اس لئے آپ نہیں کہہ سکتے کہ موسی علیہ السلام کی نبوت کے آجاؤ اور عمل کرو۔ اس لئے کہ جب وہ نبوت موجود نہیں اور یوں موجود نہیں کہ دلیل نبوّت موجود نہیں اس لئے ہم چیلنج نہیں کرسکتے عمل کے لئے بھی نہیں کہہ سکتے لیکن نبوت محمدی کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ نبوت موجود ہے عمل کرو اس لئے کہ دلیل اسکی موجود ہے اور وہ قرآن ہے جو کہ علمی معجزہ ہے آج بھی اس کا چیلنج اسی طرح موجود ہے جیسے پہلے تھا۔

حقیقت محمدی ؐ کی عجیب تعبیر

توسب سے بڑی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی معجزہ دیا گیا آپ کی ذات بابرکات میں علم رچایا گیا۔ حدیث میں ہے کہ اوُل ما خلق اللہ نوری سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا تو یہاں یہ نور مراد نہیں جو چاند وسورج کا حسی نور ہے۔ یہ تو بہت کم درجہ کی چیز ہے اس نور کے مقابلے میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ وہ حقیقت محمدی ہے جو علم سے گوندھ کر بنائی گئی ہے۔ اس کے اندر اصل علم ہے گویا علم رگ

وپے میں رچایا گیا۔ استعداد علمی رچائی گئی، تو حقیقت محمد یہ در حقیقت علم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بھی علم بھرا گیا معجزہ بھی آپکو علمی دیا گیا امت بھی آپکی علمی امت بنائی گئی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کی برکت ہے کہ امام اوزاعیؒ نے لکھا ہے کہ کثرت تصانیف اس امت کی خصوصیت ہے۔ دنیا کی کسی امت میں وہ تصانیف نہیں ملیں گی جو اس امت میں ملیں گی۔ کت خانے بھر دیئے ہزار دو ہزار لاکھ دو لاکھ نہیں کروڑوں کتابیں آج تک موجود ہیں۔ اور مدت سے چلی آرہی ہیں۔ مصر کے کتب خانے اندلس کے کتب خانے جب وہاں انقلاب ہوا اور مسلمانوں کی حکومت ختم ہو گی اور عیسائیوں نے غلبہ پایا تو تعصب میں آکر یہ چاہا کہ ان کا لٹریچر، ان کا ادب، ان کا سب علمی ذخیرہ فنا کر دیا جائے تاکہ ان کا وجود باقی نہ رہے تو ایک مستقل عملہ اندلس حکومت نے مقرر کیا تاکہ مسلمانوں کا لٹریچر ضائع کر دیا جائے ایک عورت نے اندلس کی تاریخ لکھی ہے۔ اس میں وہ لکھتی ہے کہ اندلس کے کتب خانوں کو ضائع کرنے کے لئے ایک مستقل عملہ اندلس حکومت نے مقرر کیا تاکہ مسلمانوں کا ادب اور علم باقی نہ رہے اور اس پر لاکھوں روپے خرچ ہوئے۔ مستقل انچارج آفیسر رکھا گیا۔ تو پچاس برس میں جاکر سب کتب خانے ضائع ہو سکے۔ تو ایک ایک ملک کے اتنے کتب خانے تھے۔ یہ مسلمانوں کی تصنیف و تالیف نہیں تھی تو اور کیا تھا۔

بغداد کے اوپر تاتاریوں کا جب سیلاب آیا ہے اور خلافت تباہ ہو گئی اور پارہ پارہ ہو گئی تو بغداد دجلہ کے کنارے پر ہے جو بہت بڑا دریا ہے پل مسلمانوں نے توڑ دیا تھا تاتاریوں نے جب بغداد فتح کر لیا تو صرف ایک کتب خانہ مسلمانوں کا لوٹ کر اسکی کتابیں بھر کر دجلے میں سڑک بنائی گئی وہ بہت چوڑی سڑک بنائی گئی وہ اتنی چوڑی سڑک تھی کہ چار پانچ گاڑیاں برابر گزر سکتی تھیں یہ صرف ایک کتب خانہ کی کتابیں تھیں

جس سے دجلہ کا پُل بنایا گیا۔ موٴرخین لکھتے ہیں کہ ان کی سیاہی بہہ کر جو پانی میں کھلی ہے تو ایک مہینے تک علماء کو لکھنے کے لئے روشنائی کی ضرورت نہیں تھی۔ دجلہ کا پانی روشنائی کا کام دیتا تھا۔

تو جس قوم کے ایک ملک کے ایک شہر کے صرف ایک کتب خانے کا یہ حال ہو اندازہ کیا جائے کہ بغداد میں کتنے کتب خانے ہوں گے، اندلس میں کتنے ہوں گے، حجاز میں کتنے ہوں گے، مصر میں کتنے ہوں گے، خود پاکستان میں کتنے کتب خانے ہیں بہت سے کتب خانے وہ ہیں سندھ وغیرہ، کہ آج تک ان کو کیڑا اچاٹ رہا ہے۔ کوئی پڑھنے والا لکھنے ولا ان کتابوں کو نہیں ہے ہزاروں ہزاروں کتابیں موجود ہیں (الحمد للہ) ذخیرے ہیں۔ یہ سب علماء اسلام کے لکھے ہوئے ہیں اور یہ سب کی سب کتابیں قرآن حکیم کی شرح ہیں ہر کتاب کے شروع میں کوئی نہ کوئی آیت ہے جس سے مضمون کو شروع کیا گیا ہے۔ تو قرآن کریم اتنا عظیم علمی معجزہ ہے کہ لاکھوں کتب خانے بن گئے لاکھوں افراد عالم بن گئے۔ کوئی حد کتابوں اور کتب خانوں کی باقی نہ رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ علمی دیا گیا۔ تو جس ذات اقدس کا علم اتنا بڑا اسکی نبوت کتنی بڑی ہو گی؟ تو پھر اسکی تعلیم کتنی بڑی ہو گی، تو فرمایا کہ ”اِنما بُعثتُ مُعلمًا“ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ تو تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے ذریعے دی اس قرآن نے دنیا بھر کے اندر علم پھیلایا جس سے بڑے بڑے علماء تیار ہو گئے۔

قرآن معجزہ نما بھی ہے

اور میں کہتا ہوں کہ قرآن خود ہی معجزہ نہیں بلکہ معجزہ نما بھی ہے معجزے بناتا بھی ہے اس لئے قرآن پر چل کر ہی تو خواجہ معین الدین اجمیریؒ خواجہ اجمیری بنے اور اکابر اولیاء اللہ اسی پر چل پر اولیاء اللہ بنے۔ تو قرآن درحقیقت نہ صرف خود معجزہ ہے بلکہ معجزہ نما بھی ہے اور یہ سلسلہ تا قیامت چلتا ہی رہے گا۔ تو اتنے

علوم آپ کی ذات بابرکات میں رکھ دیئے گئے جو تا قیامت ختم ہونے کو نہیں آئیں گے یہ آپ ہی کے علوم ہیں جو علماء، صوفیا، محدثین اور فقہاء کے ذریعے ظاہر ہو رہے ہیں۔ علم کا تو یہ عالم ہے اور تربیت آپکی یہ تھی کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا بعض روایات میں جیسے کہ اس سے زیادہ ایک لاکھ چوالیس ہزار کا عدد آیا ہے۔ تو ایک لاکھ چوالیس ہزار نمونے بنا کے رکھدیئے کسی مربی اور معلم کی یہی خوبی سمجھی گئی ہے کہ اپنے شاگرد کو اپنے جیسا بنادے۔ تو ایک ایک کو ایسا بنایا کہ ایک ایک امت اور جہاں کے برابر بن گیا ایک ایک صحابی پوری امت بن گیا۔ بادشاہ وفا حضرت سیّدنا صدیق اکبرؓ کو دیکھو تو پوری امت امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروقؓ کو دیکھا جائے تو پورا جہان، امیر المومنین سیّدنا عثمان غنیؓ کو دیکھا جائے تو اکیلے ہی پورا عالم، امیر المؤمنین سیّدنا علی المرتضیٰؓ کو دیکھا جائے تو ایک فرد پورا جہاں حدیث میں ہے کہ آپ نے بیان فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ نے پوری امت ایک پلڑے میں رکھی اور مجھے ایک پلڑے میں رکھا میرا پلڑا جھک گیا ساری امت سے وزن دار میرا ایمان اور علم و عمل ثابت ہوا۔ پھر فرماتے ہیں کہ ایک پلڑے میں صدیق اکبرؓ کو بٹھایا گیا اور دوسرے پلڑے میں ساری امت کو تو صدیق اکبرؓ کا پلڑا جھک گیا۔ علم و عمل اور اخلاق کے لحاظ سے پوری امت سے وزن دار ثابت ہوا۔ پھر اس پلڑے میں فاروق اعظمؓ کو بٹھایا گیا۔ اور ساری امت دوسرے پلڑے میں تو فاروق اعظم کا پلڑا جھک گیا۔ تو صدیقؓ و فاروقؓ اور ایسے نمونے بنائے کہ ایک فرد جہانوں کے برابر ثابت ہوا۔ یہ آپ کا فیض تعلیم اور فیض تربیت تھا۔

تو صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ و عثمان غنیؓ، علی المرتضیٰؓ خالد سیف اللہ، عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ یہ تو وہ ہیں جو نمایاں نام ہیں ورنہ ایک ایک صحابی کو دیکھا جائے تو امت کے ساری اقطاب بڑے بڑے غوث جمع ہو جائیں لیکن صحابیت کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے تو جو اخلاص معرفت، اور للّٰہیت ایک صحابی کے قلب میں

جمع تھی اس کا نمونہ غیر صحابی کے قلب میں موجود نہیں ہو سکتا۔ صحابہؓ نے نہ صرف اپنی زندگی کو تج دیا تھا بلکہ زندگی کی غرض وغایت دین بن گیا تھا۔

(از خطبات حکیم الاسلام جلد ا ص ۸۴ تا ۱۰۸)

عشق سیرت

اصل عشق، سیرت کا عشق ہے، جو پائدار عشق ہے وہی ہے جس سے محبت کرنی سکھلائی گئی ہے۔

آج ہمیں اور آپکو امام ابو حنیفہؒ سے محبت ہے، امام شافعیؒ سے، امام احمد بن حنبلؒ سے اور امام مالکؒ سے امام بخاریؒ اور امام ترمذی سے، حضرت جنیدؒ اور حضرت شبلیؒ سے اور تمام اولیاء اللہ سے ان کی محبت کو جزوِ ایمان جانتے ہیں ان سے محبت کرنے کو اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ کیا یہ محبت انکی صورتوں سے ہے؟ ہم نے تو آج تک اُن کی صورت دیکھی بھی نہیں یہ کاہے سے محبت ہے انکی سیرت اور کمالات سے محبت ہے۔ اور اتنی پائدار محبت ہے کہ نہ آج تک ہم نے ان کی شکل دیکھی مگر دل میں قائم ہے۔ اور اتنی شدید محبت کہ اگر ان بزرگوں کی شان میں کوئی ادنیٰ گستاخی کرے تو ہم مونہ توڑنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ برداشت نہیں کرتے۔ یہ ان کی سیرت کی محبت ہے ان کی صورت کی محبت نہیں ہے۔

سیرت کی سرداری

سیّدنا امام ابو حنیفہؒ، عطاء ابن ابی رباحؒ کی نسبت جو جلیل القدر تابعی ہیں فرماتے ہیں۔ ما رأیتُ أفضلُ من عطاء ابن أبی رباحٍ میں نے عطاء ابن ابی رباح سے زیادہ عالم اور افضل شخصیت نہیں دیکھی۔ یعنی عطاء ابن ابی رباح اپنے دور میں زبردست شخصیت بڑی علم والی شخصیت ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ جیسا شخص جس کی تعریف کرے تو اندازہ کیجئے وہ کس پائے کی شخصیت ہو گی۔ تو عطاء بن ابی رباحؒ گویا اپنے زمانے میں امام

ابو حنیفہؒ کی شہادت کی وجہ سے سب سے زیادہ افضل ہیں اور خود عطاء بن ابی رباح کیسے ہیں؟ ایک حبشی غلام ہیں کالی صورت ہے موٹے موٹے ہونٹ ہیں، کرنجی آنکھیں ہیں کوئی زیبا صورت نہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل دنیا میں نہیں دیکھا۔ یہ افضلیت صورت کے لحاظ سے نہیں تھی سیرت کے لحاظ سے تھی۔ امام ابو حنیفہؒ ان کی صورت کو نہیں سرہاہے تھے ان کی سیرت کو پیش کر رہے تھے۔ آج اگر سیّدنا حضرت بلال حبشیؓ کا نام آجائے تو رضی اللہ عنہ کہہ کر آپ عقیدت اور نیاز مندی سے گردن جھکا دیتے ہیں۔ حالانکہ سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی صورت کالے رنگ کی تھی موٹے موٹے ہونٹ تھے جیسے حبشیوں کی صورت ہوتی ہے مگر صورت حال یہ تھی کہ امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمرؓ خطاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یا سیّدنا و یا مولانا بلال ہمارے سردار اور آقا ہیں یہ کاہے کی آقائی اور سرداری تھی۔ یہ صورت سرداری کی نہیں تھی بلکہ کی سرداری تھی۔

دوران تحریر راقم الحروف کے ذہن میں علامہ اقبال مرحوم کا ایک شعر یاد آگیا جس میں علامہ اقبال مرحوم نے سیّدنا حضرت بلالؓ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے ملاحظہ فرمائیں فرماتے ہیں۔

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشیؓ کو دوام ہے

صورت سبب فتنہ اور سیرت ذریعہ نجات ہے

اگر غور کیا جائے تو فتنوں میں مبتلا کرنے والی چیز انسان کی صورت ہے سیرت فتنے میں مبتلا نہیں کرتی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت اور اُن کے حسن و جمال میں آپ کو کلام تو نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے اُن کے حسن و جمال کی شہادت دی ہے اسی طرح حدیث نبوی نے ان کے حسن و جمال کی شہادت دی

ہے فرمایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حسن کو پیدا کیا آدھا حسن دنیا کو تقسیم کیا آدھا حسن تنہا یوسف علیہ السلام کو عطا کیا۔ اتنی زبردست حسین و جمیل شخصیت کہ قرآن و حدیث نے شہادت دی لیکن جہاں بھی فتنوں میں مبتلا ہوئے صورت نے مبتلا کیا۔ کنعان کے کنویں میں گرائے گئے تو صورت نے مبتلا کیا۔ مصر کے بازار میں غلام بنا کر بیچے گئے تو صورت نے مبتلا کیا۔ اور مصر کے جیل خانہ میں قید رہے تو صورت کی وجہ سے قید رہے تو صورت زیبا نے ہر جگہ آفات میں مبتلا کیا۔ لیکن مصر کی حکومت لینے کا وقت آیا مصر کے بادشاہ بنے اور سلطنت مانگی تو فرماتے ہیں إجعلني علی خزائن الأرض إني حفيظ عليم مجھے یہ خزانے سپرد کردو میں ملک کا نظم کر سکتا ہوں۔ کیوں؟ دلیل میں یہ نہیں کہا کہ إني حسينٌ جميلٌ اس واسطے کہ میں بڑا خوبصورت ہوں ملک کا انتظام کروں گا۔ یہ فرمایا إني حفيظ عليم میرے اندر ملک کی نگہداشت کا مادہ موجود ہے میں ملک کا نظم کر سکتا ہوں۔ جب سلطنت ملنے کا وقت آیا تو حسن صورت نے کام نہیں دیا حُسن سیرت سامنے آیا اور جب فتنے میں مبتلا ہوئے تو حسن صورت سامنے آیا حسن سیرت سامنے نہیں آیا۔

معیار شرافت

آدمی اگر مبتلا ہوتا ہے تو صورت کی وجہ سے ہوتا ہے سیرت کی وجہ سے کوئی مبتلا نہیں ہوا سیرت تو عظمت والی چیز ہے بہر حال انسان کے لئے وجہ شرافت نہ اس کا مادہ بن سکتا ہے نہ اسکی صورت بن سکتی ہے اور بھلا لباس تو کیا ہی بنتا؟ لباس صورت سے بھی زائد چیز ہے جب انسان کے جوہر میں کوئی کمال نہیں۔ انسان کی صورت میں کوئی خاص کمال شرافت کا نہیں۔ اور ہے تو وہ زائل ہونے والی چیز ہے لباس تو اس سے بھی عارضی چیز ہے۔ اگر کوئی لباس پر فخر کرنے لگے اور اپنی شرافت اس سے بیان کرے اس سے زیادہ احمق کوئی نہیں اس لئے لباس تو وہ خود ہی رات کو اُتار کے رکھ دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح کو شریف اور

رات کو رذیل یہ شرافت کس قسم کی ہوئی کہ اُسے آدمی اپنے ہاتھ ہی سے کھو دے؟ جو لوگ اپنی شرافت کو لباس سے ثابت کرتے ہیں وہ در حقیقت سمجھتے ہی نہیں کہ شرافت کسے کہتے ہیں۔ غرض انسانی شرافت کا تعلق لباس سے نہیں ہے۔

شرافت اسے کہتے ہیں

شرافت تو وہ ہے کہ آدمی زمین کے اوپر رہے جب بھی باکمال ہو اور اگر زمین کی تہہ میں اُتار دو جب بھی باکمال ہو کمال اسے کہتے ہیں نہ یہ کہ اِدھر جاؤ تو باکمال اور اُدھر کا رُخ کرلو تو بے کمال یہ کمال نہیں کہلاتا، کمال اپنی ذات کے اندر ہونا چاہیے اپنے اندر جوہر ہونا چاہئے یہ فی الحقیقت کمال ہے۔

(مخلصا از خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۱۸۲)

مرکز تجلیات ربانی

اللہ نے انسان کو دل ایک ایسی کائنات عطا کی ہے کہ اگر انسان دل کو سنوار لے تو شاید ہی نہیں بلکہ عیوب کی چیزیں بھی اس کے سامنے آتی ہیں۔ بڑے بڑے علوم اس پر منکشف ہوتے ہیں اسی واسطے فرمایا گیا کہ قلب فی الحقیقت عرش الرحمن ہے دنیا کے اندر عرش عظیم کی تمثال موجود ہے اور عرش کا کوئی نمونہ موجود ہے تو وہ انسان کا قلب ہے جسمیں تجلیات ربانی اُترتی ہیں۔ انسان کے ہاتھ پر تجلیات نہیں اُترتیں۔ انسان کے دماغ پر تجلیات نہیں اُترتیں۔ تجلیات ربانی کا اگر مرکز ہے تو وہ قلب ہے اس لئے کہ عرش الرحمن ہے تو کائنات آفاق میں عرش عظیم وہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت مستوی ہے جس کو فرمایا گیا اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی اور کائنات انفس میں عرش عظیم انسان کا قلب ہے جس پر رحمٰن کی تجلیات آتی ہیں تو

جس انسان کو قلب جیسی دولت دی جائے جس کے اندر غائب وشاہد کے سارے نقش ونگار ہوں اُسے کیا مصیبت پڑی ہے کہ وہ نقش ونگار میں گھومتا پھرے کہ

کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

اس کو ضرورت نہیں ہے اس کے لئے یہ موقع نہیں ہے اس کا توکام یہ ہے کہ اپنے دل کو صیقل کرے۔ ساری چیزیں خود بخود نظر آئیں گی۔

سیرت انسانی کا جوہر اول

اور پھر جب اس میں چیزیں منکشف ہو جائیں گی اور علم و معرفت کا کمال پیدا ہو جائے گا تو کہا جائے گا۔ کہ اب اس میں انسانیت آئی ہے، اب اس کے لئے شرافت کا راستہ کھلے گا۔ تو انسان نہ اپنے مادے سے افضل بنتا ہے نہ اپنی صورت سے افضل بنتا ہے، نہ اپنے لباس سے افضل بنتا ہے، بنتا ہے تو اپنے دل سے افضل بنتا ہے اور دل کب افضل بنتا ہے، اس وقت افضل بنتا ہے جب عرش الرحمن بن جائے، اور اللہ تعالیٰ کی علمی تجلیات اس پر آنے لگیں، اللہ کی معرفت اس کے اندر اُتر جائے تب کہا جائے گا کہ اب انسان حقیقی معنی میں انسان بنا ہے۔ تو صورت سے آدمی آدمی نہیں بنتا سیرت سے بنتا ہے اور سیرت کا پہلا رکن علم ہے اگر علم نہیں بلکہ قلب میں جہالت پڑی ہوئی ہے تو سیرت کا ابتدائی زینہ طے نہیں ہوا۔

غرض سیرت انسانی کا پہلا رکن یہ ہے کہ اس کے اندر علم ہو جہالت سے سیرت نہیں بنتی۔ علم سے سیرت بنتی ہے بے بصیرتی سے سیرت نہیں بنتی بصیرت سے بنتی ہے اور بصیرت کا مرکز انسان کا قلب ہے علم و معرفت کا مرکز انسان کا قلب ہے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''النَّاسُ کُلُّھُم ہالِکونَ اِلاَّ العالِمُونَ'' سارے انسان ہلاک ہونے والے ہیں، سارے انسان تباہ وبرباد ہیں اگر بچنے والے ہیں تو اہل

علم ہیں جو بچیں گے تو انسان کے معنی کیا ہیں ؟ مادے کے لحاظ سے انسان صورت کے لحاظ سے انسان لباس کے لحاظ سے انسان ؟ فرماتے ہیں ان میں سے کوئی چیز نجات دینے والی نہیں ہے۔ خوبصورتی نجات نہیں دلائے گی۔ یہ گندے مادے نجات نہیں دلائے گے۔ یہ فاخرہ لباس نجات نہیں دلائیں گے۔ اگر نجات دلانے والی چیز ہے تو علم ہے جس سے انسان حق وباطل کو پہچانے صحیح اور غیر صحیح میں فرق کرلے۔ جائز اور ناجائز کا امتیاز کرلے اگر اس میں یہ امتیاز نہیں اور حلال اور حرام کی تمیز نہیں کھانا جانتا ہے مگر حلال اور حرام کو نہیں جانتا۔ پہننا جانتا ہے مگر حلال اور حرام کو نہیں جانتا پھر بیل میں اور انسان میں کیا فرق ہے۔

بیل بھی کھانا جانتا ہے مگر جائز اور ناجائز نہیں ، بیل تو مکان چاہتا ہے جسمیں رہے مگر حلال وحرام کو نہیں جانتا۔ غیر کا مکان ہو جب بھی آجائے گا۔ اپنے مالک کا مکان ہو جب بھی کھڑا ہو جائے گا۔ اپنے مالک کا کھیت ہو جب بھی منہ مارے گا۔ اور غیر کا کھیت ہو جب بھی منہ مارے گا۔ اسے جائز اور ناجائز کی تمیز نہیں۔ آخر بیل ہی تو ٹھہرا۔ اگر انسان میں بھی جائز وناجائز کی تمیز نہ ہو، حلال وحرام کا متیاز نہ ہو، تو بیل اور انسان میں کوئی فرق نہیں حیوانیت محضہ ہے تو انسان انسان جب بنتا ہے کہ جب اس کے اندر علم آجائے۔

(از خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۱۹۹ تا ۲۰۱)

سیرت انسان کا دوسرا جوہر

لیکن اگر آپ غور کریں تو علم محض نجات دلانے کی چیز نہیں ہے بلکہ جتنا علم زیادہ ہو گا۔ زیادہ ہلاکت کا اندیشہ ہے کیوں ؟ اس واسطے کہ علم سے مقصد فی الحقیقت عمل ہے اگر علم پر عمل مرتب نہ ہو۔ تو کہا جائے گا۔ یہ علم لغو، بیکار، اور فضول ہے علم کی غرض وغایت اس کا استعمال میں لانا ہے اسپر عمل کرنا ہے۔ الشیئُ إذا خَلا عَنِ الغَایةِ لغَا جب شئ اپنی غرض وغایت سے خالی ہو جاتی ہے وہ لغو اور بیکار

ہو جاتی ہے۔ گھوڑے کی غرض وغایت یہ ہے کہ اس پر سواری ہو جب وہ سواری نہ دے اور بدکنا شروع کرے۔ کھانے کو سینکڑوں روپے روز کھاجائے۔ جب مالک سواری کے لئے آئے دولتیاں مارنا شروع کرے تو کہا جائے گا۔ کہ گھوڑا کی غرض وغایت حاصل نہیں ہوئی یہ گھوڑا گولی مار دینے کے قابل ہے حالانکہ گھوڑا موجود ہے اور عمدہ شکل میں ہے مگر جتنی شکل ہو گی آقا کو اور بری معلوم ہو گی جب عرض پوری نہیں ہو گی غرض اس سے یہ ہے کہ سواری کا کام دے تو جب شئ اپنی غرض سے خالی ہو جاتی ہے وہ لغو بن جاتی ہے اور گولی مار دینے کے قابل ہوتی ہے۔

غرض جب شئ اپنی غرض وغایت سے خالی ہو جاتی ہے تو لغو اور بیکار بن جاتی ہے اسی طرح علم اگر عمل کا فائدہ نہ دے تو وہ لغو اور بیکار ہے وہ وبال جان بن جائے گا۔ اور فضول ہو جائے گا تو جب تک علم پر عمل کی غایت مرتب نہ ہو علم بے کار ہے اس سے معلوم ہوا علم محض انسان کو نجات نہیں دلا سکتا۔ نجات دلانے والی چیز انسان کا عمل ہے جو اس علم کے مطابق ہو یہ اصل میں نجات دینے والی چیز ہے۔ اس واسطے سید الانبیاء والمرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الناسُ کُلُّھُم ھَالِکون إلا العالمون انسان سب کے سب تباہ وبرباد ہیں وہ بچیں گے کون صرف علم والے اور پھر فرماتے ہیں والعالِمُوْن کلُّھُم ھَالِکُون إلا العامِلُون علماء بھی سب کے سب تباہ وبرباد ہیں وہ بچیں گے جو اپنے علم پر عمل کرنے والے ہوں گے، تو عمل نجات کا ذریعہ ہے محض کورا علم نجات کا ذریعہ نہیں ہے۔

تجمل علم کا فتنہ

راہ علم تو تجمل ہے اور ایک ترفع ہے، حدیث میں فرمایا گیا کہ اخیر زمانے میں علم تجمل کا ذریعہ بن جائے گا۔ جیسے انسان اپنے کپڑوں سے زینت حاصل کرے گا اسی طرح علم سے بھی زینت حاصل کرنے کی فکر میں لگا

ہوا ہو گا علم کو استعمال میں لا کر انسان نجات کی طرف نہیں چلے گا بلکہ فخر ومباہات کا ذریعہ بنا لے گا تو ایسا علم انسان کے اوپر وبال جان ہے۔ اس لئے فرمایا کہ علماء سب کے سب تباہ وبرباد ہیں اگر اپنے علم پر عمل کرنے والے نہ ہوں ۔ گویا انسانیت کی غرض وغایت علم ہے اور علم کی غرض وغایت عمل ہے اگر علم نہیں تو انسانیت لغو ہے۔ اگر علم ہے اور عمل نہیں تو علم لغو اور بیکار ہو گیا۔ غرض علم پر عمل نجات کا ذریعہ ہے۔

سیرت انسانی کا تیسرا جوہر

اگر آپ غور کریں تو عمل بھی نجات کا ذریعہ نہیں ہے اس واسطے کہ عمل ایک ڈھانچہ ہے جب تک اس کے اندر روح نہ ہو وہ محض ایک لاش ہے کارآمد ثابت نہیں ہو سکتی۔ اگر کسی ڈھانچہ میں روح موجود نہ ہو وہ اس قابل ہے کہ اُسے جلد از جلد زمین میں دفن کر دیا جائے اگر وہ لاش یوں ہی پڑی رہے گی تو پھولے گی پھٹے گی بدبو پیدا ہو گی دماغ خراب ہوں گے تو لاش کے لئے سب سے پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ اُسے جلد سے جلد خاک میں ملا دیا جائے جلد سے جلد اُسے دریا برد کر دیا جائے ورنہ دنیا کا دماغ صحیح سالم نہیں رہے گا اسی طرح سے عمل ایک لاش اور ایک ڈھانچہ ہے اگر اس کے اندر روح موجود ہے تو وہ اخلاص للہ کی ہے کہ وہ خالص اللہ کے لئے ہو اس میں شرک کا شائبہ بھی نہ ہو۔ اگر اس میں شرک کا شائبہ ہے کچھ غیر اللہ کے لئے ہے یا وہ عمل مشترک ہے کہ کچھ اللہ کے لئے ہے کچھ غیر اللہ کے لئے ہے تو درحقیقت وہ عمل بے روح کا ایک ڈھانچہ ہے اور وہ عمل سوائے اس کے کہ پھولے پھٹے سڑے اور گلے آخرت میں اس کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہو گی۔ تو عمل کی روح اخلاص للہ ہے کہ خالص اللہ کے لئے ہو، اس میں غیر کی رضا کی آمیزش نہ ہو۔

رضائے خلق کا طریق

بلکہ غیر بھی جب ہی راضی ہو گا، جب اس کی رضا پیش نظر نہ ہو، کیونکہ جب اللہ کی رضا پیش نظر ہو گی، اغیار بھی راضی ہوں گے۔ اور اگر صرف غیروں کے راضی کرنے کی فکر کرو گے نہ وہ راضی ہوں گے نہ اللہ راضی ہو گا تو کوئی بھی راضی نہ ہوا۔ اور خدا کو راضی کرنے کی فکر کی تو غیر بھی راضی ہو جائے گا انسان بھی راضی ہو جائے گا۔ انسان ہی نہیں بلکہ حیوان بھی راضی ہو جائے گا۔ نباتات بھی راضی ہوں گے، جمادات بھی راضی ہو جائیں گے۔ مَن کَان لِلّٰہِ کَان اللہ لہٗ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ جس کا اللہ ہو جائے ساری کائنات اسکی ہو جاتی ہے۔ اس سے سرتابی نہیں کر سکتی تو

شعر

تو از حکم داور گردن ہیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

تیرا کام یہ ہے کہ مالک کے حکم سے گردن مت پھیر۔ اگر تو نہ پھرا تو ساری گردنیں تیرے آگے جھک جائیں گی۔ اور اگر تو نے مالک سے گردن پھیر لی تو ساری گردنیں تیرے سے الگ ہو جائیں گی اور اکڑ جائیں گی۔ بہر حال اللہ کو راضی کرے گا تو مخلوق خو بخود راضی ہو جائے گی۔ اور وہ راضی نہ ہوئے تو کوئی بھی راضی نہیں ہو گا۔ اس ایک کو آدمی پکڑے۔

مالک کی نگاہ کی عظمت

ہارون الرشید کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے دربار میں ایک دفعہ جوش میں آکر اعلان کیا کہ آج جو شخص جو کچھ مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا۔ لوگوں نے مانگنا شروع کیا کسی نے کہا مجھے گورنری دے دیجئے اس نے کہا دے دی کسی نے کہا مجھے فلاں قلعہ دے دیجئے اس نے کہا میں نے دے دیا کسی نے کہا مجھے دس لاکھ

روپے دیدیجئے اس نے کیا میں نے دے دیا ہر ایک نے اپنی اپنی مراد پیش کرنی شروع کی اور بادشاہ نے پوری کرنی شروع کی۔ہارون الرشید کی پشت پر ایک باندی کھڑی ہوئی پنکھا جھل رہی تھی تو ہارون نے کہا تو نے اب تک کچھ نہیں مانگا۔اس نے کہا ان احمقوں کو نمٹنے دو، اس کے بعد مانگوں گی، ہارون الرشید نے کہا اچھا یہ میری دولت کے امراءوزراءسب کے سب احمق ہیں اس نے کہا سب پاگل اور بے وقوف ہیں انہیں مانگنا ہی نہیں آتا۔ہارون الرشید نے سمجھا کہ ناقص العقل تو ہے ہی کون اس کے منہ لگے خاموش ہو گئے لوگ مانگنے پر کھڑے ہوئے تھے کسی نے کچھ مانگا کسی نے کچھ مانگا وہ دیتے رہے جب سب نمٹ گئے تو ہارون الرشید نے کہا اب تو مانگ کیا مانگی ہے۔اس نے کہا سارے بے وقوف تو نمٹ چکے ہیں اب میرے مانگنے کا موقع ہے کیا آپ مجھے دیں گے ہارون الرشید نے کہا میں تو اعلان کر چکا ہوں کہ جو کوئی آج مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا۔اس نے جا کر ہارون الرشید کی کمر پر ہاتھ رکھ دیا کہ میں تو آپ کو مانگتی ہوں آپ میرے ہو جایئے۔اس واسطے کہ جب آپ میرے ہیں۔تو قلعے بھی میرے ہیں خزانے بھی میرے ہیں۔رعایا بھی میری، ملک بھی میرا، اگر آپ میرے نہیں ہیں۔تو خزانہ آئے گا نہیں اگر آئے گا تو پھر چھن جائے گا۔اس لئے میں تو آپ کو مانگتی ہوں تو اس نے کہا جتنے مانگنے والے تھے اُن میں سے جس نے دس لاکھ مانگے اُسے دس لاکھ مل گئے آگے کچھ نہیں ملا کسی نے قلعہ مانگا آپ نے قلعہ دے دیا آگے اس کو کچھ چیز نہ ہوئی میں نے جو چیز مانگی وہ مل گی تو ساری چیزیں میری اور میں نے ان کو بے وقوف اس لئے کہا کہ اگر دس لاکھ مل گئے تو دس لاکھ ہی ہوئے زائد تو نہ ہوئے اور وہ دس لاکھ بھی معرض خطر میں ہیں اس لئے اگر ہارون الرشید کی نگاہ پھر گئی۔اور اس کہہ دیا کہ ان سے چھین لو اور قلعہ دیا تھا بعد میں نگاہ پھر گی تو قلعہ بھی چھن جائے گا اگر وزارت دی تھی بعد میں نگاہ پھر گی تو بادشاہ کہہ دیں گے کہ اس سے عہدہ چھین لو تو اصل میں تو بادشاہ

اور صدر کی نگاہ ہوتی ہے اس کو دیکھا جاتا ہے اگر یہ قائم ہے تو سب چیزیں ہیں اگر وہ نہیں ہے تو کسی چیز کے آپ مالک نہیں بن سکتے۔

تسخیر خلائق

یہی حالت ہے اللہ والوں کی اور دنیا والوں کی کہ دنیا والے کوئی قلعہ مانگتا ہے کو لاکھ مانگتا ہے، کوئی کروڑ مانگتا ہے اور اللہ والے کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں تو آپ درکار ہیں اور کوئی درکار نہیں، جب مل گئے ساری دنیا ہماری سارے قلعے ہمارے سارے ملک ہمارے ساری مخلوق ہماری جانور بھی ہمارے سامنے سر جھکائیں گے اور انسان بھی حضرات انبیاء علیہم السلام اگر جمادات کو حکم کرتے ہیں وہ فرمانبرداری کا کرنا اپنا فخر جانتے ہیں ۔حدیث میں فرمایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو استنجاء کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور ریگستان چٹیل میدان تھا، درخت اور سایہ دور دور تک میلوں پر تھے۔ آپؐ نے دو درختوں کو اشارہ فرمایا تو ادھر سے وہ درخت دوڑتا ہوا چلا آرہا ہے اور ادھر سے وہ درخت دوڑتا ہوا چلا آرہا ہے دونوں نے مل کر اپنی شاخیں ملادیں۔ اور اس طرح سے ملادیں کہ ہر طرف سے بالکل پردہ سا ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضروریات سے فارغ ہوئے اس کے بعد اشارہ فرمایا وہ درخت اپنی جگہ چلا گیا یہ درخت اپنی جگہ چلا گیا۔ حکومت تو یہ ہے کہ ساری کائنات پر حکمرانی ہے اور کیوں ہے؟ اس لئے کہ جو کائنات کا مالک ہے اُسے اپنا لیا تو ساری چیزیں اپنے قبضے میں آگئیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی بڑی شان اور بڑے رتبے ہیں اُن کے خدام اور غلام ور اُن کے اولیاء کرام کی بھی بڑی شان ہے کہ جب وہ اپنے کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں تو ساری کائنات ان کی تعمیل حکم کرنا اپنا

فخر جانتی ہے۔ جمادات بھی حاضر، نباتات بھی حاضر، اور انسان بھی حاضر، سب چیزیں سامنے حاضر رہتی ہیں یہ اخلاص للہ کی برکت ہوتی ہے کہ اپنے کو خالص اللہ کے سپرد کر دے جس میں غیر کا شائبہ نہ ہو۔

قلبِ مشرک کا تذبذب

اس لئے کہ جب غیر کا شائبہ ہو گا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دو آقاؤں کا غلام کسی آقا کی خدمت نہیں کر سکتا جو چند آقاؤں کا غلام ہو گا تو ایک کی خدمت کی طرف جائے گا تو اُسے ڈر ہو گا کہ دوسرا ناراض نہ ہو جائے اس کی خدمت کی طرف جائے گا تو فکر پڑے گی کہ تیسرا ناراض نہ ہو جائے۔ اور سب کو ایک وقت میں راضی رکھنا مشکل ہے تو نتیجہ یہ کہ چار آقاؤں کا غلام کسی ایک کی خدمت نہیں کر سکتا خادم وہی ہو گا جو ایک کا غلام ہو سب سے کٹ کر ایک کا ہو جائے مرتا ہوں تو اس کے لئے جیتا ہو تو اس کے لئے اس کے قلب میں قوت ہو گی اس واسطے کہ قوت کا مرکز اخلاص ہے اور قوت یقین سے پیدا ہوتی ہے۔

تردُّد اور تذبذب سے قلب میں ضعف پیدا ہوتا ہے تو مشرک کے دل میں کبھی جان نہیں ہو سکتی اور موحد کبھی ضعیف القلب نہیں ہو سکتا موحد کے قلب میں اسکی توحید کی وجہ سے قوت ہوتی ہے اور مشرک کے دل میں جان نہیں ہو سکتی جس کے کروڑوں خدا ہوں، وہ کسی ایک طرف جھکے گا تو دوسرے کی فکر پڑے گی اس کے دل میں جان نہیں رہے گی ہمیشہ ڈانواں ڈول رہے گا۔

قلب موحد کا یقین

اور موحد کے قلب کے اندر قوت ہوتی ہے تو موحد اس کو ہی کہتے ہیں جو ایک کا ہو کر بقیہ سے قطع نظر کرے۔

موحد چہ بریائے ریزی زرش
کہ فولاد ہندی نہیں برسرش
امید وہراسش نباشد زکس
ہمیں است بنیاد توحید وبس

موحد کسے کہتے ہیں؟ کہ اس کے قدموں پر لاکھوں روپیہ ڈال دویا اس کے سر پر فولاد ہندی کی تلوار لے کر کھڑے ہو جاؤ اُسے نہ کسی کا ڈر ہو گا، نہ کسی سے امید ہو گی، وہ تو ایک کا ہو چکا ہے نہ طمع مائل کر سکے گی نہ خوف مائل کر سکے گا۔

روحِ عمل

تو ایک کا ہو جانا اسی کے معنی ہیں اخلاص اور عمل کے اندر اخلاص سے روح پیدا ہوتی ہے جس عمل کے اندر شرک کا شائبہ ہو وہ عمل اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتا۔ اس میں روح ہی نہیں ہے۔ اور شرک فقط یہی نہیں ہے کہ آدمی دو خدا مانے، خدا کو ایک مانے صفات میں شرک اختیار کرے یہ بھی شرک ہے۔ افعال میں ایک مانے تو ذات بھی ایک، صفات بھی ایک، صفات میں بھی اور وحدانیت اور افعال میں بھی۔ لیکن عبادت میں شرک کرنے لگے کہ دو کے سامنے سجدہ کرے یہ بھی شرک ہے اور میں کہتا ہوں کہ ظاہر میں سجدہ بھی ایک ہی کے سامنے کرے تب بھی شرک کا ایک مقام ہے جس سے بچنا ضروری ہے وہ یہ کہ آدمی اللہ کی عبادت کر رہا ہے مگر دل میں یہ خیال ہے کہ لوگ مجھے سمجھیں کہ بڑا عبادت گزار ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ریا سب سے بڑا شرک ہے۔ دیکھنے میں شرک معلوم نہیں ہوتا مگر حقیقت میں شرک ہے اور حدیث میں ارشاد ہے الشرکُ أخفٰی مِنۡ دبیبِ النَّمۡلِ بعض شرک ایسا دقیق ہوتا

ہے جیسا کہ چکنے پتھر کے اوپر چیونٹی چلے۔ تو اسکے کھسکھساہٹ اتنی دقیق ہوتی ہے کہ کان نہیں سن سکتے تو جیسے اس کا ادراک نہیں ہوتا اس شرک کا بھی ادراک نہیں ہوتا اس کو یکتا جانے، صفات میں بھی یکتا جانے ریا دکھلاوا بھی نہ ہو۔

مگر پھر بھی ایک درجہ شرک کا ہے اور وہ یہ کہ اس کے اندر عجب موجود ہو۔ یعنی عبادت کرتے وقت یہ خیال موجود ہو کہ بڑا کام کر رہا ہوں۔ کون ہے جو میرے برابر عبادت کر سکے یہ جو عجب اور خود بینی پیدا ہوئی یہ بھی اس سے زیادہ دقیق قسم کا شرک ہے جو عمل کو ضائع کرے گا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ عمل کا ضائع ہونا شرک سے ہے اور عمل کی بقاء اخلاص سے ہے۔ تو جس چیز سے شئ کی بقا ہوتی اسی کو روح کہا جاتا ہے بدن روح سے باقی رہتا ہے اگر عمل اخلاص سے باقی ہو تو اخلاص عمل کی روح ہے۔ جب تک اخلاص نہیں ہو گا عمل قابل قبول نہیں ہو گا۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ والعامِلُون کلّھم ھالِکُوْن إلاّ المخلِصُونَ عمل کرنے والے بھی سب کے سب ہلاک و برباد ہیں مگر اخلاص سے عمل کرنے والے بچیں گے۔

جن کے اندر خلوص نیت اور اخلاص موجود ہو گا تو انسان کے لئے نجات کی کوئی صورت نہیں نجات کا اولین درجہ علم ہے، علم بھی کارآمد اور کافی نہیں ہے۔ دوسرا درجہ عمل ہے عمل بھی کار آمد نہیں۔ تیسرا درجہ اخلاص کا ہے جب یہ تینوں چیزیں جمع ہو جائیں علم بھی ہو، عمل بھی ہو، خلوص بھی ہو تو کہا جائے گا کہ اب انسانیت کے جوہر اس کے اندر محقق ہو گئے اب اس میں انسانیت اور کمال انسانیت آ گئی۔

سیرت انسانی کا چوتھا جوہر

اگر غور کیا جائے تو اب بھی ایک چیز باقی رہ گئی اگر وہ نہ ہو پھر یہ تینوں چیزیں اکارت بن جاتی ہیں۔ یہ تینوں ضائع ہو جاتی ہیں نہ علم نجات دلائے گا، نہ عمل، نہ اخلاص للہ جب تک وہ چوتھا جوہر موجود نہ ہو، اور وہ کیا

ہے ؟ایک آدمی علم رکھتا ہے بڑا اچھا عالم ہے، عمل بھی کر رہا ہے، اور مخلصانہ عمل کر رہا ہے لیکن اس عمل کے بعد مطمئن ہو بیٹھا تو نجات تو میرے گھر کی باندی ہے وہ تو ملے گی۔ اللہ سے بے فکر ہو بیٹھا یہ نہیں جانتا کہ جس نے اخلاص دیا ہے اگر وہ کل کو ناخوش ہو جائے اور یہ چھین لے تو میری کیا گت بنے گی۔ جسے دینا آتا ہے اُسے لینا بھی آتا ہے، جو علم دے سکتا ہے وہ لے سکتا ہے جو اخلاص کا عطیہ بخشنے والا ہے وہ اُسے چھین بھی سکتا ہے اس لئے مخلص کا کام یہ ہے کہ ۲۴ گھنٹے مؤدبانہ کھڑا رہے کہ کہیں مالک کی نگاہ بدل نہ جائے۔ اور یہ ساری نعمتیں مجھ سے سلب ہو جائیں تو جب تک انسان کے اندر مالک کے راضی رکھنے کا فکر نہ ہو۔ وہ اطمینان سے نہ بیٹھے فکر میں رہے کہ معلوم نہیں کل کو کیا بات پیش آئے اپنے علم کے اوپر غرہ نہ کرے اپنے عمل کے اوپر غرہ نہ کرے۔ اپنے اخلاص کے اوپر غرہ نہ کرے اسے توفیق خداوندی سمجھے، اگر ذرہ غرہ کر لیا اور یہ سمجھ لیا کہ علم میرا ہے اور یہ ہنر میرا ہے یہ عمل میرا ہے یہ اخلاص میرا ہے بس یہ اس نے عمل کو اکارت کیا۔ تو یہ سمجھنے کے بجائے یہ سمجھے کہ یہ توفیق خداوندی ہے یہ عطیہ الٰہی ہے اور جو دینا جانتا ہے وہ چھیننا جانتا ہے میں چوبیس گھنٹے اسکی چوکھٹ پر حاضر رہوں۔ ایسے نہ ہو کہ اسکی نگاہ بدل جائے اور یہ ساری نعمتیں مجھ سے چھن جائیں۔ اس کا نام فکر ہے جب تک یہ فکر نہ ہو اور جب تک اس میں بے اطمینانی کی کیفیت یعنی تفکر کی کیفیت نہ ہو۔ اس وقت تک بقائے علم بقائے عمل اور بقائے اخلاص کی کوئی صورت نہیں۔

مدار نجات فضل ہے عمل نہیں

سیّد الانبیاء وخاتم الرسل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَنْ یُنْجِی أَحَدَ کُمْ عَمَلُهُ تم میں سے کسی کو تمہارا عمل نجات نہیں دلانے والا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے

یہ حدیث سنکر عرض کیا ولا أنتَ یا رسُولَ اللّٰہ ؟یارسول اللہ کیا آپ کا عمل بھی آپ کو نجات نہیں دلائے گا۔؟ جس عمل کی قیمت وہ ہے کہ سارے آسمان اور زمین تُل جائے تو ایک سجدے کی قیمت نہ پڑسکے وہ عمل بھی نجات نہیں دلائے گا۔ فرمایالا إلا أن یتغمّدني اللّٰہ برحمتِہ مجھے میرا عمل نجات نہیں دلائے گاجب تک اللہ کافضل دستگیری نہ کرے۔ توجب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں تومیری اورآپ کی کیاحقیقت ہے کہ ہم اپنی کسی عبادت کے اوپر غرہ کریں تواصل میں اس عابد کوبتلاناتھاکہ عمل نجات دہندہ نہیں ہے فضل خداوندی نجات دہندہ ہے۔

پچھلی امتوں میں ایک عابد گزراہے اسکاواقعہ حضرت قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہ نے اس سے ماقبل میں بیان فرمایااس عابد کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔ اسی جلد نمبر ۷ ص ۲۱۷ تا ۲۲۲ تک واقعہ اس عابد کا بیان فرمایاہم نے اختیار کے پیش نظر یہ واقعہ ذکر نہیں کیا قارئین کرام خطبات حکیم الاسلام جلد نمبر ۷ ص ۲۱۷ ملاحظہ فرمالیں۔

توفیقِ عمل علامتِ فضل ہے

مگر بھائی اس کا یہ مطلب مت سمجھ کہ جب عمل سے نجات نہیں ہوتی تو لاؤ پھر آج سے عمل وغیرہ سب چھوڑ دو نہ نماز، نہ روزہ، نہ زکوٰۃ اس لئے کہ نجات تو عمل سے نہیں ہے وہ فضل سے ہوگی، اور فضل کے بارے میں کسے پتہ ہے کہ کس پر ہوگا اس کے سہارے بیٹھے رہنے سے کیافائدہ ؟ جس کی نجات ہونی ہوگی فضل سے ہوجائے گی نہیں ہونی ہوگی نہیں ہوگی عمل توکارآمد ہے نہیں تو یہ نتیجہ مت نکال لینا۔

بے شک عمل نجات دلانے والا نہیں، عمل سے نجات نہیں ہوگی فضل سے ہو، مگر فضل کے پہچاننے کا طریقہ درحقیقت عمل ہے اور اگر عمل کررہاہے تو یہ علامت ہے کہ اللہ کافضل متوجہ ہے اور جو عمل نہیں

کر رہا تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کے اوپر اللہ کا فضل متوجہ نہیں ہے تو نجات دینے والا فضل ہے مگر فضل کی علامت عمل ہے۔ اگر عمل نہیں تو فضل بھی نہیں ہے اس واسطے عمل مت ترک کیجئے یہ مت سمجھ لینا کہ جب عمل سے نجات نہیں تو عمل کو چھوڑ دو بے شک عمل نجات دہندہ نہیں فضل ہے مگر فضل کی علامت عمل ہے، عمل ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ فضل خداوندی متوجہ ے دنیا میں فضل علامت یہ ہے کہ توفیق مل رہی ہے اور آخرت میں فضل کی علامت یہ ہے کہ جنت مل رہی ہے اور نعمتیں مل رہی ہیں دونوں جہانوں میں دستگیری کرنے والا فضل ہے عمل بھی تو فضل ہی سے کرتے ہیں۔ فضل متوجہ نہ ہو تو آپ عمل کیسے کریں؟ اس لئے کہ عمل توفیق سے کرتے ہیں، توفیق دینے والے وہ ہیں تو فضل ان کی طرف سے متوجہ ہو گیا اگر توفیق نہ دیں تو آدمی عمل نہیں کر سکتا تو سب سے بڑی نعمت انسان کے حق میں توفیق ہے۔

روح شکر

حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے فرمایا اِعۡمَلُوۡا اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا اے داؤد ہمارا شکر ادا کرو۔ تو حضرات انبیاء علیہم السلام اللہ کے کلام کو پورا سمجھتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ بے شک میں شکر ادا کروں گا۔ میرا فرض ہے کہ میں ادا کروں۔ یوں بھی فرض تھا اور جب آپ حکم دے رہے ہیں تو بالکل ہی فرض ہو گیا۔ مگر سوچ رہا ہوں کہ شکر ادا کروں تو کس طرح ادا کروں؟ اس واسطے کہ جب شکر ادا کرنے بیٹھوں گا تو اس شکر ادا کرنے کی توفیق بھی تو آپ ہی دیں گے۔ تو وہ توفیق ایک نعمت ہے پھر اس نعمت کا مجھے شکر ادا کرنا چاہئے اور جب اس نعمت کا شکر ادا کرنے بیٹھوں گا اس شکر کی توفیق پھر آپ دیں گے تو پھر ایک نعمت بن گئی۔ تو اس سے پہلے اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور جب اس نعمت کا شکر

ادا کروں گا وہ بھی توفیق آپ دیں گے تو وہ نعمت ہو گی تو اس سے پہلے ایک اور شکر نکلا تو ہر شکر سے پہلے ایک اور شکر نکلتا ہے میں شکر کی ابتداء کروں تو کس طرح کروں؟ میں تو اداء شکر سے عاجز ہوں اُدھر سے جواب آیا اے داؤد اگر تو نے یہ سمجھ لیا کہ تو ہمارے شکر ادا کرنے سے عاجز ہے تو اپنی ہار مان لینا یہی شکر کی ادائیگی ہے تو شکر ادا کر دیا۔ کوئی بندہ اللہ کا حق ادا نہیں کر سکتا ہم تو فرض ادا نہیں کر سکتے حق تو کیا ادا کریں گے عاجز ہیں اس عجز کو سمجھ لینا کہ ہم عاجز ہیں یہی شکر کی ادائیگی ہے اپنی ہار مان کے کہ میں عاجز ہوں۔

سَند شکر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الحامدین ہیں جن سے بڑھ کر اللہ کی حمد و ثنا کرنے والا عالم میں کوئی نہیں اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہتے ہیں کہ اللّٰھُمَّ لاَ اُحْصِیْ ثناءً علَیْکَ أنتَ کَمَا أُثْنَیْتَ علَی نَفْسِکَ اے اللہ میں تیری حمد و ثناء کا شمہ بھی نہیں ادا کر سکتا میں تیری حمد و ثناء کا احصا ہی نہیں کر سکتا۔ بس مختصر یہ ہے کہ تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنے آپ کو فرما دیا میں عاجز ہوں کہ تیری حمد اور تیری ثنا و صفت کو ادا کر سکوں اس لئے کہ وہ لا محدود ہے اور بندہ محدود ہے اس کا کمال محدود ہے اس کی عقل محدود، اور اس کی طاقت محدود، تو محدود سے لا محدود کی ادائیگی کیسے ممکن ہے؟ أنتَ کما أثنیتَ علی نفسِکَ یہ وہی عجز کا اعتراف ہے کہ میں تیری ثنا ادا کرنے سے عاجز ہوں۔ اسی کو سب سے بڑی سند سمجھا گیا جس نے ہار مان لی اور عجز تسلیم کر لیا وہی سب سے بڑا ثناء کرنے والا ہے میرا ہی ایک شعر ہے لمبی نظم تھی وہ میں بھول گیا ہوں اس میں سے ایک شعر مجھے یاد رہ گیا۔

خدا کی ثنا کامل یہی ہے
کہ ہم سے کچھ ثنا ممکن نہیں

ہم سے کوئی ثنا ممکن نہیں بس ثناء کا ادا کرنا ہے۔ بہر حال حق تعالیٰ شانہ جب فضل فرماتے ہیں پھر توفیق بھی دی جاتی ہے جب توفیق آتی ہے تبھی انسان عمل کرتا ہے تو عمل اُدھر سے ہوا ہماری طرف سے نہ ہوا۔

نفی عمل سے اثبات عمل

اسی واسطے اس عمل کو زیادہ قبول کرتے ہیں جس میں آدمی سمجھ لے کہ میں نے کچھ نہیں کیا اور جو خود کہے کہ میں نے سب کچھ کیا اُسے کچھ نہیں ملے گا۔ حدیث شریف میں فرمایا کہ اگر کوئی بندہ عمل کر کے غرہ اور غرور کرے اور یوں کہے کہ اے اللہ دیکھ میں نے تیری نماز پڑھی، میں نے حج کیا، میں نے جہاد کیا، میں نے یہ کام کیا، تو جواب میں فرماتے ہیں کہ نالائق تو نے کیا کیا، بدن کے اندر طاقت تو ہم نے دی تھی، توفیق تو ہم نے دی تھی، اردہ تو ہم نے پیدا کیا تو نے کیا کیا؟ اور اگر کوئی بندہ سب کچھ کر کے کہے کہ اے اللہ تیری ہی توفیق سے سب کچھ ہوا، میرا اندر کوئی طاقت نہیں۔ لاَ حَوْلَ ولا قوّۃَ إلاَّ بِکَ کوئی حول اور طاقت میرے اندر نہیں توفیق تیری، طاقت تیری، ارادہ وقتی تیرا، میں نے تو کچھ نہیں کیا۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ نہیں عمل تو تو نے ہی کیا، حرکت تو تو نے ہی کی، مسجد تک قدم اٹھا کر تو ہی گیا تھا، تو نے ہی سب کچھ کیا ہے۔ غرض جو اپنے عمل کی نفی کرتا ہے اس کا اثبات کرتے ہیں اور جو خود اثبات کرنے لگے اس کی نفی کر دیتے ہیں۔ جو نیچا بنے اُسے اُونچا اُٹھاتے ہیں، اور جو خود اُونچا بننے لگے اُسے زمین کے اوپر پٹخ دیتے ہیں۔ کسی شاعر نے خوب کہا کہ

پستی سے سربُلند ہو اور سرکشی سے پست
اس راہ کے عجیب تشیب وفراز ہیں

جو جتنا نیچا بنتا ہے اُسے اونچا بناتے ہیں اور جو خود اونچا بننے لگتا ہے اُسے زمین پر گرادیتے ہیں تو اونچا ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی نیچا بن جائے۔ بلند و بالا ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ پست بن جائے۔

(از خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۶۰۲)

طریق عزت

عزت والا ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ خود اپنی ذلت پیش کردے، عزت آجائیگی۔ اور جو خود اپنی عزت کو سراہنے لگے تو پھر ادھر سے پھٹکار برسے گی۔ ذلت برسے گی، اس لئے کہ کوئی عزت کا مستحق نہیں عزت تو اللہ کی ہے۔ جو اس کے آگے جھک جائے اس کے لئے عزت آتی ہے۔ فَلِلّٰہِ العِزَّۃُ ولِرَسولِهِ وللمؤمنین ولٰکِنَّ المنافقینَ لا یعلَمُونَ تو عزت اللہ کی ہے اُس کے رسول کی اور مومنین کی ہے۔ بہرحال طریقہ عزت کا یہ ہے کہ اپنی ذلت محسوس کرے، اگر کوئی مخدوم بننا چاہے تو اس کا طریقہ یہ نہیں کہ یوں کہے کہ دیکھو لوگو میں مخدوم ہوں تم سب میرے غلام ہو لوگ کہیں گے نامعقول تجھے شرم نہیں آتی ایسا کلام کررہا ہے، ہاتھ کے ہاتھ پست بن جائے گا۔ مخدوم بننے کا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کا خادم بن جائے۔ لوگ سروں پر اٹھائیں گے وہ خود ہی مخدوم بن جائے گا۔ تو مخدوم بننے کا طریقہ خادم بننا ہے نہ کہ مخدومی کا دعویٰ اور ادعا کرنا دعوٰی کرنے والے کو پٹخ دیا جاتا ہے۔

بہرحال فضل خداوندی ہوتا ہے تو توفیق بھی ملتی ہے، توفیق ملتی ہے تو عمل ہوتا ہے اور جس کی اس حقیقت پر نظر ہے کہ پہلے فضل آیا پھر توفیق آئی پھر میرے اندر ارادہ پیدا کیا گیا پھر میرے اندر طاقت پیدا کی گئی تب جاکے عمل ظاہر ہوا جو اس سلسلے کو جانتا ہے وہ کبھی دعویٰ نہیں کرے گا کہ میں نے عمل کیا، وہ تو یہ کہے گا یہ سب کچھ اوپر سے ہے میرے اندر تو کچھ بھی نہیں۔

سلسلہ عمل پر نگاہ کا ثمرہ

اب یہ تو اس کی ایسی ہی مثال ہو گی کہ دو آدمی کسی مجسٹریٹ کی عدالت میں آئیں اور یہ کہ دونوں کا دعویٰ ہو کہ جو کھتی کھڑی ہے اس کا دانہ میرا ہے وہ بھی کہے کہ میرا ہے اور یہ بھی کہے کہ میرا ہے تو ایک شخص سے مجسٹریٹ پوچھتا ہے کہ یہ زمین تمہاری ملکیت ہے کہ نہیں صاحب زمین کا میں مالک نہیں ہوں۔ بیج تم نے ڈالا؟ نہیں بیج بھی میں نے نہیں ڈالا، پانی تم نے دیا تھا؟ نہ صاحب پانی بھی اسی نے دیا تھا میں نے نہیں دیا تھا۔ چھ مہینے خون پسینہ تم نے ایک کیا تھا؟ نہیں صاحب وہ بھی اسی نے کیا تھا باقی دانہ میرا ہے۔ مجسٹریٹ کہے گا کہ اس پاگل کو کان سے پکڑ کر نکال دو نہ اسکی زمین، نہ اس نے بیج ڈالا نہ اس نے پانی دیا، نہ اس نے محنت کی اور دانے کا دعویدار ہے یہ کدھر سے دعویدار ہو گیا۔ جس کی زمین ہے جس نے بیج ڈالا جس نے محنت اٹھائی دانہ بھی اسی کا ہو گیا۔ ایک عمل کرنے والا دیکھتا ہے کہ میرے اندر طاقت نہیں ہے وہ بھی خدا نے دی، عمل کرنے کا ارادہ بھی میرا اپنا نہیں تھا وہ بھی خدا نے دیا، توفیق میں خود نہیں پیدا کی وہ بھی اسی نے دی باقی عمل کا مالک میں ہوں تو خدا کہے گا کہ نامعقول کو کان سے پکڑ کر نکال دو توفیق ہم نے دی، قوت ہم نے دی اردہ ہم نے دیا یہ عمل کا کیسے مالک بن گیا۔ اور جس کی نگاہ پورے سلسلے پر ہے کہ آپ ہی فضل کرنے والے آپ ہی توفیق دینے والے آپ ہی قوت بخشنے والے، آپ ہی کرایہ دینے والے میرا تو کچھ بھی نہیں یہ سب آپ کا فضل ہے تو پھر فرمائیں گے نہیں تو نے ہی عمل کیا و نے ہی حرکت کی تھی تو ہی چل کر گیا تھا۔ غرض جو اپنے آپ کو سراہتا ہے اُسے مٹا دیتے ہیں اور جو آپنے آپ کو مٹاتا ہے اُسے باقی کر دیتے ہیں اُسے اونچا اٹھا دیتے ہیں۔

دولت تفکر

عرض کرنے کا مطلب یہ نکلا کہ نہ علم میں نجات ہے نہ عمل محض میں نجات ہے،نہ اخلاص میں نجات ہے جب تک اس کے ساتھ فکر شامل نہ ہو۔ نہ غرور ہو،نہ اپنے اوپر اعتماد اور بھروسہ ہو،نہ اپنی عبادت اور عمل پر غرہ ہو۔ بلکہ ہر حالت میں اللہ پر بھروسہ ہو کہ میں نے کچھ نہیں کیا یہ انہیں کا دیا ہوا ہے اگر وہ چھین لیں تو میں کیا کروں گا یہ فکر جس کو دامن گیر ہو گا۔ اس کا اخلاق بھی کارامد نہ ہو گا اس کا عمل بھی کار آمد ہو گا اور اسکا علم بھی کارآمد ہو گا۔

روحانیت کے اربعہ عناصر

اب انسانی سیرت کے اجزائے ترکیبی چار نکل آئے۔ ایک علم صحیح اور علم انفع، ایک عمل صالح، ایک اخلاص کامل، اور ایک فکر سلیم یہ چار چیزیں انسان میں جمع ہوں گی تو کہا جائے گا کہ یہ صحیح قسم کا انسان ہے جس میں علم کے بجائے جہالت ہو گی کہیں گے یہ حیوان ہے علم ہو مگر عمل نہ ہو تو کہیں گے عالم بے عمل گردن زدنی ہے عمل ہے مگر منافق ہے مخلص نہں ہے تو کہیں گے نامعقول ہے مخلص بھی ہے مگر بے فکرا ہے تو کہیں گے نہایت غلط قسم کا انسان ہے جس میں علم بھی ہو عمل بھی ہو اخلاص بھی ہو اور آخرت کا فکر صحیح بھی ہو کہا جائے گا یہ قابل اعتماد انسان ہے۔ یہ ہے جسکی انسانیت کی داد دی جاسکے اور کہا جاسکے کہ یہ انسان ہے یہ انسانیت کے چار اجزاء نکلے اسی طرح سے انسانیت کے چار جوہر ہیں۔ علم نافع، عمل صالح، اخلاص کامل، اور فکر صحیح، یہ چار چیزیں اگر ہیں انسان تو کہا جائے گا ورنہ کہا جائے گا کہ حیوان ہے یا انسان نما حیوان ہے۔

کمال علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

بس جب یہ چار چیزیں معلوم ہو گئیں اور یہ انسانیت کا معیار ہے اس معیار کے اعتبار سے جانچا جائے تو سب سے زیادہ کامل اس معیار سے حضرات انبیاء علیہم السلام نکلتے ہیں۔ کہ جن کا فقط علم نافع نہیں بلکہ علم قطعی ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، کتابوں سے حاصل کیا ہوا علم نہیں بلکہ ان کے علم سے کتابیں بنتی ہیں وہ براہ راست اللہ کے سر چشمہ سے علم لیتے ہیں وحی کا علم اُن کے اوپر آتا ہے جو لازوال دولت ہے جو قطعی دولت ہے جس میں نہ شک کی آمیزش ہے نہ جہل وتردد کی آمیزش ہے نہ شبہات وخیالات کی آمیزش ہے خالص علم جو چشمہ وحی ے ہے وہ علم کامل اور علم قطعی ان کے قلوب مبارکہ میں ڈالا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وإنَّه لتنزِيلُ رَبِّ العٰلَمِيْنَ، نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الأمِيْن، عَلَى قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنذَرِيْنِ۔ یہ قرآن کریم، یہ اللہ کی نازل کردہ چیز ہے، اے پیغمبر یہ تمہاری بنائی ہوئی چیز نہیں ہے، انسانوں نے بیٹھ کر نہیں بنائی، یہ کسی پارلیمنٹ کا ریزولیشن نہیں ہے یہ کسی کمیٹی کی تجویز اور مشروعات میں سے نہیں ہے وإنَّهُ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ العٰلمِيْنَ یہ اللہ کا نازل کردہ کلام ہے۔

اور نازل کرنے والا اللہ اور کس کے ذریعے سے ؟

نزل به الرُّوح الأمين روح الامین اس کو لے کر آئے فرشتہ جس کی شان ہی امین ہے وہ اس کو لے کر آیا ہے اور کہاں لے کر آیا؟ علٰی قَلْبِکَ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر لا کر اُتار۔ جس قلب کے اندر غیر اللہ کے لئے گنجائش ہی نہیں تھی فقط ایک اللہ کے لئے وہ قلب مستعد تھا۔ تو اس قلب صافی کے اوپر جبریل امین لے کر آئے اور نازل کرنے والا اللہ ہے اور کیا لے کر آئے ؟ کلام خداوندی اور صفت

خداوندی لے کر آئے۔ اللہ کی ایک صفت لے کر آئے جو اس عبد پاک کے قلب پر ڈالدی گئی وہ صفت خداوندی سے متصف ہو گیا۔ اور وہ کمال خداوندی سے مکمل بن گیا۔ اور وصف الٰہی سے موصوف بنا اس پاک قلب کے اوپر یہ پاک چیز نازل کی گئی کہ اس علم کے اندر نہ شبہ کی گنجائش نہ شک کی گنجائش، نہ وہم کی آمیزش، نہ خیالات کی آمیزش، تو علم کے اعتبار سے دیکھا جائے تو قطعی اور اس کی کثرت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو أُتيتُ عِلْمَ الأولينَ والآخرين اگلے اور پچھلے سارے علوم ایک قلب مبارک میں جمع کر دیئے گئے۔ تو کمیت دیکھیں تو اتنی بڑی کہ عالم کے تمام علوم کا سر چشمہ قلب مبارک کو بنا دیا گیا۔ کیفیت کو دیکھا جائے تو اتنی قطعی کہ شبہ کے آمیزش کی گنجائش نہیں تو جس کا علم اتنا کامل ہو کہ نہ کیف اس میں نقص کی گنجائش نہ کما اس میں نقص کی گنجائش نہ عدد کے لحاظ سے کمی نہ کیفیت کے لحاظ سے کمی تو اس سے بڑھ کر عالم کون ہو گا۔

اسی واسطے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ مخلوقات کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عالم کوئی نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم الخلائق اور اعلم البشر ہیں سارے انسانوں میں سارے ملائکہ میں سب سے زیادہ علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ آپؐ کے علم کے مقابلہ میں ساری کائنات کا علم ایسا ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں قطرہ البتہ یہ ضروری ہے کہ اللہ کے علم کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایسا ہے جیسے سمندر کے سامنے قطرہ اس لئے جو فرق خالق اور مخلوق میں ہے وہی فرق خالق اور مخلوق کی صفت میں ہو سکتا ہے وہی فرق خالق و مخلوق کے علم میں ہو سکتا ہے لیکن مخلوق، مخلوق کو جب نسبت دی جائے تو نہ انبیاء علیہم السلام نہ ملائکہ نہ اولیاء میں کسی کے اندر کوئی اتنا بڑا عالم نہیں سب کے علوم کو جمع کیا جائے تو ایک ذات واحد امین بنی ہوئی ہے۔ تو جو اتنا بڑا عالم ہو، تو ظاہر بات ہے کہ النّاسُ کلهم هالكون

إلا العالمون سارے انسان تباہ وبرباد ہیں مگر علماء بچیں گے۔ تو علماء کے اندر اتنا بڑا عالم ہو کہ کائنات میں اس سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی نہ ہو۔ تو اس سے زیادہ درجہ نجات کا اور کسے مل سکتا ہے؟ اس سے بڑھ کر کمالات اور فوز وفلاح کا درجہ اور کس کے لئے ہو سکتا ہے؟ اور اس سے بڑھ کر کس کی سیرت اور مقدس ہو سکتی ہے۔ تو سیرت کا ابتدائی جز جو علم کامل تھا وہ اتنا ہے کہ عالم میں اس کی نظیر کوئی نہیں سیرت بھی ایسی ہوگی کہ عالم میں اس کی سیرت کی نظیر کوئی نہیں۔

سارے انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں کو دیکھو تو سیرت محمدیؐ کے مقابلے میں کوئی نسبت نظر نہیں آئے گی سارے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کے اخلاق دیکھو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کے سامنے کوئی نسبت نظر نہیں آئے گی۔

کمال عمل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سارے کاملین کے اعمال صالحہ کو دیکھو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل صالحہ کے مقابلے میں کوئی نسبت نہیں معلوم ہوگی۔ امت کا عقیدہ یہ ہے اور صحیح عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سجدہ ساری امت کے لاکھوں برس کی عبادات سے زیادہ ہے۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی صورت کو نہیں دیکھتے عمل کی حقیقت کو دیکھتے ہیں۔ جس عمل کے اندر اخلاص کامل اور معرفت کامل ہو وہی عمل وزن دار ہوتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عارف باللہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسن نیت رکھنے والا کون ہے؟ کہ جن جوتیوں کی نسبت سے لاکھوں مخلص بن گئے کروڑوں اخلاص والے بن گئے جن کی جوتیوں کے طفیل سے حسن نیت کے پہچاننے والے پیدا ہوئے کہ نیت کہتے کسے ہیں؟ حسن نیت کے معنی کیا ہیں؟ تو جس ذات بابرکات میں اخلاص وہ ہو جسکی نظیر نہ ہو اسکے عمل میں جتنا وزن ہوگا اس کا اندازہ

اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے ایک سجدے میں اتناوزن ہو گا۔ کہ عالم کے سارے سجدوں میں اتناوزن نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے ایک سجدہ عالم کے سجدوں سے بڑھ کر ہو گا تو سب سے بڑا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں ہے تو یہ سیرت مبارکہ کا ایک عنصر ہوا۔

معیار اعمل

دوسرا عنصر (سیرت مبارکہ کا) وہ عمل صالح ہے ظاہر بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل صالح سے بڑھ کر کس کا عمل صالح ہو سکتا ہے جو عمل کا معیار ہے اور اسوہ اور کسوٹی ہے عالم کے عمل کو پہچاننے کی کسوٹی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے کہ اس کے مطابق ہے تو مقبول ورنہ مردود غرض جس کا عمل معیار اور کسوٹی ہو۔ جس سے عمل کو پرکھ پرکھ کر عمل کو ناقص اور کامل کہہ سکیں۔ تو جس عمل کی حقیقت یہ ہے تو حقیقی معنی میں عمل وہی ہے اسکے مقابلے میں کوئی عمل عمل نہیں اس لئے کہ وہ عمل دوسرے اعمال کو بنانے والا ہے وہ عمل نہ ہو تو دوسروں کے عمل ہی نہ بنیں تو جو عملوں کا سرچشمہ اور تخم ہو کہ جس سے اعمال سرزد ہورہے ہوں ظاہر بات ہے کہ اس عمل کی عظمت اور قدر و قیمت کتنی ہو گی تو علم تو یہ کہ اولین وآخرین کے جامع ہوں اور عمل یہ کہ سب کے اعمال کا سرچشمہ ہوں اگر اس عمل پر منطبق ہیں تو وہ عمل ہیں ورنہ نہیں اس لئے سیرت (مبارکہ) کا دوسرا جوہر وہ عمل پاک ہے اس عمل کے بارے میں یہی کہا جائے گا اور یہی عقیدہ رکھا جائے گا اور یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر تھوڑا سا بھی عمل کریں۔ تو امت کے لاکھوں برس کے عملوں سے بھی وہ عمل اونچا ہے۔

امر حقیقت

اور عیاذاباللہ

یہ محض کوئی شاعریت نہیں ہے یا معاذاللہ محض حسن عقیدت سے نہیں کہا جارہا ہے بلکہ یہ امر حقیقت ہے۔ حدیث میں واقعہ فرمایا گیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی کے جانچنے کا ارادہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کیا ہے؟ تو تین آدمی آئے آپؐ بیتِ نبوّت میں موجود نہیں تھے بعض ازواج مطہرات سے پوچھا کہ حضورؐ کی گھریلو زندگی کیا ہے؟ اُن کے ذہنوں میں یہ تھا کہ گھر میں ہروقت تسبیح و تہلیل اور نماز میں مشغول رہتے ہوں گے۔ تو پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کیا ہے؟ تو حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ جیسے گھر ہستیوں کی زندگی ہوتی ہے وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز بھی پڑھتے ہیں، ذکر اللہ بھی کرتے ہیں، موقع اور ضرورت ہوتی ہے تو گھر میں جھاڑو بھی دے لیتے ہیں ،برتنوں کو مانجھ بھی لیتے ہیں، کپڑا پھٹ جاتا ہے تو بیٹھ کر سی بھی لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا بھی گانٹھ لیتے ہیں۔ ازواج مطہرات سے بیٹھ کر بات چیت بھی کرتے ہیں۔ کبھی کبھی مزاح بھی فرمالیتے ہیں کبھی ازواج مطہرت سے کہہ دیتے ہیں کہ کوئی کہانی سنادو کوئی قصہ سنادو تو جیسے گھر ہستیوں کی حالت ہوتی ہے ویسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ہے۔ تو سُن کر کأَنَّہُم تَقَالُّوْھا ان تینوں صاحبوں نے اس عمل کو کم سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کم ہے مگر اپنی طرف سے عذر یہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تو وہ ہے کہ اللہ نے آپکی اگلی اور پچھلی زلتیں پہلے ہی معاف کر دی ہیں۔ اس لئے اگر آپؐ بالکل ہی عمل نہ کریں تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقامات میں سب سے اونچے ہیں اور جنتوں میں سب سے اونچے ہیں۔ مگر یہ عمل کم ہے یہ وہ سمجھے گویا عذر بیان کر دیا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا بھی عمل نہ کریں تب بھی آپ کے مراتب میں فرق نہیں آسکتا۔

اس کے بعد تینوں نے باہم ایک دوسرے کے سامنے عہد کیا یہ عمل تو کم ہے جو حضور اقدس ﷺ کا ہے اب ہم اپنی کہ گھریلو زندگی کیسی بنائیں ؟ تو ایک نے کہا کہ أما أنا فاصلی اللیل أبدًا میں عہد کرتا ہوں کہ عمر بھر کبھی بھی نہیں سوؤں گا اور پوری رات نماز کے اندر مشغول رہوں گا۔ دوسرے نے کہا أنا أصُوم النہار أبدًا ولا افطر میں عہد کرتا ہوں کہ ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی بھی افطار نہیں کروں گا تیسرے نے کہا اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَداً میں عہد کرتا ہوں کہ عورتوں سے دور رہوں گا۔ اور کبھی بھی نکاح نہیں کروں گا۔ تو یہ ان تینوں نے باہمی عہد و پیمان کیا۔ ہمیشہ قیام وصیام اس شخص کی نسبت جو رات کو سوتا بھی ہو اور قیام بھی کرتا ہو دن کو روزہ بھی رکھتا ہو اور افطار بھی کرتا ہو بظاہر اونچے درجے کا عمل معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح نکاح کے بعد جو ذمہ داریاں اور بیوی بچوں کے مشاغل بڑھ جاتے ہیں اور عبادت کے لئے موانع پیش آتے ہیں تو اس جذبے سے ترک نکاح کرنا کہ ہمیشہ عبادت کرتا رہوں ۔ اور بیوی بچے مخل نہ ہوں اس شخص کی نسبت جو بیوی بچوں کے مشاغل کے ساتھ عبادت کرتا ہو اونچے درجے کا عمل معلوم ہوتا ہے گویا مخلوق کے ساتھ تعلق کا کوئی درجہ نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ ہی تعلق محض ہے۔

تو ترک تعلقات اور عدد کے لحاظ سے یہ عبادات گویا اونچے درجے کی معلوم ہوتی ہیں حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور استفسار فرمایا

أنتم الذِینَ قلتُم کذا و کذا أمَا واللّٰہ إنی لأخشا کُم وأتقا کم له

تم لوگوں نے ایسی ایسی گفتگو کی ہے خدا کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ متقی ہوں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں ، تم میں سب سے زیادہ خوف وخشیت والا ہوں ، اور اس طرف اشارہ کیا کہ تم لوگوں نے عبادت کے معنی غلط سمجھے رات بھر نماز پڑھو تو یہ عبادت ہے، دن بھر روزے رکھے جائیں تو یہ

عبادت ہے بیوی اور نکاح چھوڑ دیں یہ عبادت ہے، عبادت کے معنی یہ ہیں کہ پوری زندگی اللہ کے احکام کے نیچے گزرے یہ عبادت ہے، دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے گھر میں بیوی سے معاملہ کرنا بھی عبادت ہے تہجد پڑھنا بھی عبادت ہے یہ تمام چیزیں عبادت میں داخل ہیں۔

جو حق تعالیٰ شانہ نے زندگی بنائی ہے اس زندگی کو اللہ کے احکام کے نیچے جاری رکھنا یہ فی الحقیقت حقیقی عبادت ہے اس لئے فرمایا کہ فإن لِجَسَدِ کَ علیکَ حَقًّا وإن لأھلِکَ علیکَ حقًّا وإنَّ لعینِکَ علیکَ حقًّا فصُمْ ونَمْ، وقُمْ۔ تم پر تمہارے بدن کا بھی حق ہے، تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے، تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے تو تم جاگ کر اللہ کی عبادت کرو کہ اللہ کا حق ادا ہو، اور تم رات کو سو بھی جاؤ تاکہ نفس کا حق ادا ہو، تم جہاد بھی کرو تاکہ اللہ کا حق ادا ہو۔ تو تم سوؤ بھی جاگو بھی، تو زہ بھی رکھو افطار بھی کرو، یہ سارے کام کرو تو کہا جائے گا کہ تم نے عبادت کی تو عبادت کو تم نے فقط نماز اور روزے میں محدود کر دیا۔ اپنی پوری زندگی کو اللہ کی رضا کے تحت گزارنے کو عبادت کہتے ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ اس زندگی کو گزارنے والا اور کوئی نہیں۔

کمال اخلاص نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں تم سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا ہوں اس لئے میرا اجر زیادہ ہے اور میں تم سب سے زیادہ روزے رکھنے والا ہوں۔ بلکہ اگر گنا جائے اور شمار کیا جائے تو شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی تعداد سے امتیوں کی تعداد بڑھ جائے وہ دن بھر رات بھر یہی کہتے رہے تو عبادت کا عدد نہیں پیش کیا فرمایا۔ إني أخشا کُم باللہ وأتقا کُم لِلّٰہِ۔ میرے اندر اللہ کا خوف تم سب سے زیادہ ہے تقویٰ تم سب سے زیادہ ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کی روح پیش کی کہ اس

کامل تقویٰ اور خوف و خشیت کے ساتھ ایک سجدہ بھی ہو گا۔ تو وہ تم سب کی ہزاروں برس کی عبادت سے زیادہ بڑی عبادت شمار ہو گا۔ گویا عبادت کی اصل بنیاد وہ اخلاص للہ ہے وہ خشیت للہ ہے وہ تقویٰ باطن ہے کہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ سے ڈرے اس تقویٰ باطن کے ساتھ جو عبادت ہو گی وہ اکمل ترین عبادت ہو گی۔

غرض جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کامل اور جامع ہے کہ اولین و آخرین کے علم کا مجموعہ ہے اور جہاں آپ کا عمل کامل ہے وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقویٰ اور اخلاص بھی اتنا کامل ہے کہ ساری امتوں کا اخلاص مل کر بھی وہ اخلاص نہیں ہو سکتا جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے اس لئے کہ جو قلب مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا وہ قلب کسی اور کو عطا نہیں کیا گیا۔ جو جسد مبارک اور روح پر فتوح آپ کو دی گئی وہ روح اور جسم کسی اور دوسرے کو نہیں دیا گیا۔ تو اس ظرف میں جو چیزیں بھریں وہ آپ ہی کے ظرف میں بھر سکتی تھیں۔ دوسرے ظروف میں نہیں آسکتی تھیں۔

علم	وعمل	بھی	انتہائی	کامل
اخلاص	للہ	بھی	انتہائی	کامل

کمال فکر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اور آگے رہ گیا فکر کہ آخرت سے ڈرنا اور مطمئن نہ ہونا اس کا عالم یہ ہے کہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نماز پڑھ کر جب میں ایک سلام پھیرتا ہوں تو مجھے یہ توقع نہیں ہوتی کہ دوسرے سلام کا مجھے موقع ملے گا یا نہیں ملے گا۔ اس درجہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطرہ اور خوف آخرت محسوس فرماتے تھے۔ اور اپنی موت کی یادگاری اور تذکر، یہ اس درجہ پر ہے کہ فرماتے ہیں ایک سلام پھیر کر دوسرے کی توقع نہیں ہوتی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فکر آخرت کی حالت ہے۔ حدیث میں ہے کہ

کان دائمُ الفِکرۃِ خزِینًا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات دائم الفکر رہتے جیسے کوئی فکر مند بیٹھا ہو، کوئی غمگین بیٹھا ہو اور حزن وغم میں ہو وہ فکر آخرت تھا۔ ہمہ وقت فکر آخرت پیش نظر تھی تو یہ (حضرات) انبیاء علیہ السلام ہی کو کمال دیا گیا ہے کہ ساری دنیا والوں کے حقوق ادا کریں۔ اور فکر آخرت بدستور رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں بھی تشریف لاتے ہیں، بیوی بچوں سے بھی معاملہ ہے، صحابہؓ سے بھی معاملہ ہے، حکومت کے فیصلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انجام دے رہے ہیں، فصل خصومات اور جہاد بھی بھی ہو رہے ہیں، غنائم بھی تقسیم ہو رہی ہیں، مگر فکر آخرت ہمہ وقت بدستور ہے بلکہ سارے اعمال کا وہی منشا ہے اُسی سے یہ سارے اعمال انجام پا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ متفکر کون ہے۔؟

روح ایمان

اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان درحقیقت خوف اور رجاء کے مجموعہ کا نام ہے۔ یعنی نہ محض ڈرنے کا نام ایمان ہے نہ محض امید باندھنے کا نام ایمان ہے، بلکہ دونوں کیفیت جمع رہیں۔ امید بھی بندھی ہوئی ہو اور خطر بھی لگا ہوا ہو تو فکر پیدا ہو جائے گا یہی فی الحقیقت ایمان کی روح ہے۔

قرآن کریم میں دو لفظ فرمائے گئے ایک جگہ فرماتے ہیں لا تَيْئَسُوْا مِن رَّوحِ اللّٰه إنه لاَ يَايئَسُ مِن رَّوحِ اللّٰه إلاَّ القَومُ الكٰفِرونَ۔ اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو خدا کی رحمت سے مایوس ہونے والے کفار ہیں۔ اس میں امید بتلائی گی کہ اگر تم میں اللہ سے امید نہیں ہو گی۔ تو تم میں ایمان موجود نہیں یہ کفار کا کام ہے کہ اللہ سے ناامید ہو جائیں غرض اس میں رجاء بتلائی گی۔ اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا فلا يَأْمَنُ مَكرَ اللّٰه إلاَّ القومُ الخاسِرون اللہ کی خفیہ تدبیر سے مطمئن بیٹھنے والے ہمیشہ گھاٹے میں رہیں گے تو

مطلب یہ کہ مطمئن ہو کر مت بیٹھو خوف اور فکر لگا رہے تو اس میں گویا خوف بتلایا گیا۔ غرض پہلی آیت سے امید بتلائی گئی۔ دوسری آیت سے خوف بتلایا گیا، اور خوف اور امید کے بیچ میں ایمان ہے نہ محض امید باندھنے کا نام ایمان اور نہ محض ڈرتے رہنے کا نام ایمان ہے۔

فکر عظیم

عمل جب بھی کرے گا وہی کرے گا جیسے امید بھی لگی ہوئی ہو خطرہ بھی لگا ہوا ہو جو محض امید میں غرق ہے وہ خادم کبھی بھی عمل نہیں کر سکتا، محض خوف زدہ خادم ہو وہ کبھی عمل نہیں کر سکتا جس کو ہر وقت آقا سے امید ہے کہ چاہے برا کروں چاہے بھلا کروں، چاہے ہزار دم گناہ کر لوں مگر بخشش ہی ہو جائے گی۔ آخیر نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ سوچے گا کہ پھر عمل کی مصیبت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے جب آقا اتنا کریم ہے کہ بخش ہی دے گا۔ پھر خواہ مخواہ کیوں محنت اُٹھاؤں بخشا تو جاؤں گا تو وہ عمل سے معطل ہو جائے گا جس نے فقط امید باندھی اور جسے ہر وقت خوف ہی خوف لگا ہوا ہو کہ کچھ ہی محنت کر لو مگر جوتیاں ہی پڑیں گی کچھ ہی محنت کر لو مگر پٹائی ہو گی وہ کہے گا پھر عمل کی کیا مصیبت؟ جب اول بھی جہنم اور آخر بھی جہنم تو کیوں خواہ مخواہ محنت اُٹھائی جائے وہ بھی عمل سے معطل ہو جائے گا۔ تو خوف محض میں رہنے والا بھی کبھی عمل نہیں کر سکتا امید محض میں غرق ہونے والا بھی کبھی عمل نہیں کر سکتا عمل کون کرے گا؟ ایک طرف امید لگی ہوئی ہے کہ نیک عمل کئے تو اجر ملے گا اور ثواب ملے گا یہ ایک طرف خوف لگا ہوا ہے کہ اگر ذرا معصیت کی تو جہنم تیار ہے تو امید و بیم کے مجموعے سے انسان کے عمل کی گاڑی چلتی ہے یہ دو بازوں ہیں ان دو بازؤوں سے عمل اُڑتا ہے تو (خلاصہ کلام) ایمان خوف اور رجاء کے مجموعے کا نام ہے کہ اللہ سے امید بھی بندھی ہوئی ہو اور ڈر بھی لگا ہوا ہو اس لئے محض ڈر بھی ایمان نہیں اور محض امید باندھنا بھی ایمان نہیں ان دونوں

کے پیچ میں رہنا یہی تفکر کہلاتا ہے یہی فکر عظیم کہلاتا ہے کہ ممکن ہے کہ میرا عمل صحیح نہ ہو گرفت ہو جائے اور ممکن ہے کہ یہ گناہ بخشا جائے میں توبہ کیوں نہ کرلوں مالک میرا رحیم و کریم ہے تو اللہ کی رحمت پر بھی نظر ہو اور اس کے جبر و قہر پر بھی نظر ہو۔ اس پر بھی نظر ہو کہ

نبِّئ عبادي أني أنا الغفور الرحيم

اور اس پر بھی نظر ہو کر

وأنَّ عذابي هُو العذابُ الألِيْمُ

اے پیغمبر: میرے بندوں کو اطلاع کر دو کہ میں بہت بڑا غفور الرحیم ہوں۔ اور یہ بھی کہہ دو کہ میرا عذاب بھی بہت بڑا سخت عذاب ہے ویسا عذاب بھی کوئی دوسرا نہیں دے سکتا جیسا میں دے سکتا ہوں تو دونوں شانیں بتلائی گئیں کہ رحمت کا طالب بنایا اور عذاب سے ڈرنے والا بنایا تو دونوں باتیں ایک حالت میں انسان سے مطلوب ہیں۔ اسی کا نام ایمان رکھا گیا ہے۔ تو فکر کامل ہو گا تو ایمان کامل ہو گا۔

تو سیّد الانبیاء والمرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فکر کو دیکھا جائے تو فرمایا گیا کہ کَانَ دَائِمُ الفِکْرَةِ حَزِیْنًا آپؐ دوامی طور پر ہمیشہ چوبیس گھنٹے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فکر میں غرق اور مستغرق ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید المتفکرین ہیں عالم میں اتنا فکر کسی کو نہیں جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ اتنا بڑا اخلاص کسی میں نہیں تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ اتنا بڑا عمل صالح کسی میں نہیں تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ اتنا بڑا علم نافع اور کامل کسی میں نہیں تھا جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ جب انسانیت کی سیرت ان چار جزوں سے بنتی ہے تو جس انسان میں یہ چار جزء علی وجہ الاتم موجود ہوں گے اسکی سیرت بھی

اکمل السیر ہو گی اسکی سیرت سب سے اونچے درجے کی سیرت ہو گی کہ کوئی سیرت اس کا مقابلہ نہیں کرسکے گی کوئی سیرت اسکے پاس نہیں پھٹک سکے گی۔

دستورزندگی

اس سیرت کے جولوگ مخاطب بنائے گئے ہیں وہ مسلمان ہیں وہ دنیاکے سارے انسان ہیں۔ جن کے سامنے یہ سیرت پیش کی گئی ہے۔ اور اس لئے پیش کی گئی ہے کہ سیرت کو کسوٹی بنا کر ہم اپنی سیرتوں کو اسکے اوپر پرکھیں۔ کہ اس سیرت پاک سے کس حدتک ہماری عادات اور خصائل مطابقت کھاتی ہیں۔ اور کس حدتک ہم اس سے ہٹے ہوئے ہیں اور منحرف ہیں۔

غرض سیرت کا بیان اس لئے نہیں ہوتا کہ یہ کوئی کہانی ہے کہ اُسے سنادیا جائے یا کوئی قصہ ہے کہ پڑھ کر پیش کر دیا جائے یہ تو ایک معیار اور دستور زندگی ہے اس لئے پیش کی جاتی ہے کہ گھر جاکر ہر شخص اپنی زندگی اس سیرت کے اوپر پیش کرے آیامیرے اندر علم نافع ہے یانہیں؟ جس سے میں حق وباطل میں امتیاز کر سکوں۔ آیامیرے اندر عمل صالح ہے یانہیں؟ جو میرے لئے نجات کا ذریعہ بنے آیامیرے اندر اخلاص ہے؟ جو میرے لئے نجات کا ذریعہ بنے آیامیرے اندر اخلاص ہے؟ نفاق تو نہیں ہے کہ میرا عمل قابل قبول ہوسکے اور آیامیرے اندر فکر موجود ہے؟ یامیں بے فکری کی زندگی گزاررہاہوں، میری کیفیت کیاہے؟اپنی کیفیات کو جانچنے کے لئے سیرت مقدسہ کسوٹی ہے جو آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

(از خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۲۲۸)

زندگی کا جائزہ لینے کی ضرورت

اب ذہن میں یہ تو آتا ہے کہ اللہ میاں نے دوسری اقوام کو سب کچھ دے دیا ہے اور ہم سے سب کچھ چھین لیا یہ نہیں آتا کہ کیوں چھینا؟ اور ہم نے کیا کیا؟ تو سب سے بڑی ضرورت اسکی ہے کہ اپنی زندگی جائزہ لیا جائے ہمارا فرض ہے۔ کہ زندگی سیّد الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر گزاریں اور یہ نہیں ہو سکتا جب تک تھوڑی بہت تعلیم نہ ہو اور تھوڑی بہت تربیت نہ ہو سنتیں آسمان سے برستی تھوڑا ہی ہیں۔ کہ گھر گھر میں وہ اُتریں وہ تعلیم کے راستے سے آتی ہیں مسلمانوں میں تعلیم کا فقدان ہے کتنے ہیں ہم میں جو واقعی قرآن کریم کو اس نیت سے پڑھتے یا سنتے ہیں کہ ہمیں عمل نصیب ہو جائے؟ بہت سے وہ ہیں جو پڑھنا ہی نہیں جانتے انہوں تعلیم ہی نہیں پائی لفظوں کی تعلیم بھی نہیں معنی کی بات تو الگ ہے اور مفہوم کی الگ ہے سو میں سے ننانوے وہ نکلیں گے جنہیں مس بھی نہیں ہے کہ دین کیا چیز ہے مگر مدعی بن کے کھڑے ہو جائیں گے کہ صاحب ہم دیندار ہیں شاید سو میں کوئی دو چار گنے چُنے نکل آئیں گے تو قوم نیک قوم تب کہلاتی ہے جب اسکی اکثریت نیکی پر ہو۔ ہزار دو ہزار میں سے اگر دس بیس اشخاص نکل آئیں تو وہ قوم کی سربلندی نہیں ہے وہ ان اشخاص کی سربلندی ہے قوم کی سربلندی جب ہو گی جب کم سے کم اکثریت تو آئے برابر سرابر تو ہو۔ اب ہماری کیفیت یہ ہے کہ مِنۡهُمُ الۡمُؤۡمِنُونَ وأكثرهم الفٰسِقون مؤمنین کم ہیں فساق وفجار زیادہ ہیں۔ اور جتنے مؤمن ہیں ان کے بارے میں قرآن کریم نے شکایت کی ہے کہ وما يؤۡمِن أكثرهم بالله إلا وهم مشركون بہت سے لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں حقیقت میں مشرک ہیں۔ دلوں کے اندر وہی غیر اللہ کی عظمت جمی ہوئی ہے مالک کی عظمت نہیں ہے کوئی کہہ رہا ہے کہ پیر مجھے اولاد دے گا۔ کوئی کہہ رہا ہے فقیر مجھے منہ مانگی مراد دیدے گا۔ جو اللہ کی عظمت تھی

وہ فقراءاور اشخاص کے سپرد کر دیا س میں قوم کا کیسے بیڑا پار ہو گا؟ تو یہ طلب ہوتی ہے کہ فتنوں سے بچنے کی صورت بتائی جائے یہ نہیں ہوتی کہ ہمیں بھی کچھ کرنا چاہیئے۔ (از خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۲۹۰)

کتاب و سنت کی چٹان

قرآن کریم آپ کے سامنے اصول پیش کرتا ہے یہ تو علم ہے اور ذات محمدی علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کردار پیش کرتی ہے کہ یہ کسوٹی اور معیاری کردار ہے اس پر اپنے عمل کو پرکھو، تو عقائد کو قرآن کریم کی کسوٹی پر پرکھو کہ وہ صحیح ہیں یا غلط؟ اور عمل کو ذات محمدیؐ کے اسوہ حسنہ کے اوپر رکھو کہ کس حد تک عمل مطابق کھاتا ہے؟ اور کس حد تک نہیں؟ اسی کو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تَرَکتُ فیکُم الثَّقلین لن تضِلُّوا بعدي أبدًا إن تمسَّکتُم بِهِمَا میں دو وزنی چیزیں تم میں چھوڑا کر جاؤں گا اگر تم ان سے تمسک کرتے رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے کبھی راستے سے نہیں بھٹک سکو گے وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ کتاب اللّٰہ وسنتي اللہ کی کتاب اور میری سنت۔ اور طریقہ کار ان دو چیزوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقلین فرمایا یعنی بھاری چیزیں یہ اس لئے فرمایا جب فتنوں کے طوفان آتے ہیں اور فتنوں کا فسق، کفر کا، فجور کا اور منکرات کا دریا چڑھتا ہے اس وقت اگر آپ نے کسی تنکے سے تمسک کیا تو طوفان تنکا بہہ جائے گا اور آپ بھی بہہ جائیں گے اگر جان بچانے کے لئے کسی شہتیر کو پکڑا تو طوفانوں میں شہتیر نہیں ٹھہرا کرتے وہ بھی بہہ جائیں گے اسی طرح اگر آپ نے کسی درخت سے تمسک کیا تو درخت کو طوفان جڑ سے اکھاڑ کر لے جائے گا وہ بھی بہہ گا اور آپ بھی بہہ جائیں گے اگر آپ کسی ایسی چٹان کو پکڑلیں جو عظیم الشان پہاڑ کی مانند ہو کہ لاکھوں طوفان آئیں مگر اسکو ہلا نہ سکیں تو نہ چٹان ہل سکے گی نہ آپ بہیں گے طوفان کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔

توکتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثقلین فرمایا یعنی اتنی وزنی چیزیں ہیں کہ کتنے ہی بڑے فتنوں کے اور گمراہیوں کے جھکڑ چلیں لیکن کتاب و سنت کی چٹان کو جس نے پکڑ رکھا ہے وہ کبھی اپنی جگہ سے ہلنے والا نہیں ہے۔ اسکے علاوہ جس چیز سے بھی تمسک کروگے ہر چیز بہنے والی ہے اتنی قوی نہیں ہے وہ بھی بہے گی اور آپ بھی بہیں گے تو ایک طرف قرآن کریم کو رکھا اور ایک طرف سنت کو رکھا جسکے معنی سیرت محمدی اور اسوہ حسنہ کے ہیں تو حدیث اسوہ حسنہ پیش کرتی ہے اور قرآن کریم علم کو پیش کرتا ہے تو قرآن کریم پر اپنے فکر کو جانچو کہ عقائد صحیح ہیں یا نہیں ؟ ہمارے خیالات درست ہیں یا نہیں ہمارے افکار صحیح ہیں یا نہیں اور عمل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر جانچو جس حد تک مطابقت کھا جائے۔ سمجھو کہ ٹھیک ہے جس حد تک انحراف کرے سمجھو کہ غلط ہے دیوار پر مارنے کے قابل ہے ان کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

اسوہ صحابہؓ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اور زیادہ سہولت پیدا فرمادی اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تو معیار اور کسوٹی ہے ہی اسپر علم وعقیدہ اور عمل کو پرکھا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ اپنے صحابہؓ کو شامل کرلیا کہ وہ بھی معیار اور کسوٹی ہیں اگر آپ اپنے علم عمل کو ان کے اوپر پرکھوگے تو بھی حق وباطل کا پتہ چل جائے گا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی تو بہت ارفع اور اعلی ہے۔ ہر کس وناکس کا پہنچنا تو بجائے خود ہے اسکی بلندی کو نگاہ اُٹھا کر دیکھ بھی نہیں سکتا لیکن صحابہ کرامؓ کے اندر ہر قسم کے نمونے موجود ہیں۔ ان میں تاجر بھی ہیں زراعت کرنے والے بھی ہیں، فقہاء بھی ہیں، علما بھی ہیں، حکماء بھی ہیں، گھر بیٹھنے والے بھی ہیں، خلوت پسند بھی ہیں جلوت پسند بھی

ہیں، مجاہد بھی ہیں، مجاہدہ پسند بھی ہیں، ہر نمونہ موجود ہے تو فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جسکی روشنی میں چلوگے ہدایت یاجاؤ گے۔بأیھِم إقتدَیتُم إھتَدَیتُمْ تو واضح فرمادیا کہ میری ذات تو ہے ہی معیار، میرے صحابہؓ بھی تمہارے علم و عمل کے پرکھنے کا معیار اور کسوٹی ہیں۔یعنی بالذات تو میں معیار ہوں لیکن جسے میں معیار بتلادوں وہ بھی معیار ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو معیار بتلایا۔

معیار صحابہؓ

حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودونصاریٰ میں بہتر فرقے ہوئے اور میری امت میں تہتر فرقے ہونگے کُلھا فِي النَّار إلاَّ واحدَۃً سب کے سب ہلاکت میں پڑنے والے ہونگے حقیقی معنی میں ایک نجات پائے گا یعنی آخرت میں اعمال کی وجہ سے بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جن کو سزا مل جائے گی گو وہ انجام کار چھٹکارا پالیں گے لیکن عقائد کی وجہ سے جن کو ہلاکت نصیب ہوگی وہ بہتر فرقے ہوں گے تہترواں فرقہ وہ ہے کہ عقائد کی وجہ سے اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا کوئی عملی خرابی یا کھوٹ ہوا تو معاف کردیں گے، یاسزادیدیں گے تو فرمایا کُلھا فِي النَّار إلاَّ واحدَۃً یہ سب کے سب ناری ہوں گے ایک ناجی ہوگا اس پر صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ناجی فرقہ کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما أنا علیہ الیومَ وأصحابي آج کے دن جس چیز پر میں ہوں اور میرے صحابہؓ ہیں۔

یہی فی الحقیقت معیار ہے تو اپنی ذات کو پیش کیا اور اپنے صحابہؓ کو پیش کیا اور جسکا حاصل یہ نکلا کہ میرے صحابہ اور میرے عقیدے میں کوئی فرق نہیں، دونوں کا عقیدہ ایک ہے، میرے عمل کی نوعیت اور میرے صحابہ کے عمل کی نوعیت میں فرق نہیں جو میرا عمل ہے وہ اُن کا عمل ہے، جو میرے مقاصد ہیں وہ

اُن کے مقاصد ہیں اپنی نوعیت میں اپنے صحابہؓ کو شریک کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ تہتر فرقوں میں سے حق وباطل کو پرکھنے کے لئے ایک میں معیار ہوں۔ اور ایک صحابہؓ معیار ہیں ان پر تم اپنے کو پیش کرو جس حد تک مطابقت کھا جائے سمجھو کہ حق پر ہیں جس حد تک منحرف ہو جاؤ اس کی اصلاح کرو سمجھو کہ یہ تمھارے اندر باطل پر ہے اور ناحق کی بات ہے تو صحابہؓ کو کسوٹی بتایا۔

طبقہ صحابہؓ کی تقدیس

گویا کسی طبقے کو من حیث الطبقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بجز صحابہؓ کے مقدس نہیں بتلایا۔ امت کے اندر افراد آئیں گے۔ جو کامل اور مکمل ہوں گے مگر طبقہ کا طبقہ مقدس اس میں سے کوئی مستثنیٰ نہ ہو۔ صرف صحابہ کا معیار ہے تو جب یہ معیار قرار پا گیا۔ تو آپ دیکھ لیجئے کہ صحابہؓ معیار بن گئے جس شخص کے اندر صحابہؓ کی عظمت اور محبت دیکھیں سمجھو کہ حق پر ہے اگر محبت نہیں انہیں سب وشتم کرتا ہے یا انہیں گالم گلوچ کرتا ہے اس سے اندازہ ہو گا کہ وہ ناحق کے اوپر ہے وہ حقانی نہیں کہلائے گا۔ اگر صحابہؓ کے بارے میں یہ سمجھے کہ وہ سب کے سب متقی، پارسا اور پاکباز ہیں۔ ان کی نیتیں صادق ہیں، ان کے قلوب کا رُخ سچا ہے تو سمجھا جائے گا کہ وہ حق پر ہے اور جو طبقہ یہ کہے گا کہ معاذ اللہ ان میں تو منافق بھی تھے ان میں غلط کار بھی تھے، انہیں گالم گلوچ کرے سمجھ لیجئے کہ وہ ناحق پر ہے گویا ایک سیدھا سادہ معیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقوں کے حق وباطل ہونے کے بارے میں بتلایا تو جو سب وشتم کرے وہ بھی ناحق، جو قتل صحابہ کے درپے ہو وہ بھی ناحق ہے جو یوں کہے کہ ہم معیار ہیں صحابہؓ معیار نہیں ہیں ہم اُن پر نقد وتبصرہ کرسکتے ہیں وہ ہم پر نہیں کرسکتے سمجھو کہ بطلان کی بات ہے کوئی حقانیت کی بات نہیں ہے غرض ایک سیدھا سا معیار فرقوں کے حق وباطل اور خطا وصواب کے پہنچاننے کا بتلا دیا کہ مجھے دیکھ لو اور میرے صحابہؓ کو دیکھ لو۔

اعلان رضا

بہر حال قرآن کریم نے جس طبقہ کے تقدیس کی ہے وہ صحابہؓ کا طبقہ ہے فرمایا

والسَّابقون الأوَّلونَ من المُهاجرينَ والأنصَارِ والذِينَ اتبعوهم باحسانٍ رَّضیﷲ عنهم ورضُوا عنه

وہ مہاجرین وانصار اور بعد میں جو مہاجرین وانصار میں ملتے رہے وہ سب کے سب کون ہیں؟ رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ ورضُوْا عَنہُ۔ اللہ اُن سے راضی وہ اللہ سے راضی مشتر کہ اعلان رضا کیا اُن سے کبھی راضی نہیں ہو سکتا جن کے دل میں کوئی ادنیٰ کھوٹ اور ٹال ٹپک ہو ان سے کبھی رضائے مطلق کا اعلان نہیں ہو سکتا رضا کا اعلان ہے اور قرآن کریم میں اعلان ہے۔ اور قرآن کریم قیامت تک بلکہ آگے تک چلنے والی عظیم کتاب ہے گویا ابد الآباد تک یہ اعلان ہوتا رہے گا تو قیامت تک بھی یہ اعلان غلط نہیں ہو سکتا۔ اور قیامت کے بعد بھی یہ اعلان غلط نہیں ہو سکتا۔ تو قرآن کریم دہراتا رہے گا۔ کہ رَضِیَ اللّٰہ عَنْھُمْ ورَضُوْا عنہُ اللہ اُن سب مہاجرین وانصار سے راضی اور اُن سے بھی جو اُن میں بعد میں ملے یعنی کل کے کل مرضی خداوندی ہیں۔ ایک بھی ایسا نہیں جس سے اللہ تعالیٰ ناراض یا ناخوش ہو پہلے تو مطلق جماعت صحابہؓ سے اپنی رضا کا اعلان کیا۔ اور یہ نہیں کہ اولین مہاجرین وانصار کو لے لیا بلکہ فرمایا والذین اتبعُوْہُمْ بِإحْسَانٍ۔ جو احسان کے ساتھ بعد میں ان کے ساتھ ملتے رہے اور اُن کی جماعت میں اضافہ ہوتا رہا وہ سب اس اعلان رضا میں شامل ہیں گویا مطلق صحابہؓ کی تقدیس ہوئی کہ وہ سب مرضی اور پسندیدہ ہیں پھر طبقاتی طور پر تقدیس کی چنانچہ ایک جگہ اصحاب حدیبیہ کے بارے میں فرمایا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہ عَنِ المُؤمنین إذْ

یُبایِعُونکَ تحتَ الشجرۃِ اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے راضی ہے جنہوں نے کیکر کے درخت کے نیچے اے نبی تمہارے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اُن کے لئے بھی رضا کا اعلان ہے۔

اعمال صحابہؓ کی تقدیس

پھر ایک آیت میں ان (کے) عمل کو سراہا ارشاد فرمایا محمد رَّسول اللّٰہ والذِین معہ أشِدَّآءُ علی الکُفارِ رُحماء بینھُم تراھُم رُکَّعًا سُجَّدًا یبتغُونَ فضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ ورِضوانًا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو اِن کے ساتھ ہیں، ان کی شان یہ ہے کہ اُن میں کفر کے اوپر شدت ہے اور باہمی طور پر اُن میں رحمت ہے اور اُن کا طریقہ کیا ہے؟ تم اُنہیں دیکھو گے، کہیں رکوع میں ہیں، کہیں سجدوں کے اندر ہیں اللہ کے فضل کو جابجا تلاش کرتے پھرتے ہیں ہر جگہ خدا کا فضل ان کے پیش نظر ہے ابتغاء وجہ اللہ اور ابتغاء مرضاتِ اللہ ان کا شیوہ ہے۔

کمال معرفت صحابہؓ

اور اس درجہ ان میں ایمان بھر گیا اور اس درجہ ان کے قلبی مقامات پاک ہیں کہ بالکل اس طرح ہے کہ جب کسی چیز سے ظرف بھر جاتا ہے تو اخیر میں چھلک پڑتا ہے تو فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس درجہ ایمان سے بھرپور ہیں کہ چھلک کر اُن کے ایمان کی ان کی پیشانیوں پر علامت پیدا ہو گی ہے۔ جس کو اشارد فرمایا۔سیماھم في وجوھھم من أثَرِ السجودِ۔ سجدوں کے اثر سے اُن کی پیشانیوں پر نشانات پڑے ہوئے ہیں گویا اندرونی ایمان کی اوپر تک علامت آگئی ہے اور اندرونی کمالِ معرفت کی علامت اوپر چھلک پڑی ہے۔ اور پھر یہ بھی فرمایا۔ ذٰلک مثلہم في التوراۃ والإنجیل۔ یہ قرآن ہی

ان کے اوصاف کو نہیں سرہارہایہی مثال انکی تورات میں بھی ہے یہی انجیل میں بھی ہے۔تو اولین بھی انکی مدح کرتے آئے ہیں اور آخرین بھی انکی مدح کرتے چلے جائیں گے تو اللہ کے ہاں جو ممدوح، اللہ کے نیک بندوں کے ہاں ممدوح ہے اولین وآخرین شہادت دے رہے ہیں اور قیامت تک دیتے رہیں گے وہ طبقہ صحابہ کا طبقہ ہے تو اس طبقہ کے اندر کوئی کھوٹ تسلیم نہیں کیا جاسکتا ورنہ یہ ساری آیتیں بے محل ہو جائیں گی اللہ کی ساری رضا معاذاللہ بے محل واقع ہو گی۔

قلوب صحابہؓ کی تقدیس

اگر کوئی کہتا کہ صاحب تھے تو ایسے ہی مگر ممکن ہے بعد میں کچھ خرابیاں پیدا ہو گئی ہوں ممکن ہے کے بعد میں کوئی کھوٹ آگیا ہو؟ تو اوّل تو یہ غلط ہے اور اس لیے غلط ہے کہ یہ قرآن کریم کی شہادت ہے۔ اور قرآن کریم ابد الآباد تک اعلان کر رہا ہے اور اعلان کیا جاتا رہے گا لہٰذا یہ احتمال محض ہے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے ایک موقع پر ان حضرات کے قلوب پر بھی یہی حکم لگایا ہے محض اعمال پر ہی نہیں۔ فرمایا أُولٰئکَ الَّذِینَ امْتَحَنَ اللہ قلوبَھُم لِلتَّقوٰی لھُم مَّغفرَۃٌ وأَجرٌ عظیم یہ وہ طبقہ ہے کہ اللہ ان کے دلوں کا امتحان لے چکا ہے یہ امتحان میں پاس ہو چکے ہیں۔ ان کے دلوں میں کوئی کھوٹ اور خرابی نہیں ہے ان کے لئے مغفرت بھی ہے اور اجر عظیم بھی ہے تو دو چیزیں ہیں۔(۱) مغفرت (۲) اور اجر عظیم۔ مغفرت آخرت میں ہو گی اوراجر عظیم دنیا میں دیا جائیگا تو ان کی دنیا وآخرت دونوں درست ہیں۔اللّٰھُم احشرنا في زُمرتِھِمْ بِلُطفِہٖ و کرَمِہٖ اے اللہ ہم سب کو محض اپنے لطف و کرم سے دائمی طور پر توفیق سے سرفراز فرمایئے۔ کہ ہم ان نفوس قدسیہ کو دل کی گہرائی سے خراج عقیدت پیش کرتے رہیں۔ امین یارب العالمین

فرقہ ناجیہ

غرض جس طبقے کی نسبت ان کے قلوب پر بھی حکم لگایا ان کے قوالب پر بھی حکم لگایا، ان کے اعمال کو بھی سراہا، ان کے طبقے کی بھی تقدیس بیان کی گئی، وہ طبقہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ پھر اسکے بارے میں کوئی ادنیٰ کھوٹ کا یقین کیا جائے یا کوئی تخیل ہی باندھے جب یہ معیار ہوا وہ سارے فرقے نکل جائیں گے جو قلوب میں صحابہؓ کی عظمت نہیں رکھتے جن کے قلوب میں عظمت ہو گی وہی ناجی قرار پائے گا اور وہ طبقہ کون ہے؟ جو یوں کہتا ہے کہ الصحابۃ کُلُّھم عَدُولٌ سارے صحابہؓ عدول، متقین، پارسا اور پاکباز ہیں۔

خطاء اجتہادی

گو ان سے خطاء اجتہادی ممکن ہے یہ ہو سکتا ہے کہ اجتہادی طور ان سے کوئی خطاء سرزد ہو جائے ۔ مگر مجتہد کو تو خطاء پر بھی اجر ملتا ہے اسکی خطاء بھی مقبول ہے۔ تو صحابہؓ میں اگر اجتہادی خطاء ہو وہ ہماری طاعتوں سے بہتر ہے کہ اس پر اجر دیا جارہا ہے۔ وہ خطاء اجتہادی ہے بہر حال نیت کی اُن میں کوئی خرابی نہیں ہو سکتی اور اگر دنیا میں اُن کی کوئی تھوڑی بہت خرابی ہو کوئی معصیت یا برائی سرزد ہوئی ہو تو دل اُن کا کسی برائی یا نیت کی کھوٹ سے قطعاً پاک ہے اور اگر کوئی غلطی عمل میں ہوئی اور وہ بھی دنیوی عمل میں تو اس کے بعد ان کی توبہ اور استغفار اتنا ہے کہ شاید ہماری عمر بھر کی طاعتوں پر وہ اجر نہیں جو اُنکی توبہ واستغفار پر اُن کو اجر ملا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی ترقی مدارج کے لئے ان سے کوئی ایسی چیز کرادی ہو۔ غرض ایسی چیز اگر ہے تو وہ دنیا سے متعلق ہے۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدس

لیکن جہاں تک دین کا معاملہ ہے علم اور تبلیغ اور احکام وعقائد کا معاملہ ہے اس میں سب کے سب صحابہؓ مل کر متقن، عدول، اور پاکباز ہیں۔ ان کے قلوب کا اللہ امتحان لے چکا ہے۔ تو جس ذات بابرکات کے شاگرد ایسے ہوں اُن کا استاذ کیسا ہو گا؟ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اگر پھل میٹھا ہے تو درخت قابل مدح ہے اگر پھل کڑوا ہے قابل مذمت ہے۔ تو جس درخت کے یہ پھل ہیں اس درخت کا کیا حال ہو گا۔؟ جسکی شاخوں میں یہ لطف ہے اُن کی اصل میں کیا لطف و کرم موجود ہو گا۔ تو جس ذات بابرکات کی تربیت سے صحابہؓ بنے اس ذات کی برگزیدگی اور اسکی سیرت کے تقدس کا کیا عالم ہو گا تو صحابہؓ کی سیرت کو دیکھ کر سیرت محمدی پہچانی جاسکتی ہے جس ذات بابرکات نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نمونے اپنے جیسے تیار کر دیئے۔ یہ مربی کامل تربیت کی علامت ہے کہ اپنے شاگردوں کو اپنے جیسا بنا دیا۔ تو صحابہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نمونہ بنادیا اور ایک دو نہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب افراد کا نمونہ جو مقدسین کی عظیم جماعت ہے جو بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم مقام بنیاور اس جماعت نے عالم کو علم اور دین سے بھر دیا غرض جس اصل کی شاخیں ایسی اس کی اصل کیسی؟ اور جس ذات کے پھل ایسے وہ درخت کیسا؟ اور جس استاذ کے شاگرد ایسے وہ استاذ کیسا اور جس شیخ کے تربیت یافتہ ایسے مقدس، اس شیخ کے تقدس کا کیا عالم ہو گا۔؟

اکمل السیر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کو اگر انسانی اصول پر پرکھا جائے تو انسان کی سیرت کے عناصر اربعہ میں نے ذکر دیئے ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ کامل اور اکمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نکلتی ہے۔ یہ تو اصل کے اعتبار سے ہے اور فرع کے اعتبار سے دیکھا جائے تو صحابہؓ کو

دیکھ لو جب صحابہ کی سیرت کا تقدس ایسا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تقدس کا کیا عالم ہو گا۔ تو اصل کے لحاظ سے دیکھا جائے تب بھی سیرت اکمل السیر ہے اور فرع کے لحاظ سے دیکھا جائے تب بھی وہ سیرت اکمل السیر ہے جب وہ سیرت ہمارے سامنے آتی ہے اسکا مقصد کہانی سنانا نہیں ہوتا۔ بلکہ معیار پیش کرنا ہوتا ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو پرکھ پرکھ کر اسکے اوپر جانچیں۔ مسلمانوں میں علم کی کمی نہیں فکر کی کمی ہے علم تو ہے رات دن وعظ سنتے ہیں کتابیں بھی پڑھتے ہیں رسائل بھی ان کے سامنے ہیں لیکن تفکر موجود نہیں ہے، کہ اس نمونے کو سامنے رکھ کر غور وفکر کریں۔ اور اپنے کو اس نمونے کے اوپر پیش کریں۔ کہ کس حد تک مطابقت ہے اور کس حد تک مطابقت نہیں ہے یہ فکر جب تک پیدا نہیں ہو گا سیرت کا سننا نہ سننا آپ کے اوپر کوئی اثر نہیں ڈالے گا تو آپ محض کانوں سے سنتے ہیں۔

حالانکہ دل ودماغ سے سننا چاہئے جس سننے میں دل بھی شامل ہو یعنی اس طور پر آپ سیرت کو سنیں کہ ہم اپنا جائزہ لیں نہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا کرتے ہیں آپ نہ بھی مدح کریں وہ جب بھی واجب المدح ہیں آپ ایک بھی ثنا نہ کریں وہ جب بھی معظم ومکرم ہیں۔ اس سیرت پاک کی عظمت ورفعت آپ کے عظمت کرنے پر موقوف نہیں ہے۔ آپ عظمت نہ کریں وہ جب بھی باعظمت ورفعت ہے۔ سوال یہ ہے کہ سیرت کو سنکر آپ نے اپنے لئے کیا کیا؟ تو آپ سیرت کا بڑا مقصد یہ سمجھتے ہیں کہ سبحان اللہ کہہ کر یہ کہہ دیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے یہ عظمت دی وہ تو باعظمت ہیں ہی آپ نہ بھی کہیں جب عظمت ملی ہوئی ہے لیکن یہ عظمت آپ کے سامنے کیون لائی گئی؟ تاکہ آپ بھی باعظمت بنیں آپ کے اندر بھی خوبیاں اور کمالات پیدا ہوں اس لیئے سیرت سامنے رکھی جاتی ہے یہ جذبہ ہمارے اندر مفقود ہے۔ اس لیئے اپنے جانچنے کی فکر نہیں تعریف کرنے کی فکر ہے تو تعریف سے زیادہ اپنا کو

جانچیئے کہ خود اپنے کو پیش کریں۔ اور سیرت کے مطابق اپنے کو پرکھیں اس واسطے میں نے (مراد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم ہیں) سیرت مقدسہ کو دو پہلو سے پیش کیا۔ ایک سیرت کی اصل کے لحاظ سے کہ انسانیت کاملہ ایسی سیرت کے اندر رہے۔ اور ایک سیرت فرع کے اعتبار سے کہ اس سیرت سے اخذ کر کے جو سیرتیں بنیں وہ صحابہؓ اور بعد والوں کی ہیں۔ جو دوسروں کو مقدس بنا سکتی ہیں۔ وہ سیرت اس قابل ہے کہ اُسے سامنے رکھ کر مقدس بننے کی فکر کرے۔ تو دونوں پہلوؤں سے سیرت کامل اور اکمل ہے اور حق تعالیٰ شانہ (محض اپنے لطف و کرم سے بحرمت سید الانبیاء و خاتم النبیین کے و بحرمت تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کے) ہمیں اور آپ کو توفیق دیں کہ ہم اپنے کو پرکھنے کی کوشش کریں اور اپنے کو (سیرت مقدسہ کے) مطابق بنانے کی فکر کریں۔ امین یارب العالمین

موقع کی مناسبت سے یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کس ادا پر جان دوں
تو ہی بتا اے جان جاں
جس ادا کو دیکھتا ہوں
حسن کی تصویر ہے

(از خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۲۲۷)

نعت

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمدؐ رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح وقلم نہ ہوتا
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی جووہ امام امم نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا
تیرے غلاموں میں بھی جو تیرا ہی عکس شان کرم نہ ہوتا
تو بارگاہ ازل سے ان کا خطاب خیرالامم نہ ہوتا
ہر اک سویدائے دل سے پیدا جھلک محمدؐ کے میم کی ہے
دل اسکی خلوت سرانہ بنتا جو نقش یہ مرتسم نہ ہوتا
اگر نہ کرتا وہ کنز مخفی جمال وحدت کی پردہ داری
تو آب گل کے اس آئینے میں ظہور نور قدم نہ ہوتا
نہ روئے حق سے نقاب اٹھتا نہ ظلمتوں کا حجاب اٹھتا
فروغ بخش نگاہ عرفان اگر چراغ حرم نہ ہوتا
نہ کرتی خود شان کبریائی اگر تقاضائے خود نمائی
تو خاک کا ذرہ محقر وجود سے متہم نہ ہوتا
کمال انسانیت کا پیکر جمال وحدانیت کا مظہر
سوائے ذات حضور انور ؐ کوئی خدا کی قسم نہ ہوتا

سوائے صدیق ؓ کون پاتا حضور انورؐ کی جانشینی
کہ وہ نہ ہوتے تو یوں جہاں میں بلند دین کا علم نہ ہوتا
اریکہ آرائی نبوت کا فخر فاروق ہی کو ملتا
جو سلسلہ وحی آسماں کا حضورؐ پر مختتم نہ ہوتا
خلافت راشدہ کا منصب اگر نہ ہوتا نصیب عثمانؓ
تو دفتر وحی آسمانی مرتب و منتظم نہ ہوتا
زہے علوئے مقام حیدرؓ خوشی میں کہتے تھے خود پیغمبرؐ
کہ فتح ہوتا نہ حصن خیبر جو آج یہ ابن عم نہ ہوتا

یہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ گلہائے عقیدت اقبال سہیل اعظم گڑھی نے پیش کیئے۔

(نقل کردہ از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۴۶۱)

ملاحظہ فرمائیں شعر حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کا حضرت خواجہ صاحبؒ نے کیا خوب یہ شعر کہا ہے۔

نبوت سے مشرّف گو سارے انبیاءؑ ہیں لیکن
نبوت جس پہ نازاں ہے وہ فخر الانبیاء تم ہو

نبوت مجموعہ بشریت و ملکیت

حضرات انبیاء علیہم السلام میں ایک حیثیت بشریت کی ہے اور ایک حیثیت ملکیت کی۔ بشریت میں وجو عوارض بشریت پر آتے ہیں۔ ان پر بھی آتے ہیں، کھانا، پینا، سونا جاگنا، صحت و مرض وغیرہ۔ اور ایک ملکیت ہے کہ حق تعالیٰ وحی اتاریں اپنا مقرب بنالیں، وہاں انبیاء علیہ السلام فرشتوں سے بھی بالاتر ہیں

کہ فرشتوں کا بھی وہ مقام نہیں ان دونوں مقاموں کو فرمایا گیا کہ قُلْ إِنَّما أَنا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحٰى إِلَيَّ میں تمہارے جیسا بشر ہوں ہاں میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یہ نبوت کی عظمت ہے تو ایک بشری حیثیت ہے ایک نبوت کی حیثیت ہے بشری حیثیت میں سب لوازم بشریت ان پر آتے ہیں۔ اور ملکیت کی حیثیت میں وحی خداوندی آتی ہے اور وہ مقربان الٰہی ہیں۔ اب اگر کوئی شخص بشریت کو تو لے لے اور يُوحٰى إِلَيَّ کو نہ لے اور معاذاللہ گستاخی کرنے لگے یہ عین کفر ہے اور اگر کوئی شخص محض يُوحٰى إِلَيَّ کو لے لے اور بشریت کی نفی کر دے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں تھے یہ بھی کفر ہے درمیان بات ہے کہ بشر بھی مانے مگر عام بشروں جیسا بشر نہیں ایک خاص بشر جس پر اللہ کی عنایات نازل ہیں وحی ہے معجزات ہیں غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں پیدائش کے لحاظ سے اور نبی ہیں عطائے خداوندی کے لحاظ سے اس کی عظمت فرض ہو گی۔ اور بشریت کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر ماننا بھی فرض ہو گا۔ دونوں چیزیں ہیں۔ (از خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۳۴۰)

حیات نبویؐ اجماعی مسئلہ ہے

مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم فرماتے ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگ انکار کیوں کرتے ہیں۔؟ میرے خیال میں اجمالاً اتنی بات ہے کہ حیات النبیؐ کا مسئلہ تو مجمع علیہ ہے یعنی امت کے اندر کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے اسکی کیفیت میں گفتگو ہے کہ حیات ہے تو کس کیفیت اور کس نوعیت کی ہے تو کیفیات میں اگر کوئی اختلاف کرے تو اُسے اصل مسئلہ میں اختلاف کنندہ نہیں کہا جاسکتا جہاں تک انبیاء علیہم السلام کی حیات کا تعلق ہے تو صحیح حدیث موجود ہے۔ الأنبياء أحياءٌ

في قبورِهم يُصَلُّوْن انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں یا فرمایا گیا ونَبِیُّ اللّٰہ حَیٌّی یُرْزَقُ اللہ کے نبی زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ اس حیات سے مراد اگر وہ عمومی حیات ہے جو برزخ میں عام طور پر ہوتی ہے تو پھر اس تخصیص ذکری کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی پھر یہ کہنا کہ نبي اللّٰہ حيي الأنبياء أحياءٌ الخ اسکی ضرورت نہیں یوں کہا جاسکتا ہے المُسْلِمُوْنَ أحياءٌ في قبورِهم یا الناسُ أحياءٌ في قبورِهم اس لئے کہ حیات برزخی میں سب کے سب شریک ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کے ذکر کی تخصیص کیا جانا اور اس پر حیات کا لفظ بولا جانا، اس سے مولوم ہوتا ہے کہ خصوصی حیات ہے جو عوام کو حاصل نہیں۔

حیات کامل

پھر یہ کہ اس حیات کے لفظ کو مقیّد کر کے نہیں بولا گیا یہ نہیں کہا گیا کہ انبیاء علیہم السلام بحیثیت اس حیات کے ہیں یا فلاں جہت سے حیات ہیں بلکہ مطلقاً حَیٌّ کہا گیا تو جب بھی کوئی چیز مطلق بولی جائے گی اس کا فرد کامل مراد لیا جائے گا۔ پھر فرد کامل کی صورت سمجھنے کی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم جسے دنیا میں زندگی کہتے ہیں وہی وہاں سمجھیں کہ وہ حیّ اور زندہ ہیں اور وہ اسی انداز کی زندگی ہے جیسے دنیا میں زندہ ہوتے ہیں ورنہ پھر انبیاء علیہم السلام کے ذکر کی تخصیص اور حیات کے لفظ کا اطلاق تو ایک تخصیص اور ایک اطلاق۔ تخصیص ذکر کی اور خصوصیت بیانی اور لفظ حیات کا اطلاق یہ دونوں مل کر یہ نتیجہ پیدا کرتے ہیں کہ کوئی خاص اور اعلیٰ قسم کی حیات ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں اب یہ کہ اس کی کیفیت کیا ہے؟

قبض روح کا امتیاز

توہم کیفیت سے واقف نہیں نہ ہم اسکا پتہ دے سکتے ہیں نہ ہمارے بس کی بات ہے اتنا ہم ضرور جانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی ممات بھی ہماری جیسی نہیں۔ انکی حیات بھی ہماری جیسی نہیں انکی ممات میں تو یہ بھی ہے کہ ملک الموت آکر ان سے اجازت لیتے ہیں اور جب وہ اجازت نہ دیں اور ان کے علم میں نہ لایا جائے کہ وقت آرہاہے اور ہم قبض روح کے لئے آرہے ہیں۔ اسوقت ممات کا آغاز نہیں کیا جاتا۔ عامۃ المؤمنین سے اس قسم کی کوئی اجازت یا استیذان نہیں کیا جاتا۔

دست نبوی کا امتیاز

پھر یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی دنیامیں جو حیات ہے تو وہ اور لوگوں کی جو دنیوی حیات ہے اس کے مشابہ نہیں۔ تو جب حیات مشابہ نہیں تو ممات بھی مشابہ نہیں ہو سکتی یوں تو فرمایا گیا" اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ"میں تم جیسا ایک بشر ہوں۔ لیکن اس مماثلت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور ہماری بشریت میں کتنا فرق ہے۔ یہ سیرت کے احوال دیکھنے سے واضح ہو گا ہم بھی کہیں گے کہ ہمارے ہاتھ ہیں اور انبیاء علیہ السلام کے بھی ہاتھ ہوتے ہیں اور جسمانی ہوتے ہیں کوئی معنوی اور روحانی نہیں۔ لیکن ہاتھوں کے اندر خصوصیت سے امتیازی شان موجود ہے جو عام ہاتھوں کو حاصل نہیں ہم اگر کسی کے چپت ماردیں تو چوٹ لگ جائیگی۔ انبیاء علیہ السلام اگر کسی کے چپت مارتے ہیں تو چوٹ لگے یا نہ لگے لیکن اس سے معنوی حیات پیدا ہو جاتی ہے ہم اگر آپ کے سینے میں ہاتھ ماریں تو آپ چوٹ کھائیں گے۔ اور ہمیں بُرا بھلا کہیں گے۔ سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین حضور علیہ السلام نے سیّدنا عمر فاروقؓ کے سینے میں ہاتھ مارا تو ان کو شرح صدر نصیب ہو گیا اور اُن کے سامنے آسمانوں تک کی چیزیں روشن ہو گئیں۔ جیسے کہ حدیث میں

یہ واقعہ فرمایا گیا کہ غالبًا سیّدنا حضرت خباب ابن ارت رضی اللہ عنہ یہ اپنے محلے کے امام تھے انہوں نے نماز پڑھائی امیر المؤمنین فاروق اعظمؓ نے انکی قراءت سنی تو انہوں نے اپنے قبیلے کے لغت پر قراءت کی اور سیّدنا فاروق اعظمؓ لغت قریش کی قرأت جانتے تھے وہ تو أشدھم في أمرِ اللہ ہیں تو سیّدنا خباب ابن ارت کی مشکیں کس کے کھینچتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا یارسول اللہ ! مجھے اجازت دیجئے اس منافق کی گردن قلم کردوں اس لئے کہ یہ قرآن غلط پڑھتا ہے فخر دوعالم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خباب ابن ارت سے فرمایا پڑھو انہوں نے وہ آیت اپنی لغت پر سنائی آپ نے ارشاد فرمایا ھٰکذا أنزِلت یوں ہی نازل ہوا ہے أُنزِل القُرآنُ علی سبعَةِ أحرُفٍ سات لغت پر قرآن کریم پڑھنے کی جازت دی گئی تھی جسمیں بنی تمیم، بنی طے، قریش وغیرہ لغات شامل ہیں۔ یہ جو عرب میں سات فصیح لغات ہیں۔ ان ساتوں میں پڑھنے کی اجازت تھی اس میں لفظوں میں تغیر ہوتا تھا۔ معنی اور مفہوم میں کوئی تغیر نہیں پیدا ہوتا تھا۔ تو فاروق اعظمؓ نے پڑھا فرمایا ہٰکذا انزلت یوں ہی نازل ہوا ہے۔ اس سے فاروق اعظمؓ کے سینے میں کچھ ریب اور شک کی سی کیفیت پیدا ہوئی کہ یہ کس قسم کا قرآن ہے جس طرح جو پڑھے اُسے کہہ دیا جاتا ہے ہٰکذا انزلتیوں ہی نازل ہوا ہے جیسے شبہ یا وسوسہ پیش آتا ہے۔ ایسی کیفیت پیدا ہوئی تو آپ نے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا یا ابن الخطاب فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں سینے پر ہاتھ لگتے ہی اتنا عظیم شرح صدر ہوا گویا آسمان میرے اوپر روشن ہوگئے اور وہ جو ریب وشک وساوس گذر رہے تھے وہ قطعا ختم ہوگئے تو میں اور آپ کسی کے ہاتھ مار دیں تو چوٹ لگے گی اور پیغمبرؐ نے ہاتھ مارا تو شرح صدر کی دولت نصیب ہوگی تو إنما أنا بشرٌ مثلُکُمۡ بھی صحیح ہے لیکن یہ مماثلت نوعیت کے اندر ہے مگر شخصی فرق وہ اتنا ہے کہ ہاتھوں تک میں نمایاں ہے۔

لسان نبویؐ کا امتیاز

میری اور آپکی زبان گوشت پوست کی ہے انبیاء علیہ السلام کی زبان بھی گوشت پوست کی ہوتی ہے لیکن میں اگر کوئی غذا کھاؤں تو اس سے کھٹے اور میٹھے کا پتہ چل جائے گا جو ایک مادی ذوق ہے اور امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرماتے تھے تو زبان حلال و حرام کا بھی پتہ چلا لیتی تھی حدیث میں واقعہ فرمایا گیا ہے کہ انصار میں کہیں میت ہوئی آپؐ جنازے میں تشریف لے گئے جب دفن سے فارغ ہوئے تو میت کے وارثوں نے عرض کیا۔یارسول اللہ ہمارے گھر جاکر کچھ تناول فرمائیں آپؐ نے قبول فرمالیا تشریف لائے گوشت لاکے رکھا گیا اور لوگ بھی کھانے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چکھا اور ارشاد فرمایا یہ غصب کا مال معلوم ہوتا ہے۔بات یوں کھلی کہ جس نے دعوت دی تھی اس عورت نے کہا میں نے خاوند کو بھیجا کہ فلاں جگہ سے جاکر بکری خرید لاتا کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کروں ۔لیکن وہاں سے بکری دستیاب نہیں ہوسکی تو میں نے پڑوسی عورت سے کہا کہ تو کہیں سے بکری لادے اس نے خاوند کی بکری جو اسکی ملک تھی پکڑ کر بلا اجازت بھیج دی میں نے ذبح کرکے پکادی اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک نے پہچانا کہ مال مغصوبہ ہے جو بلا اجازت کے ذبح کیا گیا ہے ارشاد فرمایا قیدیوں کو کھلادو ہم یہ کھانا نہیں کھائیں گے تو زبان کے اندر مماثلت بھی ہے یعنی گوشت پوست اور مادی ہونے میں اور عدم مماثلت بھی ہے اس چیز میں کہ ہماری زبان فقط خاسہ ذوق رکھتی ہے اور حضور ﷺ کی زبان مبارک کے ساتھ ساتھ حاسہ معنویت بھی رکھتی ہے جس سے حلت و حرمت، جائز وناجائز یا افضل وغیر افضل کا بھی پتہ چلتا ہے تو مماثلت بھی ہے مگر مماثلت کے ساتھ عدم مماثلت بھی ہے۔

صوم نبویؐ کا امتیاز

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں إنما انا بشرٌ مثلکم میں تم جیسا ایک بشر ہوں لیکن حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ امت کو صوم وصال رکھنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی کہ بلا افطار روزہ مت رکھو اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ پر روزہ رکھتے چلے جاتے متعدد روزے رکھتے اسپر صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہمیں تو آپ نے ممانعت فرمائی اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے ہیں فرماتے ہیں أيكم مثلي يطعِمني ربي ويسقيِني تم میں مجھ جیسا کون ہے مجھے تو میرا پروردگار کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے تو آیت میں یہ فرمایا جارہا ہے إنما انا بشرٌ مثلکم میں تم جیسا بشر ہوں اور حدیث بالا میں فرماتے ہیں أيكم مثلي تم میں مجھ جیسا کون اور کون میرا مثیل ہے میرے ساتھ پروردگار کا دوسرا معاملہ ہے تو مماثلت بھی ہے اور عدم مماثلت بھی ہے مماثلت بھی ہے اور امتیازی شانیں ہر ہر عضو کے اندر بھی ہیں۔

چشم نبوی ﷺ کا امتیاز

میری اور آپکی آنکھ دیکھتی ہے مادی آنکھ ہے شکلیں صورتیں ہمیں نظر پڑتی ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مادی آنکھ دی گئی لیکن حدیث میں واقعہ فرمایا گیا ہے کہ نماز میں بعض لوگوں سے کچھ غلطیاں ہوئیں۔ تو آپؐ نے متنبہ فرمایا اور فرمایا إني أرىٰ خلفي كما أرىٰ بين يديٰ تم یہ سمجھتے ہو میں دیکھتا نہیں میں پشت کی جانب سے دیکھتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بینائی دوطرف کام کرتی تھی پیچھے سے بھی دیکھتی ہے اور آگے سے بھی دیکھتی ہے تو آنکھ آنکھ ہونے میں تو

مما ثلت ہے مگر آنکھ کی خصوصیات میں کوئی مما ثلت نہیں پیغمبر کی آنکھ دوسری ہے اور امتی کی آنکھ دوسری ہے۔

حیات نبوی ؐ کا امتیاز

اسی طرح جب ایک ایک جز اور زندگی کے ایک ایک شعبے میں مما ثلت کے دعوے کے ساتھ عدم مما ثلت اور امتیازی شان بھی موجود ہے تو اگر ہم یوں کہیں کہ مجموعہ حیات میں بے شک مما ثلت ہے کہ ہم بھی زندہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی زندہ ہیں مگر آپکی زندگی میں جو خصوصیات ہیں وہ ہمیں میسر نہیں تو یہ ہم کہہ سکتے ہیں کیونکہ زندگی کی ایک ایک جزئی میں امتیازی شان موجود ہے۔

حیات بعد الوفات کا امتیاز

اسی طرح سے ممات کے بارے میں بھی ہم کہیں گے کہ ممات اور موت کے بعد جو حیات آتی ہے اس میں بظاہر مما ثلت ہے لیکن پھر امتیازات ہیں مرنے کے بعد ہمیں وہ حیات میسر نہیں آسکتی جو انبیاء علیہم السلام کو برزخ کی حیات میسر آتی ہے۔

علامات حیات

اور اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ حیات اور زندگی کو پہچاننے کے لیے دو چیزیں ہیں جس سے آدمی پہچانا جاتا ہے کہ آدمی زندہ ہے یعنی حسی زندگی ایک تو معنوی زندگی ہے کہ روح موجود ہے وہ تو ہر انسان کو حاصل ہے جسکی روح موجود ہے بس وہ زندہ ہے اور روح کسی کی بھی مردہ نہیں امام غزالیؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ انسان ازلی تو نہیں ہے مگر ابدی ہے یعنی ہمیشہ سے تو نہیں تھا پیدا کیا گیا لیکن پیدا ہونے کے بعد اب مٹے گا نہیں گلکہ زندہ رہے گا اسکی حقیقت اور روح قائم رہے گی چولے اور جسم بدل جائیں گے مگر اصل نفس

قائم رہے گا تو زندگی کی پہچاننے کی دو ہی علامتیں ہیں ایک تو کھانا پینا، کھاتا پیتا دیکھ کر ہم کھلے بندوں کہتے ہیں کہ فلاں آدمی زندہ ہے اور جس کا کھانا پینا بالکل چھوٹ جائے تو ہم یہی کہا کرتے ہیں کہ بھئی! اس کی زندگی کیا؟ یہ تو عنقریب مرنے والا ہے اس لئے کہ اسکی زندگی کے اسباب جب مفقود ہو گئے تو زندگی کیا رہے گی آج مر جائے تو کھانا حسی اسباب میں بقائے حیات کی علامت ہے۔

دوسری علامت زندگی کی یہ ہے کہ نقل و حرکت دیکھیں۔ اگر ایک شخص بے حس و حرکت پڑا ہے ہم اول وہلہ میں یہی سمجھیں گے کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ لیکن وہ ہل رہا ہے، حرکت کر رہا ہے، چلتا پھرتا ہے، کبھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے کہ یہ میت ہے اس لئے کہ نقل و حرکت زندگی کی بڑی علامتوں میں سے علامت ہے تو زندگی کی دو علامتیں ہوئیں ایک خورد و نوش کھانا اور پینا، ایک نقل و حرکت چلنا پھرنا یعنی مختلف افعال کا سرزد ہونا جو حرکت کی علامت اور یہ زندگی کی علامت ہے۔

اب دیکھے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں فرمایا گیا الأنبياءُ أحياءٌ في قبورهِم يصلُّونَ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں حیات ہیں کیوں حیات ہیں اسکی علامت بتلائی گئی کہ نقل و حرکت پائی جاتی ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ تو ایک نقل و حرکت مادی ہے کہ ہم ترکاری خریدنے کے لے بازار میں جائیں یا پڑھنے کے لیے مدرسے جائیں یہ مادی حرکت ہے اور نماز پڑھنے لگیں حرکت یہ بھی ہے مگر یہ روحانی اور عباداتی حرکت کہی جاتی ہے جو بازار میں جانے کی حرکت سے یقینا افضل حرکت ہے اور جو کھانے پینے کی حرکت سے افضل ہے کہ اللہ کے آگے جھک رہے ہیں۔

خلاصہ کلام

تو اس (مذکورہ) حدیث نے ثابت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اس لئے کہ حرکت بدن حیات کے آثار میں سے ہے۔ تو حرکت وہ ہے جو کامل ترین حرکت ہے تو عباداتی حرکت ثابت ہوئی محض کھانے پینے کی حرکت ثابت نہیں ہوئی۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ کأني أنظرُ إلى موسى يُلَبِّي میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا ہوں کہ لبیک لبیک کہتے ہوئے میدان عرفات میں جارہے ہیں تو انبیاء علیہم السلام گویا حج کرتے ہیں حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھتا ہوں کہ سرخ اونٹنی پر سوار ہیں اور اُون اور صوف کی لگام ہاتھ میں ہے اور لبیک لبیک پڑھتے ہوئے جارہے ہیں اور حج کررہے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ مطاف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص طواف کررہے ہیں مربوع الخلق یعنی چوڑے چکلے بدن ان کا سینہ نہایت چوڑا اور اس قدر خوبصورت اور اتنا شادات رنگ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کأنه خرجَ من دِيماسٍ کہ یہ شخص ابھی غسل کرکے حمام سے آیا ہے اور گویا پانی اس کے بالوں سے ٹپک پڑے گا۔ تو اتنی تروتازہ اور شاداب صورت چوڑے بدن، میانہ اور ذرا پستی مائل قد اور طواف میں مشغول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کیا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کو طواف کرتے ہوئے دیکھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لبیک لبیک پڑھتے ہوئے دیکھا، حضرت یونس علیہ السلام کو سرخ اونٹنی پر دیکھا کہ لبیک پڑھتے ہوئے جارہے ہیں۔ اور عام طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''الأنبياءُ أحياءٌ في قبورِهِم يُصَلُّون'' انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں سب زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں تو نماز بھی ثابت ہوئی، حج

بھی ثابت ہوا، تو بدن کی نقل و حرکت ثابت ہوئی اور وہ حرکت جو عباداتی حرکت ہے محض آنے جانے کی حرکت نہیں اس سے کہیں مکمل عباداتی حرکت ہے۔

دوسری حدیث میں ہے۔ونَبِيُّ االله يُرْزَقُ۔ اللہ کا نبی زندہ ہے اور انہیں رزق دیا جاتا ہے تو رزق کا دیا جانا خود دلیل حیات ہے۔ کیونکہ کھانا، پینا دوسری علامت ہے اب یہ کہ وہ رزق کیسا ہے؟ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کس انداز کا تھا اسکی کیا کیفیت تھی؟ اس میں پلاؤ زردہ تھا یا کون سا رزق تھا یہ اللہ جانے لیکن رزق بتلایا گیا۔ تو رزق تناول کی چیز ہے تو انبیاء علیہم السلام گویا تناول بھی کرتے ہیں اور حرکات بدنی بھی ہوتی ہیں۔ تو جیسے حرکات بدنی اعلیٰ قسم کی ہوتی ہیں جو عباداتی حرکت ہیں ممکن ہے کھانا پینا اعلیٰ ہی قسم کا ہو جو جنت کی غذا ہو اس دنیا کی مادی غذا نہ ہو تو جب نقل و حرکت بھی ثابت، خورد و نوش اور غذا بھی ثابت ہو تو اب حیات میں کوئی تامل باقی نہیں رہتا کیونکہ آثار میں سے یہی دو چیزیں ہیں جو موجود ہیں۔ یہ تو حضرات انبیاء علیہم السلام کی حرکت بدن اور انکی حیات ہے۔

حیات شہداء

اسی طرح سے قرآن کریم نے شہداء کی بھی حیات ثابت کی ہے۔ وَلاَ تَقُوْلُوْا لِمَن يُّقتلُ فِي سَبِيْلِ اللهِ أَموَاتٌ بَلْ أَحياءٌ وَّلكِن لاَّتَشْعُرُوْنَ (سورت بقرہ)

جو اللہ کے راستہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مت کہو کہ وہ مردہ ہیں یعنی مردہ تو ہے نہیں تمہیں کہنے کی بھی اجازت نہیں کہ یہ اُن کے حق میں بے ادبی ہے بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی حیات کا شعور نہیں رکھتے یعنی اس کیفیت کو نہیں سمجھ سکتے کہ کس کیفیت کی زندگی ہے۔ تو قرآن کریم میں شہدا کی زندگی ثابت کی گئی۔ اب کسوٹی پر جانچنے جو ہم نے عرض کی تھی کہ حیات کے پہچاننے کے دو طریقے ہیں۔

(۱)خوردونوش(۲) نقل وحرکت کرتے ہیں اور وہاں کی غذا کھاتے ہیں تورزق بھی دیا گیا اور نقل وحرکت بھی پائی گئی مگر فرق کیا ہے؟حضرات انبیاء علیہم السلام کی نقل وحرکت عباداتی تھی معاشی نہیں تھی کہ کھانے پینے کے لئے جائیں۔ شہدا کی نقل وحرکت کھانے اور پینے کی ہے کہ جاؤاور جنتیوں میں جاکے چرو انبیاء علیہم السلام کو انکی غذاء وہیں پہنچتی تھی شہیدوں کو غذاء حاصل کرنے کے لئے جنتیوں کے میدان میں جاناپڑے گااور چونکہ انہیں بطور جزا کے جنت میں نہیں بھیجا جارہاہے اس واسطے پرندوں کاخول دیا گیا۔ان کا اصلی بدن نہیں دیا گیا وہ قیامت کو دیا جائے گاجب بطور جزاء کے ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا تو دونوں چیزیں شہداء کے حق میں بھی ثابت ہوئیں نقل وحرکت بھی اور خودونوش بھی فرق اتناہے کہ وہاں معاشی نقل وحرکت نہیں تھی بلکہ عباداتی تھی یہاں معاشی نقل وحرکت ہے کہ کھانے پینے کے لئے جائیں ۔وہاں انبیاء علیہم السلام کے پاس رزق پہنچتا تھا، شہداء کے پاس رزق نہیں پہنچتارزق کے پاس انہیں پہنچنا پڑتاہے چونکہ انہیں جاناپڑتاہے تو یہ نمبر دوہوں گے۔

حیات صلحاء

اب ایک عامۃ المؤمنین ہیں جن کو صلحاء امت کہا جائے گااس میں درجہ بدرجہ کچھ گناہ بھی ہیں کچھ نیکیاں بھی ہیں مگر ان پر غلبہ نیکیوں کاہے ان کے بارے میں کیا فرمایا گیاان کو نقل وحرکت کی اجازت نہیں ہے بلکہ وہ علیین کے مقام پر اپنی جگہ موجود ہیں۔ان کو جانے آنے کی اجازت نہیں ہے اور رزق کھانے کی بھی اجازت نہیں ثابت کیا ہوتاہے؟ثابت یہ ہوتاہے کہ جب ایک میت کو قبر میں رکھ دیا جاتاہے اور سوال وجواب میں وہ پورااُترتاہے توپہلے جہنم کادروازہ کھولا جاتاہے اوراُسے وہ ٹھکانا نظر پڑتاہے اُسے بتلایا جاتاہے کہ یہ تیراٹھکانہ تھالیکن تونے چونکہ صلاح اور نیکی اختیار کی اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ تجھ پر

بند کر دیا پھر ملائکہ جنتوں کا دروازہ کھولتے ہیں تو دور سے اسکی روح وریحان اور نعمتیں نظر پڑتی ہیں اور اسکی خوشبوئیں اور لپٹیں آتی ہیں۔ جو دماغ کو معطر کرتی ہیں اور قوت بخشتی ہیں۔ تو صلحاء مؤمنین کو کھلایا پلایا نہیں جاتا۔ دور سے دِکھلایا جاتا ہے کھانے پینے کی امید بندھ جاتی ہے اور کچھ خوشبوئیں آتی ہیں جن سے دماغ میں تائثر پیدا ہوتا ہے تو معدے کے راستے سے کوئی غذا نہیں جاتی بلکہ دماغ میں بسادی جاتی ہے۔ تاکہ دماغ میں اُس سے عِطریت اور خوشبوئیں پیدا ہو جائیں نقل وحرکت نہیں کر سکتے کہ جنتوں میں جائیں لیکن دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ دور سے دیکھتے رہیں تاکہ امید قائم رہے تو یہ حیات ہے مگر یہ بہت ادنیٰ درجے کی حیات ہے۔

موت کفار

اب کفار ہیں ان پر اتنی پابندی عائد ہے کہ وہ نہ اپنی جگہ سے حرکت کر سکتے ہیں اور نہ ان کو حرکت دی جاتی ہے نہ غذا حتی کہ ان کے خیال میں بھی حرکت نہیں یعنی ان کی قوت خیالی بھی حرکت نہیں کر سکتی قوت خیالیہ بھی حرکت نہیں کر سکتی قوت خیالہ اگر حرکت کرتے تو کم از کم آدمی بیٹھ کر سوچتا ہے کہ ہمیں گرفتار ہوں میری رہائی کی یہ صورت نکل سکتی ہے تو چاہے نہ نکلے مگر دل میں ایک گونہ تسلی کچھ امید کی رمق ہوتی ہے۔ اگر میں نے یوں کر لیا تو شاید میں چھوٹ جاؤں تو جہنمیوں کو اسکی بھی اجازت نہیں ہو گی کہ قوت فکریہ کو بھی حرکت دے سکیں۔ ان کا خیال بھی محبوس اور مقید ہو گا وہ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ رہائی کی کیا صورت ہو سکتی ہے تو نہ بدن نقل وحرکت کرے گا نہ خیال نقل وحرکت کرے گا، نہ غذاء ملے گی اور نہ غذا کا تصور ملے گا تو حقیقی معنی اگر میت کہا جائے گا تو کفار کو کہا جائے گا کہ وہ صحیح معنی میں میت ہیں کہ نہ نقل وحرکت کی اجازت نہ معنوی نہ مادی نہ حسی نہ کھانے پینے کی اجازت۔

مراتب حیات

باقی حیات عوام مؤمنین کے لئے ثابت شہداء کے لئے بھی اور انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی۔ لیکن درجہ بدرجہ ، غرض انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں انکی نقل و حرکت عباداتی ہے اور غذا انکی خدمت میں پہنچائی جاتی ہے شہداء زندہ ہیں انکی نقل و حرکت مادی ہے ان کو غذاء دی جاتی ہے مگر غذا کے پاس ان کو جانا پڑتا ہے۔ عوام مؤمنین کو نقل و حرکت کی اجازت نہیں وہ اپنے مقام پر رہیں۔ مگر احترام سے رکھے جاتے ہیں۔ اور جنت کی نعمتیں دکھلائی جاتی ہیں تاکہ انکی قوت خیالیہ منسبط ہو جائے اور اعلی درجے کی توقعات باندھیں کہ اب قریب میں وہ وقت آنے والا ہے کہ ان شاء اللہ ہم ان نعمتوں میں پہنچیں گے تو نعمت سے بڑھ کر امید نعمت ہوتی ہے توقع لگی ہوئی ہے کہ اب وہ نعمت چند منٹ کے بعد ملی اب وقت آیا کہ یہ نعمت مجھے ملے۔ تو مؤمنین کی قوت خیالیہ پر پابندی عائد نہیں ہے ان کی قوت خیالیہ آزاد ہے وہ اس سے لذت لیتے ہیں تو یہ لذت انہیں ملتی ہے یہ حیات کے تین درجے ہو گئے اس معیار سے کہ زندگی کے پرکھنے کا معیار اور کسوٹی نقل و حرکت اور خورد و نوش ہے۔

درجات حیات

پہلا درجہ حیات: تو اقویٰ ترین حیات انبیاء علیہم السلام کی ثابت ہوئی۔

دوسرا درجہ حیات: متوسط حیات شہداء کی ثابت ہوئی۔

تیسرا درجہ حیات: ادنیٰ حیات صلحاء کی ثابت ہوئی۔ جس جس درجے کی یہ حیات ہے اُسی درجے کے اثرات بھی ہیں دنیا تک اس کے اثرات پہنچے ہوئے ہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات اتنی کامل ہے کہ اقویٰ ترین ہے دنیا میں اسکا اثر یہ ہے کہ دنیا سے جاچکے ہیں لیکن انکی بیویاں بیوہ نہیں ہوئیں۔ دوسرے خاوندوں سے نکاح نہیں کرسکتیں۔ دنیا سے جاچکے ہیں لیکن اُن کے مالوں میں میراث تقسیم نہیں ہوسکتی کیونکہ زندہ کے مال میں میراث تقسیم نہیں ہوتی تو ان کے مال بھی میراث سے مستثنیٰ اور ان کی بیویاں بھی زوجیت اور نکاح سے مستثنیٰ۔

شہداء کے اندر یہ بات نہیں ہے کہ ان کی بیویوں کا نکاح نہ ہوسکے ان کے مال میں میراث تقسیم نہ ہوسکے یہ تو سب ہوگا لیکن ان کے بدنوں کو کچھ ایسی قوت دیجاتی ہے کہ دنیا کے اندر بھی ان کے کچھ ابدان محفوظ رہتے ہیں۔ اور اگرچہ نص صریح سے ثابت نہیں مگر تجربات سے اتنا ثابت ہے کہ صلحاء کے بدن بھی محفوظ رہتے ہیں اور ان میں تغیر بہت کم سے کم ہوتا ہے یا نہیں ہوتا اور عوام مؤمنین کا دنیا کے اندر کوئی اتنا اثر نہیں ہے ان کے بدن بھی مٹی ہوجاتے ہیں اور گل جاتے ہیں۔ تو جس جس درجے کی حیات برزخ میں ہے اُسی درجے کے آثار دنیا کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اس لئے دنیوی معیار سے دیکھا جائے تو حیات کے مراتب ہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات سب سے زیادہ قوی ہے اسی طرح برزخ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو حیات کے مراتب ہیں۔ اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات سب سے زیادہ قوی ہے۔ اس سے اتنا معلوم ہوا کہ عام لوگوں کی سی حیات برزخ میں نہیں ہے۔ جب دنیا کے اندر حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات عام لوگوں جیسی نہیں تھی۔ یہاں حیات کی نوعیت دوسری ہے۔

(از خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۳۴۹)

دُر فشانی نے تری قطری قطروں کو دریا کردیا
دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں مسیحا کردیا

یہ قطعہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں اکبر الہ آبادی مرحوم نے پیش کیا۔

(نقل از کتاب خصوصیات اسم محمد ؐ ص ۵۷۹)

حدیث ضیافت حضرت علیؓ

حضرت علیؓ سے روایت ہے قال أضافنا رسول اللہ ﷺ علی الأسوَدَینِ التّمر والماءِ (او کماقال علیہ الصلوٰۃ والسلام) نبی کریم ﷺ نے میری ضیافت کی دواسودین پر کھجور اور پانی پر۔ کھجور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھا کر واپس مجھے کھلایا اور پانی پی کر مجھے پلایا اور یہ حدیث بیان فرمائی مَن أضافَ مؤمنًا فکأنما أضاف اٰدمَ جس نے اخلاص کے ساتھ کسی ایک مؤمن کی ضیافت کی وہ ایسا ہے جیسے کسی نے حضرت اٰدم علیہ السلام کی ضیافت کی اس پر جو اجر ملتا وہ اُسے اجر ملے گا۔ آگے فرماتے ہیں ومن أضَافَ مؤمنین فکأنما أضافَ اٰدمَ وحوّاء جس نے دو مسلمانوں کی ضیافت کی وہ ایسا ہے جس نے آم وحواء دونوں کی ضیافت کی اس کے بعد فرمایا جس نے تین مسلمانوں کی ضیافت کی وہ ایسا ہے جیسا جبریل ومیکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو مہمان بنایا۔ اور جس نے چار کی ضیافت کی وہ ایسا ہے جس نے تورات، زبور، انجیل اور قرآن کریم کو پڑھ لیا یہ کتابیں پڑھنے پر اس کو جو اجر ملتا ہے اس نوعیت کا اجر اس کو ملے گا جس نے پانچ کی مہمانی کی وہ ایسا ہے جیسے اولاد اسماعیل میں سے چھے غلام شدہ

انسانوں کو آزاد کر دیا جس نے سات آدمیوں کی دعوت کی تو گویا جہنم کے سات دروازے اس پر بند کر دیئے گئے گویا اس کا جہنم میں داخلہ نہیں ہو گا اس پر یہ اجر مرتب ہوا۔ اور جس نے آٹھ آدمیوں کی ضیافت کی اس کے لئے گویا جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے گئے جس میں سے چاہئے داخل ہو جائے۔ اور جس نے نو آدمیوں کی دعوت کی وہ ایسا ہے جیسے اول خلق سے گناہ گاروں سے جتنے گناہ ہوئے ہیں اس نے اتنے اجر کمائے گناہوں کی قید اس لئے لگائی کہ نیکیاں کرنے والے کم ہوتے ہیں گناہ کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں تو مبالغہ اسی میں تھا۔ اور فرمایا جس نے دس کی ضیافت کی تو حق تعالیٰ اس کے لئے اُن لوگوں کا اجر لکھیں گے جنہوں نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، حج کیا، عمرہ کیا، اور قیامت تک کرتے رہیں گے اتنا عظیم اجر دیا جائے گا۔

گویا اس کا منشاء یہ ہے کہ مسلمانوں میں باہمی تعاون اور باہمی امداد واعانت کا جزبہ پیدا ہو ایک ہے خود تنہا نماز پڑھ لینا وہ سب اپنے لئے ہے گویا نماز پڑھ اپنی نجات کمالی۔ اور ایک نے مسلمانوں کو جوڑے رکھنے کا سامان کیا جس سے پوری امت میں قوت پڑتی ہے اس کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ ضیافت ومہمانداری بھی ہو تعاون اور ایک دوسرے سے ہمدری ہو جیسے کہ فرمایا گیا واللهُ في عَونِ العبدِ ما كان العَبْدُ في عَونِ أخيهِ اللہ اپنے بندے کی مدد پر رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہتا ہے۔ تو نماز تو ذاتی فعل ہے اور دوسرے کی مدد کرنے کا تعلق امت سے ہے اور انبیاء علیہم السلام کا مقصد یہ ہے کہ امت کے اندر اجتماعیت پیدا ہو تفریق کے بجائے اتحاد باہمی ہو جس سے قوت پیدا ہو اعداء اللہ مغلوب ہوں دین کا کلمہ بلند ہو اس واسطے اس عمل کی زیادہ قدر و قیمت بیان کی گئی۔ ورنہ بظاہر دیکھنے میں سرسری نظر سے

معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص نے حج کیا، عمرہ کیا اور ایک نے دس آدمیوں کو کھانا کھلایا بظاہر تو بڑی بات نہ تھی لیکن اگر بنیاد پر نظر ڈالی جائے تو ہزار نمازیں بھی پڑھے گا۔ تو اسکی ذات کے لئے ہیں۔

مہمانداری، تعاون اور ہمدردی کرے گا اس سے امت میں اجتماعیت عامہ پھیلے گی اور مقصود شریعت سے یہ ہے کہ امت کے اندر اجتماعیت، باہمی اخوت رہے تاکہ اعداء اللہ ضعیف ہوں اور اُن کے سامنے قانون الٰہی پیش کیا جاسکے۔ اگر خدانخواستہ اعداء اللہ غالب آجائیں گے تو وہ اپنا کلمہ آپ کے سامنے پیش کریں گے آپ کا کلمہ تھوڑا سنیں گے قوت کی وجہ سے آدمی دوسرے کی بات سنتا ہے تعاون و تناصر اور باہمی قوت کا اثر پوری امت تک پہنچتا ہے اور حج اور عمرہ کا اثر ایک آدمی کی ذات تک پہنچتا ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا عمل ہو اس واسطے اجر کو بڑھایا گیا۔ اگر آدمی نے ہزار حج کئے لیکن ایک کام ایسا کیا کہ اس سے امت مل گئی اس کا اجر ہزار حج سے زیادہ ہے کیونکہ مقصود اجتماعیت ہے اس واسطے یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ کھانا کھلانا کیسے بڑھ گیا۔

غرض یہ حدیث ضیافت حضرت علیؓ سے مروی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل مذکور ہے کہ کھجور کھا کر انہیں کھلائی حضرت علیؓ کے شاگرد ہیں انہوں نے عرض کیا کہ آپ میری ضیافت کریں اور یہ حدیث مجھے سنائیں۔ تو حضرت علیؓ نے اُن کی ضیافت کی کھجور کھلائی پانی پلایا اور حدیث بیان کی آگے شاگرد در شاگرد مولانا خلیل احمد صاحبؒ تک سلسلہ پہنچ گیا تو مولانا عبدالقیوم صاحب نے مولانا خلیل احمد صاحب کی ضیافت کی کھجور کھا کر انہیں کھلائی اور پانی پلایا۔ حضرت مولانا نے میرے ساتھ (سے مراد مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم ہیں) یہی معاملہ کیا کہ کھجور کھا کے واپس کھلایا اور پانی پی کر پلایا اور یہ حدیث سنائی اور سکی اجازت دی۔

اب یہ دو حدیثیں ہو گئیں ایک مسلسل بالمصافحہ اور ایک مسلسل بِالْمَاءِ وَالتَّمَرِ قولی طور آپ نے حدیث سُن لی اب عملی حصہ رہ گیا کہ ہر شخص جس کو اجازت دی جائے اس سے مصافحہ کیا جائے اور کھجور کھا کر کھلائی جائے اور پانی پی کر پلایا جائے اب یہاں اتنے آدمی ہیں کہ اتنی کھجوریں تو میں نہیں کھا سکتا کہ آدھی کھا کر انہیں کھلا دوں اس واسطے ایک آدھا کھجور کھا کے میں ان کھجوروں میں شامل کر دوں گا اس سے ان شاء اللہ برکات شامل ہوں گی اور پانی پی کر جگ میں ڈال دوں گا اس میں سے سب حضرات پی لیں ورنہ ہر گلاس میں سے ایک ایک گھونٹ پیوں تو پچاس گھونٹ میں معلوم نہیں پیٹ کہاں پہنچے گا۔

اسلام کا نظام اجتماعیت

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا إِسْلَامَ إِلَّا بِالْجَمَاعَةِ اسلام نہیں ہے مگر اجتماعیت کے ساتھ اسلام نام ہی اجتماعیت کا ہے اسی واسطے کوئی عبادت ایسی نہیں جس میں اجتماعیت نہ ہو نماز رکھی تو اس میں امام رکھا اقتداء رکھی اجتماع رکھا تا کہ ملکر نماز ادا کریں۔ اسی طرح اگر زکوٰۃ رکھی تو اس میں اصل یہ ہے کہ اسلامی حکومت ہو تو اُسے بیت المال میں داخل کیا جائے وہ عام غرباء میں اسکو تقسیم کرے۔ تا کہ پوری امت تک اس کا اثر پہنچے اب حکومت اسلامی نہیں ہے تو علماء اور اہل فتویٰ کو اسکا قائم مقام بنا دیا گیا تا کہ ان کے فتویٰ کے مطابق تقسیم کی جائے۔ اسی طرح حج ہے تو وہ بھی اجتماعیت کا نام ہے اس میں بھی امام ہے اور امام کے اشاروں پر سب حج کے افعال ادا ہوتے ہیں جہاد ہے اس میں امام وامیر رکھا گیا جب تک وہ حکم نا دے نہ آپ آگے بڑھ سکتے ہیں نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اسی طرح عام گھروں کے اندر فرمایا گیا کہ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِه تم میں سے ہر شخص اپنے گھر کا بادشاہ ہے اسی سے پوچھا جائے گا کہ تو نے اپنی رعایا (گھر والوں) کا کس طرح سے بندوبست کیا ان کی تربیت شرعی کی تھی یا نہیں؟ یہاں بھی

اجتماعیت قائم کر دی۔ اسی سفر طرح میں جائے تو اس بات کو سنت قرار دیا کہ چند آدمی ایک امیر بنالیں اس کے احکام پر عمل کریں تا کہ سفر نظم کے ساتھ ہو۔

غرض اسلام نے ہر چیز میں نظم رکھا تنظیم واجتماعیت رکھی ہے اس لئے فرمایا لَا إِسْلَامَ إِلَّا بِالْجَمَاعَةِ اسلام بن نہیں سکتا جب تک اجتماعی رنگ نہ غالب آجائے جتنی چیزیں اجتماعیت سے متعلق ہیں ان کے اجر کو انفرادی عبادتوں سے زیادہ بڑھا دیا گیا ہے تا کہ پوری جماعت اس کی لپیٹ میں آجائے۔

(از خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۳۴۱ تا ۳۴۶)

نعت آفتاب ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم

آپ دنیا میں تشریف لائے نہ تھے
سارا عالم جہالت سے معمور تھا
ہر طرف حشر ظلم وستم تھا بپا
ناتواں ظلم سہنے پہ مجبور تھا
کفر والحاد کاراج تھا چارسو
کوئی توحید یزداں کا قائل نہ تھا
بُت پرستی کی پھیلی ہوئی تھی وبا
معصیت اہل عالم کا دستور تھا
آپ آئے تو ظلمات روشن ہوئیں
بربریت کی تاریکیاں مِٹ گئیں
آفتاب ہدایت ہوا ضو فشاں
خاد دان جہاں بقعہ نور تھا
عدل وفیض مساوات جاری ہوا
سب برابر ہوئے بندگانِ خدا
بے نواؤں کی قسمت چمکنے لگی
فرق اوطان وانساب کافور تھا

پرچم عدل وانصاف لہرا گیا
غرق ظلم وستم کا سفینہ ہوا
کفر وطغیان کی آندھیاں تھم گئیں
کفر مغلوب اسلام منصور تھا
نفرت وتفرقہ کی جڑیں کٹ گئیں
وحشت وخوف کی بدلیاں چھٹ گئیں
بندگان خدا سب گلے مل گئے
صحن آفاق میں نور ہی نور تھا
ظالم وراہزن پارسا بن گئے
مفسد ومفتری باخدا بن گئے
فسق وعصیان کا سیل رواں رک گیا
ہر بشر اس تغیر پہ مسرور تھا
ختم کردی گئی رسم دختر کشی
صنف نازک کی عظمت مسلم ہوئی
سب شکنجے غلامی کے توڑے گئے
ہر نفس شاہ طیبہ ﷺ کا مشکور تھا
جہل وعصیان کادم ٹوٹ کر رہ گیا

جب شریعت کا دستور نافذ ہوا
درد جاتا رہا مندمل ہو گیا
جسم انسانیت میں جو ناسور تھا
قبل از بعثت سرور دوجہاں
روح فرسا تھا ملک عرب کا سماں
چند ہی سال کے بعد یہ خاکداں
رشک فردوس تھا غیرت طور تھا

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ گلہائے عقیدت جناب سرور میواتی صاحب لاہور نے پیش کئے۔ (از نقل کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۴۵۱)

اقسام محبت

علماء کرام محبت کی تین قسمیں لکھتے ہیں ایک محبت طبعی ہے ایک محبت عقلی ہے اور ایک محبت عشقی ہے۔ محبت طبعی تو مادی محبت ہے جیسے باپ کو اولاد سے ہوتی ہے یا اولاد کو ماں باپ سے ہوتی ہے یا عزیزوں اور رشتہ داروں میں ہوتی ہے اور ایک محبت عقلی ہے اسی کا نام فی الحقیقت ایمان ہے حدیث میں ہے کہ لا یُؤمِنُ أحدُ کُمْ حَتَّی أکُونَ مِن وَلدِہ ووالدہٖ والناسِ أجمعین

ترجمہ: تم میں کوئی بھی مؤمن نہیں بن سکتا جب تک میرے ساتھ اتنی محبت نہ ہو کہ نہ اتنی محبت اپنے ماں باپ سے ہو نہ اولاد سے ہو۔

ظاہر بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو محبت ہوتی ہے وہ محبت عقلی ہوتی ہے طبعی نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ دلائل پر مبنی ہے۔ ایمان خود استدلالی چیز ہے اور ایمان کی حقیقت محبت ہے تو وہ محبت عقلی ہے اس محبت کی آدمی جب عملاً عشق کرے اور بڑھائے اور عشق کے درجے میں آجائے تو وہ محبت عشقی کہلاتی ہے جیسے قرآن کریم میں فرمایا گیا

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

تو اشد حب یہی وہی عشق ہے۔ محبت طبعی تو غیر اختیاری ہوتی ہے جیسے اولاد سے محبت ہے اس میں ارادے اور اختیار کا دخل نہیں خواہ مخواہ آدمی محبت کرنے پر مجبور ہے لیکن عقلی محبت وہ اختیاری ہے بایں معنی کہ ان کے اسباب اختیاری ہیں جب اس کے اسباب اختیار کرے گا وہ محبت پیداء ہو جائیگی اور اس محبت کو جب تمرین میں لائے گا اسکی مشق کرے گا اور اسکے متعلقہ اعمال انجام دے گا وہ محبت بڑھ کر عشق کے درجے میں پہنچ جائے گی جیسا کہ مجاہدہ اور ریاضت کرنے والے کی کیفیت ہوتی ہے اصل ایمان وہ تو محبت عقلی ہے جب مجاہدات اور ریاضتیں کرتے ہیں تو محبت حال کے درجے میں پہنچ جاتی ہے وہ عشق کہلاتی ہے یہ جو آپ نے سوال کیا کہ قیامت میں آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ محبت کرے یہ درحقیقت محبت عقلی کی طرف اشارہ ہے یعنی ایمان کی وجہ سے جس کے ساتھ محبت ہو گی آدمی اس کے ساتھ ہو گا۔

مثلاً امام ابی حنیفہؒ سے آپ کو محبت ہے یہ طبعی محبت نہیں بلکہ عقلی محبت ہے ان کے علوم و کمالات کو دیکھ کر ہے چونکہ آپ کو کمالات سے محبت تھی صاحب کمال سے بھی محبت ہے سارے انبیاء علیہم السلام اور سارے اولیاء نیز اہل اللہ سے محبت یہ محبت عقلی ہے آخرت کا تعلق زیادہ تر اسی محبت سے ہے جو امر اختیاری ہے اور غیر اختیاری امور پر تکوینی آثار مرتب ہوں گے۔ وہ دوسرا درجہ ہے اختیاری محبت پر

تشریعی آثار مرتب ہوں گے اُسی کے بارے میں ''اَلْمَرْئُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ''اور اسی کو فرمایا گیا'' من أحب اللّٰہ وأبغضَ اللّٰہ واعطٰی اللّٰہ ومنعَ اللّٰہ فقدِ استکمَلَ الإیمان''جس نے محبت کی تو اللہ کی خاطر، عداوت باندھی تو اللہ کے لئے کسی کو دیا تو اللہ کے لئے کسی سے ہاتھ روکا تو اللہ کے لئے اُس نے ایمان کو کامل کر دیا۔'' حب في اللّٰہ اور بُغض اللّٰہ'' کے کمال پر ایمان کا کمال بتلایا گیا۔ یہ وہی اختیاری محبت ہے جو اعمال سے بڑھتی ہے ترک عمل سے گھٹ جاتی ہے۔ (از خطبات حکیم الاسلام ج ص ۳۸۵ تا ۳۸۷)

ایک قطعہ ملاحظہ فرمائیں

رسول مجتبٰی کہیے محمد مصطفٰی کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے
شریعت کا یہ ہے اصرار ختم الانبیاء کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب خدا کہیے
جبین ورخ محمدؐ کے تجلی ہی تجلی ہے
جسے شمس الضحٰی کہیے جسے بدرُ الدُّجٰی کہیے
جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے
جب ان کا نام آئے مرحباً کہیے

(نقل کردہ از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۴۸۰)

بندہ کے سوال سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی

یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ سوال کرنے سے جتنے خوش ہوتے ہیں اتنے کسی چیز سے خوش نہیں ہوتے فرماتے ہیں اگر کوئی بندہ سوال کرتا ہے تو ہم اس سے خوش ہوتے اگر سوال نہیں کرے گا تو ہم اس سے ناراض اور ناخوش ہیں۔ دنیا میں اس کے برعکس قصہ ہے اگر آپ کسی کے آگے سوال کرنے لگیں تو وہ خوش نہیں ہوگا بلکہ ناخوش ہوگا محبت بھی ہوگی تو ختم ہو جائے گی اور حق تعالیٰ کے ہاں اگر نہ مانگے تب ناخوش ہوتے ہیں مانگنے پر خوش ہوتے ہیں۔ اسکی بنا یہ ہے کہ دنیا میں آپ جس سے بھی مانگیں گے چاہے وہ ارب پتی ہو مگر اس کا خزانہ پھر بھی محدود ہے جتنا دے گا اتنی خزانے میں کمی پڑ جائے گی۔ اللہ کے خزانے لامحدود ہیں اگر عالم بھی بخش دیں تب بھی کمی نہیں پڑے گی اس لئے ناخوش ہونے کی کوئی وجہ نہیں البتہ یہ امتحان ہے کہ کون بندگی اختیار کرکے آتا ہے کون بندہ کی صورت سے آتا ہے تو بندہ تو وہی ہے جو پوری بندگی نمایاں کرے اور بندگی کے معنی اظہار ذلت کے ہیں اس واسطے مانگنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہئے خوب مانگا جائے مگر اپنی طرف سے تجویز نہ کی جائے مراد مانگ لی جائے مگر اس میں قیدیں اور شرطیں لگانا جس سے آپ مانگ رہے ہیں اسے آپ کہیں کہ آپ کو یوں کرنا ہوگا۔ تو یہ حق تعالیٰ کے ہاں بے ادبی اور خلاف تہذیب ہے تو مانگنے میں کسر نہ چھوڑے مگر اپنی طرف سے تجویز نہ کرے جتنا مانگے گا اتنی ہی ادھر خوشی بڑھے گی اور رضا کا تعلق بھی اتنا ہی ہوگا۔

تعلیم دعا

مجھے (مراد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم ہیں) مکہ معظمہ کا ایک واقعہ یاد آیا جن لوگوں کو حج کرنے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں حجاز اور مکہ میں غربا بہت زیادہ ہیں بے چارے مانگتے ہیں اور لیچڑ بن کر مانگتے میں حرم شریف میں باوجودیکہ حکومت انتظام کرتی ہے کہ سائل آئیں مگر پھر بھی ہزاروں

کی تعداد میں پہنچ جاتے ہیں اور وہ ہر ایک آگے ایک قرش دو قرش مانگتے پھرتے ہیں اور اس طرح سے مانگتے ہیں کہ دینے والا اگر دے دے تو تھوڑی دیر پھر لوٹ کے آجائیں گے۔ پھر لوٹ کے آجائیں گے نہ دے تو کھڑے رہیں گے یا وہ انکار کرے یا وہ منہ پھیرے غرض لوگ مانگنے والوں سے زچ آجاتے ہیں اور تنگ آجاتے ہیں تو بعض لوگ جھنجلائے ہوئے میرے پاس آئے کہ صاحب! یہ عجیب بے وقوف قسم کے سائل ہیں انہوں نے تو ہماری تلاوت بھی ختم کردی، نوافل بھی ختم کردیئے جہاں تلاوت کرنے بیٹھتے ہیں وہ آگے کھڑے ہوں گے یا تو دے یا جب تک زبان سے نہ کہے اللہ کریم آگے جاؤ اس وقت تک ٹلتے ہیں۔ اب تلاوت کے سینکڑوں ٹکڑے ہوجاتے ہیں چند آیتیں پڑھیں پھر کہا اللہ کریم ،چند آیتیں پڑھیں پھر دوسرا آگیا اس کو کہا اللہ کریم آگے جاؤ تو ہم عاجز آگئے ہیں اور پریشان ہیں اورآپ یہ کہتے ہیں سائل کو جھڑکو بھی نہ۔ آپ کیا کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے۔ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ، کہ سائل کو مت جھڑکو اب نہ کہیں یا نہ جھڑکیں تو انہوں نے تو عاجز کردیا کیا کریں؟ غرض بہت ہی غُصے اور خفگی میں تھے میں نے کہا آپ نے غور نہیں کیا یہ سوال کرنے والے آپ کے معلم ہیں آپ کو تعلیم دینے آئے ہیں کہنے لگے کہاں کی تعلیم؟

میں نے کہا یہ آپ کو مانگنا سکھانے آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح لیچڑ ہو کے مانگو ہم تو لے ہی کے اٹھیں گے خیر وہ اس پر ٹھنڈے ہوگئے۔ اور بہت خوش ہو کر واپس ہوئے پھر انہوں نے نہ کسی سائل کو برا بھلا کہا نہ جھڑکنے کی نوبت پیش آئی وہ سمجھ گئے کہ واقعی یوں ہی مانگنا چاہیے۔ مانگنے کا ڈھنگ یہی ہے فرق اتنا ہے کہ انہوں نے غلطی یہ کہ آدمی سے اسطرح مانگنا شروع کیا حالانکہ اس طرح سے اللہ میاں سے

مانگنا چاہیئے کہ آدمی گھنٹے ٹیک دے کہ میں لئے بغیر نہیں اٹھوں گا میں رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور محروم چلا جاؤں ایسا نہیں ہو سکتا تو اس عزم سے آدمی مانگے تو کبھی محروم نہیں ہو سکتا۔

علامت قبولیت

بعض علامتیں بھی ایسی ہیں۔

چنانچہ حدیث میں فرمایا گیا کہ جب کوئی بوڑھا آدمی جسکی داڑھی سفید ہو اور وہ اللہ کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اس سفید ریش کو خالی ہاتھ واپس کروں یوں تو میں کریم ہوں ہی لیکن میری کریمی اور بڑھ جاتی ہے جب کوئی سفید ریش سفید بال والا مانگتا ہے کہ اس بوڑھے کو میں محروم واپس کروں اس کے چہرے پر ایک ہیبت کا اثر ہے اور ایک وقار ہے تو میں اس کو ذلیل کر کے واپس کروں تو حق تعالیٰ اس کی بات تھامتے ہیں فرماتے ہیں میں اس کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتا اس کے مراد پوری کرتا ہوں۔

اہل قبولیت سے مشابہت کا اثر

اور اس میں بعض بزرگوں نے تو لطیفہ کیا یحیٰی ابن اکثمؒ ایک بزرگ گذرے ہیں اور صاحب فنون ہیں۔ نحو یا صرف کے غالبا امام ہیں بہر حال بڑے لوگوں میں ہیں جس وقت انکے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے ایک دوست کو وصیت کی کہ جب مجھے قبر میں اُتاریں تو میری ڈاڑھی کے اوپر سفید میدہ یا چونا کوٹ کر رکھ دینا کہ میری ڈاڑھی سفید ہو جائے کس لئے رکھنا تجھے اس سے بحث نہیں اس نے حکم کی تعمیل کی کفن دیتے ہوئے کوئی میدہ یا چونا ایسا مل دیا کہ ڈاڑھی کے بال سفید ہو گئے۔ اور ڈھانپ دیا اور نماز (جنازہ) پڑھ کر دفن کر دیا حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہوئے اور ورض کیا کہ میری مغفرت فرما دیجئے فرمایا او بڈھے تو نے

فلاں حرکت نہیں کی فلاں حرکت نہیں کی فلاں گناہ نہیں کیا؟ عرض کیا جی ہاں سب کچھ کیا کہ پھر تو اس قابل ہے کہ تیری مغفرت کی جائے مانگنے کو تو آیا ہے؟ کیا تیری مراد پوری کی جائے؟ عرض کیا کہ یا اللہ میری ڈاڑھی سفید ہے اسے تو دیکھ لیجئے آپ ہی نے تو فرمایا ہے کہ ہم سفید ڈاڑھی والے کو واپس نہیں کرتے تو میں سفید ڈاڑھی نہیں رکھتا تھا۔ تو میں سفید ڈاڑھی رکھتے والوں سے کم از کم مشابہت پیدا کرنے کے لئے چونا لگایا اور ڈاڑھی کو سفید کر لیا تو رنگ تو سفید ہو گیا چاہئے عارضی طور پر ہو چاہئے اصلی طور پر ہو اور آپ نے یہ تو کہا نہیں تھا کہ سفید وہ ہو جو اصلیت سے سفید ہو سفید ڈاڑھی کے معنی سفید بالوں کے ہیں اور میں سفید بال لے کر حاضر ہوا ہوں آپ وعدہ کے مطابق بخش دیجئے فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا اور بڈھے جا ہم نے تجھے بخشا اور معاف کر دیا۔ تو بعض بزرگ وہاں بھی جا کر مذاق کرتے ہیں مگر اس قسم کا مذاق جو اصول شرعیہ سے ماخوذ ہو حق تعالیٰ اسکی رعایت فرماتے ہیں چنانچہ یحیٰ ابن اکثمؒ کو بخش دیا۔ جس شخص انہیں خواب میں دیکھا تو اس کو انہوں نے یہ واقعہ سنایا (واللہ اعلم بالصواب) کہ میں تو اپنی سفید داڑھی سامنے کر دی تھی اور عرض کیا کہ آپ ہی کا وعدہ ہے کہ ہم سفید ریش کو واپس نہیں کرتے میں تو مغفرت مانگتا ہوں۔

بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ سفید ڈاڑھی تو وقار ہے ہی اور نیکی اور تقویٰ کی علامت ہے اس کے ساتھ اگر مشابہت پیدا کر لی جائے وہ آدمی بھی محروم نہیں رہتا تو کم از کم اس لئے ہی مشابہت پیدا کر لی جائے اگر ہماری ڈاڑھی نہیں ہے تو ہم اس لئے رکھ رہے ہیں کہ ہمارے ساتھ وہ معاملہ ہو جائے جو داڑھی والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اسلامی صورت

نیز یہ کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن داڑھی کو نور بنایا جائے گا داڑھیاں نور کی صورت اختیار کریں گی یعنی اس روشنی میں آدمی راستہ طے کرے گا۔ تو اس لئے رکھ لے کہ بھائی! میرا راستہ ہی طے ہو گا ایسا نہ ہو کہ میرا نور بجھ جائے اس اندھیرے میں کس طرح قدم اٹھاؤں گا تو کم سے کم یہ رعایت کرے اور مسلمان کی صورت تو داڑھی ہی سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ داڑھی نہ ہو یہ صحیح ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن میں منفعل بھی ہیں۔ کہ سوسائٹی اور ماحول کی مجبوری سے ایسا کرتے ہیں یہ صحیح ہے مگر مجبوری تو وہ پیش نظر رکھنی چاہئے جس کا کوئی جواب نہ ہو گا اور وہ قیامت کے دن کی مجبوری ہے۔ یہاں کی مجبوریاں تو سہی جاسکتی ہیں لیکن اگر وہاں کوئی ایسی بات سامنے آجائے تو کسی صورت میں وہاں تدارک ہی نہیں وہاں تو پھر بھگتان ہی کی صورت ہے تو کم سے کم اسی نیت سے تشبہ کرلے۔

باسم محمد کا ثمرہ

اور کچھ نہیں تو یہی نیت کرے کہ میری جو محبوب ترین ذات ہے وہ میرے رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کی صورت پاک ایسی تھی کم از کم میں ان سے ہی مشابہت کروں۔ تشبہ میں بڑی برکتیں ہیں اگر نام بھی رکھ لے اسمیں برکت ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب میدان حشر میں لوگ جمع ہونگے حق تعالیٰ شانہ اپنے پیغمبر کو یا محمد کہہ کر پکاریں گے تو حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جتنے لوگوں کے نام محمد ہونگے ہر ایک یہی سمجھے گا کہ مجھے پکارا ہے تو لاکھوں آدمی کھڑے ہو جائیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کہ ہم نے تو اپنے پیغمبر کو پکارا تھا جنہیں ہم نے جنت میں بھیجنا تھا لیکن جب تم کھڑے ہوگئے تو تم بھی ان کے ساتھ جاؤ اب ہم تمہیں بیٹھانا نہیں چاہتے اس نام کی برکت سے نجات اور مغفرت

ہو جائے گی تو جن کے نام پاک کے نام کی نقل اتارنے کی یہ برکت ہے اگر ان کی صورت کی نقل اتار لی تو کتنی برکات ظاہر ہوں گی اگر ان کی سنتوں کی ہم نقل اتارنے لگیں تو کتنی برکات ظاہر ہو نگی بہر حال اتباع سنت میں خیر ہی خیر ہے کوئی برائی نہیں اور ترک سنت میں برائی ہی برائی ہے چاہے وہ آج واضح نہ ہو کل کو واضح ہو جائے گی یا قبر میں واضح ہو گی یا محشر میں واضح ہو گی۔

میں تو یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اگر مولویوں کی سی داڑھی نہ رکھیں تو کم از کم اتنی رکھ لیں کہ دور سے نظر آئے کہ بھئی! داڑھی ہے وہ ان شاء اللہ نور کا کام دے گی ان شاء اللہ ضائع نہیں کی جائے گی۔ یہ فعل بھی اکارت نہیں جائے گا۔ اتباع سنت کے لئے ایک قدم بڑھے گا ایک ہی قدم کا اجر ملے گا، دو قدم بڑھیں گے دو کا اجر ملے گا، لپک کر چلیں گے اسکا اجر ملے گا جتنا بھی آپ بڑھیں گے خیر کی طرف بڑھیں گے خیر دنیاو آخرت دونوں اس میں ظاہر ہو گی ان شاء اللہ برکات نمایاں ہوں گی۔

مشابہت کا تمدنی فائدہ

مصر میں میں نے ایک واقعہ سنا اس سے واقعی مجھے عبرت ہوئی وہاں عام طور پر لوگ داڑھی نہیں رکھتے بلکہ جو رکھتا ہے اسے پکارتے ہیں کہ یہ یہودی ہو گیا۔ یہ اس کو طعن دیتے ہیں مگر جن لوگوں کے داڑھی ہے ان سے پوچھا گیا تم نے کیا فائدہ سوچا یعنی شرعی بات تو الگ ہے اس سے قطع نظر کے تمدن کی حیثیت سے تم نے کیا بات سوچی جو تم داڑھی رکھتے ہو یہ جواب تو صحیح ہے کہ اتباع سنت کرتے ہیں پیغمبر علیہ السلام کی صورت سے مشابہت بے شک برکت ہی برکت ہے لیکن تم پر جو ملامتیں پڑتی ہیں اسکے مقابلہ کے لئے تمدنی حیثیت سے داڑھی رکھنے میں تم نے کیا مصلحت سوچی انہوں نے کہا کہ ایک بڑی مصلحت یہ ہے کہ یہاں پردہ بالکل نہیں۔ نوجوان لڑکیاں پھرتی ہیں اور بہت زیادہ آزاد ہیں داڑھی والا جو اُن کے سامنے آتا

ہے منہ پھیر کے چلی جاتیں ہیں کبھی اس کی طرف رجوع نہیں کرتیں۔ تو ہم نے دیکھا کہ ہمارے لئے تقویٰ کا راستہ صاف ہو گیا اگر ہم نہ بچنا چاہیں تو وہ ہم سے بچتی ہیں۔ ہم برائی میں مبتلا نہیں ہو سکتے میں نے کہا الحمد للہ دنیا میں کم سے کم یہ مصلحت نمایاں کہ داڑھی والے کی طرف آزاد اور اوباش قسم کی عورتیں متوجہ نہیں ہوتیں اگر متوجہ ہو گی تو اپنی ہی بیوی متوجہ ہو گی یعنی حلال ہی کام اس سے سرزد ہو گا حرام سرزد نہ ہو گا یہ کتنا بڑا فائدہ ہے اور پھر یہ کہ اگر آپ نے مولویانہ صورت بنائی تو آپ کبھی جرأت نہیں ہو گی کہ سینما میں جا کے بیٹھیں، لوگ یوں کہیں گے کہ نامعقول مولویانہ صورت سے تم یہاں آئے دنیا طعن دے گی تو اس داڑھی کی وجہ سے آدمی بہت سے مصائب اور برائیوں سے بچ جاتا ہے تو ایسی چیز تو محبت کرنے کے قابل ہے بہت سی برائیوں سے بچانے کا ذریعہ بن جائے۔ تو ایک تو اتباع سنت ہے وہ تو عظیم چیز ہے دنیا میں بہت سے منافع بھی ہیں اور فوائد و برکات بھی ہیں۔

سنت نبویؐ سے کمال عشق و محبت

اور اصل یہ ہے کہ محبت کی کمی ہے اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تام اور پوری ہو جائے پھر اس قسم کے معاذیر اور عذرات کچھ پیش نہیں چلتے محبت ناقص اور عشق ناتمام میں اس قسم کی چیزیں ہوتی ہیں کہ ملامت کرنے والے یوں ملامت کر دینگے تو ہم کیا کہیں گے اور فلاں عیب لگادے گا تو ہم کیا کہیں گے جب قلب میں عشق تام ہو جاتا ہے تو کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ باقی نہیں رہتی۔

سیّدنا حضرت حذیفہؓ ابن یمان جب ایران فتح ہو گیا بغداد میں تشریف رکھتے تھے اور کھانا تناول فرما رہے تھے ایک فارسی غلام کھڑا ہوا کھانا کھلا رہا تھا حضرت حذیفہؓ کے ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر گر پڑا انہوں نے فوراً جھک کر زمین پر سے لقمہ اٹھایا اور خاک وغیرہ اڑا کر صاف کیا اور تناول کر لیا وہ فارسی غلام جو

کھڑا ہوا تھا اس نے کہا کہ یہ آپ نے کیا حرکت کی یہاں بڑا اتمدن ہے بڑے متمدنوں کا ملک ہے اور بڑے معزز لوگ ہیں زمین پر پڑئی ہوئی چیز اٹھا کر کھالینا یہاں بڑی بد تہذیبی سمجھی جاتی ہے لوگ آپ پر طعن کریں گے کہ بڑے حریص ہیں کہ انہوں نے ایک گری ہوئی چیز اُٹھا کر کھالی تو اس کو عیب و ذلت سمجھا جاتا ہے آپ حضرات اپنا وقار تھامنے کے لئے ان باتوں کی رعایت رکھنی چاہیے۔ حضرت حذیفہؓ کیا جواب دیتے ہیں أء ترُک سُنَّۃ حبیبي لِھٰؤلاء الحمقآءِ۔ کیا میں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ان احمقوں کی وجہ سے ترک کردوں کہ یہ ملامت کریں گے ان کی ملامت مجھ پر کیا اثر کرسکتی ہے؟ سنت کے فوائد میرے سامنے ہیں اور اس ملامت کا کوئی ضرر مجھ تک دنیا وآخرت میں نہیں پہنچ سکتا تو جو چیز کوئی ضرر نہ پہنچا سکے اسکی وجہ سے میں وہ فعل اختیار کرلوں جو دنیا میں میر لئے مضر ہو اور آخرت میں بھی مضِر ہو۔ تو فرمایا کہ میں ان ملامت گروں کی ملامت کی وجہ سے سنت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک نہیں کرسکتا۔ اس میں گویا روٹی کا ادب بھی ہوا اور اتباع سنت بھی ہوا۔ اور عظمت سنت بھی ہوئی اور سنت کے مقابلہ میں کسی ملامت اور لومۃ لائم کی پرواہ بھی نہ ہوئی تو اس سے حضرت حذیفہؓ ابن یمان کا کمال عشق اور کمال ایمان واضح ہو جاتا ہے۔

عطیہ خداوندی کی قدر و منزلت

اور روٹی کی عزت کرنا شرعاً فی نفسہ واجب ہے صریح حدیث میں فرمایا گیا "أکرِمُوا الخُبزَ" روٹی کا اکرام کرو اس لئے کہ روٹی اللہ کا تبرک ہے اس کو عزت کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ اس کو استعمالی سامان مت سمجھو کہ کھائی اور جو باقی بچی اُٹھا کر پھینک دی جیسے ہم بعض دفعہ ریلوں میں دیکھتے ہیں یہاں تو الحمد للہ دیکھنے میں نہیں آتا مگر ادھر کہ روٹی کھائی اور جو بچی اس سے منہ صاف کیا اور اسے لپیٹ کر باہر پھینک دیا یہ

نہایت ذلیل حرکت ہے میں نے تو بعض کو ملامت کی حالانکہ وہ غیر مسلم تھے میں کہا یہ کیا طریقہ ہے کہنے لگے کہ اب یہ کام کی نہیں رہی میں نے کہا کہ یہ کرتہ پائجامہ میلا ہو گیا ہے اسے بھی اُتار کر ذلت سے پھینک دو کام نہیں رہا اس لئے کہ میلا ہو گیا اس وقت کھانا تمہارے کام کا نہیں رہا شام کو تمہارے کام آجائے گا تمہارے کام نہ ہو کسی غریب کے کام آجائے گا یہ تو خدا کا دیا ہوا رزق ہے اسے ذلیل کر کے پھینکنا اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ روٹی سے محروم کر دیئے جاؤ گے۔ روٹی کا ادب سکھلایا گیا اسکی بے ادبی جائز نہیں رکھی گی اس کا احترام واجب ہے اس طرح اگر دانے زمین پر گر جائیں، انہیں چُگ لینا چاہیے یہ نہیں کہ انہیں جوتیوں میں روندا جائے وہ اللہ کا عطیہ ہے اور حق تعالیٰ شانہ کا تبرک ہے۔

احترام رزق

ہمارے اساتذہ میں سے حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے محدث تھے۔ انکی وفات ہو گئی بلند پایہ بزرگوں میں سے تھے اور صاحب حال لوگوں میں سے تھے ان کا عجیب طریقہ تھا۔ جب کوئی مہمان آتا اور کھانا باہر آیا تو جب مہمان کھانا کھا کر فارغ ہو جاتے تو کچھ تو روٹیوں کے ٹکڑے بچ جاتے کچھ چھوٹے موٹے کنے بچ ہیں اور کچھ ریزے ہوتے ہیں۔ جو دستر خواں پر پڑے ہوتے ہیں تو میاں صاحب مرحوم کا عجیب طریقہ تھا روٹیوں کے جو بڑے ٹکڑے بچ جاتے انہیں جمع کر کے احتیاط سے گھر میں بھیجتے کہ یہ مہمان کا تبرک ہے۔ یہ گھر والوں کو کھانا چاہیے وہ جو کنارے اور چھوٹے کنے رہ جاتے ان کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے فرماتے کہ انہیں چھت پر پھیلا دو یہ چڑیوں اور کوؤں کا حق ہے ہمارے رزق میں اللہ نے ان کا بھی حصہ رکھا ہے اور وہ جو ریزے جو چھوٹے چھوٹے بھورے ہوتے ان کو جمع کر کے جہاں چیونٹیوں کے سوراخ ہوتے وہاں ڈال دیتے کہ کہ چیونٹیاں انہیں لے جائیں کہ ان کا بھی ہماری غذا

کے اندر حق ہے تو ادب بھی ہوا اور ٹھکانے بھی لگا تو روزی اور رزق اسی قسم کی چیز ہے پرانے بزرگوں میں اس کا بڑا احترام کیا جاتا اور کہا جاتا کہ روزی کا مارا ہوا اور روٹی کا مارا کہیں نہیں پنپتا۔ یعنی جو روٹی کے ساتھ بے ادبی کرے رزق کے ساتھ گستاخی کرے وہ محروم الرزق بن جاتا ہے اس لئے شریعت نے روٹی کا ادب سکھلایا کہ اسکی توقیر کرو اس کو کوڑے میں مت ڈالو اسکو خاک پہ مت ڈالو اسے منہ پونچھنے کا رومال مت بناؤ بلکہ جتنا بچ جائے ادب کے ساتھ احتیاط سے رکھو۔ خود تمہارے کام آئے گا تمہارے کام نہیں آئے گا کسی فقیر کے کام آئے گا کسی غریب کے کام آئے گا دنیا میں ہزاروں لاکھوں آدمی ہیں جو نان شبینہ کے محتاج ہیں انہیں کھانے کو ٹکڑا نہیں ملتا۔ اور تم سینکڑوں ٹکڑے ضائع کر کے پھینک دیتے ہو۔ یہ خود بے ادبی کا ثبوت ہے اور دنیا کو رزق سے محروم کیا جو دنیا کو رزق سے محروم کرے کہیں اس پر یہ اثر نہ پڑے کہ اللہ اُسے رزق سے محروم کر دے وہاں تو ادل بدل ہے بہر حال روٹی کا اکرام بھی واجب قرار دیا گیا رزق کا احترام بھی واجب قرار دیا گیا ذرا ذرا سی چیزوں میں ادب سکھلایا گیا۔ (از کتاب خطبات حکیم الاسلام ج ۶ ص ۳۲۰ تا ۳۳۲)

نعت

حضورؐ آئے تو کیا کیا نعمت لے کے آئے ہیں
اخوت ، علم، وحکمت، آدمیت لے کے آئے ہیں
کوئی صدیق سے پوچھے صداقت کن سے حاصل کی
عمر ہیں اُن کے شاہد وہ عدالت لے کے آئے ہیں
کہا عثمان نے میری سخاوت ان کا صدقہ ہے
علی دیں گے شہادت وہ شجاعت لے کے آئے ہیں
رہے گا یہ قیامت تک سلامت معجزہ ان کا
وہ قرآن مبین ، نورہدایت لے کے آئے ہیں
خدا نے رحمۃ للعالمین خودان کو فرمایا
قسم ہے اللہ کی رحمت ہی رحمت لے کے آئے ہیں
امین بن کر امانت اہل دنیا کو وہ پہنچادی
جو جبریل امین ان تک امانت لے کے آئے ہیں
قناعت ، حریت فکر وعمل ، مہرو وفا تقویٰ
وہ انسان کے لئے عظمت ہی عظمت لے کے آئے ہیں
خدا نے دین کامل کردیا ہے اے امین ان پر
محمد پرچم ختم نبوت لے آئے ہیں

یہ گلہائے عقیدت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں سیّد امین گیلانی نے پیش کیے۔
(نقل کردہ از کتاب خصوصیات اسم محمد ص ۱۷۴)

نعت

حضورؐ آئے تو کیا کیا نعمت لے کے آئے ہیں
اخوّت، علم، وحکمت، آدمیّت لے کے آئے ہیں
کوئی صدیقؓ سے پوچھے صداقت کن سے حاصل کی
عمرؓ ہیں ان شاہد وہ عدالت لے کے آئے ہیں
کہا عثمانؓ نے میری سخاوت ان کا صدقہ ہے
علیؓ دیں گے شہادت وہ شجاعت لے کے آئے ہیں
رہے گا یہ قیامت تک سلامت معجزہ ان کا
وہ قرآن مبین نورہدایت لے کے آئے ہیں
خدا نے رحمۃ للعالمین خودن ان کو فرمایا
قسم ہے اللہ کی رحمت ہی رحمت لے کے آئے ہیں
امین بن کر امانت اہل دنیا کو وہ پہنچا دی
جو جبریل امیں ان تک امانت لے کے آئے ہیں
قناعت، حریتِ فکر و عمل ، مہرووفا، تقویٰ
وہ انسان کے لیے عظمت ہی عظمت لے کے آئے ہیں

خدا دین کامل کر دیا ہے اے امین ان پر
محمدؐ پرچم ختم نبوّت لے کے آئے ہیں

یہ گلہائے عقیدت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں سیّد امین گیلانی نے پیش کئے

(نقل کردہ از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۴۶۷ تا ۴۶۸)

نعت

رخشندہ ترے حسن سے رخسار یقین ہے
تابندہ ترے عشق سے ایماں کی جبیں ہے
ہر گام تراہم قدم گردش دوراں
ہر جادہ ترارہ گزر خلد بریں ہے
ہر قول تراحرف صداقت کاہے ضامن
ہر فعل تراحسن ارادت کا امین ہے
جس میں ہو تراذکر وہ بزم ہے رنگیں
جس میں ہو ترا نام وہ بات حسیں ہے
چمکی تھی کبھی جوترے نقش کف پا سے
اب تک وہ زمین چاند ستاروں کی زمین ہے
جھکتاہے تکبر تری دہلیز پہ آ کر
ہر شاہ تری راہ میں اک خاک نشین ہے

چمکا ہے تری ذات سے انسان کا مقدر
تو خاتم دوراں کا دخشندہ نگیں ہے
آیا ہے ترا اسم مبارک مرے لب پر
گرچہ یہ زباں اس کی سزاوار نہیں ہے

یہ گلہائے عقیدت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں صوفی غلام مصطفٰی تبسم نے پیش کیے۔

(نقل کردہ از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۱۷۴)

ایک شعر ملاحظہ فرمائیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

کس ادا پر جان دوں تو ہی بتا اے جان جاں
جس ادا کو دیکھتا ہوں حسن کی تصویر ہے

ظہور قدسی

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی
وہ آئے جن کی آمد کے لیے بے چین فطرت تھی
وہ آئے نغمۂ داؤد میں جن کا ترانہ تھا
وہ آئے گریہ یعقوب میں جن کا فسانہ تھا
وہ آئے جن کے ہاتھوں سے سخا کا مینہ برستا تھا
وہ آئے جن کے سجدوں کے لیے کعبہ ترستا تھا
وہ آئے جن کا آنا باعث الطاف یزداں تھا

وہ آئے جن کی پیشانی کا ہر خطہ شرح قرآں تھا
وہ آئے جن کو ابراہیم کا نور نظر کہیے
وہ آئے جن کو اسمٰعیل کا لختِ جگر کہیے
وہ آئے جن کے آنے کو گلستاں کی سحر کہیے
وہ آئے جن کو ختم الانبیآء خیر البشر کہیے
وہ آئے جن کے ہر نقش قدم کو رہنما کہیے
وہ آئے جن کے فرمانے کو فرمان خدا کہیے
وہ آئے جن کو راز کن فکاں کا پردہ در کہیے
وہ آئے جن کو حق کا آخری پیغامبر کہیے

یہ گلہائے عقیدت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ماہر القادری نے پیش کیے۔

(نقل کردہ از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص۴۶۶ تا ۴۶۷)

احکام شریعت میں فوائد اخروی و دنیوی

شریعت کے ہر حکم میں جہاں آخرت کے منافع ہیں وہاں دنیا کے بھی منافع ہیں حدیث میں ارشاد فرمایا گیا "السواک مِطھَرَۃٌ لِلفَمِ ومَرْضَاۃٌ لِلرَّبِ" مسواک کرنے میں منہ کی پاگیزگی اور خوشبو ہے اور آخرت کا ثبوت ہے اور حق تعالیٰ کی رضا ہے۔ تو مسواک کرنے میں دونوں فائدے حاصل ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور منہ کی صفائی اور منہ کی صفائی کا صحت پر اچھا اثر پڑتا ہے دانت صاف رہیں گے تو پائیوریا نہیں ہو گا تو معدہ نہیں بگڑے گا تو صحت اچھی رہے گی گویا جسمانی صحت بھی اچھی ہو گی اور روحانی صحت

بھی حاصل ہو گی کہ رضا حق میسر آگئی تو چیز ایک ہے ایک حکم ہے اس سے دنیا کا فائدہ بھی اور آخرت کا فائدہ بھی۔

حدیث میں واقعہ فرمایا گیا کہ سیّدنا حضرت عمرؓ جب زخمی ہو چکے اور مرض الوفات میں تھے تو ایک نوجوان مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا مزاج پوچھا اس سے بات چیت فرمائی وہ واپس ہو گیا جب تھوڑی دور گیا تو غلام سے کہا اس نوجوان کو بلاؤ وہ آیا لنگی پہنے ہوئے تھا جو ٹخنوں سے نیچے زمین پر گھسٹتی ہوئی جارہی تھی تو آپ نے نہایت ہی محبت سے فرمایا "یا فتی" اے نوجوان "إرفع إزارک فإنه أنقی لثوبِکَ وأتقی لِرَبِّکَ" اس کپڑے کو اٹھا اس میں تیرے دو فائدے ہیں "انقی لثوبک" سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تیرا کپڑا صاف ستھرا رہے گا یہ جو زمین پر گھسٹتا ہوا آرہا ہے تو کہیں پاک جگہ ہے کہیں ناپاک جگہ ہے پاکی لگی ناپاکی لگی کپڑا اب اعتبار بن گیا نہ عبادت کے قابل رہا نہ نماز کے قابل رہا "انقی لثوبک" دنیوی فائدہ تو یہ ہے کہ کپڑا پاک رہے گا۔ "واتقی لربِّکَ" اور پروردگار کے لحاظ سے دیکھیں تو تیرے اندر تقویٰ پیدا کرے گا خوف خدا پیدا کرے گا اس لئے کہ کپڑا زیادہ گھسٹتا ہوا ہوتا ہے تو دل میں رعونت پیدا ہوتی ہے۔ اور کبر کا مضمون دل میں پیدا ہوتا ہے اور اگر کپڑا ٹخنے سے اونچا ہوتا ہے تو تواضع کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ (از خطبات حکیم الاسلام ج ۶ ص ۳۳۵)

احترام لباس

یہی ادب کپڑے پہننے میں سے مثلا رات کو آدمی سوتے وقت کپڑے اتارتا ہے اچکن اتارا، کرتا اتار، لنگی باندھی فرمایا گیا کہ ان کپڑوں کو زمین پر مت ڈالو فرش پر بکھرا ہوا مت چھوڑو یعنی بے ادبی اور بے توقیری سے پھیلا ہوا مت چھوڑو اول تو یہ ادب کے خلاف ہے جب یہ عطیہ خداوندی ہے تو جس اللہ نے

دیا ہے اسکی نعمت کا احترام کر کے سرہانے رکھ دو یا کسی کھونٹی پر ٹانگ دو زمین پر پڑا ہوا مت چھوڑو اور اس میں یہ بھی فرمایا گیا کہ اس میں دنیوی مضرت بھی ہے فرماتے ہیں کہ ''اطوُو ثیابکم تردالیھاارواحھا'' کپڑوں کو لپیٹ کر احتیاط سے رکھو بکھرے ہوئے چھوڑو گے تو ممکن ہے اس کے اندر چیونٹیاں گھس جائیں اور جب پہننے لگو تو ایذا پہنچائیں ممکن ہے کہ کوئی بچھو گھس جائے اور تکلیف پہنچائے کپڑے کو پڑا ہوا مت چھوڑو۔ بے ادبی بھی ہے اور دنیوی مضرت بھی بلکہ اس کو تہہ کر کے کھونٹی پر ڈالو۔ ہر چیز کے اندر شریعت نے آداب سکھلائے ہیں کھانے کا ادب بتلایا لباس پہننے کا ادب بتلایا لباس پہننے کا ڈھنگ بتلایا کہ ڈھنگ بھی بے ادبی کا مت اختیار کرو کہ وہ اللہ کا عطیہ ہے۔

ہیئت احترام

کوئی بادشاہ اگر کسی کو کوئی عطیہ دے اگر آدمی نے منہ ادھر کو پھیر کر بائیں ہاتھ سے لے لیا وہ انعام سے محروم کر دیا جائے گا کہ شاہی عطیہ کی اس نے قدر نہیں کی دونوں ہاتھوں سے لیتے ہیں یا دایاں ہاتھ بڑھاتے ہیں ادب کے ساتھ لیتے ہیں کہ شاہی عطیہ ہے اسی طرح فرمایا گیا کہ جب کھانا کھانے بیٹھو دائیں ہاتھ سے روٹی کھاؤ۔ دائیں ہاتھ سے پانی پیو گویا حق تعالیٰ شانہ ایک ایک لقمہ تمہیں پہنچا رہے ہیں ہر ہر منٹ پر انعام ہو رہا ہے اور تم لیتے جا رہے ہو تو بائیں ہاتھ سے مت لو کہ یہ بے ادبی ہے۔ جھک کر کھاؤ متکبر بن کر مت کھاؤ چوکڑا مار کر مت کھاؤ، کہ یہ متکبروں کا طرز ہے سوائے اس کے کوئی معذور ہو بعض دفعہ آدمی لحیم شحیم اور موٹا تازہ ہوتا ہے اب اس غریب سے اکڑوں نہ بیٹھا جائے نہ یہ کہ ایک پاؤں کھڑا کر کے ایک بچھا کہ بیٹھا جائے چوکڑا ہی مار کر بیٹھ سکتا ہے وہ معذور ہے تو معذور کا باب الگ ہے لیکن اصل حکم یہ ہے کہ تربع یعنی چوکڑا مار کر کھانا مکروہ ہے لیٹ کر کھانا مکروہ ہے کہ یہ بے ادبی اور گستاخی ہے اور طبی

اصول کے بھی خلاف ہے تو یہ سارے آداب اس لئے سکھلائے گئے کہ دنیا کی بھی منفعت حاصل ہو اور اخروی نفع بھی حاصل ہو اور رضائے خداوندی بھی حاصل ہو۔ (از خطبات حکیم الاسلام ج۶ ص ۳۳۲)

تجھ سا کوئی نہیں

اے رسول امین خاتم المرسلینؐ
تجھ سا کوئی نہیں تجھ ساکوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق ویقین
تجھ سا کوئی نہیں تجھ ساکوئی نہیں
اے براہیمی وہاشمی خوش لقب
اے تو عالی نسب اے تو والا حسب
دودمان قریشی کے دُرِّ ثمیں
تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
دست قدرت نے ایسا بنایا تجھے
جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسین اے ابد کے حسیں
تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
بزم کونین پہلے سجائی گئی
پھر تری ذات منظر پہ لائی گئی

سیّد الاوّلین سیّد الآخرین
تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

تیرا سکہ رواں کل جہاں میں ہوا
اس زمین میں ہوا آسماں میں ہوا
کیا عرب کی اعجم سب ہیں زیر نگیں
تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی
تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں خلد کی یاسمیں
تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

سدرۃ المنتہیٰ رہگزر میں تری
قاب قوسین گرد سفر میں تری
تو ہے حق ہے ترے قریں
تجھ ساکوئی نہیں تجھ ساکوئی نہیں

کہکشان ضو ترے سرمدی تاج کی
زلف تاباں حسین رات معراج کی
لیلۃ القدر تیری منوّر جبیں

تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
مصطفیٰؐ مجتبیٰؐ تیری مدح و ثنا
میرے بس میں نہیں دسترس میں نہیں
دل کو ہمت لب کو یارا نہیں
تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں
کوئی ہے وہ کہ جس کو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ نہیں کوئی تجھ سا نہیں
تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
چار یاروں کی شان جلی ہے بھلی
ہیں یہ صدیقؓ فاروقؓ و عثمانؓ و علیؓ
اے سراپا نفیسؒ انفس دو جہاں
سرور دلبراں دلبر عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جان حزیں
تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

یہ گلہائے عقیدت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ نے پیش کیے

(نقل از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۴۵۷ تا ۴۵۸)

علم مستند

اور کوئی علم اس وقت تک اونچا نہیں ہوتا جب تک اس کا انتساب صحیح نہ ہو علم تو ہزاروں ہیں لیکن جب یہ کہیں گے کہ یہ علم مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے تو وہ علم مستند ہو جائے گا جیسے مہر لگ گئی پکا ہو گیا۔ اگر آپ یوں کہیں کہ میری رائے یوں ہے دنیا کہے گی آپ اپنی رائے اپنے پاس رکھیں ہماری رائے یہ ہے ہر انسان کی الگ الگ رائے ہیں لیکن جب انسان یوں کہے گا کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اللہ کے رسول کا کہا ہوا ہے کہہ رہا ہوں جوں ہی گردن جھکا دی جائے تو وہ کہے گا بے شک گردن جھکی ہوئی ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ برگزیدہ شخصیت کی طرف علم کی نسبت قائم ہو گی تو علم میں انتساب سے مقبولیت آتی ہے اگر انتساب نہ ہو مقبولیت نہ ہو گی۔ اسکی وجہ فی الحقیقت یہ ہے کہ علم ایک وراثت ہے جیسے حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إن الانبیاء لم یُورِّثوا دینارًا ولا دِرھمًا ولٰکِن ورثُوا العِلمَ" انبیاء علیہم السلام اپنے ورثے میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے، محلات اور بلڈنگ نہیں چھوڑتے وہ اپنے ترکے میں علم و معرفت اور اخلاقی کمالات اور باطنی و ظاہری علوم چھوڑتے ہیں ۔ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا ورثہ ہے۔

علمی وراثت کی شرط

اور فرماتے ہیں "اَلعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْأَنْبِیَاءِ" علماء اس ورثے کو پاتے ہیں لیکن وراثت کب ملتی ہے ،جب نسب صحیح ہو، باپ کا وارث بیٹا تب بنتا ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ واقعی اس باپ کا بیٹا ہے اور اگر بیٹا ہی یوں کہے کہ یہ میرا باپ ہی نہیں، پھر کہاں سے وراثت مل جائے گی یا سلسلے میں کوئی بیچ میں انقطاع پڑ جائے دادا سے ایک جائداد چلتی آ رہی ہے اس کے باپ تک پہنچی اس نے بیچ میں ایک واسطہ قطع کر دیا تو

میراث سلسلے سے آرہی تھی جب سلسلہ نہیں رہامیراث رک جائیگی تو میراث جب ملتی ہے جب مورث اعلیٰ تک سلسلہ یکسانی کے ساتھ قائم ہو۔ مثلاً علوم دین علوم اسلام ہیں جو اللہ تک پہنچانے والے ہیں ہمارے مورث سیّد الانبیاءوالمرسلین اعلی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپکی اولین روحانی اولاد صحابہ کرامؓ ہیں، صحابہ کے بعد دوسری پشت تابعین عظام ہیں، تابعین کے بعد تبع تابعین ہیں، تبع تابعین کے بعد پھر ائمہ کرام علمائے مجتہدین اور محدثین وفقہاء کا درجہ بدرجہ بقہ بطبقہ یہ سب وارث بنتے چلے آرہے ہیں اور ایک سلسلہ قائم ہے۔

تو آج آپ قرآن پڑھیں گے تو یوں کہیں گے کہ قرآن میرا اور میرے ماں باپ کا بنایاہوا نہیں یہ اللہ کے رسول کا لایاہوا ہے اور یہ میرا سلسلہ ہے اور میں نے یہ حدیث فلاں سے سنی اس نے فلاں سے سنی اور اس نے فلاں سے سنی سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے گا ایک ایک حدیث کی سند محدثین کے یہاں موجود ہے۔ پھر احادیث کی قسمیں ہیں کہ سند اگر شبہ سے بالاتر ہو اور مورث یقین ہو تو وہ حدیث قرآن کے درجے میں آجائے گی جیسے اس کا منکر کافر ویسے اس کا منکر بھی کافر اگر مورث یقین نہیں ہے مورث ظن ہے تو اس کا منکر کافر نہیں ہو گا مگر فاسق ہو جائے گا اور مبتدع کہلائے گا۔ اگر اس سے بھی کم درجہ ہے یعنی شبہات ہیں تو اس کا منکر نہ کافر ہو گا نہ فاسق تو حدیث کے علم کا درجہ استناد پر موقوف ہے اسی لئے محدثین نے چار لاکھ افراد کے قریب جو راویان حدیث ہیں ان کی سوانح عمری مرتب کر دی کہ ان کا کردار کیسا تھا ان کا کیریکٹر کیسا تھا کس طرح سے یہ حدیث منتقل ہو کر آئی تو ایک مسلمان کو بحمد اللہ یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ اپنے رسول کے ایک جملے کو سنے گا تو رسول تک سند پہنچادے گا گویا مطلب یہ کہ اس سند کے ساتھ یہ علم کی وراثت مجھ تک پہنچی ہے اس لئے میں صحیح معنی میں روحانی طور پر اولادِ رسول

ہوں اور میں صحیح وارث ہوں۔ تو وراثت تب ملتی ہے جب اوپر سے لے کر نیچے تک نسب ملا ہوا ہو اگر بیچ میں انقطاع ہو جائے وراثت ختم ہو جاتی ہے۔

تو یہی روحانی وراثت میں بھی ہے کہ علم کی وراثت تب ملے گی کہ یہاں سے لے کر تلمذ اور شاگردی کا سلسلہ قائم ہونا چاہیے کہ یہ میر استاذ اور یہ میرے استاذ کا استاذ اور آگے تک سلسلہ پہنچ جائے اور وہ بھی بصیرت کے ساتھ یعنی راویوں کے احوال اور کردار کے ساتھ اگر بیچ میں سے آپ خدانخواستہ صحابہ کو نکال دیں پھر ہم تک علم پہنچتا ہی نہیں تابعین کو نکال دیں علم نہیں پہنچے گا، اس لئے کہ زنجیر ٹوٹ گئی یا آپ کسی کو استاذ کو نہ بنائیں۔ اور یوں کہیں کہ میرے اوپر یہ علم آیا ہے پھر تو سرے سے نسب ہی قائم نہ ہوا۔ تو وراثت وہ نہ رہی جو پیغمبر کی تھی کچھ آپکے وساوس اور کچھ اوہام ہونگے جن کو آپ نے علم سمجھ لیا علم تو وہ ہے جو سند کے ساتھ منتقل ہو کر آپ تک پہنچے۔

علوم اسلامیہ کی خصوصیات

یہ اسلام کی خصوصیت ہے آج دنیا میں کسی قوم کے پاس خدائی کتابوں کی سند موجود نہیں اور مسلمانوں میں پیغمبر کے کلام تک کی سند موجود ہے وہ روایت یہاں سے لے کر اوپر تک ملا سکتے ہیں۔

اہتمام استناد

اور قرآن وحدیث تو بجائے خود ہے فقہ کی جو کتابیں ہیں انکی سند موجود ہے اگر امام محمدؒ نے مبسوط لکھا ہے تو مبسوط کی ساری روایت موجود ہے کہ یہ ہمیں فلاں سے پہنچی انہوں نے فلاں سے سنا اور انہوں نے فلاں سے تصوف کی سند موجود ہے۔ رسالہ قشیریہ جو تصوف کی بنیادی کتاب ہے جتنے تصوف کے مسائل اور اصطلاحات ہیں ان کی سند جنیدؒ و شبلیؒ تک اس میں پہنچائی گئی ہے اور جنید و شبلیؒ سے آگے جناب

سید الکونین رحمۃ للعالمین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تو یہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس امت نے ہر دینی فن کو سند کے ساتھ قبول کیا ہے بلا سند اور بلا حجت کے کوئی بات نہیں ہے لفظوں کی بھی روایت کی ہے تو سند ہے موجود ہے مثلاً میں نے قرآن شریف حفظ کیا اگر میں سَند پڑھوں تو اللہ میاں تک سلسلہ پہنچا سکتا ہوں مجھے تجوید کے ساتھ میرے استاذ قاری عبد الوحید خان صاحب نے حفظ کرایا انہیں تجوید کے ساتھ قاری عبد الرحمن صاحب رحمانی نے حفظ کرایا انہیں قاری ابراہیم صاحب مکی نے تجوید کے ساتھ حفظ کرایا۔ اس طرح ابی بن کعب تک سند پہنچ جائے گی اور ابی بن کعب کو جناب فخر دوعالم رحمۃ للعالمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفظ کرایا تو جتنے مجودین اور قراء ہیں ان سب کی سند موجود ہے۔

تصوف کے سلسلے میں جو شجرے پڑھے جاتے ہیں یہ سند ہی تو ہے کہ میں نے فلاں شیخ سے بیعت کی اس نے فلاں سے کی اور سلسلہ سیّدنا حضرت علیؓ تک پہنچا دیتے ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تو یہ جو شجرہ ہے یہ در حقیقت نسب نامہ ہے یہ رواۃ کا سلسلہ ہے تو فقہاء کے ہاں الگ سند ہے محدثین کے ہاں الگ سند قراء اور مجودین کے ہاں الگ سند، صوفیاء کے ہاں الگ سند ہے ہر چیز سند سے ہے جو دوسروں کے ہاں نہیں پائی جاتی۔

بقائے سلاسل تعلیم ہی کے ذریعہ ممکن ہے

تو مسلمانوں کی یہ خصوصیت ہے اس خصوصیت کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ حضرت سیّد الکونین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو پڑھایا سلسلہ ہم تک پہنچا۔ یہ تعلیم ہی سے پہنچا ہے محض علم سے نہیں پہنچا علم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ آپ کی ذات برکات کے ساتھ خاص پہنچا ہے اگر آپ تعلیم نہ دیتے تو ہم تک علم کیسے پہنچتا علم تو در حقیت انسانی خصوصیت اور بشری کمال تعلیم و تعلم میں منحصر ہے یہی

افضلیت کی وجہ ہے جس نے انسان کو کائنات پر بڑھا دیا ورنہ مطلقا علم تو حیوانات میں بھی ہے تھوڑے بہت کا فرق ہے آپ میں زیادہ ہے ان میں کچھ کم ہے لیکن ہے مگر معلم کوئی ہے۔ انسانوں میں سب سے پہلے معلم انبیاء علیہم السلام ہیں پھر ان کے بعد ان کے اصحاب کرام ہیں پھر ائمہ عظام، پھر علماء ربانیین۔

(از کتاب خطبات حکیم الاسلام ج۶ ص۲۲۳ تا۲۸۸)

درجاتِ تربیت

اس آیت میں یہی فرمایا گیا کہ " ماکان لبشَرٍ أن یُّؤتیه الله الکتٰبَ والحُکمَ والنُّبوَّةَ "کسی بشر کے لئے زیبا نہیں اور جائز نہیں ہے کس بشر کے لئے؟ جس کو اللہ تعالیٰ علم دے نبوت دے وہ لوگوں سے یوں کہے کہ لوگوں میرے بندے بن جاؤ اور میری عبادت کرو یہ اس کے لئے جائز نہیں وہ یوں کہے گا " وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبَّانِیّٖنَ " ربانی بنو، رب والے بنو، اللہ والے بنو، میرے بندے مت بنو، اور ربانی کسے کہتے ہیں؟ ابن عباسؓ نے صحیح بخاری میں اسکی تفسیر فرمائی کہ ربانی کون ہے؟ فرماتے ہیں " الذین یُربی الناس بصِغارِ العلومِ ثم بکبارھا" ربانی وہ ہے کہ مخلوق خدا کو چھوٹے چھوٹے مسائل سے تربیت دے کر بڑے مسائل تک پہنچائے۔ محض بڑے ہمہ گیر اور کلیاتی مسائل کا پیش کرنا ربانی کی شان نہیں ربانی تو جزئیات پیش کرتا ہے کہیں نماز کے مسائل کہیں وضو کے مسائل کہیں نکاح کے وطلاق کے مسائل کہیں معاشرت کے چھوٹی چھوٹی جزئیات پر تربیت کرتا ہے اس کے بعد بڑے بڑے علوم سامنے لاتا ہے۔ اس سے اپنی ہیچمندانی محسوس نہیں ہوتی کہ میں اتنا بڑا عالم ہوں میں نماز کا کیا مسئلہ بیان کروں، وضوء کا مسئلہ کیا بیان کروں یہی سب سے بڑی کائنات ہے کہ ابتداء مخلوق کو چھوٹے مسائل سے تربیت دے تا کہ عملی زندگی درست ہو پھر اونچے اونچے مسائل بیان کرے۔

سیّد الانبیاءوالمرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا "علمني يارسولَ الله غرائبَ العِلمِ" یارسول اللہؐ علم کے کچھ عجائبات، کچھ نکتے اور کچھ لطیفے ارشاد فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "هل عرفتَ رأسَ العِلمِ" یہ جو علم کے کچھ لطیفے اور نکتے سیکھنے آیا ہے کیا اصل علم بھی تیرے پاس ہے؟ بنیادی علم تیری پاس ہے جس کے اوپر نکتوں کی تعمیر کھڑی کی جائے۔ اس نے عرض کیا کہ ماشاء اللہ جتنا اللہ چاہا فرمایا "هل عرفتَ الله قال ما شاء الله" جتنا میری استعداد تھی پہچان چکا ہوں۔ فرمایا "هل عرفتَ المَوتَ" تو نے اپنی موت کو پہچان لیا؟ قال ماشاء اللہ فرمایا پہلے ان دو علموں کا حق ادا کرکے آ پھر ہمارے پاس آنا پھر ہم عجائبات بتلائیں گے پہلے ان چیزوں پر تو عمل کرلے تو ربانی وہ ہے کہ عمل کی چھوٹی چھوٹی چیزیں بتلائے اور رفتہ رفتہ بڑے علوم تک پہنچائے۔ تو قرآن حکیم میں فرمایا کہ ہم جس کو علم وحکمت اور نبوت دیتے ہیں اس کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے یہ کہے کہ لوگو میرے بندے بن جاؤ، میری عبادت کرو، وہ یوں کہے گا۔ الخ

بلا تعلیم ربانیت پیدا نہیں ہوتی

"وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ" تم ربانی بنو، رب والے بنو، اور کس طرح سے؟ آگے صورت بتلائی "بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ" کتاب کی جو تعلیم دیتے ہو اور درس وتدریس کا جو مشغلہ اختیار کرتے ہو اس کے سبب سے تمہیں ربانی بننا پڑے گا۔ حاصل یہ نکلا کہ درس وتدریس کا مشغلہ نہ ہو تو ربانیت کا پیدا ہونا مشکل ہے۔ محض وعظ گوئی سے اور محض تقریروں سے ربانی نہیں بنایا جاسکتا۔ تقریریں تو مذاکرات ہیں جو بھولا ہوا سبق یاد دلاتی ہیں تقریر تربیت کی چیز تھوڑی ہی ہے یہ تو وقتی بات ہوتی

ہے۔ تو تقریر یا خطابت یہ تربیت نہیں کر سکتیں یہ تو محض مذکر ہیں اور یاد دہانی تو اس کی کی جائے گی جس سبق کو آدمی پہلے پڑھ چکا ہو اور جو پڑھا ہی نہ ہو تو یاد کاہے کو دلایا جائے گا۔؟ تو حقیقت میں مربی جو شی ہے وہ تعلیم اور تدریس ہے اور تعلیم و تدریس بھی کتاب کے ساتھ۔ "تُعَلِّمُوْنَ الْکِتَابَ وبِمَا کُنْتُمْ تدرُسونَ" یعنی کتاب اللہ سامنے ہو اور اس کا درس دو، اس کی تعلیم دو، جو علوم کا سرچشمہ ہے تو اس کا حاصل یہ نکل آیا کہ ربانیت بغیر تعلیم و تربیت کے پیدا نہیں ہوتی۔ اور تعلیم و تعلم ہی انسان کی خصوصیت ہے جو دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔ تو معلوم ہوا حقیقی معنی میں ربانی بنانا یہ انسان کا کام ہے دوسروں کا کام نہیں ہے حتی کہ ملائکہ بھی اگر جدوجہد کریں تو انسانوں کو ربانی نہیں بناسکتے وہ زیادہ سے زیادہ علم لا کر پہنچادیں گے چاہے انہیں معنی معلوم نہ ہو۔ جیسے کتاب علم پہنچا دیتی ہے لیکن حقیقی معنی میں اس کو سمجھنے والا اور سمجھانے والا انسان ہو گا۔ اس واسطے علم ہو اور علم کے بعد تعلیم ہو تعلیم کے بعد استناد ہو اسکی سند اور نسبت صحیح ہو یہ مقبول ہو جاتی ہے۔

قبولیت کی نسبت

تو نسبت سے علم بڑا بنتا ہے اور قابل قبول بنتا ہے تو جامعہ قاسمیہ کے لفظ میں جیسے تعلیم کی طرف اشارہ ویسے ہی نسبت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ ایک ایسی ذات کی یادگار میں جو معلم ہند ہو کر گزری ہے جس نے بڑے بڑے محدث پیدا کیئے جس نے سینکڑوں ہزاروں مدارس قائم کیئے۔ آج اگر آپ دیکھیں آپکے پاکستان میں قصبے قصبے میں مدرسے موجود ہیں میں (مراد مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم ہیں) افغانستان گیا تو گاؤں میں گاؤں میں فضلاء دیوبند موجود ہیں۔ برما میں گیا تو شہر شہر میں فضلائے دیوبند اور مدارس موجود۔ اخیاب میں پہنچا تو چار سو کے قریب علماء جمع ہوئے جو فضلائے دیوبند تھے۔ افریقہ میں

جاؤں تو ہزاروں کی تعداد میں فضلاء موجود تو یہ جگہ جگہ مدارس جگہ جگہ فضلاء اور جگہ جگہ معلم یہ در حقیقت عالم اسباب میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا فیض ہے جنہوں نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھ کر گویا علم کی ایک فیکٹری قائم کردی کہ وہاں سے علم کی مشینیں تیار ہوتی رہیں۔

حضرت نانوتویؒ نے سات برس کی عمر میں خواب دیکھا تھا کہ میں بیت اللہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ اور پیروں کے دسوں انگلیوں سے دودھ کی نہریں جاری ہیں جو اطراف عالم میں پھیل رہی ہیں۔ تو ان کے ماموں مولوی عبدالسمیع صاحب مرحوم نے تعبیر دی تھی کہ حق تعالیٰ شانہ تمہارے ذریعے سے علوم نبوت کا فیضان کریں گے۔ کسی کو ہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ نانوتہ ایک کورسی بستی ضلع سہارنپور انڈیا میں ہے کوئی اسکی خصوصیت نہیں تھی کہ وہاں ایک ایسی شخصیت بھی پیدا ہو گی کہ مشرق و مغرب میں اسکے ذریعے علوم کے دریا بہیں جب دارالعلوم قائم ہوا تو لوگوں نے کہا کہ یہ تعبیر ہے۔ آج دارالعلوم کے نقش قدم پر مدینہ منورہ میں اگر مدرسہ شرعیہ قائم ہے تو فضلاء دیوبند کا قائم کیا ہوا ہے مکہ مکرمہ میں مدرسۃ الفلاح کا قیام مولانا محمد اسحاق صاحب امرتسری کے ذریعہ سے جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ مکہ ہو، مدینہ ہو، بخارا ہو، بلخ ہو، افغانستان ہو، افریقہ ہو ہزاروں ہزار مدرسے قائم ہیں۔ تقریباً بیس ہزار کے قریب دارالعلوم دیوبند نے ایسے علماء تیار کر دیئے ہیں جن پر فتویٰ کا مدار، اور حدیث سنانے کا مدار اور قرآن کریم کی تعلیم کا مدار ہے۔ مشائخ طریقت ان میں ہیں اور صوفیت کی تعلیم بھی ان میں ہے۔

عزت نسبت

تو ایک ایسی ذات جس کے فیضان سے ہزارہا علماء تیار ہوں، ہزارہا مدارس تیار ہو جائیں اسکی طرف نسبت کر دینے سے یقیناً ہم لوگوں کی عزت ہے اور اس جامعہ کی بھی یقیناً عزت ہے کہ نسبت کی وجہ سے

مقبولیت پیدا ہو جائے گی کہ قبولیت نسبت سے آتی ہے۔ آپ مکہ مکرمہ میں جاتے ہیں اور بیت اللہ کے در و دیوار کو عزت و عظمت سے چومتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ اسکی اللہ سے نسبت ہے اسکا نام بیت اللہ ہے یعنی اللہ کا گھر حالانکہ اللہ میاں اس میں رہتے تھوڑا ہی ہیں وہ تو جسم سے پاک اور بری و بالا ہیں۔ مگر ایک نسبت ہے اور اس نسبت کی وجہ سے بیت اللہ مکرم و معظم ہے اور تجلیات کا مورد بن گیا تو بیت اللہ قابل تعظیم اور واجب التعظیم نسبت کی وجہ سے بنا بیت اللہ کے اوپر غلاف ڈال دیا۔ حالانکہ آپ ہی نے تو اُسے پاکستان سے سی کر بھیجا تھا۔ وہاں جب پڑ جائے گا۔ تو آپ اُسے چومیں گے اگرچہ اس سے پہلے چومنا نہایت غلطی ہے اس واسطے کہ ابھی اُسے وہ نسبت حاصل نہیں ہوئی ابھی تو اُسے آپ کی طرف نسبت ہے جب اسے بیت اللہ سے نسبت ہو گی جب اُسے چومنا تو جب اسے بیت اللہ پر ٹانگ دیا جائے گا۔ اور بیت اللہ سے مس کر دے گا تو اس میں برکات کے آثار آئیں گے پھر بے شک آپ اُسے چومی گے تو آپ کے عزت و عظمت اور مقبولیت ہے تو پردوں میں مقبولیت آ گئی اسلئے کہ دیوار کعبہ کو لگ گیا۔ دیوار کعبہ میں مقبولیت آئی کہ اللہ کا نام لگ گیا۔ بیت اللہ مسجد حرام میں ہے تو مسجد حرام ساری مسجدوں سے افضل بن گئی مسجد حرام جس شہر میں ہے تو اس شہر کا نام بلد الامین ہو گیا کیونکہ وہ مسجد حرام کا شہر بن گیا۔ وہ مکہ شہر جس صوبے میں ہے وہ حجاز کا صوبہ مقدس بن گیا اس لئے کہ اس میں مکہ واقع ہے تو نسبت در نسبت سے فضیلت اور بڑائی آئی۔ اس طرح علم خود بڑی چیز ہے اور کسی بڑی شخصیت کی طرف انتساب ہوائے تو اسکی اور بڑائی ہو کر نمایاں ہو جاتی ہے۔

خواص اعیان

اتنی اصولی بات سمجھ لیجئے کہ دنیا کی ہر چیز میں اللہ نے ایک خاصیت رکھی ہے دوا ہو، غذا ہو ہر چیز کی ایک خاصیت ہے اور اس کے استعمال سے وہ خاصیت ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً گل بنفشہ ہے زکام زائل کرتا ہے یہ اسکی خاصیت ہے جب آپ اسے استعمال کریں گے اور زکام ہو گا تو زائل ہو گا ملٹھی کی خاصیت یہ ہے کہ وہ کھانسی دفع کرتی ہے۔ جب بھی آپ استعمال کریں گے کھانسی ہو گی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے زائل فرمادیں گے۔ تو ہر دوا کی ایک خاصیت ہے اسی طرح ہر غذا کی ایک خاصیت ہے گیہوں کھائیں گے تو اور خاصیت ہے چنا کھائیں گے تو اور خاصیت ہے چاول کھائیں گے تو اسکی اور خاصیت ہے بہر حال ہر چیز کی ایک خاصیت ہے۔

سلام بحضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی محبوب کل جہاں کو، دل وجگر کا سلام پہنچے
نفس نفس کا درود پہنچے ، نظر نظر کا سلام پہنچے
بساط عالم کی وسعتوں سے جہاں بالا کی رفعتوں سے
ملک ملک کادرود پہنچے بشربشر کا سلام پہنچے
حضورؐ کی شان شام مہکے حضورؐ کی رات رات جاگے
ملائکہ کے حسین جلو میں سحر سحر کاسلام پہنچے
زبان فطرت ہے اس پہ ناطق ببارگاہ نبی صادق
شجرشجر کادرود جائے حجر حجر کا سلام پہنچے
رسول رحمتؐ کابار احسان تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو ایسے محسن کوبستی بستی نگرنگر کا سلام پہنچے
میرا قلم بھی اُن کا صدقہ مرے ہنر کاسلام پہنچے
یہ التجا ہے کہ روز محشر گناہ گاروں پر نظر ہو
شفیع امت کو ہم غریبوں کی چشم تر کاسلام پہنچے
نفیس کی بس دعایہی ہے فقیر کی اب صدا یہی ہے
سواد طیبہ میں رہنے والوں کو عمر بھر کا سلام پہنچے

یہ گلہائے عقیدت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ نے پیش کیئے۔ (نقل از کتاب خصوصیات اسم محمد ص ۴۴۵)

خواص افعال

اور میں کہتا ہوں (مراد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم ہیں) کہ یہ چیزیں تو اعیان میں سے ہیں ان کی خاصتیں تو ہیں ہی انسان کی ہر حرکت میں ایک خاصیت ہے ہر وضع میں ہر انداز میں ایک اثر ہے اگر آپ کے سامنے یوں اشارہ کریں ممنون کرم ہو جائے گا اور اگر یوں اشارہ کریں تو لڑائی بن جائے گی اگر کسی کو انگوٹھا دکھلا دیں تو محبت پیدا ہو گی اور کسی کو سلام کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائیں تو محبت پیدا ہو گی، رخ دے کر بات کریں اس کا اثر اور ہے اور منہ پھیر کر بات کریں اسکا اثر دوسرا ہے ہر ہیئت کا اثر اور شئی کا ایک اثر ہے۔ اسی طرح سے سمجھئے شرعی اعمال کی بھی کچھ خاصتیں ہیں جتنے اعمال حق تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں ہر عمل کی ایک خاصیت اور اسکی ایک خاص تاثیر ہے جب اسے استعمال کیا جائے گا اس کے اثرات ظاہر ہوں گے۔

روزے کی خصوصیت

مثلاً روزہ ہے اسکی ایک خاص خصوصیت اور خاصیت ہے اور قہر نفس ہے جب آپ نفس کا دانہ پانی بند کر دیں گے اور نفس کو مقہور و مجبور کر دیں گے۔ تو نفس مقہور ہو کر گناہ کی طرف نہیں جائے گا یہ تو خمار گندم ہے جتنی زیادہ غذا کھائی جاتی ہے طاقت بڑھتی ہے گناہ کی سوجھتی ہے اور سات دن فاقہ کر لیں تو گناہ کی طرف طبیعت ہی مائل نہیں ہو گی اس لیے کہ نفس کے اندر ہی جان باقی نہیں ہو گی تو روزہ قہر نفس کے لیے رکھا گیا ہے کہ اس کو مقہور کر دے، قہر کے نیچے دبادے تاکہ وہ کھل کر کوئی عمل نہ کر سکے

اور مجبور ہو جائے اس واسطے حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ تو روزہ رکھنے میں نفس تو مقہور ہو تا ہی ہے اور نفس کے آثار و خواص تو مغلوب ہوتے ہی ہیں نفس کے ساتھ شیطان کا ساز باز ہے۔ رمضان میں شیاطین بھی قید کر دیئے جاتے ہیں وہ جو کھل کر نفس پر اثر ڈالتے ہیں وہ گھٹ جاتا ہے اسلئے کتنے بھی نیچے درجے کا مسلمان ہو اس میں کچھ نہ کچھ رمضان کا احترام ضرور ہو گا۔ اگر روزہ بھی نہیں رکھے گا تو بھی دن میں کھاتے ہوئے شرمائے گا بے روزہ رہنے کو علانیہ ظاہر کرنے سے شرمائے گا اور عار محسوس کرے گا یہ خاصیت ہے۔

زکوٰۃ کی خصوصیت

زکوٰۃ کی بھی ایک خاصیت ہے پہلی خاصیت یہ ہے کہ بخل کا رزیلہ انسان کے اندر سے زائل ہوتا ہے بخیلی کا جو مادہ ہے وہ گھٹ جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ غرباء کے لئے سہولت اور آسانی پیدا ہو جائے گی۔ اس سے حسن معاشرت پیدا ہوتا ہے جتنا آپ غرباء پر خرچ کریں گے وہ آپ کے ممنون کرم ہوں گے اور جان نثار بن جائیں گے آپ تو یوں خوش ہوئے کہ میں نے اللہ کا ایک فرض ادا کیا کہ زکوٰۃ دے دی غریب یہ سمجھے گا کہ میرے اوپر کرم کیا اور احسان کیا تو امیر و غریب میں ایک ربط اور رشتہ قائم ہو جائے گا اور وہی حسین معاشرت کی بنیاد ہے تو زکوٰۃ کے اندر جہاں نفس کے اندر یہ اثر پڑتا ہے کہ بخل کا رزیلہ زائل ہو، وہاں معاشرت کی خوبی بھی پیدا ہو جاتی ہے اور تمدن کی خوبی بھی سامنے آتی ہے اور امیر و غریب میں باہمی میل جول پیدا ہو جاتا ہے تو یہ زکوٰۃ کی خاصیت ہے۔

ظہور خواص کی شرط

جب آپ اسے استعمال کریں گے یہ خاصیت ظاہر ہو گی اب کوئی استعمال ہی نہ کرے تو وہ بات جدا گانہ ہے جیسے کوئی دوائی استعمال نہ کرے تو بیماری کیسے زائل ہو گی محض طبیب کے نسخہ لکھ دینے سے تو

بیماری زائل نہیں ہو گی۔ دوائی استعمال ہی کرنے سے بیماری زائل ہو گی یہی صورت شرعی اعمال کی ہے کہ ہر عمل کی ایک خاصیت ہے ظاہر جب ہو گی جب اسے استعمال کیا جائے۔

ماہرین خواص کی اطاعت

حق تعالیٰ شانہ نے جس طرح سے اطباء جسمانی پیدا فرمائے ڈاکٹر ہیں طبیب ہیں وہ ان خواص و آثار کو جانتے ہیں مریض کی حالت دیکھ کر نسخہ لکھتے ہیں مریض اگر طبیب کی اطاعت کرے گا شفاء پائے گا۔ اطاعت نہیں کرے گا بیمار پڑا رہے گا بیماری بڑھ جائے گی ہلاکت کے قریب پہنچ جائے گا تو اطباء جانتے ہیں (خواص ادویہ) ہر شخص دوا کی خاصیت کو نہیں جانتا اسے طبیب کی اطاعت کرنی پڑتی ہے ہر علاج کے اندر دو جزء ہوتے ہیں ایک دواء ایک پرہیز بلکہ پرہیز زیادہ نافع ہوتا ہے اگر (مریض) جم کر پرہیز کرے تو بیماری آدھی ہو جاتی ہے دواء سے پھر بقایا آدھی بیاری زائل ہو سکتی ہے۔ مگر ہر صورت میں طبیب کی اطاعت کرنی پڑے گی رائے زنی کرنے کی گنجائش نہیں ہو گی کہ اس نسخے میں آپ نے پانچ دوائیں کیوں لکھیں ہیں چھ کیوں نہ لکھ دیں؟ مریض کو اسکا حق نہیں ہو گا طبیب کہے گا کہ میں فن کی رو سے جانتا ہوں کہ کتنی مقدار ہونی چاہیے تجھے اگر علاج کرانا ہے تو یہ نسخہ اسی مقدار میں استعمال کر۔

یہی صورت بعینہ طب روحانی یعنی شریعت کی ہے جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اسکے لئے اطباء روحانی بھی نازل کیئے وہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں انبیاءؑ کی تعلیم سے ان کے ورثاء پیدا ہوتے ہیں جن کو علمائے ربانی کہا جاتا ہے وہ انبیاءؑ سے وارثت پاتے ہیں اور وہ طب روحانی ان کے پاس آتی ہے مریض سامنے آتے ہیں وہ بھی نسخے لکھتے ہیں ہر مریض کے مناسب حال دوا تجویز کرتے ہیں اگر مریض یہ کہنے لگے آپ نے فلاں وقت مجھے دو ہی رکعتیں کیوں بتلائی ہیں میں چار کیوں نہ پڑھ لو وہ کان پکڑ کر نکال دیں گے کہ تو علاج

کے لئے آیا ہے یا تعلیم دینے کے لئے آیا ہے اتنی ہی مقدار لازمی ہے۔شریعت نے ایک تسبیح کی مقدار بتلائی کہ سو مرتبہ پڑھا کرو۔ مریضوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کہیں سو کے سوا سو کیوں نہ ہوئے؟ جتنی مقدار اللہ تعالیٰ نے تجویز کی ہے وہی نافع ہو گی جتنی مقدار تجویز نہیں کی وہ نافع نہیں ہو سکتی۔تو ہر عمل کی ایک خاصیت ہے روزے کی بھی ایک خاصیت ہے، زکوٰۃ کی بھی ایک خاصیت ہے، حج کی بھی ایک خاصیت ہے اور نماز کی بھی ایک خاصیت ہے۔

نماز کی خصوصیت

نماز کی خاصیت کیا ہے؟

نماز پڑھنے والے میں دیدار خداوندی کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اگر نماز کا تارک ہے تو وہ جو میدان حشر میں دیدار خداوندی ہو گا اسکی استعداد نہیں پیدا ہو گی وہ دیدار الٰہی سے محروم رہے گا۔تو نماز کی خاصیت یہ ہے کہ وہ قلب کے اندر دیدار خداوندی کی صلاحیت پیدا کر دیتی ہے۔

دیداری خداوندی کے مراتب

یہاں نماز پڑھنے میں آپ اللہ تعالیٰ کو عقیدے کی آنکھ سے دیکھتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز اس طرح سے پڑھو کہ جیسے تم اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اس عقیدے سے نماز پڑھے گا۔تو گویا عقیدے کی آنکھ سے حق تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے گو اس آنکھ سے نہیں دیکھ رہا کوئی بزرگ ہے ولی کامل ہے وہ کشف کی آنکھ سے تجلیات خداوندی کو دیکھتا ہے۔جب نماز پڑھتا ہے تو تجلیات الٰہیہ اس کے سامنے ہوتی ہیں مگر قیامت کے بعد ایک وقت آئے گا جس کے دیکھنے کی مشق آپ نے قلب سے، حواس سے اور باطنی آنکھ سے کی تھی۔وہ آج ظاہری آنکھ سے سامنے آجائے گی اور دیدار خداوندی عیاناً ہونا

شروع ہو جائے گا مختلف تجلیات نمایاں ہوں گی جسمیں بندے حق تعالیٰ شانہ کو دیکھیں گے یہ دیکھنے کی استعداد نماز ہی پیدا کرتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں تشریف رکھتے تھے اور چودھویں رات کا چاند چمک رہا تھا چاندنی پھیلی ہوئی تھی صحابہؓ چاند کو اور چاندنی کو بھی دیکھ رہے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ تم جو چاند کو دیکھ رہے ہو تو ایک کا دیکھنا دوسرے کے دیکھے میں حارج تو نہیں ہے؟ وہ اپنی جگہ دیکھ رہا ہے وہ اپنی جگہ دیکھ رہا ہے اس کے دیکھنے میں وہ رکاوٹ تو نہیں بنا ہوا اس کے دیکھنے میں وہ رکاوٹ نہیں بنا ہوا۔ دنیا کے کروڑوں اربوں انسان چاند کو ایک وقت میں دیکھتے ہیں مگر ایک کے دیکھنے میں دوسرے کا دیکھنا حارج نہیں ہوتا فرمایا اسی طرح قیامت میں بندے اپنے پروردگار کو دیکھیں گے اربوں کھربوں ہوں گے مگر ایک کے دیکھنے میں دوسرے کا دیکھنا حارج نہیں ہوگا جس طرح سے تم چاند کو دیکھ رہے ہو۔

فجر وعصر کی خصوصیت

اور اس کے بعد فرمایا اگر تم اس کی استطاعت رکھتے ہو اور یہ کر سکو کہ صبح کی نماز اور شام کی نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو تو دیدار خداوندی کا یہی ذریعہ بنیں گی۔ گویا خاصیت تو ہر نماز میں ہے مگر خصوصیت سے یہ دو نمازیں عصر کی اور صبح کی یہ دو نمازیں وہ ہیں کہ یہ حق تعالیٰ کے دیدار کی زیادہ استعداد پیدا کرتی ہیں۔ اور بظاہر اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں نمازوں میں عالم غیب آدمی کے قریب ہو جاتا ہے۔ یہ جو اعمال لکھنے والے ملائکہ ہیں یہ رات کے اور ہیں اور دن کے اور ہیں دن کے لکھنے والے صبح کی نماز کے وقت آتے ہیں اور رات کے لکھنے والے انہیں چارج دے کر واپس ہو جاتے ہیں۔ یہ دن بھر اعمال لکھتے ہیں عصر کی نماز جب پڑھتے ہیں تو یہ رات والے ملائکہ کو چارج دے دیتے ہیں رات وہ اعمال لکھتے

ہیں تو صبح کی نماز میں بھی کروڑوں، اربوں، کھربوں ملائکہ جمع ہوتے ہیں جو اعمال لکھنے والے ہیں اور اسی طرح عصر کی نماز کے وقت بھی جمع ہوتے ہیں ہر بندے کے اوپر دو فرشتے ہیں جو اعمال لکھتے ہیں تو اگر بندے ایک ارب ہیں تو وہ چار ارب ہونگے غرض اربوں کی تعداد میں یہ ملائکہ صبح اور شام کی نماز کے وقت آتے ہیں۔ (از خطبات حکیم الاسلام ج۶ ص ۲۴۲)

ذکر انسانی پر نظام دنیا قائم ہے

حدیث میں آپؐ نے فرمایا ''لَا تَقُوْمُ السَّاعَةِ حَتّٰی یُقَالُ فِي الْأَرْضِ اللّٰہ اللّٰہ'' قیامت اس وقت قائم نہیں ہوگی جب تک ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا دنیا میں موجود ہے جب ایک بھی نہیں رہے گا جب قیامت قائم ہوگی اور یہ سارا نظام درہم برہم کر دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اللہ کے نام پر قائم ہے جب نام نکل جائے گا دنیا تباہ ہو جائے گی اور ختم ہو جائے گی۔ تو دوسرے لفظوں میں ہم یہ بھی کہ سکتے ہیں کہ دنیا قائم ہے اللہ کے نام لینے والوں کے اوپر، جب تک اللہ کا نام لینے والے موجود ہیں دنیا قائم ہے جب وہ مٹ جائیں گے تو دنیا ختم کر دی جائے گی جس ملک کے اندر اللہ کے نام لینے والے باقی نہ رہیں وہ تباہی کی طرف جائے گا اور جس ملک میں سارے ہی اللہ کا نام لیں وہ بقا اور ترقی کی طرف جائے گا بہر حال اللہ کے نام میں ترقی ہے تو جہاں کہیں بھی اللہ کے نام لینے والے جمع ہوتے ہیں تو فرشتوں کو بھیج کر انہیں جواب دیا جاتا ہے اور انہیں کو گواہ بناتے ہیں کہ تم گواہ رہو میں نے ان کی مغفرت کی۔

انہیں میں سے ایک شکل یہ بھی ہے صبح اور عصر کی نماز کے وقت لاکھوں ملائکہ جمع ہوتے ہیں جب یہ دن والے چڑھتے ہیں اور رات والوں کو چارج دے دیتے ہیں حق تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ عرض کرتے ہیں کہ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ کہتے ہیں کہ

أَتَیۡنَاھُمۡ وَھُمۡ یُصَلُّوۡنَ وَتَرَکۡنَاھُمۡ وَھُمۡ یُصَلُّوۡنَ

جب ہم اعمالنامے لینے کے لئے گئے اور چارج لینے کے لئے گئے جب بھی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور جب صبح کی نماز میں چھوڑ کر آئے جب بھی یہ نماز ہی پڑھ رہے تھے۔

تو ترک بھی ہم نے انہیں نماز ہی میں کیا اور جب ہم پہنچے جب بھی نماز ہی پڑھ رہے تھے گویا جواب دیا جاتا ہے کہ یہی ہے وہ انسان جس کے بارے میں تم نے خلجان ظاہر کیا تھا۔ کہ بڑا مفسد ہوگا یہ مفسد کا کام ہے؟ کہ جب تم گئے جب بھی عبادت میں مصروف تھا جب تم چھوڑ کے آئے جب بھی عبادت میں مصروف تھا یہ ملائکہ پر اس خلجان کی وجہ سے حجت تمام کی جاتی ہے بہر حال میرے عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ ہر عمل کی ایک خاصیت ہے تو نماز کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے دیدار خداوندی کی استعداد اور صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے تارک نماز کے اندر دیدار خداوندی کی استعداد پیدا نہیں ہوگی۔

جلوۂ خداوندی روح عبادت ہے

اور وجہ اسکی یہ ہے کہ نماز اکمل ترین عبادت ہے اور عبادت میں لطف جب ہی آتا ہے جب عابد اور معبود کا آمنا سامنا ہو اگر معبود بالکل غائب ہو تو نماز کے اندر لطف نہیں آئے گا نمازی اور عبادت گزار یہ کہے گا کہ ایک خیالی چیز کی عبادت کر رہا ہوں کوئی میرے سامنے تو ہے نہیں یہ خطرہ گزر سکتا تھا تو اصل میں نماز کا مقصد ہی یہ ہے کہ عابد اور معبود کا آمنا سامنا ہو اسی لئے حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا جب حضرت جبریل علیہ السلام نے سوال کیا "مَاالإحۡسَان یا رسُول اللّٰہ" احسان کیا چیز ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا "أن تَعۡبُدواللّٰہ کأنَّکَ تراہُ فإنۡ لَّمۡ تکُن تراہُ فإنہ یراکَ"

احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم آنکھوں سے حق تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو یعنی یہ تصور اور یہ دھیان باندھو کہ اللہ کے سامنے میں حاضر ہوں۔ اور اگر تمہارے اندر اتنی قوت نہیں ہے تو کم از کم یہ تصور رکھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اسکی نگاہوں سے تم اوجھل نہیں ہو۔ غرض دیکھنا اور آمنا سامنا ہونا یہ عبادت کی روح معلوم ہوتی ہے کہ محسن اور احسان والا عبادت میں جب ہی بنے گا جب معبود کا آمنا سامنا ہو تو حق تعالیٰ کے بارے میں تصور کی آنکھ سے ہم دیکھتے ہیں کہ معبود ہمارے سامنے ہے اور ہم اسکی عبادت کر رہے ہیں۔

دنیا میں تجلیات ربانی کا ظہور

زیادہ عبادت کی، قلب میں روشنی پیدا ہوئی تو تجلیات اور انوار ربانی سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں تو جو آنکھوں سے دیکھتا ہے وہ ذات کو تو نہیں دیکھ سکتا ذات تو وراء الورٰی ہے اور نفس ذات تو قیامت کے بعد بھی نہیں دیکھ سکے گا وہ اتنی لطیف، اتنی چمک اور اتنی نورانیت میں ہے کہ آنکھ کتنی لطیف بن جائے مگر یہ طاقت نہیں رکھتی کہ ذات بابرکات کو دیکھ سکے تجلیات ربانی کو دیکھے گی عکوس کو دیکھے گی یعنی عکس خداوندی مختلف صورتوں میں سامنے آئے گا۔ اسے دیکھ لے گی ذات کا دیکھنا وہ کبھی نہیں ہو گا مگر بہر حال تجلیات وانوار سامنے آتے ہیں جو اہل اللہ کے سامنے آنے لگتے ہیں۔

تجلی اُخروی

البتہ قیامت کے دن اس تجلی کو دیکھیں گے جو اقرب الی الذات ہے یعنی جو ذات کے بالکل اقرب ہے گویا اس کا دیکھنا ذات کا دیکھ لینا ہے مگر تجلی کو دیکھیں گے اس لئے کہ سب سے بڑا مقام دیدار خداوندی کا جنتیں ہوں گی۔

دربار خداوندی کا انعقاد

حدیث میں فرمایا گیا کہ ہر ہفتہ میں وہاں ہفتے تو نہیں ہوں گے مگر ایک ہفتے کی جتنی مسافت اور مقدار ہوتی ہے اس میں دربار خداوندی ہو گا۔ اوپر نیچے سو جنتیں ہیں اور ہر جنت آسمانوں اور زمینوں سے بڑی ہے ان سو کے اوپر پھر کرسی ہے اس کے اوپر سمندر ہے اس کے اوپر پھر عرش خداوندی ہے تو کرسی گویا جنتوں کی چھت کے اوپر ہے اس میں دربار ہو گا۔

آخرت میں رؤیت خداوندی کا مقام

وہ دربار کہاں ہو گا؟

تو حدیث میں اسکی شرح یہ فرمائی گئی کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک دفعہ حاضر ہوئے تو ایک آئینہ اُن کے ہاتھ میں تھا آئینے کے بیچ میں ایک نکتہ تھا آپؐ نے فرمایا یہ نکتہ کیسا ہے؟ عرض کیا اس کا نام مزید ہے۔ فرمایا مزید کیا چیز ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ جنت میں ایک میدان ہے جس کا نام مزید ہے اور اتنا بڑا ہے کہ لاکھوں برس سے میں اس میں گھوم رہا ہوں اور اب تک مجھے اس کے کناروں کا پتہ نہیں چلا کہ کہاں ہیں اسکی ہر چیز سفید ہے زمین سفید ہے، کنکریاں سفید ہیں، گھاس بھی سفید ہے غرض ہر چیز سفید ہے تو جب جمعہ کا دن آئے گا اس وقت اس دربار کے لئے تیاری کی جائے گی اس تمام میدان میں بیچوں بیچ تو اللہ تعالیٰ کی کرسی بچھائی جائے گی جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ "وسِعَ کُرۡسِیُّہ السَّمٰوٰتِ والأرضِ ولا یؤدُہ حِفظُھُما" آسمانوں اور زمینوں سے کہیں زیادہ کرسی بڑی ہے لیکن اس میدان میں جب کرسی بچھے گی تو وہ ایسی معلوم ہو گی جیسے ایک بڑے میدان میں ایک چھوٹا سا چھلہ ڈال دیا جائے وہ بیچوں بیچ بچھائی جائے گی اس کے ارد گرد انبیاء علیہم السلام کے ممبر ہوں گے۔ وہ نور کے ممبر ہوں گے ہر ممبر کے پیچھے

امتیوں کی کرسیاں ہوں گی ہر نبی کی امت اس کے پیچھے ہو گی جو عمل میں انبیاء کے زیادہ قریب ہیں ان کی کرسیاں ممبر کے قریب اور جو عمل میں بعید تھے کو تاہ عمل تھے ان سے ان کی بعید درجہ بدرجہ۔

دربار خداوندی میں اہل جنت کی شرکت

جب یہ دربار کا دن آئے گا وتو تمام اہل جنت دربار کی شرکت کے لئے چلیں گے اب یہ لاکھوں میل کا فاصلہ ہو گا مگر سواریوں پر جائیں گے تخت ہوا ہوں گے وہاں کوئی مشین نہیں ہے جیٹ طیارے نہیں ہوں گے ان کی مرمت کی ضرورت پیش آئے بلکہ قوت متخیلہ کے تابع ہوں گے تخت پر بیٹھ کر آپ نے ارادہ کیا کہ چلے اب وہ تخت چلنا شروع ہوا لاکھوں میل کا فاصلہ وہاں کی سواریاں پل بھر میں طے کریں گی کوئی براق پر سوار ہے کوئی تخت پر سوار ہے درجہ بدرجہ مختلف سواریاں ہوں گی اس میدان میں آکر بیٹھیں گے جہاں کرسیاں ہوں گی۔ پھر کرسیوں میں یہ نہیں کہ وہاں نظم کرنے والے کھڑے ہوں کہ بھئی یہ کرسی تمہاری ہے یہ سیٹ تمہاری ہے وہاں نہ بیٹھ جانا یہ نہیں ہو گا ہر شخص اپنی قلبی شہادت سے اپنے مقام کو پہنچانے گا ٹھیک اسی کرسی پر جاکر بیٹھے گا جو اس کے نام زد ہے یہ نہیں ہو گا کہ دوسری کرسی پر بیٹھ جائے تو تمام لوگ جمع ہو جائیں گے اور میدان بھر جائے گا اس میں جو بالکل عوام ہوں گے جن میں عملی کوتاہیاں زیادہ تھیں تو کرسیوں کے پیچھے چبوترے ہوں گے ان پر مشک و عنبر کے غالیچے ہوں گے وہ اس پر بیٹھے ہوئے ہوں گے اب یہ پورا دربار بھر گیا بیچ میں حق تعالیٰ کی کرسی ہے اب کرسی کے اوپر تجلیات ربانی کا ورود شروع ہو گا۔

جیسے احادیث میں فرمایا گیا ہے یہ محسوس ہو گا کہ جب اللہ کی تجلیات اتریں گی تو کرسی اس طرح چرچڑائے گی جیسے اب ٹوٹ کے دی وہاں بوجھ بدن کا نہیں ہو گا۔ حق تعالیٰ بدن سے پاک ہیں وہ بدن کے بھی

خالق ہیں اور روح کے بھی خالق ہیں وہ عظمت کا بوجھ ہو گا ان کے کمالات کا بوجھ ہو گا جس کو ارواح محسوس کریں گی۔ وہ حسی اور جسمانی بوجھ نہیں ہو گا تو کرسی گویا ایسے چڑچڑائے گی جیسے تحمل کی طاقت نہیں۔ اب گویا تجلیات اتر چکی ہیں حق تعالیٰ شانہ موجود ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام ارد گرد نورانی ممبروں پر ہیں اور ان کے پیچھے امتیں اربوں کھربوں اولین و آخرین جمع ہیں۔

دربار خداوندی میں شراب طہور کا دور

حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ ملائکہ علیہم السلام کو فرمائیں گے کہ وہ جو ہم نے قرآن کریم میں وعدہ کیا تھا۔ "وسَقٰھُم ربُّھُم شرابًا طَھُورًا" ایک پاک قسم کا شربت ہم پلائیں گے۔ وہ ان بندوں کو تقسیم کرو۔ ملائکہ تقسیم شروع کریں گے گویا شاہی دربار کی طرف سے ایک ضیافت ہو گی۔ اس کو پئیں گے اس سے ایسا سرور پیدا ہو گا اس کو نشہ تو نہیں کہہ سکتے، روحانی نشہ ضرور ہو گا۔ یعنی دنیا کی شراب میں تو یہ نشہ ہے کہ عقل جاتی رہتی ہے آدمی مجنون ہو جاتا ہے خبطی بن جاتا ہے اس شراب کے پینے سے عقل میں اور تیزی پیدا ہو گی اور معاف الٰہیہ اور علوم ربانیہ اور زیادہ کھلنے شروع ہو جائیں گے انوار و برکات بڑھ جائیں گے تو یہ شراب طہور تقسیم ہو گی۔

حضرت داود علیہ السلام کی تلاوت مناجات

اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام جن کو آواز کا معجزہ دیا گیا تھا اتنی پاکیزہ، پاک اور خوشنما آواز تھی کہ جب وہ حمد و ثنا کی مناجاتیں پڑھتے تھے تو چرند و پرند سب ان کے ارد گرد جمع ہو کر سر دھنتے تھے اور مست ہو جاتے تھے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے داؤد! ان اہل دربار کو وہ مناجاتیں سُناؤ جو تم دنیا میں پڑھتے تھے اور اسی اعجازی آواز سے سُناؤ۔

حضرت داؤد علیہ السلام حمد و ثناء کی وہ مناجاتیں پڑھنا شروع کریں گے تو آواز تو معجزہ تھی ہی وہاں میدان میں سارے اللہ والے جمع ہیں، سارے انبیاء جمع ہیں اربوں کھربوں ملائکہ جمع اور خود حق تعالیٰ شانہٗ موجود تو اس کی تاثیر کی کیا انتہا ہو گی۔ جب وہ مناجاتیں پڑھی جائیں گی تو عجیب قسم کے اس کے آثار نمایاں ہوں گے سب بندے اس کے اندر محو ہو جائیں گے۔

جمال خداوندی کے دیدار کا سوال

اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کہ سَلُوْنِیْ مَاشِئْتُمْ جس کا جو جی چاہے ہم سے مانگے اور ہم سے سوال کرے بندے عرض کریں گے کونسی نعمت ہے جو آپ نے ہمیں عطاء نہیں کر دی جنت ساری نعمتوں کا مجموعہ ہے وہاں نقص کا نشان نہیں ہر چیز میں کمال ہی کمال ہے جب آپ نے ہمیں سب کچھ دے دیا تو اب ہم کیا مانگیں؟ ہمارے تو خیال سے بھی زیادہ بلند چیزیں ہمیں مل چکی ہیں اب ہم کیا مانگیں ہمارا تو تخیل بھی نہیں جاسکتا۔ ارشاد ہو گا نہیں مانگو جب کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گا تو سب ملکر علماء کی طرف رجوع کیا کریں گے کہ تم فتوی دو اور مشورہ دو کیا چیز مانگیں ہمیں تو سب کچھ مل چکا تو میں عرض کیا کرتا ہوں (مراد اس سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مرحوم ہیں) کہ لوگ دنیا میں علماء سے کنارہ کشی چاہتے ہیں کہ چھوڑ دیں یہ وہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑیں گے وہاں بھی فتوے کی ضرورت پڑے گی وہاں بھی علماء کی حاجت پڑے گی علم خداوندی کے بغیر نہ دنیا میں کام چل سکتا ہے۔ نہ آخرت میں کام چل سکتا ہے علماء فتویٰ دیں گے کہ ایک چیز نہیں ملی وہ مانگو بے شک ساری نعمتیں مل گئیں مگر ایک چیز ابھی تک نہیں ملی اور وہ یہ کہ جمال خداوندی کا دیدار ابھی تک نہیں ہوا وہ طلب کرو اسوقت بندے عرض کریں گے کہ اے

اللہ اپنا جمال مبارک دکھلا دیجئے آپ نے سب نعمتیں دیدیں مگر یہ نعمت ابھی تک باقی ہے یہ درخواست منظور ہو جائے گی۔

نعمت مزید

اور حق تعالیٰ فرمائیں گے "أَنْ کَمَا أَنْتُمْ" ہر چیز اپنی اپنی جگہ ٹھہری رہے اگر یہ نہ فرمائیں تو " لَأَحْرَقَ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ " اس کے چہرے کی پاکیزگیاں ہر چیز کو جلا کر خاک کر دیں خود فرماویں گے کہ ہ چیز تھمی رہے۔ اس کے بعد حجابات اُٹھنے شروع ہو جائیں گے اور سب حجابات اٹھ کر ایک حجاب کبریائی کا باقی رہ جائے گا اس وقت بندوں کی یہ کیفیت ہو گی کہ ایک شراب طہور روحانی نشہ چڑھا تھا داود علیہ السلام کے مضمونوں سے معرفت کا نشبہ بڑھا حق تعالیٰ کا جمال دیکھ کر اتنے محو ہوں گے کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں رہے گی یہ سمجھیں گے کہ کوئی نعمت ہی ہمیں جنت میں نہیں ملی تھی آج ہمیں نعمت ملی ہے اس نعمت کا نام شریعت کی اصطلاح میں مزید ہے۔ تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ میدان مزید ہے اس میں وہ نعمت ملے گی جو سب کے اوپر مزید ہے جس کو قرآن کریم میں فرمایا گیا " وَلَدَينا مزيدٌ "ہم ضابطے کا اجر تو سب کو دیں گے اور کچھ مزید بھی ہے جو ہم بعد میں عطا کریں گے۔ وہ مزید یہ نعمت ہو گی۔

یوم المزید اور اس کے آداب

اس لئے شریعت کی اصطلاح میں جمعہ کا نام یوم المزید ہے تو دنیا میں اس میدان مزید کی نقل جمعہ کا دن رکھی گئی ہے۔ جمعہ کا دن گویا یا دربار خداوندی کا دن ہے۔ امام وخطیب نائب خداوندی ہو کر بیٹھتا ہے۔ اسی واسطے فرمایا گیا کہ کوشش کرو کہ امام کے قریب بیٹھو جو جمعہ کے اندر امام کے قریب بیٹھنے کی عادت ڈالے گا۔ اسے وہاں بھی اللہ کے قریب اور انبیاء علیہم السلام کے قریب کے قریب جگہ ملے گی اور جو یہاں

سستی کریگا پیچھے رہے گا وہاں بھی پیچھے رہ جائے گا۔ اسی واسطے فرمایا گیا۔ "إذا خرَجَ الإمام فلا صلوٰۃ ولا کلامَ" جب خطبہ پڑھنے کے لئے خطیب نکل آئے نہ سلام وکلام کی اجازت ہے نہ نماز پڑھنے کی اجازت ہے نہ تلاوت کرنے کی اجازت ہے اسوقت سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ آدمی خطیب کو دیکھے اگر سامنے نہ ہو تو کم سے کم اسکی آواز سے کان لگائے آواز سنائی نہ دے تو استعماع کرے کان لگائے یعنی خطیب ہی کی طرف متوجہ رہے اسوقت یہی سب سے بڑا کام ہے۔ یہ خطبہ عام وعظوں کی طرح وعظ نہیں ہے اس میں تو بات بھی کہ سکتے ہیں ایک دوسرے کی طرف دیکھ بھی سکتے ہیں لیکن خطبہ کے آداب یہ ہے نہ کنکر سے نہ تنکوں سے کھیلو، نہ نماز پڑھو، نہ ذکر کرو، بس امام کو دیکھو، اسوقت تمہاری سب سے بڑی یہی عبادت ہے۔ "مَنْ مَسَّ الْحصَا فَقَد لَغا" جس نے کنکری چھوٹی اس نے لغو حرکت کی جس نے چٹائی کا کوئی تنکا چھوا اس نے لغو حرکت کی۔ اس کام کا یہ نہیں تھا اس کا کام یہ تھا کہ امام کو دیکھے سامنے نہ ہو تو کم سے کم یہ ہے کہ ادھر آنکھ لگائے آواز نہ آئے تو کان لائے غرض ہمہ تن امام کی طرف متوجہ رہے۔ جو جتنا یہاں اس توجہ کی مشق کرے گا وہی میدان مزید میں اللہ کی طرف متوجہ ہو گا جو جتنا یہاں قریب ہو اوہاں قریب ہو گا جو جتنا زیادہ جمعہ میں متوجہ ہو گا وہاں متوجہ ہو گا تو جمعہ درحقیقت اس دربار خداوندی کی ایک نقل ہے جو دنیا میں ہمیں دی گئی ہے۔

اسکا نام میدان مزید تھا اور دن کا نام بھی مزید وہی نام جمعہ کے دن کا ہے اسے یوم المزید کہا گیا ہے کیونکہ اجر وثواب کے اندر زیادت پیدا کرتا ہے۔ تو حدیث مجھے اس پر یاد آگئی تھی کہ عبادت میں اصل تو یہ ہے کہ معبود سامنے اسے دیکھ کر عبادت کرے لیکن دنیا میں یہ چیز ناممکن ہے بلکہ ذات کا دیکھنا آخرت میں بھی ناممکن ہے تجلیات ہی کو دیکھے گا عکس ہی کو دیکھے گا روپوں کو دیکھے گا ذات نگاہ کے احاطے میں نہیں

آسکتی۔ ”لا تُدْرِکُہُ الأبصَارُ وھُوَ یُدْرِکُ الأبصَارَ وھُو اللَّطِیفُ الخَبِیرُ“ ذات کے اوپر آپ کی نگاہ غالب نہیں آسکتی نہ فتح پاسکتی ہے۔

رُؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں معتزلہ کا مسلک

اسی واسطے مسلمانوں میں ایک معتزلہ کا فرقہ ہے اس نے دیدار خداوندی کا انکار کردیا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ دیدار وغیرہ کچھ نہیں ہوگا یہ ناممکن اور محال ہے اور اس کو عقلاً محال کہتا ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا۔

مسلک اہل حق

لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام اور اہل حق کا مسلک یہ ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا قرآن کریم میں فرمایا گیا ”وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ إِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ“ اس دن بہت سے چہرے تروتازہ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے (از تفسیر حقانی ج۴ص۱۱۷، سورۃ قیامہ پ ۲۹) اور کفار کو دھمکی دی گئی ہے کہ ”کَلاَّ إِنھُمْ عَن رَّبِّھِمْ یَوْمِئذ لَمَحْجُوبُوْن“ ضرور وہ اس دن اپنے رب کے سامنے آنے نہیں پائیں گے (از تفسیر حقانی پ۳۰ سورۃ تطفیف)

کفار کو دھمکی دی گئی ہے کہ قیامت کے دن تمہارے اور اللہ کے درمیان حجابات آجائیں گے تم اللہ کو نہیں دیکھ سکو گے۔ نہ دیکھنے کی دھمکی دینا جب ہی ممکن ہے جب دیکھنا ممکن ہو بہر حال قرآن کریم اور تمام آسمانی کتابوں کا مسلک اور تمام انبیاء علیہم السلام کا مسلک یہی ہے کہ آخرت میں دیدار خداوندی ہوگا۔ مگر معتزلہ ایک فرقہ ہے جو اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ عقلاً محال ہے۔

مناظرے میں معتزلہ کی شکست

چنانچہ مامون کے زمانے میں یہ بڑا فتنہ پھیلا معتزلہ غلبہ پاگئے اورانہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ دیدار خداوندی محال ہے عقلا ممکن نہیں ہے واقعۃً تو ہوگا ہی نہیں عقل بھی قبول نہیں کر سکتی اس کے انہوں نے دلائل بیان کئے مسلمان فتنے میں گرفتار ہونا شروع ہوئے علماء نے جوابات دیناشروع کیئے۔ مگر مشکل مسئلے کا اعتراض جلد سمجھ میں آجاتا ہے اور جواب دیر سے سمجھ میں آتا ہے دقیق مسئلہ تھا تو اعتراض جلد سمجھ میں آجاتا ہے اور جواب سمجھ میں نہ آئے فتنہ بڑھتا رہا علماء عاجز آگئے۔ آخر اس زمانے کے شیخ ہیں حضرت شیخ شبلیؒ ان کی خدمت میں علماء کا ایک وفد حاضر ہوا کہ حضرت جتنا ہمارے امکان میں تھا ہم جوابات دے چکے مگر وہ جوابات علمی ہیں اور عوام علم کی باتیں سمجھتے نہیں اس واسطے شبہات تو ان کے دلوں میں بیٹھ گئے جوابات نہیں بیٹھتے مگر اب ہم کیا کریں اب تو اہل اللہ کچھ قلبی تصرف وتوجہ سے کام کریں تو یہ فتنہ رفع ہو محض علم سے رفع نہیں ہو گا۔

حضرت شیخ شبلیؒ نے فرمایا اچھا اعلان کر دو کہ ہم معتزلہ سے مناظرہ کریں گے اعلان ہو گیا اور جامعہ بغداد میں لاکھوں آدمی جمع ہوئے، اوّل تو اس لیئے کہ شیخ شبلیؒ اور وعظ کہیں کبھی نہیں وعظ فرماتے تھے ایک نئی چیز معلوم ہوئی کہ شیخ کبھی مجمع میں وعظ کہنے کے لئے نہیں آتے تھے آج وعظ فرمائیں گے تو لاکھوں لوگ جمع ہوئے۔ دوسرے یہ کہ نام مناظرے کا تھا۔ اور مناظرہ درحقیقت جھگڑا ہے چاہے وہ علمی ہی سہی عوام کو جھگڑوں سے زیادہ دلچسپی ہے کوئی سکون کی بات ہو کوئی نہیں جائے گا اور جھگڑا ہو تو ہزاروں وہاں پہنچ جائیں گے تو لوگوں نے کہا آج مناظرہ اور بحث ہوگی بڑا تماشہ ہو گا غرض لاکھوں آدمی جمع ہو گئے۔ منبر بچھایا گیا حضرت شیخ شبلیؒ بیٹھ گئے۔ معتزلہ کے جتنے علماء تھے وہ قطار باندھ کر سامنے بیٹھ گئے تو شیخ نے فرمایا تمہارا دعویٰ کیا ہے؟ معتزلہ نے کہا کہ دعویٰ ہمارا یہ ہے کہ اللہ کا دیکھنا ناممکن و محال ہے کبھی نہیں ہو سکتا

عقل گوارا نہیں کرتی عقلاً محال ہے۔ تو اہل اللہ پر حقائق روشن ہوتے ہیں وہ لفظوں کی گرفت سے تھوڑا ہی گرفت کرتے ہیں وہ لمبی تقریر تھوڑا ہی کرتے ہیں وہ چٹکی میں ضمیر کو تھام لیتے ہیں شیخ نے دومنٹ میں فیصلہ کر دیا سارے مناظرے ختم ہو گئے۔ معتزلہ سے پوچھا کہ تمہارے دلائل اپنی جگہ ہیں ہمیں اس سے بحث نہیں ہم تمہارے دل سے بات پوچھنا چاہتے ہیں کہ تمہارا دل بھی چاہتا ہے اللہ کو دیکھنے کو سب نے کہا دل تو چاہتا ہے فرمایا یہ دلیل ہے کہ دیکھنا ممکن ہے اس لئے کہ محال کو دیکھنے کی تمنا کبھی قلب کے اندر نہیں آسکتی اسی چیز کی دیکھنے کی تمنا آئے گی جس کا دیکھا جانا ممکن ہو کبھی آدمی تمنا نہیں کرے گا کہ میں کان سے دیکھ لوں اس لئے کہ کان کے اندر دیکھنے کی قدرت ہی نہیں آنکھ سے ہی دیکھنے کی تمنا کرے گا کبھی یہ تمنا نہیں کرے گا کہ میں زبان سے آواز سن لوں زبان چکھنے کے لئے ہے آواز سننے کے لئے نہیں اس کے لئے کان ہیں تو کان سے سننے کی اور آنکھ سے دیکھنے اور زبان سے چکھنے کی تمنا کرے گا یہ نہیں کر سکتا کہ آنکھ کا کام زبان سے لینے لگے اور زبان کا کام آنکھ سے لینے لگے یہ دل میں آتا ہی نہیں۔

تو شیخؒ نے فرمایا کہ تمہارے دل میں تمنا ہے کہ ہم اللہ کو دیکھیں تو تمنا اور دل کے اندر ہونا اس کی دلیل ہے کہ دیکھا جانا ممکن ہے جس کا دیکھا جانا محال ہو کبھی اس کے دیکھنے کی تمنا دل میں نہیں آسکتی تو امکان تمہارے ضمیر سے ثابت ہو گیا اور وقوع پیغمبر کی خبر سے ثابت ہے اب بتلاؤ تمہارا کیا اعتراض ہے اب وہ چپ چاپ بیٹھے وہ تو اُن کا دل پکڑا گیا سارا قصہ ختم ہو گیا ساری بحث ختم ہو گئی اور فتنہ ایک منٹ میں ختم ہو گیا۔ بہر حال مقصد یہ تھا کہ دیدار خداوندی کی تمنا ہر انسان کے دل میں ہے کہ میں اپنے معبود کو دیکھوں اسی تمنا میں وہ نمازیں پڑھتا ہے اسی تمنا میں وہ عبادتیں کر رہا ہے۔

دیدار خداوندی میں درجہ بدرجہ ترقی

یہاں عقیدے کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور آگے بڑھا تو خواب کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور آگے بڑھا تو کشف کی آنکھ سے دیکھتا ہے موت کے بعد جب آگے بڑھے گا تو پھر اس آنکھ سے دیکھنا شروع کر دے گا تو درجہ بدرجہ اس کا ابھی دیدار شروع ہو گیا ہے۔ نماز کے اندر تصور اور عقیدے سے دیکھنا یہ دیکھنے کی ابتداء ہے ترقی کرتے کرتے بالآخر وہ چیز آنکھ کے سامنے آجائے گی جو دل میں جم جاتی ہے۔ یہ ایک فطری اصول ہے کہ اگر آپ تصور سے کوئی چیز دل میں جمالیں تو چند دن بعد وہ آنکھوں کے سامنے کھڑی نظر آئے گی۔ ایک بزرگ سے کوئی صاحب بیعت ہوئے شیخ نے انہیں بیعت کر لیا اور ذکر شغل بتلا دیا محنت بھی کی مجاہدے بھی کئے مگر یکسوئی نصیب نہیں ہوتی تھی کہ ہر چیز سے کٹ کر توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے بہت علاج کئے مگر یہ نہیں ہوا تو شیخ نے کہا تمہیں کسی چیز سے محبت بھی ہے اس نے کہا جی ہاں مجھے بھینس سے محبت ہے جیسی روح ویسے فرشتے فرمایا اچھا بیٹھ کر چلہ کرو چالیس دن بھینس کا تصور کرو چلہ کرایا وہ حجرے میں بیٹھ گئے طبیعت کا میلان تو بھینس کی طرف تھا ہی تصور کیا تو وہ دل میں جمنے لگی چالیس دن کے بعد شیخ گئے فرمایا باہر آؤ دروازہ کھولا اس سے کہا باہر کیسے آؤں بھینس کھڑی ہوئی ہے راستہ رُکا ہوا ہے حالانکہ نہ بھینس تھی نہ کچھ تھا مگر دل میں بھینس اتنی جم گئی تھی کہ آنکھوں سے وہی نظر آنے لگی معلوم ہوا کہ بھینس دروازہ روکے کھڑی ہے تو یہ ایک فطری چیز ہے کہ جو چیز آدمی کے دل میں جم جاتی ہے وہ مصور ہو کر آنکھ کے سامنے آنے لگتی ہے تو جب دل میں جمائیں گے کہ میں اپنے پروردگار کو دیکھ رہا ہوں اور عقیدے کی آنکھ سے دیکھیں گے اور پھر ترقی کر کے خواب میں دیکھنے لگیں گے تو ایک وقت آئے گا کہ اس آنکھ سے بھی اللہ کا دیدار ہو جائے گا جس درجہ میں بھی ہو وقت بہر حال دیدار ہو گا تو اصل نماز تو وہاں ہو گی۔

(از خطبات حکیم الاسلام ج۶ ص ۲۵۹ تا ۲۷۶)

دنیوی جذبات کا آخرت میں ظہور

حدیث میں ارشاد فرمایا گیا" تُحشَرُوْنَ کَمَا تَمُوْتُوْنَ وتَمُوْتُوْنَ کَمَا تَحْیَونَ " تمہارا حشر اس حالت پر ہو گا جس حالت پر موت آئے گیاور موت اس حالت پر آئے گی جس حالت پر زندگی گزاری ہے اگر لہو ولعب کھیل کود اور مختلف عیش وآرام کی حالتوں میں زندگی گزاری ہے موت کے وقت بھی انہیں چیزوں کا دھیان رہے گا اور قبر سے اُٹھے گا تب بھی انہیں چیزوں کا دھیان رہے گا۔ اور اگر اللہ کے ذکر اور اس کے نام لینے میں اور اسکے فرائض کے ادا کرنے میں زندگی گزاری ہے یوہی جذبہ موت کے وقت رہے گا کہ کسی طرح میری نماز قضاء نہ ہو کسی طرح میرا اور وظیفہ قضا نہ ہو اور جب قبر سے اُٹھے گا وہی جزبہ ہو گا کہ کہیں میر اورد قضا نہ ہو جائے بعد میں پتہ چلے گا کہ یہ میدان محشر ہے مگر وہ یہی سمجھے گا کہ یہ دنیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ اگر کوئی حاجی" لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ " کہہ رہا تھااوراتفاق سے اونٹ سے گر پڑا اور موت واقع ہو وئی تو قیامت کے دن جب اٹھے گا تولَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اسکی زبان پر جاری ہو گا اور وہ سمجھے گا کہ میں میدان عرفات میں ہوں۔ بعد میں اس پر کھلے گا کہ یہ میدان محشر ہے میدان عرفات نہیں ہے مگر جزبہ وہی رہے گا جو دنیا میں پیدا کیا تھا۔ تو موت حقیقت میں قاطع نہیں ہوتی کہ کسی چیز کو قطع کر دے متمم اور مکمل ہوتی ہے جو دنیا کی زندگی کے جذبات ہیں ان کو حد کمال تک پہنچا کر نفس کا جوہر بنا دیتی ہے تو جس حالت پر زندگی گزرے گی اس حالت پر موت آئے گی اور جس حالت پر موت آئے گی اس حالت پر حشر ہو گا۔

تو میرے عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ دنیا میں جب نماز کی عادت تھی اور وقت ٹلا کر پڑھنے کی نہیں تھی بروقت پڑھنے کی تھی وقت ٹلنے لگا اور تنگ ہونے لگا تو پریشانی اور اضطراب ہوتا تھا کہ کہیں میری نماز قضا نہ ہو جائے وہی قبر میں کہے گا " دَعُوْنِيْ أُصَلِّيْ " پرے ہٹو وقت تنگ ہو رہا ہے مجھے نماز پڑھنے دو جسے دنیا میں عادت نہیں تھی وہ وہاں بھی نہیں کہے گا اور آخرت میں بھی یوں ہی جذبہ رہے گا۔

سایہ عرش میں اشتیاق نماز

ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ قدس اللہ سرہ جو جماعت دیوبند کے شیخ طریقت ہیں ان کا ارشاد ہے کہ اگر حق تعالیٰ نے مجھ سے قیامت کے دن پوچھا کہ اے امداد اللہ مانگ کیا مانگتا ہے تو میں عرض کروں گا کہ یا اللہ نہ مجھے جنت کی ضرورت ہے نہ حوریں مطلوب ہیں نہ محلات مطلوب ہیں نہ باغات مطلوب ہیں مجھے تو اپنے عرش کے نیچے ڈیڑھ گز کی جگہ دے دیجئے کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھتا رہوں اللہ سے میں یہ مانگوں گا ۔تو اہل اللہ کو نماز میں وہ لطف میسر ہوتا ہے کہ سلطنتیں بھی چھوڑنے کے لئے تیار ہیں مگر نماز چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

لطف نماز

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ "نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے نماز پڑھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں دل میں سرور اور فرحت پیدا ہوتی ہے بہر حال نماز ایک ایسی چیز ہے کہ اس سے دل میں سرور اور فرحت اور دیدار خداوندی کی صلاحیت اور دیدار کی تڑپ کہ کسی طرح اپنے معبود کو دیکھ لوں پیدا ہوتی ہے یہ نماز کی خاصیت ہے۔تو ایک زکوٰۃ کی خاصیت تھی کہ حسن معاشرت پیدا ہو ایک روزے کی خاصیت تھی کہ نفس کے اندر شہوانی جذبات گھٹ

جائیں ۔ایک زکوٰۃ کی خاصیت تھی کہ نفس کے اندر سے بخل کا رذیلہ مٹ جائے اسی طرح ایک نماز کی خاصیت ہے کہ اس سے دیدار خداوندی کی صلاحیت بھی پیدا ہو جائے اور تڑپ بھی پیدا ہو جائے تو عبادات میں اللہ تعالیٰ کو خاص تعلق نماز ہی سے ہے۔

حقیقی عبادت

حقیقت میں اگر حقیقی عبادت ہے تو نماز ہے دوسری عبادتیں دوسری وجوہ سے عبادت بن گئی ہیں اپنی ذات سے عبادت نہیں ہیں نماز اپنی ذات سے عبادت ہے۔ اس لئے کہ عبادت کے معنی غایت تذلل کے ہیں یعنی اللہ کے آگے انتہائی ذلت اختیار کرنا کیونکہ اللہ کی ذات وہ ہے انتہائی عزت میں ہے کہ عزت کا کوئی مقام نہیں ہے کہ اس کے پاس نہ ہو اس لئے اس کے سامنے اتنی ذلت پیش کرنی چاہیے کہ ذلت کا کوئی درجہ باقی نہ رہے جو بندہ اپنے پروردگار کے سامنے پیش نہ کرے۔ اب ظاہر بات ہے کہ زکوٰۃ ہے اس میں غایت تذلل کہاں ہے؟ زکوٰۃ میں تو آپ غریب کو عطا کرتے ہیں تو عطا کرنا تو اللہ کی شان ہے آپ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مشابہت پیدا کر رہے ہیں وہ بھی معطی ہے آپ بھی عطا کر رہے ہیں تو اس میں ذلت کیا ہوئی؟ یہ تو عین عزت کی چیز ہوئی جب اس میں ذلت کا نشان نہیں تو عبادت کیسے بنی؟ آپ روزہ رکھتے ہیں، کھانا، چھوڑنا، پینا چھوڑنا، بیوی چھوڑدی (یعنی اپنی بیوی سے مجامعت کو چھوڑنا) یہ تو حق تعالیٰ کی شان ہے کہ کھانے سے بھی بری ہے پینے سے بھی بری ہے بیوی سے بھی بری ہے یہ تو اللہ کے ساتھ مشابہت ہوئی اس میں ذلت کہاں؟ یہ تو عین عزت کا مقام ہے غرض روزہ اپنی ذات سے عبادت نہیں اس میں غایت تذلل ہی نہیں لیکن نماز وہ ہے کہ اول سے لے کر اخیر تک سوائے اظہار ذلت کے اور کوئی چیز نہیں ابتداء آپ

چاکروں کی طرح سے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور غلاموں کی طرح گردن جھکادیتے ہیں یہ ذلت کا ابتدائی درجہ ہے جو آپ اپنے رب کے سامنے پیش کررہے ہیں۔

اس کے بعد آگے بڑھے سر جھکایا، رکوع کیا، اس میں پہلے سے بھی ذلت کا بڑا درجہ ہے اس کے بعد تیسرا درجہ ہے کہ ناک اور پیشانی زمین پر رگڑتے ہیں جو انتہائی ذلت کا مقام ہے اس کے بعد پھر اور ہے کہ آپ تشہد میں بیٹھ کر بھیک مانگتے ہیں کہ یا اللہ مجھے یہ دے بھیک مانگنا سب سے زیادہ ذلت کی چیز ہے تو نماز میں جتنے افعال ہیں قیام ہو، رکوع ہو، سجدہ ہو، تشہد ہو، سب میں نیاز مندی اور ذلت کا اظہار ہے۔ اس لئے حقیقی معنیٰ میں اگر عبادت ہے تو صرف نماز ہے دوسری چیزیں دوسری وجوہ سے عبادت بنی ہیں۔ زکوٰۃ اپنی ذات سے عبادت نہیں ہے پھر کیوں عبادت بنی؟ تعمیل حکم کی وجہ سے حکم خداوندی ہے کہ زکوٰۃ دو تعمیل کی تو تعمیل ارشاد کی وجہ سے یہ عبادت بن گئی۔ روزہ اپنی ذات سے عبادت نہیں ہے تعمیل حکم کی وجہ سے عبادت بن گیا حکم ہے کہ روزہ رکھو تعمیل کی وجہ سے عبادت بن گیا۔ لیکن نماز اپنی ذات سے عبادت ہے اس لئے کہ جتنی ہیئتیں ہیں سب اظہار ذلت کی ہیں۔ پھر نماز کے اندر جو بھی آپ پڑھیں گے تسبیح و تہلیل میں یا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار کریں گے یا اپنی فدویت کا اظہار، یا اللہ کی عظمت کا اظہار کریں گے کہ الحمد للہ رب العالمین ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں وہ رحمان ہے، رحیم ہے، یوم الدین کا مالک ہے، یا اپنی فدویت کا اظہار ہے کہ " إیاک نعبد وإیاک نستعین " ہم آپ ہی کی عبادت کریں گے اور ہم تو آپ ہی سے مانگتے ہیں غرض یا تو اللہ کی عظمت کا اظہار یا اپنی ذلت کا اظہار اس کے سوا نماز میں اذکار ہوں یا اعمال ہوں سب کی یہی حیثیت ہے تو حقیقی معنی میں اگر عبادت ہے تو وہ نماز ہے دوسری عبادتیں دوسری وجوہ سے عبادتیں بنی ہیں۔ یہ (نماز) اپنی ذات سے عبادت ہے تو ظاہر بات ہے کہ

عبادت کرنے والے عابد کا جذبہ ہو گا کہ معبود میرے سامنے ہو تا کہ میں دیکھوں میں جسکی عبادت کر رہا ہوں تو یہ جذبہ لے کر کھڑا ہوا ہے۔

جذبہ عبادت کی تسکین

اللہ نے اس جذبے کی تسکین کا سامان کر دیا کہ دنیا گندی جگہ ہے دیدار خداوندی یہاں نہیں ہو سکتا تو عقیدے کی آنکھ سے اللہ کو دیکھو دل میں یقین کے ساتھ تصور باندھو کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد ہم مزید روشنی دیں گے کہ تمہارے اوپر کچھ انکشاف ہو گا۔ انوار ربانی کچھ نظر پڑنے لگیں گے اس کے بعد میں اور انکشاف ہو گا۔ آنکھوں سے بھی تجلیات الٰہیہ دنیا میں نظر آسکتی ہیں اس کے بعد مزید انکشاف ہو گا مگر وہ موت کے بعد قیامت کے دن ہو گا کہ ذات کے ہم پلہ تجلی سامنے آئے گی۔ اور بندے آنکھوں سے اپنے پروردگار کو دیکھیں گے تو نماز کی ایک خاصیت ہے تو بات اس پر چلی تھی کہ جیسے دواؤں کی الگ الگ خاصیتیں ہیں اسی طرح سے عبادات کی بھی الگ الگ خاصیتیں ہیں۔

مجموعہ شریعت پر عمل کی تاثیر

اور جیسے دواؤں میں ایک مقدار ہے جو فن دان طبیب مقرر کرتا ہے کہ یہ دوا تین ہی ماشے ہو گی اور یہ ایک تولہ ہو گی ایسے ہی تسبیحات کے عدد بھی شارع علیہ السلام نے متعین کئے ہیں کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم کہو تو کم سے کم تین مرتبہ ہو تین سے کم نہ ہو، پانچ دفعہ کر لو سات دفعہ کر لو مگر تین سے کم سنت کے مطابق نہ ہو گا۔ تو مقدار تین بتلائی۔ اسی طرح سبحان ربی الاعلی کم سے کم تین مرتبہ ہو، فاتحہ پڑھو تو ایک دفعہ اس میں تکرار نہیں سورت پڑھو تو ایک دفعہ اس میں تکرار نہیں تشہد میں درود شریف پڑھو تو

ایک دفعہ اس میں تکرار نہیں تو ہر چیز میں کہیں تکرار ہے کہیں تکرار نہیں جہاں تکرار ہے وہاں عدد متعین ہے کہ اتنے عدد پڑھو دو دفعہ یا تین دفعہ۔

اسی طرح نمازوں کی رکعات کے اعداد متعین کر دیئے صبح کی نماز دو رکعت فرض کی، مغرب کی نماز تین رکعت فرض کی، بقیہ چار چار رکعت کی تو کسی کو یہ حق نہیں ہے وہ کہے کہ یہ چار رکعت والی کی پانچ رکعتیں کیوں نہ کر دیں؟ اور تین والی کی دو رکعتیں کیونکہ کر دیں؟ جو جواب طبیب دنیا میں فن کی رو سے دے گا کہ جو مقدار فن کی رو سے ضروری ہے وہی میں لکھوں گا مریض کو کمی زیادتی کرنے کا حق نہیں ہے وہی انبیاء علیہ السلام کی طرف سے جواب ہے کہ اللہ نے یہ اذکار کی دوائیں مقرر کی ہیں اسکی مقداریں بھی خود مقرر کی ہیں۔ ہمیں اس میں کمی زیادتی کرنے کا کوئی حق نہیں جتنی مقدار آئے گی اتنی استعمال کریں گے زیادہ کریں گے ہلاکت واقع ہو گی اگر کوئی ظہر کی نماز پڑھے اور یہ خیال کرے کہ نماز تو اچھی چیز ہے لاؤ آج آٹھ یا بارہ رکعتیں پڑھ لوں۔ وہ منہ پر ماردی جائے گی اور ہلاکت کے قریب ہو جائے گا حالانکہ اس نے زیادتی ہی تو کی ہے مگر زیادتی بھی ناجائز اور کمی بھی ناجائز یہ مقدار شارع حقیقی کی طرف سے متعین ہے وہی مقدار رکھنی پڑے گی اس واسطے جب مجموعہ شریعت پر عمل ہو گا پھر روحانی صحت کامل نصیب ہو جائے گی۔ جیسا گل بنفشہ پیا تو زکام دفع ہو گیا ملٹھی کھائی تو کھانسی رفع ہو گئی یا قوتی کھائی تو دماغ میں طاقت پیدا ہو گئی مفرح بارد کھایا تو قلب میں فرحت پیدا ہوئی۔ اگر ان ساری چیزوں کا مجموعہ معجون مرکب بنا کر کھاؤ تو صحت کامل بن جاتی ہے یہی صورت شریعت کی ہے کہ الگ الگ اعمال کی بھی خاصیتیں ہیں اور مجموعہ شریعت کو استعمال کرو تو مکمل طور پر روحانی صحت حاصل ہو گی تو آدمی چاق وچوبند ہو گا۔

تو یہ میں نے اس لئے عرض کیا کہ ہماری اور آپکی نجات دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی شریعت کے اتباع پر موقوف ہے۔ ہم اور آپ سب مریضان نفوس ہیں۔ کوئی شہوتوں میں گرفتار ہے کوئی شبہات میں گرفتار ہے، کسی میں عقائد کی خرابی ہے، کسی میں کبر کی خرابی ہے، کسی میں عمل کی خرابی ہے، ان ساری چیزوں کی رفع کرنے والی چیز قرآن وحدیث اور شریعت ہی تو ہے۔ جب آپ سب کو استعمال کریں گے تو نہ عقائد کا فتنہ باقی رہے گا، نہ عمل کا فتنہ باقی رہے گا، کوئی روگ باقی نہیں رہے گا سلامتی پر آجائیں گے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

صدق طلب

تو مقصد اصلی یہ تھا کہ اتباع شریعت کو اصل سمجھا جائے اتباع سنت کو اصل سمجھا جائے اس کے لئے جن معلومات کی ضرورت ہے وہ معلومات حاصل کی جائیں۔ اگر آپ خود عالم ہیں تو اپنے علم کی روشنی میں آپ سنت کی پیروی کریں۔ اگر آپ عالم نہیں ہیں تو قرآن کریم نے طریقہ بتلایا کہ ”فاسئلوا أہل الذِّکرِ إن کنتُم لا تعلمُونَ“ تم اگر نہیں جانتے تو جاننے والوں سے پوچھو۔

اور ان سے سوالات کر کے استفتاء کر کے فتوی لو پھر اس کے اوپر چلو تو یا اپنے علم پر چلو یا دوسرے پر اعتماد کر کے اس سے پوچھ پوچھ کر چلو۔ اگر دل کے اندر ٹوہ رہے گی تو یا خود علم حاصل کر کے یا علم والوں سے پوچھ کر چلنے پر مجبور ہوں گے اور اگر دل میں طلب نہیں ہو گی تو پھر کچھ بھی نہیں اس واسطے میں کہتا ہوں کہ پانی کی تلاش مت کرو اپنے اندر پیاس پیدا کرو پیاس پیدا ہو گئی تو پانی خود آپکے پاس آجائے گا پیاس

ہی نہیں طلب ہی نہیں جیسا کہ ہمارے ڈاکٹر اقبال مرحوم جو شکوہ جواب شکوہ انکی مشہور نظم اس میں ایک موقع پر کہتے ہیں۔

راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

ہم توراہ دکھلانے کے لئے موجود ہیں مگر کوئی چلنے والا بھی تو ہو

راہ دکھلائیں کسے رہر و منزل ہی نہیں

جس سے تعمیر ہو آدم کی وہ گل ہی نہیں

وہ مٹی ہی باقی نہیں رہی جس سے آدم کی تعمیر ہوتی ہے خدا جانے لوگوں میں مٹی کہاں کہاں سے آگئی کہ اتباع شریعت اور اتباع دین کا کوئی رجحان نہیں آرہا تو معلوم ہوتا ہے کہ مٹی ہی خراب ہوگئی کہ جس سے تعمیر ہو آدم کی وہ گل ہی نہیں تو خوب کہا ہے کہ

شعر:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل نہیں

راہ دکھلائیں کسے ، رہرو منزل ہی نہیں

حدیث میں ہے کہ روزانہ حق تعالیٰ شانہٗ کی تجلیات آسمان دنیا پر اُترتی ہیں اور ہاتھ پھیلاتے ہیں جیسا انکی جناب اقدس کے لائق ہے اور فرماتے ہیں " أنا الرَّزَّاقُ مَن ذالذي يَسْتَرْزَقُنِي أنا الغَافِرُ مَن ذَالذي يَسْتَغْفِرُوْنِي " میں رزق دینے والا ہوں کوئی ہے رزق مانگنے والا؟ میں مغفرت کرنے والا ہوں کوئی ہے مغفرت کا طلب کرنے والا؟ اخیر شب میں تہائی رات میں طلوع فجر تک یہ آوازیں لگتی رہتی ہیں

جن کو اللہ توفیق دیتے ہیں وہ مانگتے ہیں دعائیں کرتے ہیں ورنہ ہم جیسے پڑے ہوئے سوئے رہتے ہیں تو یہی کہا جائے گا کہ

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

اس لئے میں عرض کرتا ہوں اتباع شریعت اور اتباع سنت آسان ہو جائے گا۔ اپنے اندر پیاس پیدا کرلو جذبہ پیدا ہو جائے کہ ہم متبع بن کر رہیں مبتدع اور مخترع بن کر نہ رہیں کہ ایجاد کرکے رواج کو دین بنادیں جو رواج پڑ گیا وہی دین جو رسم پڑگئی وہی دین۔ بلکہ ہر معاملہ میں دیکھو کہ اللہ کے رسول نے کیا فرمایا اس کے اوپر صحابہ کا کیا عمل تھا جو صحابہ کے تعامل سے ثابت ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہو اس پر چلو جو بے غل و غش راستہ ہے۔ شادی ہو، بیاہ ہو، غمی ہو خوشی ہو، ہر ایک میں دیکھو کہ میرے پیغمبر نے اس کے اندر کیا نمونہ دکھلایا ہے اس کے مطابق کرو اس میں کوئی گھاٹا نہیں کوئی خسارہ نہیں آسان راستہ ہے۔

حکیمانہ بات

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے حکیمانہ بات فرمائی اور انبیاء علیہم السلام سے زیادہ حکیمانہ بات کہ کون سکتا ہے فرمایا۔

اِعْمَلْ لِدُّنْیا بِمِقدارِ بقائِک فِیهَا
وَاعْمَلْ لِلآخِرۃِ بمقدارِ بقائِک فیهَا

دنیا کے لئے اتنا کام کرو جتنا دنیا میں رہنا ہے اور آخرت کے لئے اتنا کام کرو جتنا آخرت میں رہنا ہے یہاں چند دن رہنا ہے تو تھوڑا کام بھی کافی ہے وہاں ابد الآباد تک رہنا ہے تو بہت سے کام کی ضرورت ہے۔

(از خطبات حکیم الاسلام ج۶ ص۲۷۹ تا۲۹۱)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰہ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰت وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وایدنٰه بروح القدس۔ (سورت بقرہ آیت نمبر۲۵۳)

ترجمہ: یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے کوئی تو وہ ہے کہ کلام فرمایا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے اور دیئے ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح القدس یعنی جبریل سے۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

فوائد تفسیر عثمانی حاشیہ نمبر ا ص ۵۳ ملاحظہ فرمائیں۔

یہ پیغمبر جن کا ذکر ہوا ان میں فضیلت دی ہم نے بعض کو بعض پر ان میں ایسے ہیں کہ ان سے بات کی خدا تعالیٰ نے جیسے آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہما السلام اور بلند کیا بعضوں کا درجہ جیسے کوئی ایک قوم کا نبی کوئی ایک گاؤں کا کوئی ایک شہر کا کوئی تمام جہان کا جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عنایت ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھلے معجزے جیسے احیائے موتی اور ابراءا کمہ اور ابرص وغیرہ اور قوت دی ان کو روح پاک یعنی حضرت جبرئیل کو ان کی مدد کو بھیج کر۔ (از فوائد تفسیر عثمانی ص ۵۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تِلْکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتْلُوْھَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ وَاِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ، تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْھُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ۔ (سورت بقرہ آیت نمبر ۲۵۳)

ترجمہ: یہ آیتیں اللہ کی ہیں ہم تجھ کو سناتے ہیں ٹھیک ٹھیک اور تو بے شک ہمارے رسولوں میں ہے یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے کوئی وہ ہے کہ کلام فرمایا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے اور دیئے ہم نے عیسیٰ بن مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح القدس یعنی جبرائیل سے۔ (ترجمہ از حضرت شیخ الہندؒ)(تفسیر از تفسیر حقانی جلد ا ص ۴۲۷ تا ۴۲۸)

اس سے پہلے خدا تعالیٰ نے طالوت وجالوت اور انکے باہم مقابلہ اور ایمانداروں کے استقلال کا ذکر کر کے جہاد کے مشروع ہونے کی وجہ بیان فرمائی تھی کہ اس سے خدا مفسدوں کے شر کو دفع کرتا ہے اگر یہ نہ ہو تو مفسد لوگ ملک کو ویران کر دیا کریں۔ اور یہ انبیاء اولوالعزم کا قدیم معمول ہے۔ پھر آپ پر اعتراض بے جا ہے کہ نبیوں کا کام لڑائی نہیں بلکہ آپ بھی انہیں رسول میں سے ہیں جو ایسا کام کرتے آئے ہیں۔ اور اس لئے طالوت وجالوت کا قصہ بیان کیا گیا اب یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ شر کے دفع کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہیں جو درجات میں مختلف ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل میں اول سرکردہ موسیٰ علیہ السلام تھے جنکی طرف "مِنْھُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰہُ" کے ساتھ اشارہ کیا اور اخیر بنی اسرائیل میں بڑے اولوالعزم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کے فضائل "وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنَاہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" کے

ساتھ بیان ہوئے اور انکے درمیان حضرت سموئیل علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، اور حضرت نحمیاہ علیہ السلام، اور حضرت یرمیاہ علیہ السلام، اور حضرت دانیال علیہ السلام وغیرہم۔ حضرت موسیٰ علیہ کی شریعت کی اصلاح کرنے والے گزرے ہیں اور اے محمد آپ بھی رسول برحق ہیں اس بات کی طرف "تِلْکَ آیَاتِ اللہ" الخ میں اشارہ کیا یعنی باوجودیکہ آپ نبی امی ہیں نہ تورات کو دیکھا نہ انجیل کو پھر بنی اسرائیل کے صحیح صحیح اور جزئیات احوال کا اس طرح بیان کرنا کہ جو مطابق واقع ہوں حالانکہ بائبل کے علماء بھی اس طرح بیان نہیں کرسکتے خود بائبل میں تعارض اور غلطیاں ہیں۔ آپ کا کام نہیں بلکہ ہم آپ کو یہ باتیں ٹھیک ٹھیک جبرائیل کی معرفت سناتے ہیں۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دی گئی۔ کہ پہلے زمانوں میں موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے متبعین کو بنی اسرائیل کے سرکشوں نے نہ مانا۔ اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر انکار کیا۔ اگر آپ کا انکار اور آپ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں تو کچھ نئی اور تعجب کی بات نہیں نہ یہ رسالت کا قصور ہے۔

(نقل کردہ تفسیر از تفسیر حقانی اردو ج ا ص ۴۲۷)

(تفسیر از تفسیر مظہری اردو جلد ۲ سورت بقرہ ص ۴۲۷، پارہ تلک الرسل) تفسیر ملاحظہ فرمائیں

"تِلْکَ الرُّسُلُ" تلک سے مرسلین کی جماعت کی جانب اشارہ ہے آیت مندرجہ بالا "وإِنَّکَ لِمِنَ الْمُرسَلِیْن" سے جماعت مرسلین کا علم ہوچکا تھا۔"الرُّسُلُ" میں لام استغراقی ہے (یعنی تمام پیغمبر) "تِلْکَ" موصوف ہے الرسُل اسکی صفت ہے دونوں کا مجموعہ مبتدا ہے اور "فَضَّلْنا بَعْضَہُم علٰی بَعْضٍ" خبر ہے۔"فَضَّلْنا بَعْضَہُم علٰی بَعْضٍ" ہم نے (مذکورہ بالا) پیغمبروں کی جماعت میں سے ایک کو دوسرے پر برتری عطا فرمائی، (لغت میں) فضل کا معنٰی ہے کسی صفت میں زیادتی یعنی وصف

مشترک میں ایک چیز کا دوسری چیز سے بڑھ جانا لیکن عرف اور اصطلاح میں فضل ایسے کمال کی زیادتی کو کہتے ہیں جس پر دنیا میں ستائش اور آخرت میں ثواب مرتب ہو۔

اب اگر ایک میں مخصوص طور ایک کمال ہو اور دوسرے میں خصوصیت کے ساتھ دوسرا کمال تو فی الجملہ ہر ایک کو دوسرے پر برتری حاصل ہو جاتی ہے یعنی (جدا جدا) دنیوی ستائش اور اخروی ثواب کا ستحقاق دونوں کو حاصل ہوتا ہے لیکن پوری پوری فضیلت اسی کو حاصل ہوتی ہے جس کو ثواب اور قرب الٰہی زیادہ حاصل ہو تمام انبیاء اور پیغمبر اگرچہ وصف رسالت و نبوت میں شریک ہیں۔ اور سب کو اجر و ثواب کا استحقاق ہے لیکن کثرت ثواب اور مراتب قرب میں ان کے آپس میں اتنا تفاوت ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی اس سے واقف نہیں ہاں اللہ کے بتانے سے ہی اس کا علم ہو سکتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ "مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ" ان میں سے کوئی تو وہ تھا جس سے اللہ نے کلام کیا۔ اہل تفسیر کہتے ہیں اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہی فرمایا ہے۔

فلَمَّا جَاءَ مُوسٰى لمیقاتِنَا و كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ" الخ

لیکن اس آیت سے تو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہی یہ فضیلت دی گئی تھی۔ ہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے پس ہو سکتا ہے کہ اللہ نے کسی دوسرے پیغمبر سے بھی کلام کیا ہو) اسی لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں مراد ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے طور پر کلام کیا اور حضور کائنات فخر موجودات (علیہ التحیۃ والسلام) سے شب معراج میں جبکہ بقدر دو کمانوں کے یا

اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا تھا۔ اس وقت اللہ نے اپنے بندہ کو وحی سے سر فراز فرمایا ان دونوں حالتوں اور کلاموں میں عظیم الشان تفاوت ہے۔ "وَرَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجَات"

اور کوئی وہ تھا جس کو بمراتب بلندی عطا فرمائی یعنی بعض کو بعض پر یا بعض کو باقی تمام پر بہت و رہے؟ اونچا کر دیا بعض انبیاء علیہم السلام کو بعض پر بمراتب بلندی تو بہت سے انبیاءؑ کو حاصل ہوئی تھی رسولوں کو انبیاء پر فضیلت عطا کی گئی تھی پھر اولوا العزم رسولوں کو دوسرے رسولوں پر بھی بہت رفعت حاصل تھی لیکن تمام رسولوں اور نبیوں پر برتری صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی تھی اس قول کا ثبوت احادیث سے ہوتا ہے اور اسی پر اجماع ہے۔ مقام کے مناسب اس سیاہ کار راقم الحروف کے ذہن میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ کا یہ شعر آیا ہے اس کو ملاحظہ فرماتے جائیں۔

شعر یہ ہے

نبوت سے مشرف گو سارے انبیاء ہیں لیکن
نبوت جس پہ نازاں ہے وہ فخر الانبیآء تم ہو

(از خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

اور سعدی شیرازیؒ نے بھی کیا خوب کہا ہے ان کا شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سُخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

حضرت ابو سعید خدریؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں بنی آدم کا سردار ہوں گا اور (میرا یہ کلام بطور) فخر نہیں ہے۔ میرے ہاتھ میں حمد کا پھریرا ہو گا اور (میرا یہ قول

بھی بطور) فخر نہیں ہے۔ آدم کی تمام اولاد اور اس کے علاوہ دوسرے بھی میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور زمین پھٹ کر سب سے اول میں ہی بر آمد ہوں گا اور (یہ بھی بطور) فخر نہیں ہے اور میں ہی سب سے اول سفارشی ہوں گا اور میری سفارش سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ کچھ صحابی بیٹھے باتیں کر رہے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بر آمد ہوئے اور صحابیوں کو باتیں کرتے سنا ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا خلیل بنالیا تھا۔ دوسرے نے کہا موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام کیا تیسرے نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ تھے چوتھے بوتے آدم علیہ السلام کو صفی اللہ بنایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بر آمد ہو کر فرمایا میں نے تمہاری تعجب آگیں باتیں سنیں کہ ابراہیمؑ خلیل اللہ تھے بے شک وہ ایسے ہی تھے اور موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے واقعی وہ ایسے ہی تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ تھے حقیقت میں وہ ایسے ہی تھے اور آدم علیہ السلام صفی اللہ تھے وہ اسی طرح تھے لیکن میں حبیب اللہ ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میرا یہ کلام بطور فخر نہیں میں ہی جنت کی زنجیر سب سے پہلے کھٹ کھٹاؤں گا اور اللہ میرے لئے جنت کو کھول دے گا اور مجھے اندر داخل فرمائے گا اس قت میرے ساتھ فقراء مسلمین بھی ہونگے اور (یہ بات بطور) فخر نہیں میں اللہ کے ہاں تمام اگلوں پچھلوں سے زیادہ معزز ہوں اور (یہ کلام بھی بطور) فخر نہیں۔ (ترمذی، ودارمی)

سیّدنا حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قائد مرسلین ہوں اور (یہ کلام بطور) فخر نہیں میں خاتم النبیین ہوں اور (یہ کلام بطور) فخر نہیں۔ میں سب سے اول سفارش

کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری سفارش مانی جائے گی اور (یہ بات بھی بطور فخر نہیں)۔

(دارمی)

سیّدنا حضرت ابی بن کعبؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کا دن ہو گا تو میں انبیاء کا امام خطیب اور ان کی طرف سے سفارشی ہوں گا۔ اور کوئی فخر نہیں۔ (ترمذی)

سیّدنا حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین پھٹ کر سب سے اول میں ہی برآمد ہوں گا اور مجھے جنت کا خلعت پہنایا جائے گا پھر عرش کے دائیں جانب اس مقام پر میں کھڑا ہونگا کہ میرے سوا اس جگہ پر مخلوق میں سے کوئی کھڑا نہ ہو گا۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میرے لئے) اللہ سے وسیلہ طلب کرو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ کیا چیز ہے فرمایا جنت کا سب سے اونچا درجہ ہے جس پر صرف ایک شخص پہنچے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ پہنچنے والا میں ہی ہوں گا۔ (ترمذی)

یہ تمام احادیث اگرچہ آحاد ہیں لیکن معنٰی کے لحاظ سے ان میں تواتر ہے اور امت اسلامیہ نے ان کو مانا ہے۔ امام محی السنۃ بغویؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جیسے تمام معجزات دیئے گئے تھے۔ جو دوسرے پیغمبروں کو الگ الگ دیئے گئے تھے۔ اور اس مجموعہ معجزات کے علاوہ بھی آپؐ کو معجزات عطاء فرمائے گئے تھے جیسے انگلی کے اشارہ سے چاند کا پھٹ جانا، آپؐ کے جدا ہونے کی وجہ سے ستون حنانہ کا رونا، پتھروں اور درختوں کا آپؐ کو سلام کرنا، چوپایوں کا کلام کرنا اور آپؐ کی رسالت کی شہادت دینا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے فوارہ کی طرح پانی کا پھوٹ کر نکلنا، ان کے علاوہ بے شمار معجزات تھے جن میں سب سے نمایاں قرآن مجید ہے جس کی مثل پیش کرنے سے آسمان

وزمین کے باشندے عاجز رہے اس بیان کے بعد بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے نقل کیاہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہر نبی کو کوئی ایسا معجزہ دیا گیاجو دوسرے انسانوں کی قدرت سے خارج تھا۔ اور مجھے جو معجزہ عطا کیا گیاوہ اللہ کا کلام ہے جو میرے پاس وحی کے ذریعے سے بھیجا گیا پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین کی تعداد زیادہ ہو گی۔ (بخاری ومسلم)

بغویؒ نے اپنی سند سے بحوالہ سیّدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں عطا کی گئیں۔ ایک ماہ کی مسافت تک میرا رُعب ڈال کر میری مدد کی گئی۔ زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک قرار دیا گیا۔ لہٰذا میری امت میں سے جس کسی کو (جہاں) نماز کا وقت آجائے وہ (وہیں) نماز پڑھ لے (خواہ مسجد ہو یا گھر یا صحراء وغیرہ) میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہیں کیا گیا اور مجھے شفاعت (کا حق) دیا گیا اور ہر نبی کو صرف اُسی قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا جاتا رہا مگر مجھے سب لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا۔ (متفق علیہ)

بغویؒ نے اپنی سند سے بروایت سیّدنا حضرت ابو ہریرہؓ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ امور میں مجھے انبیاء علیہم السلام پر برتری عطا فرمائی گئی۔ مجھے الفاظ جامعہ (یعنی ایسے الفاظ جو باوجود مختصر ہونے کے معانی کثیرہ اور حقائق عظیمہ کو حاوی ہوں) دیئے گئے۔ دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال کر میری مدد کی گئی۔ مال غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا۔ اور میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک قرار دیا گیا۔ مجھے تمام مخلوق (جن وانس) کے لئے بھیجا گیا۔ مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا گیا۔ (مسلم)

اس بحث کی تفصیل بہت طویل ہے تنگی مقام مفصل بیان کی اجازت نہیں دیتی۔ اس موضوع پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی جاچکی ہیں۔ "واٰتَیۡنَا عیسی ابنَ مریَمَ البینٰتِ "اور عیسیٰ بن مریم کو ہم نے کھلے ہوئے معجزات عطا کئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پالنے (جھولا) کے اندر ہی لوگوں سے باتیں کیں۔ آپ مادر زاد نابینا اور برص کی بیماری والے کو (باذن اللہ) تندرست کر دیا کرتے تھے آپ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے اور آسمان سے آپ پر خوان اتارا گیا تھا۔ "وَاَیَّدناہُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ" اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ سے ہم نے اس کی مدد کی تھی اس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے یہودی حد سے زیادہ آپ کی توہین کرتے تھے (نعوذ باللہ حرامی کا بچہ کہتے تھے) اور عیسائی آپ کی تعظیم میں بہت آگے بڑھ چکے تھے۔ (نعوذ باللہ خدا کا بیٹا کہنے لگے تھے)

(تفسیر نقل کردہ از تفسیر مظہری اردو جلد ۲ پارہ تلک الرسل سورت بقرہ آیت نمبر ۲۵۳، انبیاءؑ کی تفضیل جائز ہے تحقیر جائز نہیں ہے)

تشریح از تفسیر کمالین اردو جلد ا ص ۲۹۲ ملاحظہ فرمائیں۔

نبوت محمدیہ ثابت بالدلائل ہونے کے باوجود بھی جب منکرین کے لئے قابل تسلیم نہیں تھی تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج و غم ہو سکتا تھا اس لئے حق تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ آپ سے پہلے بھی بلند درجہ انبیاء و مرسلین گزرے ہیں۔ لیکن ایمان کا عام اور ہمہ گیر ہونا کسی کی امت میں بھی نہیں رہا کسی نے موافقت کی اور کسی نے مخالفت اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی چند درچند مصالح اور حکمتیں مضمر ہوتی ہیں۔ جو ہر شخص پر منکشف نہیں ہوتیں۔

(تشریح نقل کرہ از تفسیر کمالین اردو جلد ا ص ۲۹۲ تا ۲۹۳)

"تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ" الخ اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں تفسیر ماجدی کے حواشی ترتیب وار ملاحظہ فرمائیں۔

حاشیہ نمبر ۹۶۴۔ مراتب قرب و منزلت میں

فضل کے لفظی معنی بزرگی کے ہیں یعنی ایسی صفت جس سے انسان دنیا میں مدح و ثنا کا مستحق ہو اور آخرت میں اجر سے سرفراز ہو۔ "فَضَّلْنَا" میں ضمیر متکلم کا لحاظ رہے یہ تفصیل یا باہمی فضیلت وافضلیت جو کچھ ہے محض عند اللہ ہے خالق کے ہاں درجات و مراتب قربت کے لحاظ سے ہیں۔ خلق کے لئے بہ حیثیت مطاع سب یکساں ہیں عام خلقت کے لئے رسول سب برابر ہیں اطاعت و تعظیم سب کی یکساں واجب ہے اور اسی معنی میں قرآن مجید کی دوسری آیت اسی سورت کے آخر میں اسی پارہ میں آرہی ہے۔ "لا نُفَرِّقُ بَيْنَ أحدٍ مِن رُّسُلِهِ" ليس مقام التفضيل إليكم إنما هو إلى الله عز وجل وعليكم الانقياد والتسليم له والإيمان به۔ (ابن کثیر)

"تلک الرُّسُلُ" مراد وہی مرسلین ہیں جن کا ذکر ابھی ابھی آچکا ہے۔ الرسل کے اعراب رفعی کی بنا پر ترکیب کلام یوں سمجھی گئی ہے۔ "تِلْکَ الجماعة الرُّسُل (تفسیر کبیر) اہل لطائف نے آیت سے یہ نکالا ہے کہ انبیاء کے نائبین یعنی اولیاء کاملین کے بھی فرق مدارج کے باب میں عوام کو بحث و گفتگو جائز نہیں۔ ان کا تقابل و تفاعل عوام کے منصب سے باہر ہے ہاں بجائے خود ان کے مقامات واحوال و واقعات و فضائل ذکر کرنے کا مضائقہ نہیں جیسا کہ یہاں بھی آگے ہو رہا ہے۔

حاشیہ نمبر ۹۶۵۔ براہ راست اور بلا توسط ملائکہ جیسا کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے ساتھ ہوا ورنہ ایک معنی میں تو جس نبی پر بھی وحی آئی اللہ کا مکالمہ اس سے ہو ہی گیا۔"اتفقوا علی أن موسیٰ علیه السلام مراد بقوله تعالی (تفسیر کبیر) وہو موسیٰ علیه السلام (تفسیر مدارک)

حاشیہ نمبر ۹۶۶۔ بہت زاید اشارہ ہے جامع کمالات وخاتم نبوت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف المُراد ببعضهم هنا النبي ﷺ (روح)، وهو محمَّد ﷺ وهو قول مُجاهد (بحر)، والظّاهر أنه أراد محمدًا ﷺ (کشاف)

زمخشری نے یہاں یہ نکتہ ادب وبلاغت خوب لکھا کہ جہاں شناخت وتعیین میں کوئی دقت ہی نہ ہو وہاں کنایہ وابہام صراحت سے بڑھ کر بلیغ وموئثر ہوتا ہے۔

حاشیہ نمبر۹۶۷: کہ وہ بھی انہی پیغمبران برحق میں سے تھے۔ ابن مریم یعنی مریم نامی ایک خاتون کے فرزند نہ کہ خدازادہ یا ابن اللہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بایں شرف وسروری بہر حال ایک انسانی شکل وصورت اور بشری گوشت وپوست رکھنے والی عورت ہی کی اولاد تھے نہ خدا تھے نہ خدازادے، الوہیت کا کوئی سا بھی جز اُن میں نہ تھا۔ انہیں خدا کا بیٹا ٹھہرالینا نری جہالت تھی اور اس کی وضاحت کے لئے ضرورت تھی انہیں صراحت کے ساتھ ابن مریمؑ کہنے کی کہ محض اس نشان دہی اور پتہ ہی سے نصرانیت پر ضرب لگ جائے۔ ورنہ نام تو اور پیغمبروں کے لیے گئے ہیں۔ کہیں ابن فلاں کرکے تعارف نہیں کرایا گیا ہے۔ نہ ابن داود، نہ ابن ابراہیم، نہ ابن اسحاق، نہ ابن یعقوبؑ، نہ ابن زکریاؑ نہ ابن عمرانؑ۔ اس طرح کا تعاف صرف ابن مریم ہی کے لئے مخصوص ہے کہ انہیں کے لئے ابن اللٰہیت کی تردید کی ضرورت تھی۔

حاشیہ نمبر ۹۶۸۔ ان کی حقانیت اور پیغمبری کے یہاں یہ فرمایا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول برحق مؤید من اللہ تھے۔ نہ کہ نعوذ باللہ کوئی مفتری یا کذاب جس طرح نصاریٰ نے غلو وافراط سے کام لے کر آپؑ کو حد عبدیت وعبودیت میں سے باہر نکال رکھا تھا۔ اسی طرح یہود نے تفریط وعناد کو کام میں لا کر آپ کو سرے سے ایک بازیگر اور شعبدہ باز قرار دے لیا تھا۔ قرآن مجید ابھی ابھی نصرانی شرک کی تردید کر چکا ہے۔ اب یہودی دجل کی تردید کر رہا ہے "البینات" بینات کے تحت میں وہ تمام کھلی ہوئی چیزیں شامل ہیں جنھیں دیکھ کر ہر عقل سلیم والا منصف مزاج نبوت عیسوی کا قائل ہو جائے۔

"کلّھا یدُل علی نُبوَّتِہٖ" (روح)

حاشیہ نمبر ۹۶۹ کہ وہ قدم قدم پر دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے رہتے تھے۔ "روح القدس" قرآن مجید اور اسلام کی اصطلاح میں اس سے مراد فرشتہ اعظم حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ نصرانی تثلیث کے اقنوم ثانی سے یہاں کوئی واسطہ نہیں۔ جبرائیل ملکوتی مخلوق ہیں اور بہت مقرب لیکن بہرحال مخلوق ہی ہیں الوہیت کا کوئی شائبہ بھی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ "أَيَّدْنَاهُ" ان کی تائید ہم نے کی جو ہر طرح قادر مطلق ہیں یہ تائید خود بخود نہیں ہو گی۔ آیت سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑ گئی کہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام بایں کمالات وفضائل بہرحال انسان ہی تھے اور وہ انسانوں کی طرح دفع ضرر اور حصول نفع دونوں کے محتاج قدرت کاملہ نے ان کی محافظت وتقویت ورفاقت کے لئے ایک دوسری مخلوق لطیف وغیرہ وغیرہ مرئی جنس کی مقرر کر دی۔ (حواشی تفسیریہ نقل کردہ از تفسیر ماجدی جلد ا ص ۱۰۵)

نعت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

ہے جلائے قلب وسینہ رحمۃ للعالمین
آپ کا شہر مدینہ رحمۃ للعالمین
علم وحکمت کا خزینہ رحمۃ للعالمین
کیا ہی اچھا ہے مدینہ رحمۃ للعالمین
مشک وعنبر کی مہک سے بھی فزوں تر ہیں کہیں
جسمِ اطہر کا پسینہ رحمۃ للعالمین
اس طرح واقع زمیں پر ہے مدینہ جس طرح
ہو انگوٹھی میں نگینہ رحمۃ للعالمین
بادہ عشق شہ بطحا سے جو لبریز ہوں
دیں ہمیں وہ جام ومینا رحمۃ للعالمین
وہ زمین عرش معلی سے بھی برتر ہے جہاں
دفن ہیں شاہ مدینہ رحمۃ للعالمین
جا لگے ساحل سے گر ہوجائے رحمت کی نظر
اہل ایمان کا سفینہ رحمۃ اللعالمینؐ
سوز عشق مصطفی سے روز وشب تپتا رہے
سرور عاصی کا سینہ رحمۃ للعالمین

بار گاہِ رسالت مآب میں یہ گلہائے عقیدت سرور میواتی لاہوری نے پیش کیئے ہے۔
(نقل کردہ از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۴۵۳)

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جملہ صفات حق کا یہ آئینہ دار ہے
اس نام سے خدا کا جلال آشکار ہے
قائم اسی سے اہل رضا کا وقار ہے
یہ راز دار قدرت پرودگار ہے
اُٹھتا ہے شور اس پہ درود وسلام کا
یہ نام اک بہانہ ہے الطاف عام کا
سب کو ہے شان اسم محمد کا اعتراف
کرتی ہیں ساری عظمتیں اس نام کا طواف
لیتے نہیں یہ نام جب تک زبان ہو نہ صاف
یہ نام لو تو کرتی ہے قدرت خطا معاف
یہ اسم پاک چشمہ فیضان عام ہے
نام خدا کے ساتھ یہی ایک نام ہے
اس نام سے لرزتے ہیں شاہاں ذی حشم
اس نام سے فرشتے بھی ہوتے ہیں سربہ خم

شیرازے اس سے دین وسیاست کے ہیں بہم
پنہاں اسی کی شرح میں ہے قسمت امم
جتنی جہاں میں اس کی ہے توصیف کی گئی
اتنی کسی کی بھی نہیں تعریف کی گئی

بارگاہ رسالتمآب صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں یہ گلہائے عقیدت محشر رسول نگری نے پیش کئے

(نقل کردہ از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۴۷۸)

یَا رَبِّ صَلِّ وسلِّم دائمًا أبدًا علٰی حبیبِکَ خیرِ الخَلْقِ کُلِّھِم

قصیدہ بردہ سے چند اشعار اور انکی تشریحات ملاحظہ فرماتے چلیں۔

مُحمَّدٌ سیِّدُ الکَونَینِ والثَّقلینِ
والفَرِیقینِ من عَرَبِ ومِن عجَمِ

ترجمہ: محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دنیا وآخرت، جن وانس، عرب وعجم، یعنی کل کائنات کے سردار ہیں۔

شرح: محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس، عرب وعجم اور دنیا وآخرت کے سردار ہیں۔ یہ محض ایک عقیدہ کی بات نہیں ہے بلکہ ایسی حقیقت ہے جس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو بصیرت اور بصارت سے محروم ہو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر وہ سارے اوصاف جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جو کائنات کی سیادت وقیادت اور جن وانس کی رہنمائی کے لئے ضروری ہیں۔ آپؐ کی ذات (بابرکات) سے بے نیاز ہو کر دنیا اپنی تمام رعنائیوں اور بوقلمونیوں کے ساتھ بھی امن وسلامتی کا گہوارہ نہیں بن سکتی۔ اوصاف محمدی ہی سے ہم آہنگ ہو کر کائنات اپنے وجود کو باقی رکھ سکتی ہے اور گلشن عرب وعجم بہار جاوداں سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

سیّد المرسلین جب تشریف لائے
خلد دنیا بنی وہ نظام آگیا
تیرے ابر کرم سے شہ انبیاء
ہو کے سیراب ہر تشنہ کام آگیا
فیض ساقی کونین صَلِّ علٰی
جو بھی چاہے پیئے اذنِ عام آگیا
تیری برکت سے اے سید انس وجان
صبح روشن ہوئی کیف شام آگیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات گرامی ایسی ہے جو تاریخ کی روشنی میں اسبات کی صلاحیت رکھتی ہے کہ عرب وعجم کو کنڑول کرسکے کیونکہ آپ تاریخ کی مکمل روشنی میں پیدا ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی (مبارک) کا کوئی پہلو راز نہیں ہے اور آپ کے علاوہ جتنے مصلحین اور قائدین گزرے ہیں۔ انکی صحیح تاریخ دنیا میں موجود نہیں ہے یہ صرف سیّد الانبیآءوالمرسلین خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ جب کوئی محقق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قلم اُٹھاتا ہے تو یہ لکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ کی کامل روشنی میں پیدا ہوئے۔ (بحوالہ انسائکلوپیڈیا امریکہ)

یہ حقیقت ہے کہ جس کی زندگی کا ہر باب تاریخ کی مکمل روشنی میں ہو وہی عرب وعجم جن وانس دنیا وآخرت کا سردار ہو سکتا ہے اور اسی کے اصول دنیائے انسانیت کے لئے رہنما ہو سکتے ہیں اور وہی سفینہ ٔ

حیات کو ساحل مراد تک پہنچا سکتا ہے۔ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر اگر کوئی غیر مسلم بھی قلم اُٹھاتا ہے تو آپؐ کی عالمگیر شخصیت کے اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

جارج برنادشا ۱۸۵۶ء ۱۹۵۰ء کے اس تبصرہ پر غور کیجئے کہ اس نے کس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت وقیادت کا عتراف کیا ہے وہ لکھتا ہے۔ اگر کوئی مذہب ہے جو اگلے سو سال میں انگلستان پر حکومت کرے نہیں بلکہ سارے یورپ پر حکومت کرے تو وہ صرف اسلام ہو گا میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کو ہمیشہ بڑی قدر کی نظر سے دیکھا ہے کیونکہ اس کے اندر حیرت انگیز طاقت ہے یہ واحد مذہب ہے جس کے متعلق میرا خیال ہے کہ اس کے اندر یہ صلاحیت ہ یکہ وہ بدلتی ہوئی۔ دنیا کو اپنے اند رجذب کرسکے جس کے اندر ہر دور کے لئے اپیل ہے۔

بہر حال تاریخیت، کاملیت، جامعیت اور عملیت کے ان چاروں معیاروں کی روشنی میں تعصب کی عینک اتار کر جو شخص بھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا مطالعہ کریگا۔ وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی وہ ذات گرامی ہے جو عرب و عجم جن وانس اور دنیاوآخرت کی سردار ہے جیسا کہ امام بوصیریؒ نے فرمایا۔

محمدٌ سیدُ الکونین والثقلین
والفریقَین من عرب وَّ من عجَمِ
نبینا الاٰمِرُ الناہي فلا أحدٌ
أبدَّ في قولِ لا منهُ ولا نعَمِ

ترجمہ: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہیں۔ جہاں وہ ہاں یا نہیں کہہ دیں وہاں ان سے بڑھ کر ایسا کہنے میں ان سے کوئی زیادہ سچا نہیں ہے۔

شرح:۔ یوں تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار اوصاف حمیدہ میں لیکن آپؐ کا آمر بالمعروف (بھلائی کا حکم دینے والا) ناہی عن المنکر (منکر سے روکنے والا) ہونا بہت اہمصفت ہے کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی وہ فریضہ عظمیٰ ہے جس کی ادائیگی کے لئے آپکی بعثت ہوئی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کائنات میں انسان کی اتنی بڑی آبادی میں اس کار عظیم کے لئے آپؐ کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ سرزمین عرب میں کہ گردوپیش بہت سے دعویدار تھے۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ اس بات کے مدعی اور آرزومند تھے کہ وہ نبی موعود ہماری قوم میں سے ہو گا۔ لیکن کیا دنیا میں قول و عمل کے لحاظ سے اس انتخاب کا کوئی مستحق بھی تھا؟ حقیقت ہے کہ اس صفحہ ہستی پر کوئی انسان ایسا نہیں تھا۔ جو (سیّدنا حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ابر فی القول والعمل یعنی قول و عمل میں سچا ہو۔ اونہ کوئی ایسا مرد پاکباز تھا جو اپنے لا (نہیں) اور نعم (ہاں) میں ان سے سچا ہو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لا اور نعم میں سچا اور کوہ استقلال ہونا ضروری ہے یہ کار عظیم وہی انجام دے سکتا ہے جس کے قول لا کو دنیا کی کوئی طاقت نعم میں نہ بدل سکے۔ اور نہ اس کے نعم کو لا میں منتقل کر سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہو گا کہ جادہ حق پر استقامت کی ایسی مثال تاریخ عالم میں آپ کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتی۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا اور آیت نازل ہوئی۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔ اے محمدؐ جو آپ کو حکم دیا جاتا ہے اس کو علی الاعلان سنا دیجئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر تمام قریش کو پکارا اور خدائے برحق کا حکم پہنچایا۔ قریش نے اپنے امکان بھر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ جسم مبارک پر صحن حرم میں نجاست ڈالی گئی۔ گلے میں پھندا ڈال کر پھانسی کی کوشش کی گئی۔ راستے میں کانٹے بچھانے گئے لیکن جادہ حق سے آپ کے پائے استقلال میں کوئی تزلزل پیدا نہیں ہوا۔ ابو طالب نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت سے ہاتھ اٹھا لینے کا اشارہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس عزم مصمم اور ولولہ صادق سے فرمایا کہ چچا جان اگر قریش میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب رکھ دیں۔ تو بھی میں اس فرض کی ادائیگی سے باز نہ آؤں گا۔ غور کیجئے کیا قول لا (نہیں) میں اس سے بھی زیادہ استحکام اور عزم اور استقلال کی کوئی مثال دنیا میں پیش کی جاسکتی ہے۔

شعر:

موج خون سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستان یار سے ہٹ جائیں کیا

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ دیا کہ میں اس امر عظیم کی ادائیگی سے باز نہیں آؤں گا تو پھر دنیا کا کوئی مفاد کوئی لالچ اور کوئی خوف اس جبل عزیمت کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ اسطرح کے واقعات عزم و ہمت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھری ہوئی ہے۔ ہجرت کے وقت قریش کے رؤسا نے جب یہ اشتہار دیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو قلم کر کے لائے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ اس انعام کی لالچ میں سراقہ ابن جعشم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں گھوڑا دوڑایا لیکن باوجود کوشش کے ناکام رہے تو (سید الکونین) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خط

امان کی درخواست کی کہ جب خدا قریش پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غالب کرلے مجھ سے باز پرنہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قاتل کو یہ خط امان لکھ کر حوالہ کر دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے عملی مظاہر

اب دیکھئے اس وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اقتدار آیا تو آپؐ نے کیا کیا۔ اگر چاہتے تو اپنے اس قاتل سے بدلہ لے سکتے تھے۔ لیکن خط امان ان کے اثبات کا عملی مظاہرہ دیکھئے فتح مکہ کے بعد سراقہ ابن جعشم ایمان لائے۔ تاہم آپ نے قاتل سے یہ نہیں پوچھا کہ سراقہ بتاؤ تمہارے جرم کی اب کیا سزا ہے؟ یہ خط امان دینا پھر اس کے بعد قاتل کو معاف کر دینا قول نعم کا عملی اثبات تھا۔

ایک دوسرا واقعہ پڑھئے ابوسفیان کون ہیں؟ بدر، اُحد، خندق وغیرہ کی لڑائیوں میں سرغنہ تھے۔ جنہوں نے کتنے مسلمانوں کو تہ تیغ کرایا کتنی مرتبہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فیصلہ کیا۔ پوری زندگی اسلام کو مٹانے میں وقف کردی تھی۔ ہر قدم پر اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ لیکن فتح مکہ سے پہلے جب عباسؓ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تو گویا اُن کا ہر جرم اُن کے قتل کا مشورہ دے رہا تھا۔ مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے کہا کہ ڈر کا مقام نہیں محمد رسول اللہ! جذبہ انتقام سے بالاتر ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جرائم کی طویل فہرست کے باوجود ان کو معاف کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ یہ بھی فرماتے ہیں "مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِيْ سُفْيَانَ کَانَ اٰمِنًا" یعنی جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزیں ہو گا اس سے باز پُرس نہ کی جائیگی۔ اس کو بھی امان ہے۔ راقم الحروف کا ایک شعر (مراد راقم الحروف سے مولانا مختار احمد اصلاحی اعظمی ہیں جو کہ شارح قصیدہ بردہ ہیں)

مانا کہ مرے قتل کی سازش میں تھے شریک
آؤ در کریم پہ جرمانہ نہیں ہے

تاریخ سے کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کے لئے ہاں کہہ دیا اس سے کبھی سر مو بھی منحرف ہوئے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمادیا کہ دار سفیان میں داخل ہونے والا مامون ہے تو وہ مامون ہی رہا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراقہ ابن جعشم کو خط امان دے دیا تو اس پروانہ امان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہٹے۔ دنیا کا کوئی بادشاہ یا مقتدر ہوتا تو اقتدار ملنے کے بعد خط امان کو چاک کر دیتا خط امان پر اس کا عہد نعم، لا میں تبدیل ہو جاتا لیکن یہ قول نعم ولا پیغمبر اسلام کا ہے جسمیں تبدیلی کا سوال سرے سے پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ جبل ہمالیہ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے دریا کی موجیں رخ بدل سکتی ہیں۔ لیکن اس ''ذات ابر فی القول والعمل'' کے نعم اور لا کو دنیا کی کوئی طاقت جنبش نہیں دے سکتی۔ آپ کے قول نعم ولا کی یہی وہ صداقت تھی خالق کون ومکان نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے عظیم ترین فریضہ کی ادائیگی کے لئے آپ کا انتخاب کیا۔ کلمہ نعم ولا (ہاں اور نہیں) کسی انسان کی سچائی کو جانچنے کے لئے دو ہی اہم معیار ہیں۔ جس کے ہاں اور نہیں کا اعتبار نہ ہو وہ صادق نہیں ہو سکتا۔ اور نہ عہد کا پکا ہو سکتا ہے۔ زیادہ قسم کھانے والوں کو دیکھیے کس قدر جلد جلد ان کا ہاں کہنا نہیں میں بدل جاتا ہے۔ اس لئے انکا اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے '' ولا تُطِع کُلَّ حَلاَّفٍ مَّھِین ''زیادہ قسم کھانے والے ذلیل آدمی کی بات نہ مانو۔ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا'' فَلْیَکُنْ قَوْلُکُمْ نَعَمْ نَعَمْ اَوْ لَا لَا فَلَا تَحْلِفُوْا''تمہارا قول ہاں ہاں یا نہیں نہیں ہونا چاہئے لیکن قسم مت کھانا۔ گویا نعم ولا میں سچا ہونا معیار

صداقت ہے۔ امام بوصیریؒ نے اپنے اس شعر میں پہلے یہ دعوٰی پیش کیا کہ سیّد الکونین حضور صلی اللہ علیہ وسلم آمر وناہی ہیں ۔ پھر اس دعوے کو دلیل کے ذریعہ مبرہن ومدلل کرکے طشت از بام کردیا کہ درحقیقت آپ ہی کی ذات گرامی آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہوسکتی ہے۔ کیونکہ آپ سے زیادہ قول وفعل میں کوئی سچا نہیں ہے۔ تاریخ عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات گرامی ایسی ہے کہ جھوٹ کا کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تجربہ نہیں ہوا

سیّد الانبیاء والمرسلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم امت مسلمہ کے افراد کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا ہے لہٰذا ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم دنیا کے سامنے اپنے قول نعم ولا میں اسی طرح سچے ثابت ہوں جس طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کرکے دکھایا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ ہم اپنی اس اہم ذمہ داری یعنی شہادت حق کے فریضہ عظمٰی سے عہدہ برآ ہوسکیں۔

آج اگر ہماری بات موثر ثابت نہیں ہو رہی ہے اور دعوت الی اللہ کا کام بحسن وخوبی انجام نہیں ہو رہا ہے تو اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ہمارے قول وفعل میں تضاد ہے۔ ہمارے کلمہ ہاں ونہیں میں کوئی استحکام نہیں ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ ہمارے نگاہوں میں وہ اثر ہے جو دلوں کو زخمی کرسکے اور نہ ہمارے چہروں پر ایمان کی وہ چمک ہے جو نگاہوں کو خیرہ کرسکے۔ بقول

کسے واعظ کا ہر ایک ارشاد بجا
تقریر بہت دل چسپ مگر
آنکھوں میں سرور عشق نہیں
چہرے پہ یقین کا نور نہیں

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِيْ تُرْجِیْ شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَحِمٖ

ترجمہ: آپ ہی وہ حبیب ہیں جن سے قیامت کے ہولناک دن میں شفاعت کی امید کی جائے گی۔

شرح: شفاعت ایک بہت بڑا اعزاز ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا ہے۔ شفاعت انسانی فطرت کی ایک طلب تھی اور ایک پکار تھی کیونکہ انسان ہر مصیبت کے وقت کوئی نہ کوئی سہارا ڈھونڈتا ہے اور اگر بوقت مصیبت وہ سہارا مل جاتا ہے تو اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ امیدوں کا ایک لازوال خزانہ اس کے دامن میں آگیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع المذنبین بنا کر ہم گناہگاروں کے لئے امید کا ایک سہارا عطا کر دیا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ آدمی کو کسی ہستی کے بارے میں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ مصیبت کے وقت اس کا سہارا بنے گی۔ تو اس کا دامن حتی الامکان چھوڑنے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو مضبوطی سے تھامے رہتا ہے۔ کیونکہ جب دامن چھوٹ جائے تو معلوم نہیں مصیبت کے وقت وہ مل سکے گا کہ نہیں یہی حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بھی ہے جب ہمیں یقین ہے کہ محشر کے جانگسل و جانگداز دن میں آپ ہماری شفاعت فرمائیں گے تو عقل کا تقاضا ہے کہ اس دنیا میں بھی ہم اپنے اس محبوب کے دامن سے چمٹے رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت سے اپنی زندگی کو ہم آہنگ کریں تاکہ آپکی شفاعت کے مستحق ہو سکیں۔ آپ کی شفاعت پر امید کر کے گناہوں کا ارتکاب ہمیں شفاعت سے محروم بھی کر سکتا ہے لہٰذا شفاعت کا صحیح تصور سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے اور شفیع المذنبین کی سنت پر عمل کرنے کی

سعی کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ اس رسول کی کسی سنت کو بھی ہم ترک نہ کریں جسکی شفاعت سے خطاکار امت کی بہت بڑی تعداد جہنم سے نکالی جائے گی۔

حدیث شریف میں ہے۔ "عن عوف ابن مالک قال قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أتاني آتٍ من عندِ ربي فخيَّرني بينَ أن يدخِلَ نصفَ أمَّتي الجنة وبينَ الشفاعة فاختَرْتُ الشفاعة وهى لِمَنْ مَّاتَ لا يشرِك بالله شيئًا"۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ: عوف ابن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا پیغام لے کر آیا اس میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا کہ میں ان دو باتوں میں سے کوئی ایک بات اختیار کرلوں۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ میری نصف امت کو جنت میں داخل فرمادیں یا یہ کہ مجھے شفاعت کا موقع ملے تو میں نے حق شفاعت کو اختیار کرلیا اور میری شفاعت ان لوگوں کے لئے ہوگی۔ جو (میری ایمان وتوحید کی دعوت کو قبول کرکے) اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ألا وأنا حبيب الله ولا فخرَ، وأنا حاملُ لِواءِ الحمدِ يومَ القيامةِ ولا فخرَ، وأنا أول شافعٍ وأولُ مشَفَّعٍ لا فخرَ۔" (حدیث)

ترجمہ:۔ سنو میں اللہ کا حبیب ہوں روز قیامت حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، اور میں پہلا شفاعت شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی، یہ جو کچھ بھی کہہ رہا ہوں فخر

وغرور سے نہیں کہہ رہا ہوں۔ بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ روز محشر ہم گنہگاروں کو بھی آپ کی شفاعت نصیب ہو۔ اور آپ کے لواء حمد کے نیچے جگہ ملے آمین ثم امین۔

ارض وسما میں آیہ رحمت
روز جزا میں سایہ رحمت
اس کے لواء حمد کا پرچم
صلی اللہ علیہ وسلم

دَعا إلی اللّٰہ فالمُسْتَمْسِکُون بِہِ
مُسْتَمسِکونَ بِحَبلٍ غَیرِ مُنفَصِمِ

ترجمہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا پس جن لوگوں نے آپکی دعوت کو قبول کر کے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ گویا وہ ایسی رسی کو پکڑنے والے ہیں جو ٹوٹ نہیں سکتی۔

شرح: امام بوصیریؒ نے اس شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کا خاص ذکر کیا۔ جس کے لئے آپکی دنیا میں بعثت ہوئی یعنی دعوت الی اللہ اللہ کی طرف پکارنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں داعی بنا بھیجا گیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا آپ کے اوپر ظلم وستم کے جو بھی پہاڑ ڈھائے گئے اسی دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن رات اسی فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح اللہ کے بندوں کا رشتہ اللہ سے جوڑ دیا جائے۔

طائف میں مقدس خون ٹپکا مکہ میں کہیں پتھر کھائے
بس ایک تڑپ تھی کیسی تڑپ انسان ہدایت پا جائے

اس الی اللہ کے نتیجے میں جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کو پہچان لیا تو گویا انہوں نے اللہ کی اس مظبوط رسی کو مضبوطی سے تھام لیا جو ٹوٹنے والی نہیں ہے۔

امام بوصیریؒ کی نظر قرآن کریم پر بھی ہے اور حدیث رسول پر بھی ہے چنانچہ انہوں نے قرآن اور حدیث کی روشنی میں یہ بات ارشاد فرمائی کیونکہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی الی اللہ اور سراج منیر کا خطاب دیا ہے۔ اور دین اسلام کو عروہ وثقی (مضبوط رسی سے تعبیر کیا ہے) جیسا کہ ارشاد ہے۔ فمَن یکفُر بالطاغوتِ ویؤمن باللہ فقد استمسَک بالعروۃ الوثقی لا انفِصامَ لھ۔ا پس جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے اس مضبوط رسی کو پکڑ لیا جو ٹوٹ نہیں سکتی ایک دوسری آیت میں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جمِیۡعًا۔ اے مسلمانوں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔

حدیث میں بھی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " ما دُمتم مستمسکِینَ بسنتي ما زلتُم منصورینَ علی أعدَائِکم، فإن خرجتم عن سنتي سلّطَ اللہ علیکم مَن لا یرحمُکمْ ولا یخافکم"۔

ترجمہ: جب تک تم میری سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے اپنے دشمنوں پر غالب رہو گے۔ اور اگر میری سنت سے نکل گئے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم حکمرانوں کو مسلط کر دے گا جو تم پر رحم نہیں کریں گے اور نہ تم سے ڈریں گے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ ہماری تمام کامیابیوں اور کامرانیوں کا راز اعتصام بالکتاب والسنہ میں پوشیدہ ہے ہمارے اسلاف اس دنیا میں اس لئے غالب رہے کہ انہوں نے اللہ کی رسی کو

مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ اور ہم اس وجہ سے ذلیل وخوار ہیں کہ اللہ ورسول کی سنت سے ہماری گرفت ڈھیلی ہو گی ہے۔

شعر:

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

اور دوسرے شعر میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

بہر کیف اگر ہم محبت رسول کا دعوے کرتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ جس دعوت الی اللہ کے فریضہ پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مامور کیا اس کو انجام دینے کی کوشش کریں۔ اور اللہ کی رسی کو مل جل کر اجتماعی حیثیت سے مضبوط پکڑنے کی کوشش کریں تاکہ طریق دعوت کی تمام مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے جادہ منزل کی طرف گامزن رہ سکیں۔

مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔

جب تک نہ آپ سنت نبوی پر مرمٹیں
ممکن نہیں کبھی بھی جو مقصود پائے

اللہ تعالیٰ شانہ نے ہمارے سروں پر خیر امت ہونے کا جو تاج زرنگار رکھا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ ہم دعوت الی اللہ کے ذریعہ خیر امت ہونے کا ثبوت دیں۔ عارف باللہ مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دینے والوں سے خطاب فرماتے ہیں۔ (اشعار ملاحظہ فرمائیں)۔

کچھ کام کرکے پہلے ان کو دکھایئے
بے کار شور آپ نہ اتنا مچایئے
رحمت کا ابربن کے جہاں بھر میں چھایئے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے
خلق نبی کا اب تو نمونہ دکھایئے
اغیار کو بھی اپنے گلے سے لگایئے
پڑھ کر حدیث پاک جہاں کو سنایئے
یعنی رسول پاک کی محفل سجایئے
جام طہور پیجیئے سب کو پلایئے
پیارے نبی کے دین پر سب کو چلایئے
دوزخ بنی ہوئی ہے جو دنیا یہ آج کل
آپ اس کو اپنے فیض سے جنت بنایئے
دنیا تڑپ رہی ہے جو آلام ودرد سے
جام شفا ضرور اسے اب پلایئے

گمراہ ہو رہے ہے جو تاریک رات میں
مشعل جلا کے راہ ہدایت دکھایئے

خیر الامم ہیں آپ ہی؟ فرمایئے جناب
تبلیغ آپ کرتے نہیں کیوں بتایئے

فَاقَ النَّبِيينَ فِيْ خَلْقٍ وَفِيْ خُلُقٍ
وَلَمْ يُدَانوه في علمٍ ولا كرمٍ

ترجمہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حسن اور حسن سیرت دونوں میں تمام انبیآء علیہم السلام سے فائق ہیں۔ نیز علم وبزرگی اور سخاوت میں بھی دیگر انبیاء علیہم السلام آپؐ کے ہمسر نہیں ہیں۔

شرح: اس میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اخلاق عالیہ اور صفات کاملہ کا ایک نہ ایک بلند ترین معجزانہ نمونہ پیش کیا۔ کسی نے صبر کا، کسی نے قربانی، کسی نے جوش توحید، کسی نے تسلیم رضا، کسی نے عفت وپاکدامنی، کسی نے زہد وقناعت، کسی نے حکومت وسلطنت مگر کوئی نبی ایسا نہیں مبعوث کیا گیا جو بیک وقت ان تمام انبیآئی اوصاف سے متصف کا مظہر ہو۔ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام انبیائی اوصاف سے متصف کر کے افضل انبیآء بنایا۔

لَيْسَ عَلَى اللہ بِمُسْتَنْكَرٍ
أن يجمَعَ العَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

علم وعمل، خَلق وخُلق، دماغ وکیریکٹر، ارتقاء ذہنی وارتقاء عملی تمام ظاہری وباطنی کمالات کی تکمیل کا جو نمونہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک نے پیش کیا۔ عالم انسانی اسکی نظیر پیش کرنے سے

قاصر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی صفات محمودہ، خصائل حمیدہ، اخلاق فاضلہ اور صفات جمیلہ کا مجموعہ ہے کون سا جلوہ ہے جو یہاں دعوت نظارہ نہ دیتا ہوں کونسی ادا ہے جو دل کو نہ کھینچتی ہو۔

شعر:

کس ادا پر جان دوں
تو ہی بتا اے جان جاں
جس ادا کو دیکھتا ہوں
حسن کی تصویر ہے

معلوم یہ ہوا کہ سابق انبیاء علیہم السلام کے اندر الگ الگ جو اوصاف پائے جاتے تھے وہ سارے کے سارے کمال وجمال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر موجود تھے۔ (کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حسنِ یوسف دمِ عیسٰی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کا احاطہ کرنا مشکل ہے شمس تبریزؒ فرماتے ہیں۔

نازنیں حضرت حق صدر و بدر کائنات
نور چشمِ انبیاء وچراغ ماتوئی
شمس تبریزی چہ داند نعت تو پیغمبرا
مصطفٰی ومجتبٰی وسید واعلٰی توئی

عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب فرماتے ہیں۔

آپ کی مدح انسان کیا کر سکے
عرش سے جب درود وسلام آگیا

دور جاہلیت کے ایک شاعر کا یہ شعر بھی پڑھتے چلیئے جس کو(ام المؤمنین سیدہ) حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک بار پڑھا تھا اور آپؐ کو اس کا مصداق ٹھہرایا تھا۔

وإذا نظرتُ إلى أسرَةِ وجهِهِ
برقَتْ كبرقِ العارِضِ المُتَهَلّلِ

جب میں نے اُن روے تاباں پر نظر ڈالی تو اس کی شانِ درخشندگی ایسی تھی جیسے لکہ ابر میں بجلی کوند رہی ہو۔

امام بوصیریؒ نے سچ فرمایا ہے کہ حسن سیرت، حسن صورت اور علم وبزرگی میں آپؐ کا کوئی ثانی نہیں۔ یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی آپ کی کسی صفت میں ہمسر نہیں۔

امام بوصیریؒ نے اس شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اوصاف اربعہ خلق، خُلق، علم، کرم، کا ذکر کیا ہے اگر الگ الگ ان کی تفصیل بیان کی جائے تو اس کے لئے ہزاروں صفحات ناکافی ہونگے۔

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے لیکن میں یہاں آپکی صفت کرم کی طرف کچھ اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ کرم وہ انتہائی جامع صفت ہے جو دیگر تمام اوصاف حسنہ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ جس کی تفصیل کے لئے بھی ہزاروں اوراق درکار ہیں۔ بہر کیف آپ کی صفت کرم اس انتہائے کمال کو پہنچی ہوئی تھی جس کو حیطہ ادراک میں لانا ہم جیسے لوگوں کے لئے محال ہے۔ سطور سابقہ میں چند مثالیں گزر چکی ہیں کہ فتح

مکہ کے بعد جب اقتدار کی کنجیاں آپ کے ہاتھ آ گئیں تو اس وقت بھی آپ نے اپنے قاتلوں اور ظالموں کے کس طرح صفت کرم کا مظاہرہ کیا آپ کے خلق و کرم کا ایک واقعہ اور ملاحظہ فرمایئے۔

کون مسلمان اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والا نہیں جانتا کہ ایک یہودی عورت جس کا مکان راستے ہی میں پڑتا تھا۔ وہ آپ پر روزانہ کوڑا پھینکتی تھی۔ آپ جھاڑ کر کپڑا صاف کر لیتے تھے۔ جب وہ بیمار ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی عیادت کے لئے گئے۔ اس یہودن نے کہا تم میرا مذاق اُڑانے آئے ہو میں تو تم پر ہر روز ظلم کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تمہارا میرے اوپر بڑا احسان ہے تم روزانہ مجھ پر کوڑا پھینکتی تھیں روزانہ مجھ کو غصہ آتا تھا اور میں ہر روز ضبط کرتا تھا تمہاری وجہ سے مجھ میں ضبط اور برداشت کی خصلت پیدا ہو گئی۔

بندہ راقم الحروف کے ذہن میں دوران تحریر کسی شاعر کا شعر یاد آیا ہے وہ بھی ایک ہی مصرعہ دوسرا یاد نہیں پہلا مصرعہ یہ ہے آپکے خلق عظیم تر نے سب کو اپنا بنا کے چھوڑا۔

وَ کُلُّھُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہ مُلْتَمِسٌ
غَرَفًا مِنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفا مِنْ الدِیْمِ

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر بیکراں اور کثیر آب باراں سے ایک چلو اور ایک گھونٹ پانی کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام حضورؐ ہی کی خدمت میں التماس کریں گے۔

شرح: امام بوصیریؒ نے اس شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظمت اور جلالت قدر اور آپ کے مرتبہ و مقام محمود کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کی ذات گرامی وہ ذات ہے جس کے بحر بے پایاں سے انبیاء ورسل بھی مستفید ہونگے۔

نیز اس شعر میں ایک لطیف انداز سے دیگر انبیاء علیہم السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مقام و مرتبہ کے لحاظ سے جو نسبت ہے اسکو بھی واضح کر دیا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت دوسرے انبیاء علیہ السلام کے مقابلہ میں بحر بیکراں کی ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیثیت فرع کی ہے۔ فرع ہمیشہ اصل سے مستفید ہوتی ہے بحر بیکراں سے جو مختلف نہریں متصل ہوتی ہے وہ ہمیشہ اسی آب رواں سے بھری رہتی ہیں۔

قیامت کے دن بھی جب کہ نفسی نفسی کا عالم ہو گا۔ تمام انبیاء علیہم السلام بھی روز محشر کی پریشانیوں سے حیران ہوں گے۔ تو شفاعت کبریٰ شرف آنحضور ﷺ کو حاصل ہو گا۔ اس کا شفاعت کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں التماس کریں گے۔ شفاعت کبریٰ کے سلسلہ میں ایک طویل حدیث ہے جس کو آپ حدیث کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سارے انبیاء علیہم السلام کی صداقت اور پیغام نبوت پہنچانے کی شہادت بھی دیں گے تب سارے انبیاء علیہم السلام قیامت کے حساب سے نجات پائیں گے۔

"فكيفَ إذا جئنَا من كل أمة بشهيدٍ وجئنا بكَ على هؤلاءِ شهيدًا" سو اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم بلائیں گے ہر ایک امت سے ایک گواہ اور اے نبی تم کو ہم ان سب گواہوں پر گواہ بنا کر پیش کریں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز کیا ہے اور آپ کو تمام پیغمبروں کا سر تاج و امام بنایا ہے۔ اس لئے آپ کی بعثت کے بعد دنیا کی تمام امتوں کے لئے نجات کا واحد راستہ یہی ہے کہ آپ کی پیروی کریں۔

مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں

خود ہی فرماتے ہیں سرکار دوعالم سُن لے
کچھ نظر آئے تجھے تا کہ محمد کا مقام
ہوتے موسیٰ بھی جو زندہ تو نہ چارہ تھا کوئی
بجز اس کے کہ کریں پیروی خیر انام
مرحبا صل علی صل علی صل علی
اللہ اللہ یہ رتبہ ہے یہ ہے مقام ان کا

وَ واقِفُونَ لدیہِ عند حدِّھِم
مِن نُقطۃ العِلمِ أو مِنِ شَکُلَةِ الحِکَمِ

ترجمہ: تمام انبیاء علیہم السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنے اپنے مقام و مرتبہ پر کھڑے ہیں اور ان کی حد آپ کی کتاب علم کے مقابلہ میں مثل نقطہ کے ہیں یا آپ کی کتاب حکمت کے مقابلہ میں مثل اعراب کے ہیں۔

شرح:اس شعر میں امام بوصیریؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و حکمت پر روشنی ڈالی ہے اور بتایاہے کہ علم و حکمت کے اس بحر ذخار کے سامنے دوسرے انبیاء علیہم السلام ورسل کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خزانہ علم و حکمت حقیقۃً اس وقت بہت بڑا خدائی معجزہ معلوم ہوتا ہے جب ہم چودہ سو سال پہلے عرب کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جب پورا ملک عرب بلکہ سارا عالم جہالت وضلالت کی تاریکیوں میں پڑا ہوا تھا۔ علم و حکمت کی روشنی دور دور تک اس صحرائے ناپید کنار میں نظر نہیں آتی تھی پورے ملک میں چند ہی لوگ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم و عمل اور حکمت کا

وہ صور پھونک دیا کہ چند ہی سالوں میں وہی عرب کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اکتساب نور کر کے آسمان علم وحکمت پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکے اور چہار دانگ عالم میں علم کی روشنی پھیلا دی۔ اور ظلمت کدہ جہل وطغیان بقعہ نور بن گیا علم وعمل کا یہ انقلاب زریں اس سے پہلے چشم فلک نے کسی نبی اور پیغمبر کے دور میں نہیں دیکھا تھا۔

نگار من کہ بہ مکتب نرفت وخط نہ نوشت
بیک نگہ سبق آموز صد مدرس شد

ذرا غور کیجئے حضرت نوح علیہ السلام عراق وعرب کے گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے سینکڑوں برس مصروف تبلیغ رہے۔ آخر کار جب قوم جہالت وضلالت کی تہہ بہ تہہ تاریکیوں سے نکلنے کے لئے تیار نہیں ہوئی تو رَبِّ لاَ تَذَرْ عَلَى الأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا اے رب روئے زمین پر کسی کافر باشندے کو نہ چھوڑ کی تلوار سے سب کا قصہ تمام کرنے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصریوں اور ان کے متکبر بادشاہ کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن بالآخر موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے وہ نظارہ دیکھا جسکی نسبت ارشاد ہے۔ وأغرقنا اٰلَ فرعونَ وأنتم تنظرُون اور ہم نے تمام فرعونیوں کو ڈبو دیا اور تم یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ تمام قابل تکریم بانیان مذاہب اور مستحق تعظیم ہادیان صداقت کی کوششوں اور کامیابیوں میں یہ نظیر ہرگز تلاش نہیں کی جاسکتی کہ ۲۳ سال کی مدت میں عرب کے جاہل وحشی لوگ ساری دنیا کے معلم اور سب سے زیادہ مہذب وبا اخلاق بن گئے۔ سو سال سے کم یعنی صرف اسی ۸۰ سال کے عرصہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے مذہب اور آپکی پیش کردہ تعلیمات کو ماننے والے بحر اطلانطک سے بحر الکاہل یعنی چین کے

مشرقی ساحل یایوں کہیے کہ تمام متمدن دنیا کا احاطہ کر چکے ہوں۔ کیا نظر تھی تو نے مردوں کو مسیحا کر دیا اس محیر العقول کامیابی کی نظیر دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ اگر قرآن حکیم تمام علوم و حِکم کی جامع کتاب ہے اور بلاشبہ ہے۔

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِي القرآن لٰکِن
تقاصرَ عنه أفهام الرجال

تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مجسم قرآن ہیں "کان خلُقه القرآن" آپؐ کے علم وفضل حکمت دانائی، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبحر و تفوق فی العلوم کی دنیا میں کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی اگر آپ کی لائی ہوئی تعلیم کی خوبی تمام قوانین مذاہب پر فائق اور محاسن و ملل کی جامع ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع العلوم، خیر البشر، رحمۃ للعالمین ہونے میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے۔ دنیا میں کس کا حوصلہ ہو سکتا ہے جو ان کی لائی ہوئی منزل من اللہ کتاب قرآن مجید کی اس بے نظیر صفت اور اس ناقابل تردید دعویٰ کی تردید پر آمادہ ہو سکے۔

اس طرح جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس امام بوصیریؒ کا یہ قول زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ کہ بے شک تمام انبیاء علیہم السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانہ علم وحکمت کے سامنے مثل نقطہ و اعراب نظر آتے ہیں۔ جب انبیاء ورسل علیہم السلام کا یہ حال ہے تو دیگر مدعیان عقل و دانش، ارباب سائنس وحکمت اور بانیاں مذاہب آپ کے خاک پائے علم کے بھی برابر نہیں ہو سکتے۔

مقام کے مناسب اس شعر کو بھی پڑھتے چلے جائیں۔

بازار حسن میں رخ یوسف کے سامنے
رونق کسی گلاب کی باقی نہیں رہی

اور حضرت شیخ سعدیؒ نے بھی کیا خوب کہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

نہ حسنش غایتے دارد
نہ سعدی راسُخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقٰی
ودریا ہمچُنان باقی

آیئے ایک اور پہلو سے غور کیجئے تاریخ کے صفحات گواہی دیتے ہیں اور خود قرآن حکیم بھی اپنی بے مثال فصاحت وبلاغت کے ساتھ شاہد ہے کہ صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا معیار فصاحت وبلاغت کیا تھا۔ کیونکہ اس علم آسمانی کا نزول اسی ذات قدسی صفات کے قلب پر ہو سکتا ہے جو اس کا اہل ہو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب تھے یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی فصیح ترین زبان سے آراستہ تھے ہی وحی کی لسان مبین نے حسن گفتار کو اور بھی صیقل کر دیا۔

ایک مرتبہ بنو نہد کے لوگ آئے تو گفتگو ہوتی رہی جس کے دوران آنے والوں نے تعجب سے کہا اے اللہ کے نبی ہم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ ایک ہی مقام میں پرورش پائی ہے پھر یہ کیا بات ہے کہ آپ ایسی عربی میں بات کرتے ہیں جسکی لطافتور مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان معمولی عربی نہ تھی بلکہ خاص پیغمبرانہ زبان تھی جس زبان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام قرآن لائے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان یہ بھی تھی کہ آپ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے تھے۔ جو کسی دوسرے

نبی کو عطا نہیں کیئے گئے۔ جوامع الکلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مختصر ترین کلمے ہیں جو معنوی لحاظ سے بڑی وسعت رکھتے ہیں کم از کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ معانی پیش کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مثال آپ تھے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں حسن تمثیل کی بے شمار زرین مثالیں محفوظ ہیں جنکی مدد سے بڑے بڑے حقائق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے بدوؤں کے ذہن نشین کرادیئے جن کے ذریعہ ان کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم وعمل، تہذیب وتمدن، ثقافت وحضارت کے آسمان پر پہنچا دیا میں یہاں صرف ایک مثال نذر قرطاس کررہاہوں۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں

حضرت خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے خدا نے ہدایت اور علم کا جو سرمایہ دے کر بھیجا ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ زمین پر موسلادھار بارش ہو۔ پھر اس میں زمین کا جو ٹکڑا بہت زرخیز ہے اس نے پانی کو پوری طرح جذب کیا اور مرجھایا ہوا سبزہ اس سے ترو تازہ ہو گیا اور نئے بیل بوٹے کثرت سے اُگ آئے پھر زمین کا کچھ حصہ سخت بھی تھا جس نے پانی کو اندر جمع کرر کھا اور اللہ نے لوگوں کے لئے مفید بنایا۔ انہوں نے اس کو پیا اور پلایا خود سیر اب ہوئے اور دوسروں کو بھی سیر اب کیا اور کھیتوں کو بھی سیر اب کیا۔ پھر یہ پانی ایک اور قطعہ پر برسا جو چٹیل میدان تھا نہ اس نے پانی جمع کرر کھا، نہ جذب کر کے روئید دکھائی۔ پس اس میں ایک مثال تو ان لوگوں کی ہے جنہوں نے علم دین میں سوچ بوجھ پیدا کی اور جو کچھ ہدایت دے کر اللہ نے مجھے بھیجا اس سے اسے فائدہ پہنچا۔ اس نے خود علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھایا۔ دوسری مثال اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے اس دعوت کو سن کر سر نہیں اٹھایا اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کیا جو میرے ذریعہ بھیجی گئی ہے۔

آیئے ایک اور اہم نکتے پر غور کیجئے یہ حقیقت ہے کہ علمی معیار کے کامل و اکمل ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے زبان میں ثقل نہ ہو جب ہم دیگر مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زبان بہت ثقیل ہے جس کے اندر علم و حکمت کے تمام موتیوں کو پرونے کی صلاحیت نہیں ہے۔

ہندوستان کی سنسکرت زبان کو دیکھ لیجئے ممکن ہے کہ اس زبان میں کوئی صحیفہ آسمانی نازل ہوا ہو۔ نہایت ہی ثقیل ہے اسی طرح قرآن حکیم سے پہلے جو آسمانی کتابیں نازل ہوئیں عموماً اُن کی زبان عبرانی یا سریانی تھی جس کو دیکھنے سے دل خود ہی گواہی دینے لگتا ہے کہ وہ زبان قیامت تک کے انسانوں کے لئے علمی زبان کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ سائنس کے اس علمی انفجار کے دور میں عبرانی، سریانی یا سنسکرت زبان ہوتی تو فیل ہو جاتی۔ لیکن اس کے برعکس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علمی زبان عطا کی گئی وہ بہت ہی ترقی یافتہ، واضح، سبک اور سلیس زبان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے إنه تنزيلٌ من رب العٰلمين نزل به الروح الأمين على قلبک لتكون من المنذِرين بلسانٍ عربي مبين

ترجمہ: یہ اللہ رب العزت کا اتارا ہوا کلام ہے اس کو روح الامین یعنی جبرائیل اے محمد آپ کے قلب پر لے کر اترے ہیں تاکہ آپ دنیا کو ڈرائیں اور زبان اس کی عربی مبین ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ عربی زبان کے اندر فصاحت و بلاغت، سلاست، و بداعت کی جو خوبیاں موجود ہیں۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کی زبان میں نہیں پائی جاتیں۔ اس لحاظ سے بھی کہا جاسکتا ہے کہ دوسرے انبیاء و رسل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عربی مبین کے مقابلہ میں کتاب علم و حکمت کے ایک نقطہ کے مثل ہیں۔

بہر کیف اس ذات بحر بیکراں کی کتاب علم و حکمت کے درہائے آبدار کی طرف یہ چند اشارات تھے۔ کیونکہ ہمارے لئے یہ ناممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات علم و حکمت کا احاطہ کر سکیں ۔امام بوصیریؒ ک یہ کمال علم ہے کہ ایک مختصر عبارت کے ذریعے آنحضورؐ کے وسیع خزانہ علم و حکمت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔راقم الحروف (سے مراد شارح قصیدہ بردہ ہیں) کی زبان پر تو یہی شعر جاری رہتا ہے۔

دامان نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو زداماں گلہ دارد

فهو الذي تم معناه وصورتُه
ثم اصطفاه حبيبًا بارِء النَّسمِ

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات وہ ذات گرامی ہے جن کے ظاہری و باطنی کمالات انتہاء کمال تک پہنچے ہوئے ہیں پھر خالق کائنات نے آپ کو برگزیدہ کر کے مرتبہ محبوبیت سے نوازا۔

شرح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام ظاہری و باطنی کمالات کا مظہر تھی باالفاظ دیگر وہ تمام معنوی وصوری اوصاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر موجود تھے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقام محبوبیت تک پہنچنے کے لئے ضروری تھے آپ کے تمام اوصاف وخصائل ، اعمال واشتغال، عبادات وریاضات کا اگر کوئی عنوان دیا جاسکتا ہے تو صرف محبت ہے نبوت سے قبل بھی آپ کے دل میں محبت ہی کا سمندر موجیں مار رہا تھا جو مجبور کرتا تھا کہ غار حرا کی پر سکون تنہائیوں میں اس محبوب حقیقی کو تلاش کریں جس سے بلا واسطہ ربط قائم کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح بے تاب وبے قرار رہتی تھی۔

عشق و محبت کے یہی جذبات صادقہ اسی ساعت مبارکہ کے منتظر تھے کہ جلوۂ حسن بے حجاب ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آجائے اور محبت کی یہی وہ بیتابیاں تھیں کہ دن بدن خلوت و تنہائی عزیز سے عزیز تر ہوتی چلی گئی۔

علامہ اقبالؒ نے اس منظر کو یوں بیان کیا ہے۔

مصطفی اندر حرا خلوت گزید
مدتے جز خویشتن کس راندید

جب محبت طلب صادق بن کر سراپا جستجو ہو جاتی ہے تو محبوب حقیقی کا بھی دریائے محب جوش میں آجاتا ہے۔ اور اس محبت صادق کے سر پر محبوبیت کا تاج رکھنے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے اور اس کو اپنے سے قریب کرلیتا ہے عارف باللہ مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ نے خوب فرمایا ہے۔

ہیں صادق آپ گرائے دوست اقرار محبت میں
طلب خود کرلیے جائیں گے دربار محبت میں
مبارک ان کو جو ہیں عرق افکار محبت میں
پہنچ جائیں گے اک دن اُڑکے گلزار محبت میں

یہ اصطفاء ربانی اور انتخاب رحمانی کیا چیز ہے؟ اسی طلب صادق اور محبت کاملہ کا جواب ہے۔

امام بوصیریؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی مرتبہ محبوبیت کا ذکر اس شعر میں کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ محبوبیت کا مقام سب سے اونچا ہے کیونکہ تخلیق کائنات کا مقصد خدا کی محبت ہی ہے

چنانچہ ایمان باللہ اسی محبت خداوندی کا ظہور ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ والَّذِیْنَ اٰمنُوْا أشدُّ حُبًّاللہِ۔ جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔

محب وہ چیز ہے جس نے مختلف قسم کی عبادتوں کا قالب اختیار کیا ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ محبت کی اداؤں کا اظہار عبادات کی شکل میں ہوتا ہے محبوب حقیقی بھی عبادت کی انہی والہانہ اداؤں سے بندوں کی محبت کا امتحان لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک قیام لیل کی وجہ سے متورم ہو جایا کرتے تھے۔ چونکہ آپ اللہ تعالیٰ سے بہت ہی زیادہ محبت رکھتے تھے۔ اس لئے عام انسانوں کے مقابلہ میں آپکی عبادت اور ریاضت بھی بڑھی ہوئی تھی۔ کیونکہ محبوبیت کے جس اعلی وارفع مقام پر آپ فائز تھے۔ اس کا تقاضا بھی یہی تھا اسی لئے آپ ہمیشہ خدا سے ازدیاد محبت کے لئے دعا بھی فرماتے رہتے تھے۔

"اللَّھُم اجْعَلْ حُبَّکَ أحبَّ إلَیَّ مِن نَفْسِي وأھلِي ومِن الْمَاءِ البَارِدِ" (ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ اپنی محبت کو میرے لئے میری اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔

اللہ اللہ کیا محبت ہے انسان کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب اس کا نفس ہوتا ہے پھر اس کے بعد وہ اپنے بیوی بچوں سے محبت کرتا ہے اور شدت پیاس میں ٹھنڈے پانی کو محبوب رکھتا ہے۔ جو اس کی پیاس کو بجھاتا ہے لیکن آپؐ نے دنیا کی ان محبوب ترین چیزوں کے مقابلہ میں خدا کی محبت کو اولیت کا درجہ دیا۔ محبت اسی کا نام ہے کہ بس محب کی نگاہ میں اس کا محبوب بھی ہمہ آن رہے بقول مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ۔

ہر حال میں محبوب کی مرضی پہ ہو راضی
ہے جان محبت یہی ایمان محبت
ہروقت تراذکر ہے ہر وقت تیری یاد
کچھ اور نہیں ہے یہی سامان محبت

ایک عربی شاعر نے بھی محبت کے اس فلسفہ کو اپنی زبان بیان کیا ہے۔

مِنْ بَیِّنَاتِ الْحُبِّ أَنْ کَانَ أَھْلُھَا
أَحَبَّ إِلٰی نَفْسِيْ وَعَیْنِيْ مِنْ أَھْلِيْ

یعنی دلائل محبت میں سے ہے کہ محبوب کے اہل وعیال بھی میرے دل اور میری آنکھوں میں میرے اپنے اہل وعیال سے زیادہ محبوب ہوں۔

محبت کا لفظ اتنا پاکیزہ ہے کہ اسکی نسبت اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ بر محل معلوم ہوتی ہے محبت کی حقیقت پر غور کیا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو اپنے ہی ساتھ مخصوص رکھا ہے یہ لفظ دوئی کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی یہ لفظ خود ہی اس بات کا متقاضی ہے کہ صرف محب اور محبوب کے درمیان بطور نسبت قائم رہے۔ ”یُحِبُّھُم ویُحِبُّوانَهُ“ اللہ ان سے محبت کرے اور وہ اللہ سے محبت کریں ۔اس فلسفہ محبت کو اگر آپ سمجھنا چاہتے ہیں تو ایک واقعہ ذہن نشین کر لیجئے۔ سیّدنا امام حسین بن علیؓ نے ایک دفعہ اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ سیّدنا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایاہاں۔ سیّدنا حضرت امام حسینؓ نے پوچھا کیا آپ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں کہاہاں حضرت حسینؓ نے کہا ”ھَیْھَاتَ لَا یَجْتَمِعُ مُحَبَّتَانِ فِيْ قَلْبٍ وَاحِدٍ“ دو محبتیں ایک دل میں جمع نہیں

ہو سکتیں۔ سیّدنا حضرت علیؓ آبدیدہ ہوگئے حضرت حسینؓ فوراً کہا " یَا أَبَتِ مَا تَقُوْلُ لَوْ أنک خُیِّرْتَ بَیْنَ قَتْلِيْ وَتَرْكِ الْإِیْمَانِ " ابا حضور کیا خیال ہے اگر آپ کو میرے قتل اور ترک ایمان میں اختیار دیا جائے تو آپ کیا کریں گے۔ امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علیؓ نے فرمایا " اخترتُ القتلَ علی ترکِ الإیمانِ "میں قتل کو ترک ایمان پر ترجیح دوں گا۔ اسوقت حضرت حسینؓ نے کہا " أبشِر یا أبتِ فإن تلک محبّةٌ وهٰذه شفقةٌ "خوش ہو جایئے ابا جان وہ محبت ہے اور یہ شفقت ہے یعنی جو رابطہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے ہے وہ محبت ہے اور جو رابطہ آپ کو ہم سے ہے وہ شفقت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہی حقیقی رابطہ محبت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "لَوْ فاطِمة بنتِ محمّدٌ سَرقت لقطعتُ یدَہا "یعنی اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا۔

سچ لکھا ہے صوفیائے کرام نے کہ انسان کی پیدائش کا سب سے بڑا مقصد اللہ رب العالمین کی محبت ہے۔ یعنی محبت ہی حیات انسانی کا راز ہے اگر محبت الٰہی کی آگ دل میں شعلہ زن نہ ہو تو وہ گوشت کا ایک بے جان سا ٹکڑا ہے جس دل میں محبت الٰہی کی حرارت ہے وہی انوار ربانی کا مرکز و محل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

سلامتی دل عشاق از محبت تست
وگر نہ ایں دل پر خون چہ جائے منزل تُست

یعنی خدا کی محبت ہی سے عاشقوں کے دل صحیح وسالم رہتے ہیں ورنہ خدا کی محبت کے بغیر یہ دل محض خون سے بھرا ہوا جسم کا ایک حصہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔

اب ہمیں بھی اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ خدا کی محبت کس درجہ حرارت تک ہمارے دلوں میں موجود ہے پیمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ اسوہ رسول ہی کے آئینہ میں ہمیں اپنے خدوخال کو دیکھ کر اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے حضرت محبوب الٰہی فرمایا کرتے تھے کہ حیات آنست کہ درویش بذکر حق مشغول باشد یعنی اصل زندگی وہی ہے کہ آدمی خدا کی یاد میں مشغول رہے۔

وہی چند لمحے حیات کے مری کائنات حیات تھے
ترے تذکروں میں جو کٹ گئے تری یاد میں جو گزر گئے

حدیث محبت میں معلوم نہیں کونسی لذت ہے کہ قلم تکان محسوس نہیں کرتا اس لئے مجھے امید ہے کہ قارئین کرام پر طول بیان محبت گراں نہیں گزرے گا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کاش ہم گنہگاروں کو حبیب خدا ساقی کوثر کے خمخانۂ جاوید سے ایک ہی قطرہ محبت نصیب ہو جائے تاکہ قیامت کے دن ہمارے لئے شفاعت کا ذریعہ بن جائے۔ امین ثم امین یارب العالمین۔

امام بوصیریؒ کا یہ مصرعہ محبت ع: "ثم اصطَفاہُ حبیبًا بارء النِّسَمِ" پیش نظر ہے۔

اور زبان پر یہ شعر جاری ہے۔

وكلتُ إلى المحبوبِ أمرِي كُلَّهُ
فإن شاء أحياني وان شاء أتلفَا

یعنی میں نے سارے کام اپنے محبوب کے حوالہ کہ دیئے چاہے اب مجھے زندہ رکھے چاہے مار ڈالے صلی اللہ علیہ وسلم۔

منزهٌ عن شریکٍ في مَحَاسِنِهٖ
فجَوْهَرُ الحُسْنِ فیه غیرُ منقَسِمٖ

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں اپنی مثال آپ ہیں۔ پس آپ کا جوہر حسن شرمندہ تقسیم نہیں۔

شرح: دنیا میں کروڑوں اربوں انسان پیدا ہوئے اور چلے گئے لیکن چشم فلک نے ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک سید الکونین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کامل واکمل، حسین واحسن ذات سراپا حسن کا مشاہدہ نہیں کیا (اور نہ آئندہ قیامت کی صبح تک کرسکے گی)۔ یوں تو یہ ساری کائنات خداوند قدوس کی تخلیق اور صناعی کا ایک حسین شاہکار ہے لیکن آپؐ کے حسن وجمال کے سامنے اسکی کوئی حیثیت نہیں۔

کائنات کا سارا حسن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حسن جہاں آراء کا پر تو ہے اگر آپ کا وجود نہ ہوتا۔ تو خورشید عالمتاب اپنی تمام تر تابانیوں کے باوجود ماند پڑ جاتا چاند اپنی ضوفشانیوں کو لئے ہوئے بے کیف نظر آتا۔ نہ صبح کی دلکش کرنوں میں کوئی جاذبیت رہتی۔ اور نہ شام کی شفق لالہ گون میں کوئی دلکشی۔ الغرض یہ کائنات اپنی تمام رعنائیوں اور بوقلمونیوں کے باوجود ویران اور سنسان نظر آتی بلکہ سوگوار رہتی۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ عروس کائنات کو خلاق کائنات نے اپنے انوار وتجلیات سے منور کیا۔ پھر خلعت نبوت سے سرفراز کرکے دنیا میں مبعوث فرمایا۔ تاکہ آپؐ انہی انوار ربانیہ اور تجلیات الٰہیہ سے اس کائنات کو بھی بقعہ نور بنادیں۔ اور جس طرح ہر ذرہ کائنات خداوند قدوس کا نغمہ چھیڑے ہوئے ہے اسی طرح اس مادر گیتی پر بنی نوع انسان محبت الٰہی کے ساز پر زمزمہ سنج ہوجائیں اب ظاہر ہے کہ خالق کائنات

نے جس وجود کو اپنے انوار و تجلیات کا محل بنا کر مبعوث کیا ہو اس سے زیادہ حسین کون چیز ہو سکتی ہے۔ اور اس کا جوہر حسن تقسیم کیسے ہو سکتا ہے اور اس کے حسن بے مثال میں کون شریک ہو سکتا ہے۔

مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ العالی نے سچ فرمایا۔

گر دیدۂ بینا ہو عطا تو نظر آئے
انوار الٰہی سے ہیں انوار محمدؐ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بے شمار محاسن و فضائل اور مناقب و محامد ہیں انکی تفصیل تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں دیکھئے (حضرت مولانا مختار احمد اصلاحی اعظمی) فرماتے ہیں کہ) میں اشارۃً صرف یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے آپ سے افضل نبی دنیا میں مبعوث نہیں ہوا۔ آپ اللہ سے ڈرنے والے تھے آپؐ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا دنیا میں نہیں آیا۔

سیّد الکونین سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر لکھی جانے والی کتابوں کے متعلق حضرت مولانا علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ جو اپنی کتاب خطبات مدراس میں لکھا ہے اس کو بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ملاحظہ فرماتے چلیں۔

(حضرت مولانا علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر اس وقت تک ہر زمانہ میں ہر ملک میں ہر زبان میں آپؐ کے واقعات، حالات اور ارشادات میں جو کتابیں لکھی گئیں ان کا اندازہ کئی ہزار سے زیادہ ہو گا۔ اردو کا تحریری ذخیرہ سو دو سو برس سے زیادہ نہیں اس میں بھی ٹھوس تصنیف کا عہد ۱۸۵۷ء کے پس و پیش سے شروع ہوتا ہے تاہم اس وقت تک کئی سو چھوٹی کتابیں اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں۔ مسلمانوں کو چھوڑو کہ ان کا دین و ایمان ہی اس سرکار کی

عقیدت و غلامی ہے دشمنوں کے کیمپ میں آؤ ہندوستان میں ہندوؤں نے سکھوں نے عیسائیت نے برہمو سماجیوں نے آپ ﷺ کی سیرتیں لکھی ہیں۔ یورپ جس کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت نہیں۔ وہاں بھی مشنری کی خدمت کے لئے یا علمی ذوق یا تاریخ عالم کی تکمیل کے لئے لائف آف محمد ﷺ پر کتابیں لکھی گئیں۔ آج سے غالباً سولہ سترہ برس پہلے دمشق کے ایک علمی رسالہ المقتبس میں شمار چھپا تھا کہ اس وقت یورپ کے مختلف زبانوں میں پیغمبر اسلام کے متعلق تیرہ سو کتابیں لکھی جاچکی ہیں اس کے بعد اس عہد کی اور کتابوں کو ملاؤ تو یہ شمار کہاں تک پہنچے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بیان میں مسلمانوں نے (بحمد اللہ) ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھیں اور لکھ رہے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کتاب دوسرے انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں کے مقابلہ میں زیادہ صاف زیادہ معتبر اور زیادہ تاریخی ہے سیرت واخبار نبوی ﷺ کی ابتدائی کتابیں ہر مصنف سے سینکڑوں اور ہزاروں اشخاص نے سنکر اور پڑھ کر اور اُن کا ہر ایک حرف سمجھ کر دوسروں تک پہنچائیں۔

حدیث کی پہلی کتاب مؤطا کو اس کے مصنف سیّدنا حضرت امام مالکؒ سے چھ سو آدمیوں نے سُنا۔ جن میں سلاطین زمانہ، علماء، فقہاء، حکما، ادباء، اور صوفیاء ہر طبقہ کے آدمی تھے۔

سیّدنا حضرت امام بخاریؒ کی تصنیف جامع صحیح کو صرف اُن شاگرد فربری سے ساٹھ ہزار آدمیوں نے سُنا اس احتیاط میں استناد اور اس اہتمام سے بتاؤ کس شارع یا بانی دین کی سیرت واخبار کا مجموعہ مرتب ہوا اور یہ تاریخیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کس کے حصہ میں آئی؟

(مخلصاً از خطبات مدراس ص ۶۰ تا ۶۳)

سبحان اللہ امام بوصیریؒ کا کمال ہے کہ اس ذات سراپا حسن کے جمیع کمالات باطنی وظاہری کو ایک شعر میں بیان کر دیا گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا جی چاہتا ہے کہ بار بار آپ کا یہ شعر دُہرایا جائے۔

مُنزّہٌ عن شریکٍ في محاسنِهِ
فجوهرُ الحُسنِ فيه غيرُ منقسِمِ

اقبال سہیل موج کوثر میں لکھتے ہیں

جتنے فضائل جتنے محاسن ممکن مین ہوسکتے تھے ممکن
حق نے کئے سب اس میں فراہم صلی اللہ علیہ وسلم

بہر کیف جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن کی کوئی مثال نہیں اور آپؐ کے جوہر حسن کی کوئی تقسیم نہیں اسی طرح تہی دامان علم و عمل کے لئے ناممکن ہے کہ آپؐ کے حسن بے کراں کا سراپا صفحہ قرطاس پر کھینچ سکیں۔ اور نہ کسی مصور ہی کے لئے ممکن ہے کہ اس بحر ذخار کے درہائے آبدار کی چمک کسی مصنوعی کیمرے سے کھینچ سکے۔ اقبال سہیل کو قصائد نعتیہ بموسوم موجود کوثر اور معراج لکھنے کے بعد یہ اعتراف کرنا ہی پڑا کہ

خرد، عاجز نظر حیرہ ، زبان کج مج
زمین نعت میں کیا دیجئے داد سخن دانی

(ملخصاً از کتاب ذکر سیّد الکونینؐ شرح قصیدہ بردہ ص ۱۳۴ تا ۱۷۳)

ایک قطعہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

مرغوب ہے کیا صل علی نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آنکھوں کی ضیادل کی جلا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ رے رفعت کہ سرعرش خدا نے
اپنے ید قدرت سے لکھا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہر حور کے سینے پہ ہر اک شے پہ جناں کی
ہے قدرت خالق سے کھدا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اوراق پہ طوبیٰ کے ، فرشتوں کی نگہ میں
کس شان سے منقوش ہو نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تکبیر کے کلموں میں نمازوں میں ، اذاں میں
ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دن حشر کے جنت میں وہ جائے گا بلا ریب
تعظیم سے یاں جس نے لیا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(نقل از کتاب خصوصیات اسم محمد ص ۴۸۳)

ایک یہ شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں

آفاقہا	گردیدہ	ام
مہر بتاں	ورزیدہ	ام
بسیار خوباں	دیدہ	ام
لیکن تو چیز	دیگرے	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أعیَ الورٰی فهْمُ معناهُ فلیسَ یُرٰی
للقُربِ والبُعدِ فیه غیرُ منفحِمِ

ترجمہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت سمجھنے سے ساری مخلوق عاجز ہے آپ سے جو قریب ہیں ان کے لئے بھی اور جو دور ہیں اُن کے لئے بھی سوائے سکوت اور عجز کے کچھ نہیں ہے۔

شرح: اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب کی کوئی انتہا نہیں ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام خوبیوں کا احاطہ نہیں کرسکتے۔ اس سلسلہ میں خواہ کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب یا بعید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و مناقب کا کماحقہ ادراک نہیں کرسکتا۔ فضیلت و عظمت کی جس بلندی تک آپ پہنچے ہوئے ہیں۔ وہاں تک کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ لیکن جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کے ادراک کرنے کا سوال ہے تو آپؐ کوئی مافوق البشر ہستی نہیں ہیں۔ آپ دنیا میں اسی لئے مبعوث کئے گئے تاکہ لوگ آپؐ کو سمجھیں آپ کو پہچانیں اور آپکی حقیقت کا ادراک کریں۔ تاکہ آپ کے واسطہ سے اللہ کو پہچان سکیں۔ سمجھنے والوں

میں قریب بھی تھے اور بعید بھی تھے۔ جن لوگوں نے اس حقیقت عظمیٰ کو سمجھنے کی کوشش کی اور نگاہ بصیرت سے دیکھا وہ پہچان گئے اور ایمان لائے۔ ابوجہل ابولہب وغیرہ آپ کو قریب سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن نہیں پہچان سکے اور حضرت صہیب، حضرت بلالؓ، حضرت سلمان دور تھے لیکن اُنکی نگاہ بصیرت کھلی ہوئی تھی۔ ان کے اندر جستجو اور طلب صادق تھی اس لئے وہ پہچان گئے بہر کیف آپ کی معرفت کے لئے ایمان کی بصیرت اور تصدیق کا نور ہونا چاہئے۔ اور اسی حقیقت کو عارف باللہ مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ مندرجہ ذیل اشعار میں واضح فرمایا ہے۔

گر دیدۂ بینائے ہو عطا تو نظر آئے
انوار الٰہی سے ہیں انوار سے محمد
سرکار دوعالم کی جو سنت پہ فدا ہو
پس انکو نظر آئیں گے انوار محمد
ہے سنت نبوی سے نہیں جن کو سروکار
اُن کھلیں گے نہیں کبھی اسرار محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کا الشَّمسِ تظھر لِلْعَیْنَیْنِ مِن بعدٍ
صغیرۃً و تکلُّ الطَّرْفُ من أمَم

ترجمہ: آپکی مثال خورشید عالمتاب کی سی ہے کہ جب دور سے دیکھا جائے تو چھوٹا سا دکھائی دیتا ہے اور اگر قریب سے دیکھا جائے تو آنکھیں اسکی شعاعوں کی تاب نہیں لاسکتیں اور درماندہ ہو جاتی ہیں۔

شرح: ماقبل شعر میں امام بوصیریؒ نے یہ فرمایا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت حد فہم وادراک سے ماوراء ہے خواہ کوئی قریب سے دیکھے یا دور سے دونوں ہی آپ کی حقیقت کے ادراک سے عاجز ہیں اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے امام بوصیری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشبیہ سورج سے دی ہے کیونکہ نظام شمسی کا یہ عظیم کرہ جو سارے عالم کو اپنی ضیاباشیوں سے منور کر رہا ہے اور ہر شی کو حرارت پہنچا رہا ہے چونکہ وہ اس زمین سے دور ہے اس لئے دیکھنے والی آنکھوں میں اس کا جحم بہت چھوٹا دکھائی دیتا ہے چنانچہ اتنے لمبے فاصلہ سے سورج کی اصل حقیقت کو اگر اندازہ سے بیان کر دیا ہے تو حماقت ہو گی اور اگر قریب ہو جائے تو اسکی شاعوں کی تاب ہی ہماری نگاہیں نہیں لاسکتیں۔ بلکہ اس کے وسائل وآلات کی ضرورت ہو گی۔ اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا ادراک سب نہیں کرسکتے اس کے لئے نگاہ بصیرت کی ضرورت ہے جس طرح سورج کا ادراک عام نگاہیں نہیں کر سکتیں بلکہ دیکھنے میں صغیرالحجم معلوم ہوتا ہے لیکن دوربین سے دیکھنے والے اسکے حقیقی جحم کا مشاہدہ کرتے ہیں اسی طرح بصیرت کی دوربین سے اگر کوئی انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے تو آپکی حقیقت پہچان لے گا۔ اوراگر کوئی نگاہ بصیرت کی دوربین سے خالی ہے تو اس خورشید ہدایت کے قدم مبارک سے قریب ہو کر بھی آپ کو نہ پہچان سکتا ہے اور نہ اس نور ہدایت کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا اور سمجھا تھا اور اس حقیقت کا ادراک کیا تھا جس کا اثر یہ تھا کہ وہ شمع رسالت کے پروانے ہو گئے سب کچھ آپؐ پر نچھاور کر دیا۔

عارف باللہ مولانا محمد احمد فرماتے ہیں:

ہو جاتے تھے اصحاب ادب سے ہمہ تن گوش
اس طرح سنا کرتے تھے گفتار محمدؐ
کیا پوچھتے ہو ان کے مدارج کی نہیں تھا
انصار محمد ہیں یہ انصار محمدؐ
قرباں کریں جاں یہاں سر کے بل آئیں
دربار محمدؐ ہے یہ دربار محمدؐ

ام المؤمنین سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد فرماتی۔

لنا شمسٌ وللأفاقِ شمسٌ
وشمسي خيرٌ من شمسِ السَّماءِ
فشمسُ الناس تطلَعُ بعد فجرٍ
وشمسي تطلَعُ بعد العِشاءِ

یعنی ہمارا بھی ایک سورج ہے اور اہل عالم کا بھی ایک سورج ہے مگر میرا خورشید سماء عالم کے خورشید سے کہیں بہتر وخوش تر ہے چنانچہ لوگوں کا سورج تو بعد فجر طلوع ہوتا ہے لیکن میرا سورج بعد العشاء طلوع ہو کر ضیاء پاشی فرماتا ہے۔ سبحان اللہ کیا خوب تعبیر اور یہ تشبیہ بلیغ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کا ہی حق ہے صلی اللہ علی النبی الامی وازواجہ وآلہ اجمعین۔

وکیف يُدرِک في الدنيا حقيقته
قومٌ نيامٌ تسلوا عنه بالحُلُمِ

ترجمہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا ادراک سونے والے لوگ کیسے کرسکتے ہیں۔ جو خواب وخیال کی لذتوں پر اکتفاء کئے ہوئے ہیں۔ اور عالم خواب ہی ان کے لئے باعث تسلی ہے یا خواب وخیال کی سرمستیوں میں کھو کر آپ سے غافل ہیں۔

شرح: امام بوصیریؒ نے اس شعر میں وہی حقیقت بیان کی ہے جسکی طرف میں نے ماقبل دونوں شعروں کی شرح میں اشارہ کیا ہے۔ امام بوصیریؒ اس شعر میں راقم الحروف (سے مراد شارح قصیدہ بردہ ہیں) کی رائے کے مؤید نظر آرہے ہیں۔ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سب کے لئے ماورائے حد فہم وادراک نہیں ہے بلکہ جنکی نگاہ بصیرت ہو اور وہ عقل وخرد کے غلام نہ ہوں تو آپ کو پہچان سکتے ہیں۔ اور آپ گا ادراک بھی کرسکتے ہیں۔

بقول عارف باللہ مولانا محمد احمد صاحب

آنکھوں کی راہ پہلے انہیں دل میں لایئے
مقصود دیکھنا ہو تو گردن جھکایئے

رہے وہ لوگ جو خود رائی وخود پسندی کا شکار ہیں اور دنیائے رنگ وبو کی بھول بھلیوں میں گم ہیں۔ عقل وخرد کے پرستار ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ کو نہیں پہچان سکتے بقول عارف باللہ مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم

کیا کہوں تجھ سے کہ تو عقل وخرد کا ہے غلام
دور ہے تجھ سے ابھی اہل محبت کا مقام

بہر کیف امام بوصیریؒ نے اس حقیقت کو واشگاف کر دیا کہ جو لوگ وہم وگمان خواب وخیال کی سرمستیوں میں گم ہیں ان کے لئے حقیقت رسالت تک رسائی ناممکن ہے۔عالم خواب میں رہ کر عالم حقیقت کا مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ آفتاب نبوت کے جلوؤں کی تاب لائی جاسکتی ہے۔بقول عارف باللہ مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ۔

محبت سے واقف نہ ہوگا وہ ہر گز
جو بدبخت ہے بدگمان محبت

بلکہ جو لوگ خواب وخیال کی دنیا سے الگ ہو کر اپنے دل کو امانی کاذبہ سے خالی کر کے عالم بیداری میں اس حسن مکمل اور نور مجسم کے جلوؤں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اس پر قربان ہونے کا جذبہ رکھتے ہیں وہی اس کا ادراک کرسکتے ہیں۔

ہوتا ہے بصد شوق جو قربان محمد ؐ
احمد اسے ملتا ہے یہاں خوان محبت

اللہ تعالیٰ (محض اپنے لطف وکرم سے بحرمت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم وبحرمت تمام انبیاء علیہم السلام) ہم گنہگاروں کے دل میں بھی سچی طلب پیدا فرمادے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پاجائیں جس طرح صحابہ کرامؓ پائے ہوئے تھے۔

شارح: قصیدہ بردہ فرماتے ہیں۔ جب میرے ذہن میں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ ہم اس حقیقت کا ادراک کیسے کرسکتے ہیں؟ تو فوراً عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کا مندرجہ ذیل کلام عارفانہ اس

سوال کا جواب بن کر میری زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ سچی طلب سے پہلے انہیں ڈھونڈھیئے تو ممکن نہیں جو آپ انہیں پھر نہ پایئے صلی اللہ علیہ وسلم۔

فمبلغُ العِلمِ فیه أنه بشرٌ
وأنه خیرُ خلقِ اللہ کُلِّھِم

ترجمہ: پس علم کی رسائی کا حاصل یہی ہے کہ آپ بشر ہیں اور بلاشبہ مخلوق خدا میں آپ سب سے بہتر ہیں۔

شرح: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو سمجھنے کے لئے عقیدۃً ان دو بنیادی باتوں کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ بشر ہیں آپؐ کا وجود گرامی بشریت سے ماوراء نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپؐ اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔

بالفاظ دیگر آپؐ بشر ہیں اور افضل البشر ہیں اس لئے آپؐ کے فضائل و محامد کو بشریت سے الگ کر کے نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوصاف جمیلہ وخصائل حمیدہ پیکر بشریت ہی سے منسلک ہیں۔ چنانچہ اس شعر میں امام بوصیریؒ نے ایک لطیف اشارہ اس حقیقت کی طرف بھی کر دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا ادراک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کو بشر اور افضل البشر تسلیم کیا جائے اور اگر دونوں بنیادی حقیقتوں سے آنکھیں بند کر کے کوئی شخص آنحضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو جاننے پہنچاننے اور دیکھنے کی کوشش کرے گا تو وہ نہیں دیکھ سکتا۔ اور تاریخ بھی شاہد ہے کہ جس قوم نے بھی اپنے نبی کو بشریت کے علاوہ کسی اور آئینہ میں دیکھنے کی کوشش کی وہ نبی اللہ کی حقیقی تصویر نہ دیکھ سکی۔ جس کے نتیجہ میں بدعت و گمرائی میں مبتلاء ہو کر ''خسِرَ الدُّنیا والاٰخرَۃِ'' کا مصداق ہو گئی کیونکہ جس چیز کو دیکھنے کے لئے جو آئینہ بنا ہے اس میں اسکی سچی تصویر نظر آسکتی ہے۔ مؤمن کا آئینہ مومن ہے لیکن اگر آپ مؤمن

بھائی کو کافر کے آئینہ میں دیکھیں تو اسکی صحیح تصویر آپ نہیں دیکھ پائیں گے۔ نتیجہ کیا ہو گا کہ آپ بدگمانی میں مبتلاء ہو جائیں گے اور آپکے ذہن میں ایک غلط تصویر جاگزیں ہو جائے گی۔ اور وہ آئینہ آپ کے حقیقی خدوخال آپ کے سامنے پیش نہیں کرے گا جسکی وجہ سے آپ اپنی اصلاح بھی نہیں کر پائیں گے۔

اس لئے مناسب یہ ہے کہ اسی آئینہ میں دیکھا جائے جو صحیح عکاسی کرے چنانچہ اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی صفات کو اگر آپ آئینہ ملکیت یا آئینہ الوہیت میں دیکھنے کی کوشش کریں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تصویر آپ کے سامنے نہیں آئے گی جس کی وجہ سے آپ انکی حقیقت کا ادراک نہ کر سکیں گے اور طرح طرح کے افکار زائغہ اور نظریات باطلہ آپ کو گھیر لیں گے۔ اس لئے امام بوصیریؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کرتے ہوئے اس مزلۃ القدم سے بھی آگاہ کر دیا جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جادہ محبت سے پھسلنے کا اندیشہ تھا۔ حقیقت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور افضل البشر ہیں قرآن حکیم نے اسی لئے اس حقیقت سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تا کہ خدا کے بندے اپنے رسول کو خدا کا درجہ نہ دیں۔

"قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُم يُوحَى إِلَيَّ"

یعنی اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں فرق صرف یہ ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَكُلُّ اٰيٍ اتى الرُّسُلُ الكرامُ بها
فإنما اتَّصَلَتْ من نورهٖ بِهِمِ

ترجمہ: انبیاء کرامؑ کو جس قدر معجزات دیئے گئے ہیں وہ سب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے رہین منت ہیں۔

شرح: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سراپا نور ہے (بلحاظ نور ہدایت یعنی نور نبوت ہونے کے) اور اسی نور کی وساطت سے تمام انبیاء کو نور نبوّت عطا کیا گیا۔ جس طرح سورج کی شعاعوں سے کائنات کا ذرہ ذرہ روشن معلوم ہوتا ہے اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کا عکس تمام انبیاء علیہم السلام میں موجود ہے۔ ذروں میں روشنی ہے سورج کی روشنی سے اگر سورج کی روشنی کا انعکاس نہ ہوتو کسی ذرہ میں روشنی نہیں نظر آئے گی۔ المواہب اللدنیہ میں ہے۔

إن اللہ تعالٰی خلق نور نبینا ﷺ أمره أن ینظُر إلی أنوار الأنبیاء فغشیھُم من نورہٖ فقال یا ربنا من غشینا نورہ فقال اللہ تعالٰی ذا نور محمدٍ إن اٰمنتُم بہٖ جعلنا کُم نبینا قالوا اٰمنّا بہٖ۔

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نور محمدیؐ کو پیدا کر چکا تو فرمایا اے نور ذرا انبیاء کے نور کو دیکھ تو سب کے نور پر چھا گیا حیران ہوکر انبیاء کے نور نے عرض کیا کہ الٰہی یہ کس کا نور ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے تم اگر اس نور پر ایمان لاؤ گے تو ہم تمہیں بھی نبوت عطا کریں گے۔ سارے انبیاء نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان لائے۔

امام بصیریؒ اس شعر میں اسی نور محمدی کی طرف اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات اسی نور محمدی کے رہین منت ہیں۔ قرآن حکیم میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہا گیا

ہے۔ جیسا کہ ارشاد قد جائَکُم مِن اللہ نورٌ و کتابٌ مبین یھدي به اللہ مَن اتبعَ رِضوانهُ سبُلَ السلامِ ویخَرجھم من الظُّلمٰتِ إلی النُّورِ باذنہٖ ویَھدِیُھِمْ إلی صراطٍ مُّستقیم

ترجمہ: لوگو! خدا کی طرف سے تمہارے پاس نور یعنی محمد اور قرآن آچکا ہے۔ جو لوگ خدا کی مرضی کے طلب گار ہیں انکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے فعل سے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور ان کو راہ راست دکھاتا ہے۔

بہر کیف قرآن وحدیث دونوں سے یہ ثابت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں لیکن آپ کے نور ہونے کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ نور الٰہی اور نور نبوت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ خدا کا نور خالق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مخلوق ہے اور ظاہر ہے کہ خالق اور مخلوق دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے آپ بشر بھی ہیں نور بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرما کر آپ کو مرکز انوار و تجلیات بنادیا اور س کے پرتو سے تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کو خلعت نبوت سے نواز دیا ہے۔

اس مقام کی مناسبت سے حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کا یہ شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

نبوت سے مشرف گو سارے انبیاء ہیں لیکن
نبوّت جس پہ نازان ہے وہ فخر الانبیاء تم ہو

راقم الحروف (سے مراد شارح قصیدہ بردہ ہیں) کا ایک شعر ہے۔

ہے فلک پر چاند ، لیکن روشنی ذاتی نہیں
روشنی اس میں ہے جو تیرا ہی عکس نور ہے

فَإنهُ شَمسُ فَضلٍ هُمَ کواکبُھا

يُظهِرنَ أنوارَها للنَّاسِ في الظُّلَمِ

ترجمہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب فضیلت رکھتے ہیں اور دوسرے انبیاءؑ ستاروں کی مانند ہیں۔ یہ تمام ستارے اسی آفتاب فضیلت سے اکتساب ضیاء کر کے لوگوں کو تاریکی میں راہ ہدایت دکھاتے ہیں۔

شرح: ماقبل شعر میں جو اجمال تھا یہ شعر اسکی تفصیل ہے کہ کیسے تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کے انوار او معجزت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے رہین منت ہوئے۔ اس حقیقت کو امام بوصیریؒ نے ایک تشبیہ کے ذریعہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ یعنی سیّد الانبیاءوالمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام میں آفتاب اور ستاروں کی نسبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات خورشید عالمتاب ہے تو دوسرے ابنیاء علیہم السلام اپنی اپنی جگہ نجم درخشاں، نور دونوں ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ ایک کی روشنی ذاتی ہے اور دوسرے میں اس کا عکس ہے۔ ستارے اور اچاند اسی مرکز انوار و تجلیات (پاور ہاؤس) سے نور وضیاء کا اکتساب کر کے خود بھی روشن ہیں اور دوسروں کو بھی روشنی پہنچارہے ہیں۔ جب تک آفتاب جہاں تاب طلوع نہیں ہوتا ستارے اور چاند اپنے اپنے دائرہ فلک میں روشن نظر آتے ہیں اور روشنی پہنچاتے ہیں۔ لیکن آفتاب کے طلوع ہوتے ہی کائنات چاند اور ستاروں کی روشنی سے بے نیاز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حالات اور امت کے تحمل وبرداشت کے لحاظ سے بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل مختلف علاقوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوّت کا ایک ایک نجم درخشاں طلوع ہوتا رہا پھر بسا اوقات ایسا ہوا کہ نجم ہدایت کی روشنی کا تحمل بہت سی امتیں نہ کر سکیں جس کے نتیجہ میں ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ لیکن آہستہ آہستہ جب فطرت انسانی میں آفتاب عالمتاب کی کرنوں اور شعاعوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئ تو سیّد الانبیاءوالمرسلین حضرت خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی

کیونکہ دنیا کی عالمگیر تاریکی اب چھوٹے چھوٹے نجوم و کواکب سے دور نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اب خورشید ہدایت کے طلوع ہی سے ظلمت کدہ عالم بقعہ نور بن سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کا نبی بنا کر بھیجا۔ پچھلے انبیاء علیہم السلام کا نور خاص خاص علاقے کو منور کر سکتا تھا لیکن یہ نور اپنی ضیاء پاشیوں سے مشرق و مغرب کو منور کر دے گا۔

"وما أرْسَلْنا كَ إلاّ كافَّةً لِلنَّاسِ بشيرًا وَّ نذيرً" ہم نے آپ کو تمام بنی نوع انسان کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

ایک دوسری آیت میں ہے۔ "يا أيُّها النَّاسُ إني رسُولُ الله إليكُم جميعًا" اے لوگو تم تمام لوگوں کے پاس میں اللہ کا پیغامبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

لہٰذا اس خورشید ہدایت کے طلوع کے بعد جو لوگ اس سے اکتساب نور نہیں کریں گے۔ وہ دوسرے ستاروں کی روشنی میں منزل کا نشان نہیں پاسکیں گے۔ اس لئے خواہ کوئی یہودی ہو عیسائی ہو یا کوئی بھی ہو سب کے لئے ضروری ہے کہ اس نور پر ایمان لائیں کیونکہ طلوع آفتاب کے بعد ستاروں کی روشنی میں راستہ نہیں طے کیا جاسکتا (طلوع آفتاب کے بعد کائنات چاند اور ستاروں کی روشنی سے بے نیاز ہو جاتی ہے۔

شعر:

ابد تک بھیج تو بھی اے مرے مولا سلام اُن پر
جو ہیں محبوب تیرے اور مخلوقات میں بہتر
أَكْرِمْ بِخَلْقِ نَبِيٍّ زَانَهُ خلُقٌ
بالحُسنِ مشتملٍ بالبشرِ متَّسِمِ

ترجمہ: آپ کی شکل وصورت کیا خوب ہے محض حسن صورت ہی نہیں بلکہ حسن سیرت اور خلق عظیم نے زینت بخشی ہے چہرہ مبارک تازہ روئی اور بشاشت سے متصف ہے۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے کیا خوب شعر کہا ملاحظہ فرمائیں

نہ حسنش غایتے دارد

نہ سعدی راسخن پایاں

بمیرد تشنہ مستسقٰی

ودریا ہمچنان باقی

شرح: سوائے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں کوئی شخصیت ایسی نہیں پیدا ہوئی جو حسن صورت اور حسن سیرت دونوں کا حسین ودلکش مرقع ہو۔ جس کا حسن صوری بھی منتہائے کمال پر ہو اور حسن معنوی بھی۔ حسن صوری سے چشم ظاہر لذت یاب ہوتی ہے تو حسن معنوی سے چشم باطن جو ذات ان دونوں کا مجموعہ ہو اس سے دوست ودشمن کوئی بھی متائثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں یہی وہ دلکشی وجاذبیت تھی کہ جو شخص ایک مرتبہ آپ کے جمال جہاں آرا کا مطالعہ کرلیتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھ کر آپؐ کے ارشادات سے محظوظ بھی ہولیتا وہ آپؐ کا گرویدہ اور حلقہ بگوش بن جاتا تھا۔ کسی نے کہا ہے۔

جب سے قرآن میں دیکھا تیرا عکس جمال

میری نظروں میں نہیں تجھ سازمانے میں حسین

امام بوصیریؒ نے صورت و معنی کے امتزاج کو بہت ہی حسین پیرائے میں بیان کیا ہے۔ حقیقت ہے کہ حسن صورت تنہا کچھ نہیں جب تک حسن سیرت کا اس کے ساتھ امتزاج نہ ہو۔ صورت میں حسن وجمال، زینت و کمال، رعنائی و دلکشی حسن سیرت ہی سے پیدا ہوتی ہے حسن صورت بے نمک ہے حسن سیرت کے بغیر اس حقیقت کی طرف اشارہ عارف باللہ مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے بھی بڑے دلنشین انداز میں کیا ہے۔

آہ تو لذت ایمان سے بیگانہ ہے
مغز جس میں نہ ہو کس کام کا ہے وہ بادام

گویا چھلکا صورت ہے اور مغز سیرت ہے اس مغز کو نکلانے کے بعد صورت بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے لیکن جب اس صورت پر حسن سیرت کا غازہ لگ جاتا ہے تو دیدہ زیب اور جاذب نظر ہو جاتی ہے اور حوران بہشت کی نگاہیں بھی اس پر پڑنے لگتی ہیں۔

اک خونچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

یہ خَلق و خُلق صورت و معنی کا حسین امتزاج آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں جتنا پایا جاتا ہے وہ کسی میں نہیں ہے۔

کملی والے نگہ اہل محبت کے لئے ☆ کونسا حسن ترے عارض زیبا میں نہیں۔

حسن صورت کا محافظ حسن سیرت ہے یہی وجہ ہے کہ جس صورت کے ساتھ حسن سسیرت نہ ہو تو صورت کا حسن بہت جلد ماند پڑ جاتا ہے اسی لئے نیک سیرت انسانوں کے چہروں کا نور تادم مرگ باقی

رہتا ہے اور حسین سے حسین اور خوبصورت سے خوبصورت انسان کی صورت گناہوں کی وجہ سے بگڑ جاتی ہے سچ ہے اس حسین و جمیل محسن انسانیت محمد عربیؐ کا دنیا کے خوبصورت انسانوں پر بھی کتنا بڑا احسان ہے کہ بقائے حسن وجمال کے لیے حسن سیرت کا ایسا کیمیا نسخہ بتا دیا تاکہ اس کا حسن کبھی زائل نہ ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی صورت اور معنی کا وہ حسین پیکر تھی کہ دشمن بھی آپؐ کے کمال خلق و خلق کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ولیم میور کا یہ قول علامہ شبلیؒ نے نقل فرمایا۔ ہماری تمام تر تصنیفات محمدؐ کے بارے میں ان کے چال چلن کی عصمت اور ان کے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کمیاب تھیں، متفق ہیں۔ اس ذات سراپا حسن خلق مجسم کی جھلکیاں تفصیل کے ساتھ سیرت کی کتابوں میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

یہاں چند اقوال حضرات صحابہ کرامؓ کے پیش کرتا ہوں جنہوں نے قریب سے اس جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کیا تھا۔ سیّدنا حضرت عبد اللہ بن سلامؓ جو پہلے یہودی تھے جب پہلے پہل چہرہ اقدس پر انکی نظر پڑی تو بولے خدا کی قسم یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ سیّدنا حضرت جابر ابن سمرہؓ ایک صحابی ہیں ان سے کسی نے پوچھا آپؐ کا چہرہ تلوار کی طرح چمکتا تھا؟ بولے نہیں ماہ و خورشید کی طرح یہی صحابی روایت کرتے ہیں کہ ایک شب کو جب آسمان پر ابر نہ تھا اور چاند نکلا ہوا تھا۔ میں کبھی آپ کو دیکھتا تھا کبھی چاند کو دیکھتا تھا تو آپؐ مجھے چاند سے زیادہ خوبرو معلوم ہوتے تھے۔

شعر:

فلک پر میں کیوں ماہ تاباں کو دیکھوں
مرے چاند کی چاندنی اور ہی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ میں ایک خاص قسم کی خوشبو تھی۔ چہرہ مبارک پر پسینے کے قطرے موتی کی طرح ڈھلکتے تھے جسم مبارک کی جلد نہایت نرم تھی۔ سیّدنا حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ نہایت کھلتا ہوا تھا، آپؐ کا پسینہ موتی معلوم ہوتا تھا، میں نے دیبا اور حریر بھی آپؐ کی جلد سے زیادہ نرم نہیں دیکھے اور مشک و عنبر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے زیادہ خوشبو نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ راقم الحروف (سے مراد شارح قصیدہ بردہ ہیں) کو بھی اور اس سیاہ کار راقم الحروف کو بھی اور تمام بنی نوع انسان کو اس جمال جہاں آرا کی پُرنور شعاؤں سے مستنیز ہونے کی توفیق بخشے اور اسی ذات اقدس کی سنت پر فدا اور قربان ہونے کا دلوں میں جذبۂ فراواں عطا کرے۔ امین ثم امین یارب العالمین۔

سچ فرمایا ہے مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے۔

میں اُن کے سوا کسی پہ فدا ہوں یہ بتادے
لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے
ابد تک بھیج تو بھی اے مرے مولا سلام اُن پر
جو ہیں محبوب تیرے اور مخلوقات میں بہتر

(نقل کردہ از کتاب ذکر سید الکونین، شرح قصیدہ بردہ ملخصاص ۱۹۱)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا علی حبیبک خیرِ الخَلقِ کُلِّھِمِ

مقام کی مناسبت سے حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کا شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

نبوت سے مشرف گو سارے انبیاء ہیں لیکن
نبوت جس پہ نازاں ہے وہ فخر الانبیاء تم ہو

نعت

افضل ہے مرسلوں میں رسالت آنحضورؐ کی
اکمل ہے انبیاءؑ میں نبوت آنحضورؐ کی
ہے ذرہ ذرہ ان کی تجلی کا اک سراغ
آتی ہے پھول پھول سے نکہت آنحضورؐ کی
پہچان لیں گے آپؐ وہ اپنوں کو حشر میں
غافل نہیں ہے چشم عنایت آنحضورؐ کی
آتے رہے تھے راہ نمائی کو انبیاءؑ
جاری رہے گی رشدو ہدایت آنحضورؐ کی
آنکھیں نہ وہوں تو خاک نظر آئے آفتاب
صدیق جانتے ہیں صداقت آنحضورؐ کی
کھولے ہیں مشکلات جہاں نے کئی محاذ
کام آئی ہر قدم پر حمایت آنحضورؐ کی
میری نظر میں مرشد کامل ہے وہ بشر

تفویض کرسکے جو محبت آنحضورؐ کی
جو ہوگئے ہوں آپؐ کے آپ اُن کے ہوگئے
عادت نہیں ہے ترک مروت آنحضورؐ کی
انجم مثال نقش قدم جابجا ملے
لے کر کہاں چلی ہے محبت آنحضورؐ کی
میں ہوں زبان ماہ وثریا سے آشنا
ہے کائنات دہر حکایت آنحضورؐ کی
آہستہ سانس لے کہ خلاف ادب نہ ہو
ہے آئینہ کی طرح طبیعت آنحضورؐ کی
آنکھوں کو اپنی چومتا رکھ رکھ کے آئینہ
ہوتی اگر نصیب زیارت آنحضورؐ کی
چشم طلب میں کس کا اجالا آنحضورؐ کا
دنیائے دل میں کس کی حکومت آنحضورؐ کی
دانش میں خوف مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنت آنحضور کی

رسالت مآبؐ میں یہ گلہائے عقیدت احسان دانش نے پیش کئے۔

(نقل از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص۴۶۹ تا۴۷۱)

خصوصیات سید الانبیاء والمرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

خصوصیت نمبر ۱:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ (۴۹:۲۹)

ترجمہ:۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

آیت بالا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی ہے اور آنحضور ﷺ کا منصب بھی بتایا گیا ہے۔ ہر دو اعتبار سے آیت بالا خصوصیات نبویہ کی مظہر ہے۔

الف: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان کے اظہار میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہمایوں بھی اپنے اندر خصوصیت رکھتا۔ واضح ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کا ام بھی ایسا نہیں پایا جاتا کہ وہ نام ہی اپنے مسمّٰی کے کمالات نبوت کا شاہد عدل ہو یہ بہ نمونہ چند اسماء کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آدم علیہ السلام: کے معنی گندم گوں ہیں، ابو البشر کا یہ نام ان کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔

نوح علیہ السلام: کے معنی آرام ہیں باپ نے ان کو آرام وراحت کا موجب قرار دیا۔

اسحاق علیہ السلام: کے معنیٰ ضاحک یعنی ہنسنے والا ہیں ہشاش بشاش چہرے والے تھے۔

یعقوب علیہ السلام: پیچھے آنے والا یہ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ توام پیدا ہوئے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام: پانی سے نکالا ہوا جب ان کا صندوق پانی میں سے نکالا گیا۔ تب یہ نانام رکھا گیا۔

یحیٰ علیہ السلام: عمر دراز بڈھے ماں باپ کی بہترین آرزوں کا ترجمان ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام: سرخ رنگ چہرہ گلگوں کی وجہ سے یہ نام تجویز ہوا۔

اسماء بالا کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو کہ وہ کسی طرح مسمّٰی کی عظمت روحانی یا نوبت کی طرف ذرا سی بھی اشارت نہیں رکھتے مگر اسم سید الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین محمدؐ کی شان خاص ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام محمد بھی ہے اور احمد بھی۔ ہر دو اسمائے ذاتی ہیں وحدت مادہ موجود ہے یعنی حمد سے بنے ہیں اب معنی حمد کا سمجھنا ضروری ہوا۔ جب صفات میں کمال اور نعوت میں جلال اور فطرت میں احسان بر غیر اور فیضان عالم کے فضائل جمع ہو جائیں تو اس مجموعی کیفیت کا نام حمد ہو گا ثنا و تکریم رفعت شان، ورفعت ذکر اور استلزام جود وعطا کا مجموعہ حمد کہلاتا ہے۔ حمد کی یہ جملہ صفات بدرجہ اکمل ذات پاک سبحانی میں پائی جاتی ہیں۔ الحمد للہ کا حرف لام یہی بتلا رہا ہے اور اسم پاک حمید بھی اس راز کا انکشاف کرتا ہے۔

حضرت حسانؓ المؤید بروح القدس رضی اللہ عنہ نے اپنے مشہور قصیدہ کے مشہور بیت میں گویا اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَشَقَّ لَهٗ مِنۡ اِسۡمُهٗ لیُجلَّهٗ

فذوالعَرشِ محمودٌ وھٰذا محمَّدٌ

محمَّد حمَّدَ:

(مضاعف) سے مبالغہ کے لئے ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محمود ہیں، ملائکہ مقربین میں بھی محمود ہیں، زمرہ انبیاء و مرسلین میں بھی محمود ہیں، اور اہل زمین کے نزدیک بھی محمود ہیں، جو لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ نہیں پڑھتے وہ بھی ان سجایا و شیم کے مداح ہیں۔ جن کا لزوم وثبوت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے معنی اور آنحضورؐ کی ذات گرامی سے بدرجہ

اتم ہے۔ہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی مقام محمود والے ہیں اور لواء الحمد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے رایت شاہی کا نام ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا نام بھی انہی مناسبات سے حمادون ہے۔ محمد واحمد کے معانی میں الگ الگ فرق یہ ہے کہ محمد وہ ہے جس کی حمد و نعت جملہ اہل الارض والسماء نے سب سے بڑھ کر کی ہو۔ اور احمد وہ ہے جس نے رب السموت والارض کی حمد و ثنا جملہ اہل الارض والسمٰوت سے بڑھ کر کی ہو۔ لہٰذا اسم پاک علم بھی ہے اور صفت بھی وہ اپنے معانی کے اعتبار سے کمالات نبوت پر دال ہے اور مدلول بھی۔ یہ خصوصیت ہے جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء ساکت وخاموش ہیں۔

ب: اسم پاک کے ساتھ رسول اللہ کا علم بھی سورۃ الفتح، ع ۱۵ میں موجود ہے۔ رسول بروزن فعول بمعنی مرسَل ہے اللہ کی طرف مضاف ہونے سے اس کے معنٰی یہ ہوگئے ہیں کہ اس کی رسالت صرف منجانب اللہ ہے وہ کسی دوسرے کا پیغام نہیں سناتا اور کسی دوسرے کی بات پہنچانا اسکی شان سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ یہاں یہ لفظ بہ شکل مضاعف قرآن میں مستعمل نہیں ہوا۔ وہاں معرف بالاَم مستعمل ہوا اور اسی تخصیص کا عرفان دیتا ہے۔ آیت ”مُحمدٌ رسُول اللّٰہ“ اور آیت ”وما محمَّدٌ الّا رسول“ کی تنزیل سے آشکار ہو گیا کہ فرقان حمید میں جہاں کہیں بھی ”اطیعوا اللّٰہ وأطیعوا الرّسول“ کی وحی موجود ہے اور جتنی آیات اس کی ہم معنٰی پائی جاتی ہیں اُن سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات بابرکات مقصود ہے اور آنحضورؐ ہی کو رب العالمین نے مطاعِ عالم اور سید الانبیاء والامم مقرر فرمایا ہے۔ ”ومَا أرسلنا مِن رّسول إلا لیُطاعَ بإذن اللّٰہ“ (سورۃ النساء) ہم نے ہر ایک رسول کو اس لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت ہمارے اذن سے کی جائے کا طغرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے۔ ”ومَن یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فقد أطاعَ اللّٰہ“ (نساء) جس نے اس رسول کی اطاعت کی اسی نے اللہ کی اطاعت

کی۔ کا فرمان واجب الاذعان آنحضورؐ ہی کے احترام واحتشام میں نفاذ پذیر ہے اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند کو نہایت ارفع واعلیٰ ثابت کر دیا ہے۔

جملہ بالا آیات سے ثابت ہو گیا کہ ''محمدٌ رسُول اللہ'' وہی حضرت عبد اللہ کا فرزند، حضرت آمنہ کا جایا، مکی، مدنی، الامی، الہاشمی، القرشی، الکنانی، العدنانی فخر، حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ، دعائے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور بشارت، حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہیں جن کی اطاعت عالم وعالمیان پر تا انقراض عالم فرض عین ہے۔ اور یہ امر سید الکونین حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین محمد المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت میں ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وسلِّم دَائمًا أبدًا علی حبیبکَ خیر الخَلقِ کُلھِمِ

خصوصیت نمبر ۲:

''رسُولاً مِّنکُم'' وہ رسول تم میں سے ہے۔ یہاں ''منکم'' کے مخاطب قریش مکہ بھی ہیں جو سارے عرب میں مخدوم ومطاع مانے جاتے تھے۔ نیز اس کے مخاطب جملہ بنی نوع انسان بھی ہیں لہٰذا قابل غور ہے کہ ''منکم'' فرمانے میں کیا خوبی ومصلحت ہے؟ اسی پاک لفظ منکم نے ایک طرف انسان کا اشرف ما کان ہونا بتلایا، اور دوسری جانب ان کو تاہ بینوں کو نظر بلند پرواز کا ہم عنان بنایا، توہمات کے بادل چھٹ گئے، ظنون واوہام کا پردہ پھٹ گیا، ناواقفیت کا حجاب اٹھ گیا، اور نقش حقیقت لوح قلب پر جا گزیں ہوا کہ ہر ایک انسان اپنے اعلیٰ ترین کمالات اور اقتدار فوق الطبیعات کو رکھتا ہوا بھی بشر ہی ہوتا ہے۔ سیّدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے سرور کائنات ہیں کہ کمالات عبدیت کا اتمام واحتشام آنحضور ہی کے عنصر شریف بشریت پر ہوا۔ قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا ہے۔"ھل کنتُ إلا بشرًا رَّسولاً""نہیں ہوں میں مگر بشر اور رسول۔پس منکم نے درجہ بشریت کو بالاتر بنادیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمایوں کو کوتاہ بینوں کی خیالی توجیہات سے ارفع واعلیٰ ثابت کیا ہے۔جس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول رب العالمین اور مبشر اجمعین ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

یَا ربِّ صلِّ وسلِّم دائمًا أبدًا علٰی حبیبِک خیرِ الخَلقِ کلِّھِم

خصوصیت نمبر ۳:

"علَّمَک مالم تکُن تعلَمُ"

ترجمہ:۔تجھے علم سکھایا ان چیزوں کا جن کا تجھے علم نہ تھا۔

قرآن مجید کی آیات متعددہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھنا جانتے تھے اور نہ لکھا جانتے تھے۔اب لفظ"علمک"ظاہر کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم دی تھی۔دنیا میں شاگرد کو تعلیم قوت شنوائی وبینائی یعنی حسیات کے ذریعہ سے دی جاتی ہے پھر جب یہ تعلیم حواس انسانی میں قیام پزیر ہو جاتی ہے۔تو اس کا نام تعلیم پاجانا رکھا جاتا ہے۔حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعلیم اُن کے قلب سے شروع ہوتی ہے۔اَنْزَلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ۔لہٰذا اللہ کی تعلیم دینے میں اور بندہ کی تعلیم دینے میں بڑا نمایاں تفاوت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰی۔ہم تجھے پڑھائیں گے اور پھر تو نہ بھولے گا۔

تعلیم ربانی کا نسیان سے برتر ہونا وہ خصوصیت ہے جو دنیا کے کسی معلم یا متعلم میں نہیں پائی جاسکتی۔جب ہم قرآن پاک پر تدبر کی نگاہ ڈالتے ہیں اور احادیث پاک کو غور سے مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم

ہو جاتا ہے کہ ان میں احوال ماضیہ بھی موجود ہیں۔ اور اخبار مستقبلہ بھی مذکور ہیں اور عہد حال کے احکام بھی بکثرت ہیں۔ تب یقین ہو جاتا ہے کہ نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھیک اللہ تعالیٰ ہی سے تعلیم ملی تھی جو ماضی، حال، اور استقبال کا علم رکھنے والا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ خصوصیت نہایت خاص ہے کہ ایسی قوم میں پیدا ہوئے جن کو اَن پڑھ ہونے پر فخر تھا۔ ایسے ملک میں پیدا ہوئے جو ممالک متمدانہ سے بالکل الگ تھلگ ہے پھر چالیس سال تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان (مبارک) تعلیم و تعلم سے نا آشنا بھی رہی لیکن جب رب العالمین نے آنحضورؐ کو اپنے تلمذ میں لیا تو آنحضورؐ نے جملہ علوم و معارف اور حقائق و معانی کے دفتر کے دفتر کھول دیئے۔

آیت اولین

اِقْرَاء بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِيْ خَلَقْ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقْ

ترجمہ:۔ پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو علق سے پیدا کیا۔

پر نگاہ ڈالیئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی الف، با، تا حقیقت خلقت انسانی سے شروع ہوتی ہے اور یہ وہ مسئلہ دقیق ہے جس میں منتہی فلسفی بھی حیران ہیں۔ لہٰذا آیت بالا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی مظہر ہے۔

خصوصیت نمبر ۴: اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ"

ترجمہ:۔ کیا ہم نے تیرے سینہ کو نہیں کھول دیا۔

شرح صدر کے متعلق ایک اور روایت ہے جسے صحیح مسلم میں سیّدنا حضرت انسؓ سے بیان کیا گیا ہے اس واقعہ کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم صغر سنی سے ہے۔ جب کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم،

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبیلہ میں تھے حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے سینہ مبارک میں اثر مخیط بھی دیکھے تھے۔

شرح: شرح صدر کے متعلق دوسری روایت صحیحین میں حضرت انس بن مالک بن صعصعہؓ والی ہے جس میں شق صدر شب معراج کو بمقام حطیم ہوا تھا۔ قرآن مجید میں جس شرح صدر کا مذکور ہے وہ روایات بالا کی تصدیق فرماتا ہے اور بایں ہمہ وسیع تر معانی کا بھی اظہار کرتا ہے آیات ذیل پر غور کرو۔

(۱) ''فمن یُّرِدِ اللہ أن یهدیه یشرَح صدرهُ للإسلام ومَن یُّرِدْ أن یضله یجعَلْ صدْرَهُ ضیّقًا حرجًا''۔

ترجمہ:۔ جس شخص کو اللہ راہ راست دکھانا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور جس شخص کی گمراہی کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینہ کو تنگ بھچا ہوا کر دیتا ہے۔

(۲) ''أفمَن شرحَ اللہ صدرَه للإسلامِ فهوَ علی نورٍ من رَّبهٖ''(39:22)

ترجمہ:۔ بھلا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

(۳) ولکن من شرح بالکُفرِ صدرًا فعلیهِم عضَبٌ من اللہ''(16:106)

ترجمہ:۔ لیکن جن کا سینہ کفر کے لئے کھلا ہے اُن پر اللہ کا غضب ہے۔

(۴) ویضیقُ صدرِي ولا ینطلِقُ لسانی (26:14)

ترجمہ:۔ میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان رواں نہیں۔

(۵) قال رب اشرح لي صدری ویسرلي أمري (20:25-26)

ترجمہ:۔ کہا اے رب میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو آسان بنادے۔

آیت اول میں شرح صدر اسی حالت کو فرمایا گیا ہے جب ہدایت الٰہی توفیق راہ اور رفیق سالک ہو جاتی ہے اور سینہ میں دین صحیحہ کا شوق جوش زن ہوتا ہے۔

آیت دوم میں ہے کہ رغبت صحیحہ اور شوق اصلیہ کے بعد دین حقہ حاصل ہو جاتا ہے اور پھر برکات دین کے انوار کا حصول ہوتا ہے۔

آیت سوم میں ہے کہ جس شخص کا رجحان و میلان بہ جانب کفر ہوتا ہے وہی شرح بالکفر کا مصداق ٹھہرتا اور غضب الٰہی کا مستوجب قرار پاتا ہے۔

آیت چہارم و پنجم موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہیں۔ جب ان کو تبلیغ و انذار کے لئے فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تب انہوں نے اسی خدمت کو خوف وہراس سے دیکھا اور عرض کیا کہ میرا سینہ اس بار خدمت سے بھنچا جاتا ہے اس حالت نے جرأت کو پیچھے ہٹا دیا ہے۔ جب اُن کو اطمینان مزید منجانب اللہ عطا فرمایا گیا۔ تب انہوں نے آیت پنجم والی دعا کا استعمال کیا۔

پنجگانہ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کے لئے شرح صدر کے معنی یہ ہیں کہ صداقت و حقانیت کا غلبہ ہو جائے۔ اور قلب کو وہ اطمینان کل مل جائے جو ہدایت و نور تک فائز ہو جانے کے لئے کافی ہو نبی اللہ کے لئے شرح صدر کے معنی یہ ہیں کہ ابلاغ و انذار کے لئے ہمت عالی اور عزم راسخ اور استقامت محکم حاصل ہو۔ کسی بادشاہ جبروت، کسی کافر کی فرعونیت کا رعب سینہ صافی پر سایہ اگن نہ ہو سکے۔ اپنی تنہائی بے کسی، بے سرو سامانی کا بھی خیال اُٹھ جائے۔ اب آیت زیب عنوان کو سیّدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے ساتھ ملا کر پڑھو کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قُمْ فَأَنْذِرْ کا

فرمان ملا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عذر نہیں کیا کسی خوف وہراس۔ تکذیب کا خوف، قتل کا ڈر قلب پاک کے نزدیک بھی نہیں آسکے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو ایک فرعون کے پاس جانا تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاندین میں سینکڑوں ہی فرعون طینت تھے۔ فرعون تو ایک حکومت منتظمہ کا حکمران تھا۔ اس لئے اس نے قتل موسیٰ علیہ السلام کو باضابطہ کونسل میں پیش کر دیا تھا۔

"قَالَ لِلْمَلَاءِ حَوْلَهُ" إِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْم، يُرِيْدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ، قَالُوْا أَرجِه وأخاهُ۔

ترجمہ:۔ فرعون نے اپنے اردگرد کے سرداروں سے کہا کہ یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے اس کا ارادہ ہے کہ تم لوگوں کو جادو کی طاقت سے تمہارے ملک سے نکال دے۔ سرداروں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کو مہلت دیجئے۔

مگر عرب کے سفاک وخونریز تو نہ کسی کونسل کی رائے کے پابند تھے۔ اور نہ کسی سے مشورت کرنے کے روادار نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم ملتے ہی فوراً انذار وتبلیغ قوم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں وہ سینہ جو اب تک علوم درسیہ سے بھی خالی تھا۔ نور ومعرفت کا خزینہ اور ہدایت وعرفان کا گنجینہ بن جاتا ہے۔ ہزاروں در ہزار علوم وحکمت کے رموز واسرار اس سے نکلتے اور اہل دنیائے دنی کو ظلمات سے نور میں لانے کا سبب ٹھہرتے ہیں۔ آیات قرآنیہ پر تدبر کرنے والا جب دیکھے گا کہ شرح صدر وہ مقام رفیع ہے جس کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو خود طلب ومسائت کرنی پڑی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از سوال یہ عطیہ عطا ہوا اور پھر خود رب العالمین نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی تصدیق کا سوال بہ طور استفہام

تقریری فرمایا تو واضح ہو جاتا ہے کہ آیت بالا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت علیا کا اظہار فرمایا گیا۔

یارَبِّ صلِّ وسلِّم دائمًا أبدًا علی حَبِیْبَک خیرِ الخَلقِ کُلِّهِمِ

خصوصیت نمبر ۵:

وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ

ترجمہ:۔ ہم نے تیرے بوجھ کو تجھ پر سے اتار دیا۔

وزر بار گران کو کہتے ہیں۔ حمل وزر دوسرے کو بار گراں سے سبک دوش کر کے خود اس کے ذمہ داری کو لے لینا ہے اسی معنی میں ہے۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰی۔ کوئی گنہگار کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔

وزیر:۔ وہ عہدہ دار ہے جو سلطنت کی تمام ذمہ داریوں کا مرجع ہوتا ہے۔ سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب بار نبوت ڈالا گیا تو انہوں نے دعا کی وَاجْعَلْ لِي وَزِيْرًا مِنْ أَهْلِي هارُوْنَ أَخِي میرے کنبہ میں سے ایک کو میرا وزیر بنادے میرا بھائی ہارون اس منصب کا شیان ہے۔(20:29-30)

اس سے ظاہر ہے کہ فرائض نبوت کی ادائیگی کچھ آسان نہ تھی۔ سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو پہلے ہی دن وزیر ملنے کی درخواست کر دی تھی ۔۔ مگر سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میدان میں یکتہ و تنہا قدم رکھا تھا۔ اور آفتاب عالمتاب کی طرح فضاء میں چھائے ہوئے تاروں کی کثرت پر یا عالم پر طاری شدہ گہری ظلمت پر نظر نہ کرتے ہوئے بذات واحد علم توحید اور رایت تبلیغ کو بلند فرمایا تھا۔ اس ایثار بے جگری اور اس اطاعت وفرمان برداری کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ

خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت فرماتا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے۔ زبان عرب میں موازرت بہ معنی معاونت مستعمل ہے "وازرتُ فلانًا موازرۃ" کے معنی کے ہیں۔ "أعنتُه علی أمرِہٖ" یعنی اس کے کام میں مدد کی وہ بوجھ کیا تھا مفسرین کے اقوال متعدد ہیں۔ اور یہ ضروری ہے کہ بعض کو بعض پر ترجیح ہو ترتیب کلام پر نظر عائز ڈالو یہ آیت۔

"اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ اور وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" کے درمیان واقع ہوئی ہے لہٰذا یہ زیادہ موزوں ہے کہ اس آیت کا زمانہ بھی ہر دو حالتوں کے درمیان میں ہو۔ اس وزر کا اندازہ مندرجہ ذیل آیات سے ہو سکتا ہے۔

(۱) لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ أَنْ لَا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ (سورت شعراء)

ترجمہ:۔ کیا تم اپنی جان کو اُن کی اس حالت پر ہلاک کر دو گے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔

فَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْن (یاسین)

ترجمہ:۔ اُن کی باتوں سے آپ کے دل پر صدمہ نہ ہونا چاہئے۔ ہم اُن کی چھپی اور کھلی حالت کو خوب جانتے ہیں۔

اہل ضلالت کا کفر پر لزوم، شرک پر جمود، دلائل سمعیہ وبراہین بصریہ پر التفات سے انکار، تقلید آباء پر اصرار، تحقیق حق سے فرار، فواحش کی کثرت، اباطیل کی اشاعت، انسانیت کا فقدان، سبعیت کا زور، یہ سب وہ امور تھے جن کا سننا، دیکھنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بار خاطر تھا قوم کا ایسی نجاسات میں آلودہ ہونا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم پر درد دل پر سخت صدمہ تھا اللہ تبارک وتعالیٰ کی اعانت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم رفتہ رفتہ پھیلتی گئی کفر وضلالت کی تاریکیاں چھٹتی گئیں۔ رب العالمین نے ملک کے

گوشہ گوشہ سے ان پاکیزہ منش لوگوں کو اُبھارا اور خدمت عالی میں اُن کو پہنچایا جو اسلام کے لئے سابقین اولین ٹھہرے۔ انہوں نے نہ صرف اپنے لئے غذائے روح حاصل کی بلکہ سینہ نبوی سے وہ درد دل بھی اخذ کیا۔ جو کہ درمندوں کا غم گسار ٹھہرا اور مجروحوں کا چارہ کار بنایا مثلاً صدیق الامت (بادشاہ وفاء) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ، اموی ، فہری ، تیمی ، مخزومی ، اسدی ، عدوی ، قبائل میں نور تبلیغ پہنچایا۔ حبشی ، بربری ، سوڈانی ، امۃ وغلام کو روشن خندہرو ، بشارت یافتہ چہرے "مُسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ" کی جماعت میں داخل کیا۔

خاتم الخلفاء امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی مرتضیٰؓ نے آل ہاشم وآل بنو طالب میں نصرت ومعیت کا آوازہ لگایا۔ سیّدنا حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ نے ریگستان میں اور سیّدنا حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے طائف کے کوہستان کی چوٹیوں پر اس پیغام کو پہنچایا۔ سیّدنا حضرت مصعب بن عمیرؓ نے مدینہ منورہ میں تبلیغ کا باقاعدہ مدرسہ کھولا۔ سیّدنا حضرت جعفر طیارؓ نے دربار حبش میں اسی پیغام کی صدا بلند فرمائی یہ وہ نظارہ تھا جس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بوجھ کو ہلکا کر دیا تھا۔ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک بازو کی قوت اور کمر کی صلابت واستقامت اور قلب کا سکینہ بن گیا تھا۔ فی الحقیقت یہ وہ کمال ہے جو سیّدنا ومولانا محمد النبی الامّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔

یارَبِّ صلِّ وسلِّم دائمًا أبدًا علٰی حَبِیْبِکَ خیرِ الخَلقِ کُلِّھِمِ

خصوصیت نمبر ٦:

ورفعنا لکَ ذِکرَکَ

ترجمہ:۔ اور ہم نے تیرا نام بلند کر دیا۔

بحر کاہل کے مغربی کنارہ سے لے کر دریائے ہو آنگ ہو کے مشرقی کنارہ تک کے رہنے والوں میں سے کون ہے جس نے صبح کے روح افزاء جھونکوں کے ساتھ آذان کی آواز نہ سنی ہو۔ جس نے رات کی خموشی میں ''أشهد أنَّ محمدًا رسول الله'' کی سریلی آواز کو جان بخش نہ پایا ہو۔ بغوی نے باسناد ثعلبی ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے ''ورَفعنا لَکَ ذِکْرکَ'' کی حقیقت دریافت کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتلایا ''إذا ذکرتَ معِي'' ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس ارشاد الٰہی میں آذان واقامت، تشہد وخطبہ مراد ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں۔

أغرَّ علیه للنُّبوةِ خاتم
مِن الله مشهور یلوح ویشهَدُ
وضم الإلٰهُ اسم النبي مع اسمهٖ
إذا قال في الخمسِ المؤذِّنُ أشهَدُ
وشقَّ له من اسمهٖ لیجِلَّهُ
فذو العرشِ محمودٌ وهٰذا محمَّدُ

ضرور پہنچ جاتا ہے ہاں وہ اعلان صرف اس کے نام ہی کا اعلان نہیں بلکہ اس کے کام کا بھی اور صرف کام کا ہی نہیں بلکہ اُس کے پیغام کا بھی اعلان ہے۔ بے شک یہ اعلیٰ خصوصیت صرف اسی برگزیزہ انام کے نام نامی کو حاصل ہے جسکی رفعت ذکرہ کا ذمہ دار خود رب العالمین بنا ہے اور جس کی بابت یسعیا نبی کی کتاب میں پیش گوئی فرمائی گی تھی کہ اس کے نام کو برکت دی جائے گی۔

رفعت ذکر کا بیان جس طرح اہل ایمان کرتے ہیں اُسے بی یاد رکھنا چاہئے ہم نے موجودہ بائبل سے ثابت کر دیا ہے۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے لے کر سیّدنا یعقوب وسیّدنا موسیٰ وسیّدنا داؤد وسیّدنا سلیمان وسیّدنا یسعیاہ، یرمیا، دانیال، حزقی ایل، حبقوق، ملاکی، یحیٰ، سیّدنا عیسیٰ علیہم السلام نے محامد محمدی اور نعوت مصطفوی کو اسالیب بدیعہ اور علامت متنوعہ کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے اور یہ وہ امر عظیم ایشان ہے جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں۔

انجیل اول کے مصنف سینٹ متی نے ان چند پیش گوئیوں کی تلمیحات پر اشارہ کیا ہے۔ جو سیّدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی بابت صحف سابقہ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی منصف ہے تو ان مجمل اشارات کو دیکھے اور جناب متی نے جو طریق استدلال نکالا ہے۔ اس کا موازنہ کرے اور پھر ان آیات بینات کو دیکھے جو بائبل ہی کے اندر ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر ثابت و متحقق ہیں۔ سینٹ متی کو جو محبت صادقہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ نیز جو دسترس کامل اُن کو مضامین بائبل پر حاصل تھی۔ ہم ان دوامور کو پیش نظر رکھتے ہوءینہایت وثوق سے یقین کرسکتے ہیں کہ سینٹ مذکور نے کوئی ایسی پیش گوئی اپنی انجیل مُں درج کرنے سے باہر نہیں چھوڑی جس کا تعلق جناب مسیح علیہ السلام کی ذات گرامی سے تھا۔ ہم بھی متیٰ کی بتلائی ہوئی پیش گوئیوں کا مصداق جناب مسیح ہی کو تسلیم کر لیتے ہیں اور بعد ازاں ان پیش گوئیوں کو لیتے ہیں جو جناب متی کے زمانہ تک بہ طور پیش گوئی (خبر مستقبل) موجود تھیں اور جن کا مصداق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے سوا اور کسی کو بھی نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اور نہیں ٹھہرایا گیا تھا۔یہودی، عیسائی، مسلمان سن رکھیں کہ اسی موجود بائبل کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام

مقام ولادت اور دار ہجرت اورآنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے قبائل کے نامآنحضورؐ سے برسرپیکار آنے والی قوموں کے نام اور ان کے انجام ایسی وضاحت سے پائے جاتے ہیں۔
"ورَفعنالکَ ذِکرَکَ" کی صحیح تفسیر ہیں اور اُن سے یہ امر بہ وضوح تام ظاہر ہوجاتا ہے کہ رب العالمین نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت ذکر کا اہتمام صدیوں پیشتر کیسے زبردست اعلانات سے فرمایا تھا۔بے شک اس فضیلت علیا میں اور کوئی بھی بزرگوارآنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سہیم ثابت نہیں ہوا۔ وللہ الحجۃ البالغہ

خصوصیت نمبر ۷:

(۱)ما ودک ربک وما قلٰی (۹۳:۳۱)

(۲)وللاٰخِرَۃُ خیرٌ لَّکَ من الأولٰی (۹۳:۴)

(۳)ولسوفَ یُطِیکَ ربُّکَ فترضٰی (۹۳ :۵)

(۱) تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا، نہ تجھ سے ناراض ہوا۔
(۲) آخرت تیرے لئے اولیٰ سے بہتر ہے۔
(۳) تیرا رب تجھے اتنا کچھ دے گا کہ تو راضی خوش ہو جائے گا۔

ہر سہ آیات سورۃ ضحیٰ کی ہیں۔ علمائے مفسرین کا اتفاق ہے کہ ابتدائے بعثت میں اول اول کلام الٰہی کا نزول ہوا۔ اور اس کے بعد وحی میں ابطاء (دیر ودرنگ) ہو وحی کا رک جانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب صادق کی ترقی اور سوق کی افزونی کا سبب ٹھہرا۔ یہ ظاہر ہے طلب واشتیاق تردد واضطراب سے جدا

نہیں رہ سکتے قلب وروح پر وحی ربانی نے جو باب علوم وحقائق کھول دیا تھا اس کے لئے بیش از بیش کیوں طلب نہ بڑھ جائے۔ زمان ہجر بڑھتا گیا تو اشتیاق صادق میں گوناگوں توجیہات پیدا ہونے لگیں۔

ا: ابتداء تو خود اس ربانے کی۔

۲ : اس نے خود اپنے پیام سے مجھے شاد کام فرمایا۔

۳: پھر اب یہ خاموشی کیسی۔

۴: نہیں اُس بارگاہ عالی کی جانب لفظ خاموشی کا اطلاق بھی کیوں صحیح ہو۔

۵ : یہی داخل ادب ہے کہ میں اس کے سبب کو اپنی ہی طرف منسوب کروں۔

۶ : کیا مجھے اسی نشہ میں، اسی تڑپ، اسی سوز، اس گزار میں چھوڑ دیا جائے گا۔

۷ : اس حالت کا خاتمہ کب تک ہو گا۔

یہ وہ خیالات ہیں جو محب صادق کے دل میں جوش زن ہو سکتے ہیں آخر انتظار کا زمانہ ختم ہوا۔ بارگاہ قدسی سے ایسے خیالات کا ازالہ کیا گیا، جن کو شوق وارادت کی مجموعی حالت نے پیدا کر رکھا تھا۔ یا سوز وگہراز نے قالت قلب کو گرما رکھا تھا۔ پیارے تو دیع کیسے کہتے ہیں۔ قلٰی کا ذکر کیا ہے جس مالک کی ربوبیت نے تجھے پالا پوسا ہے۔

جس نے از آدم تا ایں دم

"تقلبک في الساجدين"

کے اطوار میں تیری نگہداشت فرمائی ہے جس نے تیرے آبائے کرام اور امہات عظام کی ظہور ویطون کو پاک وطاہر رکھا ہے۔

جس نے ایام یتیمی میں تیری حفاظت در یتیم کی طرح کی ہے۔
جس نے عیال کثرت میں بھی تجھے اس جنجال سے پاک رکھا ہے۔
جس نے کوہ حرا کو تیرے لئے طور بنا دیا ہے۔

جس نے آگ کی ظاہری چمک کے بغیر تیری آنکھوں کے نور سے تیرے قلب کو سرور سے، تیری روح کو رواح سے، تیرے ایمان کو ایقان سے معمور، بھرپور اور نور علی نور کر دیا ہے، اس کی طرف سے وداع و قلیٰ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ صحیحین میں جندب ابن سفیان بجلیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو یا تین شب بوجہ شکایت جسمانی بستر سے نہ اُٹھے تھے۔

ایک عورت نے آکر کہا کہ محمد میں سمجھتی ہوں کہ تیرا شیطان تجھے چھوڑ گیا اور علیحدہ ہو گیا کیوں وہ دو تین شب سے تیرے پاس نہیں آیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قلیٰ کا لفظ اس کافرہ نے استعمال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں۔ اچھا اب ہم تمہیں ایک مثردہ روح پرور سے شاد کام کرتے ہیں کہ اب آنے والا زمانہ گزرے ہوئے وقت سے خوش تر و نکوتر ہو گا۔ آیت بالا میں لفظ آخرت کے معنی عالم آخرت دالجزاء یقیناً ہیں۔ لیکن اس لفظ کا اطلاق وسیع معنی میں بھی ہوا ہے۔

ثم اللہ یُنشئُ النشأۃ الأخِرۃِ (عنکبوت)
"مسمِعنا بھٰذا في المِلّۃِ الا خِرۃِ"۔

لہٰذا آخرت کا ترجمہ مابعد بھی ہو سکتا ہے خازن تجرید فرمایا ہے "وحمل الا خرۃ علی ظاھرھا من خیر الدنیا والآخرۃِ معاأولٰی"

إقرَاء باسمِ ربِّکَ الذي خلق اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ تو اس در گاہ کی بسم اللہ تھی۔

آئندہ معارف و حقائق کے دروازے کھلے رہیں گے اور انوار و برکات اور مشاہدات تدلیات کے ترشحات چمن آرائے نبوت ہوں گے۔ نصر و تمکین کا نشان سر بلند ہو گا۔ فراوانی علوم اور کثرت مؤمنین کا نظارہ خوش ائندہ۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ترتیل و تنزیل کے ساتھ یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ بائبل میں پہلے سے یہ پیشگوئی موجود تھی حکم پر حکم، حکم پر حکم، تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔ عطا و نوال کی مقدار کو خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی و رضا پر مقرر فرمایا گیا۔ اور عطیہ کا اندازہ صرف قلق و اضطراب کے ازالہ کی حد تک مقصود کیا گیا بلکہ خود طلب و شوق کی فراخی اور دل و روح کی خوشنودی کو اس کی حد بتلایا گیا۔ یہ انتہائی تھی فضل و اکرام کی یہ حد تھی تکمیل کمالات کی۔ یہی خاتم النبیین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی خاصہ ہے کہ عطیہ کی مقدار کو خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی و رضامندی کی حد تک بڑھا دیا گیا ہے۔ اسی خصوصیت کی تکمیل فرماتے ہوئے رب العالمین نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو بھی خلعت رضوان سے مشرف فرمایا۔

الف: لقَدْ رضِی اللہ عنہ عن المؤمنین إذ یبایعونک تحتَ الشجرةِ (۴۸:۱۸)

ترجمہ:۔ اللہ مؤمنوں سے رضامند ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سیبیعت کرتے تھے۔

ب: رضی اللہ عنھم ورضُوا عنه (البینۃ)

ترجمہ:۔ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

ج: الذين اٰمنوا وهاجرو وجاهدوا في سبيل الله بأموالهِم وأنفُسهِم أعظمُ درجَةً عندالله وأولٰئِکَ هم الفائزون

ترجمہ:۔ ایمان لانے والے جنہوں نے ہجر کی اور راہ خدا میں مال اور جان سے جہاد کیا یہ لوگ اللہ کے ہاں بہت بڑے درجہ والے ہیں۔ اور یہی اپنی مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔

"یبشرهم ربُّهم برحمةٍ منه ورضوانٌ وجنتٍ لهم فیها نعیم مقیم"

ترجمہ:۔ اُن کا رب ان کو اپنی رحمت اور رضوان اور جنات کی۔

بشارت دیتا ہے بہشت جس میں دائمی نعمتیں ہیں اُن کے لئے ہوں گے فرمایا۔

وَرِضۡوانٌ مِن اللهِ اَکۡبَرُ ذٰلِکَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ

ترجمہ:۔ اللہ کی رضوان تو سب سے بڑھ کر ہے اور یہی سب سے بلند تر کامیابی ہے۔

رضیتُ لکُم الإسلامَ دینًا (انعام)

ترجمہ:۔ میں خوش ہوں کہ اسلام تمہارا دین ہو۔

ہمارا یقین وایمان ہے کہ شان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے کہ آنحضورؐ کے دست مبارک پر ایمان لانے والوں کو بھی رضائے رحمن اور خوشنودی منان کا گراں مایہ عطیہ ارزانی فرمایا گیا۔ اور اس طرح پر وہ وعدہ صادق پورا کیا گیا جو آیت زیب عنوان میں ہے۔

ولَسَوۡفَ یُعطِیکَ ربُّکَ فترضٰی ۔ تیرا رب تجھے وہ کچھ دے گا تو خوش ہو جائے گا۔

اس کا مکمل نظارہ اہل ایمان یوم الدین کو ملاحظہ کریں گے۔ جب کہ اُن کے طلب وسوال اور درہم وگمان سے بھی سینکڑوں درجہ بڑھ کر انعامات کا نزول فرمایا جائے گا۔

(نقل کردہ از کتاب رحمۃ للعالمین ملخصاص ۱۳ تا ۳۱ جلد سوم)

خصوصیت نمبر ۱۰:

"النبي الأمي" وہ نبی اُمی ہیں۔

امّی یہ محقق ہے کہ سیّدنا و مولانا محمد ن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے "سوا الرسول النبي الأمي" اور کسی نبی کا لقب نہ تھا۔ سیّد الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی لقب انبیائے کرام علیہم السلام کو اور امم سابقہ کو بتلایا گیا ہے۔ علماء نے اسم امی کے متعلق جو پاکیزہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں۔ ناظرین و قائرین کے لئے اُن پر عبور موجب فرح و سرور ہو گا۔

الف: امی ام القریٰ کی نسبت سے ہے اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کا نام ام القریٰ فرمایا ہے۔

"ولِتنذِرَ أمَّ القُرىٰ ومَن حَولَها" (۶:۹۲)

ترجمہ:۔ کہ تو ام القریٰ کو اور اس کے گرد کی بستیوں کو ڈرائے۔

الغرض تاریخ اور روایت کے مجموعی اتفاق سے ثابت ہے کہ مکہ مکرمہ ام القریٰ ہے اب سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی طرف توجہ کرنا چاہیے انہوں نے بنائے مکہ کے وقت یہ دعا کی تھی۔ "ربِّ جعَلْ هٰذا بلدًا اٰمنًا وَّ ارزُق أهلَهُ مِن الثَّمرَاتِ" (بقرہ)

ترجمہ:۔ اے رب اس جگہ کو امن والا شہر بنائیو، اور یہاں والوں کو میوہ جات کھلایا کیجیو۔

دعا کے یہ الفاظ بھی ہیں۔

وابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ (بقرہ)

ان میں ایک شاندار رسول بھی جو انہی میں سے ہو مبعوث کیجیو دعائے خلیل علیہ السلام میں دو باتیں عجیب ہیں۔

(۱) اس بستی کے رہنے والوں کے لئے جہاں کی زمین نا قابل زراعت ہے میوہ جات و ثمرات بکثرت ملنے کی استدعا۔ ان الفاظ کی برکت آج تک نظر آرہی ہے کہ مکہ مکرمہ کے بازار سبزیوں، رکاریوں، اور گونا گون میوہ جات سے بھرے نظر آتے ہیں۔ یہ علامت ظاہری اس امر پر دال ہے کہ رب العالمین نے فی الواقع اپنے خلیل کی دعا کو من وعن شرف قبولیت بخشا۔

(۲) یہی دعا بوضوح بتلارہی ہے کہ صرف خوراک جسمانی یالذائذ کام ودہن تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ روحانیت کے لئے دعا کے الفاظ زادہ پر زور تھے۔ وعدہ کا رسول اور دوائے خلیل کا رسول مبعوث ہوا اور بڑی شان کے ساتھ مبعوث ہوا۔ اس کے جنسی و نسبی تعلقات انہی لوگوں کے ساتھ تھے۔

ب: امت کی ''ت'' بہ وقت نسبت گر گئی ہے جیسے مکہ سے مکی اندریں صورت اسم امی اس حدیث صحیح کی تفسیر ہے جو صحیح مسلم میں بروایت انسؓ موجود ہے۔

''أنا أكثر الأنبياء تبعًا'' کثرت امت کے لحاظ سے میں سب انبیاء سے بڑھا ہوا ہوں۔

ج: اسم امی، ام کی طرف منسوب ہے، اس اعتبار سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوہ پاکی فطرت و عصمت منجانب رب العزت جملہ عیوب و نقائص سے ایسے ہی پاک وصاف ہیں جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا شدہ بچہ ہوتا ہے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہانے انہی معافی پر نظر رکھتے ہوئے اشعار ذیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پڑھے تھے اور اُن اشعار کو سن کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور الوقت ہوئے تھے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول ص ۲۰ بروایت خطیب وابن عساکر)

اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ومُبَرَّءٌ مِن کُلِّ غبرِ حیضَةٍ
وفسادِ مرضِعةٍ وداءٍ مخیَّلِ
وإذا نظَرتَ إلى أسَرَّةِ وجهِهِ
برقَت برُوقَ العارِضِ المتَهلَّلِ

د: اُمي ام کی طرف منسوب ہے اس اعتبار سے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولادیت کے بعد اکتساب علوم وفنون کی جانب کوئی رغبت نہ کی تھی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لوح قلب پر تقریر یا تحریرا کسی ایک حرف کا نقش بھی ثبت نہ ہوا تھا۔ ملک عرب کی حالت بھی یہی تھی کہ وہ لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے تھے وہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں پوری کردیا کرے، جو ایک ایسے بچہ کی ہوتی ہے جو نہ مکتب گیا، نہ درس لیا، نہ قلم ہاتھ میں پکڑا، نہ سبق زبان پر جاری ہوا۔ یہودیوں نے اسی لئے اہل عرب کا نام امیون رکھ دیا تھا۔

ذٰلِکَ بأنهُم قالو ليس علينا في الأمیین سبیلٌ (جمعہ)

ترجمہ:۔ اللہ وہ ہے جس نے امیون کے اندر شاندار رسول کو مبعوث فرمایا۔

یہی لفظ اہل کتاب کے ناخواندہ اشخاص کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے۔

وَمِنۡهُمۡ أُمِّيُّوۡنَ لاَ يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتَابَ

ترجمہ:۔یہودیوں میں ایسے ناخواندہ بھی ہیں جن کو کتاب کا کچھ علم نہیں۔

الغرض لفظ امی سے ثابت ہوتا ہے کہ سید الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طرز و طریق خواندگی اہل دنیا سے بالاتر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو دوسری جگہ اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

وَمَا كُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنۡ كِتَابٍ وَلاَ تَخُطُّهٗ بِيَمِيۡنِكَ إِذًا لاَّرۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ (۲۹:۴۸)

ترجمہ:۔اے رسول قرآن سے پہلے تو تم نہ کسی کو پڑھا کرتے تھے اور نہ تمہارے دست راست نے کبھی کوئی خط کھینچا تھا تب یہ بطلان والے شک بھی کرسکتے معنی بالا کے لحاظ سے اسم نبی الامیؐ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا معجزہ ہے۔

یارَبِّ صلِّ وسلِّم دائمًا أبدًا علٰی حَبِیۡبِکَ خیرِ الخَلقِ کُلِّهِمِ

واضح ہوا کہ نبی، نباء سے ہے اور نباء واقعہ عظیم اور اعلام ذوالاہتمام کو کہتے ہیں۔یعنی نبی وہ ہے جو علوم عالیہ اور وقائع عظیمہ کی اطلاع اہل علم کو دیتا ہو۔ اور جب یہ لفظ اللہ کی طرف مضاف ہوتا ہے تب اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ نبی وہ جو علوم عالیہ اور شرائع عالیہ اور نوامیں ربانیہ کی اطلاع براہ راست اللہ تعالیٰ سے کرتا ہو۔ نبی کو نبوۃ سے بھی مشتق بتایا گیا ہے۔ نباوت کے معنی مقام مرتفع ہیں اور نبی وہ ے جو اُس مقام علیا پر فائز ہو۔ جہاں کوئی انسان اکتساب و محنت وریاضت سے نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس مقام پر اس کے فائز ہونے کا سبب محض اصطبائے ربانی ہوتا ہے۔

"نبي الأمي" کے وصف نے بتلادیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی الامی کے لقب سے یاد کیاجاتا، بلایاجاتااورآنحضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرز خطاب سے خرسند و مسرور ہوا کرتے تھے۔اب اہل زمانہ کاحال دیکھو کہ جو نہی کسی شخص کو ذراشدبد کہنے کی لیاقت ہوئی۔ تو وہ اپنے لئے فاضل، اکمل، لوذی، المعی، علامہ وغیرہ الفاظ سننا اور کہلانا پسند کرتا ہے۔اور یہ ہر ایک صاحب قلم وزبان آور کا فطری خاصہ ساہوگیا۔ کہ وہ چاہتاہ کہ اصلیت سے بڑھ کر اس کے علم وفضل کا اندازہ لگایا جائے۔لیکن ایک سیّدنا محمد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو ہر وقت ناخواندگی کا اعتراف اور امی ہونے کا اقرار ہے۔اس اعتراف واقرار پر بھی ہزاروں علماء سینکڑوں فلاسفر حاضر ہوتے۔زانوئے ادب تہہ کرتے اور اقرار کرتے کہ ان لوگوں کا علم وفہم اورآنحضورآنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفان قطرہ وقلزم کی مثال رکھتے ہیں۔ غور کرو کہ جو شخص دنیامیں کسی کا شاگرد نہیں بناوہ تمام دنیاکا استاد بناہوا ہے۔ محاسن اخلاق، محامد اعمال تدبیر منزل، سیاست مدن، اقتصادیات، سیاسیات، عمرانیات، کے درس اور دماغ کو روشن قلب کو مجلی، روح کو منور بنانے والی تعلیم دے رہاہے اس کی درسگاہ قدس کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے وہاں داخلہ کی کوئی فیس نہیں ہے وہاایک صحرانشین اور ایک شہری ایک فلاسفر اور ایک بدوی پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئی ہیں اور بہ آن واحد اپنی اپنی استعداد و قابلیت کے موافق مستفیض و مستفید ہورہے ہیں اندریں صورت اُمّی لقب سے "علمني ربي فاحسن تاربي" کا نور ظہور بخش ہے اور "يعلمهم الكتاب" کا دعوی متحقق ہو رہاہے۔

لقب اُمّی کی وجہ یہ بھی ہے کہ اول انبیاءً ابو البشر آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الانبیاءً نبی اسرائل عبد اللہ عیسی بن مریم علیہ السلام تک جملہ انبیاءً و مرسلین نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نعوت عالیہ اور یائے نسبت اس راز کی کاشف ہے۔

اُمّی	بزبان	گویا و	فصیح
از	میم و	آدم	الف مسیح

یا ربِّ صلِّ وسَلِّمْ دائمًا أبدًا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

خصوصیّت نمبر ۱۱:

"إنا أعطینک الکوثر" (۱۰۸-۱)

کوثر بروزن فوعل ہے اور یہ وزن مبالغہ کے ہے آتا ہے۔ لفظ کثرت تو خود ہی فراوانی افزونی کے معنی کیلئے ہے۔ جب اُسے بروزن مبالغہ استعمال کیا گیا تو اس کے معنی کثرت بلا بالائے کثرت اور فراوانی بیش از فراوانی اور افزونی بر افزونی ٹھرے۔

صحیح بخاری میں ہے۔ "عن أبی بشیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنهما الکوثر الخیر الکثیر الذی اعطاہ اللہ ایاہ قال امو بشر قلت لسعید بن جبیر ان اناسا یزعمون انه نهر فی الجنّة فقال السعید النهر الذی فی الجنة من الخیر الکثیر الذی اعطاہ اللہ ایاہ۔

ترجمہ: ابو بشر نے سعید بن جبیر سے انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ کہ کوثر کے معنی وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالی نے خصوصیّت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ ابو بشر

کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ لوگوں کا گمان تو یہ ہے کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے جو جنت میں ہے سعید نے جواب دیا ہاں وہ جنت والی نہر بھی تو اسی خیر کثیر ہی میں سے ہے اللہ تعالی نے خصوصیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔

حوض کوثر کے وجود کی تصدیق صیحین کی حدیث عن انس رضی اللہ تعالی عنہ سے ہوتی ہے لہذا حوض کوثر کے وجود اور عطیہ پر یقین رکھتے ہوئے بھی یہ تفسیر صحیح ہے کہ آیت زیر عنوان میں رب العالمین کی طرف سے انعامات نامتناہی اور عطیات غیر محدود کی آگائی فرمائی گی ہے اس خیر کثیر کے تحت میں بہت سی اشیا کا ذکر کیا جا سکتا ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے ذکر کیا ہے۔

ازان جملہ

ا: امّت محمد یہ، ایسی نبوّت جامعہ اور ریاست عامہ اور دعوت کاملہ اور ہدایت بالغہ پہلے کب کسی کو عطا ہوئی تھی۔ اسی نبوّت کے ثمرات میں سے ہے کے "من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ" جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی کا فرمان صادر ہوا۔ اور اسی نبوّت کے گلہائے رنگین میں سے ہے۔ وما ارسلنا من رّسول الا لیطاع باذن اللّٰہ۔

ہم نے جو رسول بھیجا وہ اس لیے بھیجا کہ اس کی اطاعت ہمارے اذن کے تحت میں کی جائے۔

کے منشور کی اشاعت فرمائی گی۔

صاحب کوثر وہی ہے جس کی اطاعت کا امر الہی جاری ہوا، صاحب کوثر وہی ہے جس کی اطاعت کو اطاعت ربّانی فرمایا گیا، صاحب کوثر کی نبوّت وہی نبوّت ہے جس کی قدامت تاریخ بشر سے پہلے کی ہے اور جس کی نہایت انتہائے عالم سے ملی ہوئی ہے ربّ العالمین کے کلام پر غور کرو وہ یہ بھی فرماتا ہے۔

شہد اللہ انہ لا الہ الا ھو

ترجمہ:۔ اللہ کی شہادت ہے کہ اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں۔

نیز وہ یہ بھی اعلان فرماتا ہے۔ واللہ یشھد انک لرسولہ

اللہ کی یہ بھی شہادت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول یقیناہیں۔

جب رب المشرقین ورب المغربین خود شہادتین کو خود اپنی شہادت سے مصدق ومؤکد فرماتا ہے تو نبوّت محمّدیہ اور رسالت مصطفویہ کے خیر کثیر ہونے میں کیا کلام رہ جاتا ہے۔

ازان جملہ ۲: کوثر سے مراد اسلام ہے، وہی اسلام جس کے سوا اور کوئی دین اللہ تعالی کے حضور مین مقبول ومنظور ہی نہیں وہی اسلام جس کا انبیائے عظام نے ہمیشہ اعلام فرمایا۔ وہی اسلام جو سعادت داین کا جامع اور اصلاح وفلاح ثقلین کا ذخیرہ ہے۔

ازان جملہ ۳: کوثر سے مراد کثرت اُمّت محمّدیہ ہے کثرت حد وعدد کے احاطہ سے باہر ہے یوما فی یوم ترقی پذیر ہے۔ سنہ ء۱۸۸۱ میں ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد پونے چار کروڑ بیان جاتی ہے اور سنہ ء ۱۲۹۱ کی مردشماری میں انکی تعداد پونے سات کروڑ شمار میں آئی ہے یہ مذکورہ مسلمانوں کی تعداد میرے ناقص خیال میں غیر منقسیم ہندوستان کی ہے چالس سال میں اکیلے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد قریبا دوچند ہو جانا اعداد صحیح سے ثابت ہو گیا۔ تو دیگر اقطاع عالم میں بہی اس بیش کا اس رفتار سے بڑھتے رہنا یقینی کیا جاسکتا ہے۔ باالمقام اس کے اکثر اقوام ہیں جو گہٹ رہی ہیں۔ اور آہستہ آہستہ بحر فنا میں گر رہی ہیں۔ یہ اسلام ہی ہے جس کا پاک درخت اپنی جڑوں کو زمین کے سوتوں تک پھلا رہا ہے۔ اور جو اپنی پھل دار شاخوں کے ساتھ فضائے آسمانی پر چارہا ہے۔

ازان جملہ ۴: کوثر سے مراد قرآن حمید اور کتاب مجید ہے۔ یہ وہی خیر کثیر ہے کہ شاخہائے اشجار کی اقلام اور قطرات بحر کی مداد جسکی مدح وثنا کے استیفاء سے عاجز ہے۔ عمر نوح اور فہم جبریل بھی اگر جمع ہو جائیں تو حصر اسرار قرآنیہ سے قاصر ہیں۔ بے شک یہی کتاب قلزم حقایق ہے۔ اور یہی کوثر علوم ہے یہی مطلع انوار ہے اور یہی مخزن الاسرار ہے۔ معجزات انبیاء اظہار ایک وقت خاص میں ہوتا تھا۔ پھر خود ہی انہی کے عید مبارک میں اس معجزۃ کا وجود ونمونہ پایا جاتا تھا۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدہا بن جانا پھر اژدہا کا سیرت اولی پر عود کر جانا ایک نظارہ تھا جو کوہ طور کے بعد فرعون ہی کے دربار مین دیکھا گیا۔ وہی عصا بنی اسرائیل کے لیے انفجار ماء بنا۔ ضرورت جاتی رہی تو وہی عصا کا عصا رہ گیا پھر وہی عصا کسی دوسرے کے ہاتھ میں جاکر صرف ایک لکڑی رہ جاتا تھا ۔ قرآن پاک ہمارے سیّد ومولی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے زندہ معجزہ ہے دایمی معجزہ ہے ابدی معجزہ ہے اس کا اعجاز ہر وقت ہر آن موجود ومشہود ہے۔ اور ہر عالم دین اس کے معجزہ ہونے کے براہین صادق ہر وقت وبہ ہر حین کر سکتا ہے۔ بے شک یہ ایسی خیر کثیر ہے جس کا اعلان منجانب ربّ رحمن ہونا ضروری تھا۔

ازان جملہ ۵: کوثر سے مراد وہ فضائل کثیرہ اور محامد جمیلہ اور نعوت متکاثرہ ہیں جو وجود باوجود مصطفوی میں مندرج ومنطوی تھے۔

انابت آدم علیہ السلام اور استقامت نوح علیہ السلام۔

حلم اسماعیل علیہ السلام اور علم خلیل علیہ السلام۔

درس ادریس علیہ السلام اور تنفیش شیث علیہ السلام۔

حقانیت اسحاق علیہ السلام اور عاقبت بینی یعقوب علیہ السلام۔

نورانیت یوسف علیہ السلام اور صالحیت صالح علیہ السلام۔

ہدی عود علیہ السلام اور جمعیت شعیب علیہ السلام۔

عطافت ہود علیہ السلام اور عبرت عزیر علیہ السلام۔

شکوہ سلیمان علیہ السلام اور اندوہ یحی علیہ السلام۔

داد داؤد علیہ السلام اور دعائے یونس علیہ السلام۔

ایاب ایوب علیہ السلام اور ذہاب ذکریا علیہ اللام۔

امامت ھارون علیہ السلام اور ایناس الیاس علیہ السلام۔

زہد عیسی علیہ السلام اور علوّ موسی علیہ السلام۔

احسانیت لقمان علیہ السلام اور انقیاد خضر علیہ السلام۔

مساعی الیس علیہ السلام اور کفالیّت ذوالکفل الصلوۃ و علیھم السلام۔

یہ ایسے الوان گونا گون میں جو الٰہی شمس حقیقت کے پیکر نوری میں مجتمع ہیں۔ رحمۃ للعالمین کا وہ رنگ ہے جس نے ان الوان کو اپنے اندر جمع کر لینے بعد اپنے رنگ خاص سے رنگین بنا دیا ہے۔

۶: وثر سے مراد سید کثیر الخیر ہے یہ معنی صاحب صحاح اللغات نے تحریر کیے ہیں۔ یقینا (سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید وُلد آدم علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالی نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یسین کہہ کر خطاب فرمایا ہے۔ بالیقین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیر الخیر ہیں اور سیّد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پی وہ مشکل ہدایت ہیں۔ کہ ظلمات کفر و شرک کو دور فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ سراج منیر ہیں کہ چشم کور سیاہ کو بنیائے حقائق بنا دیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ نور محبت ہیں کہ قلب عالم کو منوّر اور روح اعظم کو مستنیز فرمایا۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ عبد کامل ہیں کہ انسانیّت کو تحت سیادت پر بٹھلایا۔
العرض: عطیّہ کوثر (سیّد الکونین) نبی صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ اور اُمید ہے کہ فردائے قیامت کو تشنگان جمال حضور صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم کے زلال اعطاف سے بہرہ یاب اور عطشان خشک زباں حضور صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم کے جام کوثر سے ضرور شاد و سیر اب ہوں گے۔

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یارب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

خصوصیّت نمبر ۱۲:

وما رَمَیْتَ إذ رمیت ولکنّ اللہ رمی (۸:۱۷)

ترجمہ:۔ جب تو نے پھینکا تھا تب تو نے نہ پھینکا، بلکہ اللہ تعلی نے پھینکا تھا۔

یہ آیت سورۃ انفال کی ہے سیّدنا حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے حبر الامّت، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ رویت کی ہے کہ سورۃ انفال کی نزول بہ مقام بدر ہوا۔ (صحیحین)

لہذا ثابت ہو گیا کہ جس واقعہ کی طرف آیت بالا میں اشارہ ہے وہ بھی غزوہ بدر ہی کے وقعات میں سے ہے۔ اہل تفسیر واہل مغازی کا اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے لشکر کو دیکھا تو زبان مبارک سے کہا الہی یہ قریش ہیں فخر، وغرور میں چور، تیرے نافرمان، تیرے رسول کے مُکذّب، میں

تیری موعودہ نصرت کا طالب ہوں۔ سیّدنا جبریل علیہ السلام آئے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مشت خاک لیجئے اور قریش کی جانب پھینک دیجئے اور نمونہ قدرت باری ملاحظہ کیجئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنکریوں والی مٹھی بھر لی اور لشکر اعداء کی طرف پھینک ماری۔ اس لشکر خود سر میں ایک ہزار کے قریب وہ لوگ تھے۔ جن کے کبر و افتخار کی کفئی حد ہی نہ رہی، یہ مٹھی بھر خاک ہر ایک کی آنکھ میں پہنچی اور ان بے بصر ان حقیقت کو بتلاگی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان سے اندھے ہیں وہ اسی امر کے سزاوار ہیں کہ اُن کی آنکھیں پھوٹیں اور خاک راہ ان کے لے سرمہ بنے۔ واقعہ عجیب تھا کہ ایک مشت خاک اور ایک ہزار اعمی القلوب کی آنکھوں کو تیرہ کر جائے اس لیے قرآن کریم نے یہ راکھول دیا کہ اس میں دست قدرت شامل ہے اور قدرت کے کام ہمیشہ عقل انسانی کے لیے اعجوبہ رہے ہیں اور رہیں گے۔ بعض لوگوں نے دیکھا کہ مارمیت کی نفی اور اذرمیت کے اثبات میں اور ولکنّ اللہ رمی کے نتیجہ سے اتحاد ذات اور حلول کا مسئلہ نکلتا ہے۔لہذا وہ یہ سمجھ گئے، کہ یہی وہ آیت ہے جو حقیقت محمّدیہ کے چہرے سے بُرقع کشاہے، مگر ایسی سمجھ میں خوش فہمی کے سوااور کچھ بھی نہیں اس آیت کے حقائق میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خُلق عظیم کو دیکھتے ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عفو اور درگزر اور قوم فروری پر نگاہ کرتے ہوئے یہ واقعہ اعداء کی نگاہ میں بھی اس لیے تعجب خیز تھا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کبھی بدی کا بدلہ لینے والے نہ تے۔ ان کا ہاتھ کسی کی ضرر رسانی کے لیے کبھی اُٹھانہ تھا۔ ہم لوگوں نے تیرہ سال تک مکہ میں سُن سُن کر دیکھ لیا کہ وہ کبھی مقابلہ میں اُف تک نہ کرتے تھے۔ ہاتھ کو جنبش دینا تو کُجا زبان کو بھی ہمارے خلاف نہیں پلاتے تھے آخر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا گیا کہ اسکی عادت بدل گی۔ کیا اسکی فطرت میں بھی تبدیلی آگی۔ کیا اب بھی خُلق محمدیہ

کو دُنیا کے لیے نمونہ بنایا جائے گا۔ رب العلمین کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے حبیب پاک کے اخلاق کی نسبت باتیں رموزا بھی کہی جائیں جھٹ اسکی نفی فرمادی اور بتلادیا کہ اخلاق محمدیہ تو وہی ہیں جو دنیا میں مسلمہ ہیں۔ مگر اس واقعہ میں ہمارے نبی کا ذاتی فعل شامل نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے حکم کی تعمیل میں وہی کام کیا جو ایک تیر انداز کے ہاتھ میں ایک کمان کا ہے۔

لہذا ہمارے رسول کی ذات کے متعلق کوئی لفظ زبان سے مت نکالو اور اسے ہمارے ہی جلال کی ایک شان سمجھو۔ اذ رمیت میں فعل کا اثبات اُسی حیثیت سے ہے۔ جو کمان کا تیر اندازی میں ہے اور مارمیت مین فعل نبوی کی نفی اُسی حقیقت پر ہے جو تیر انداز کے سامنے کمان کی ہے لہٰذا آیت کا محل اصلی ربّ رسول ہے۔

ملاحظہ فرمائیں۔

حاشیہ تفسیر ماجدی جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۷۷ کا حاشیہ نمبر ۲۶ ملخصا وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یا کسی مخلوق کے بھی بس میں نہ تھا کہ خاک کے وہ ذرّے ہر ہر کافر کی انکھ تک پہنچادیں رمی کا ہی معجزانہ عمل تمام تر قدرت الہی کا کرشمہ تھا۔

عنی بذالک ان اللہ بلغ بذالک التراب وُجوھھم وعیونھم اذلم یکن فی وسع احدمن المخلوقین ان یبلغ ذالک التراب عیونھم من الموضع الذی کان فیہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جصاص)

اور اہل اسلام کے لیے سبق ہے کہ ہم سب پر بہی اعداء کے اُن اعتراضات کی جواب دہی لازم وواجب ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر کوئی مخالف اپنی کم بصری و کوتاہ بینی سے زبان پر لاتا ہو

۔کمان کو تیر انداز اور بندوق کو نشانہ باز کے ساتھ اتحاد و حلول کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ صحیح ہے۔ہاں آیت ایک اور حقیقت کا بھی اظہار کرتی ہے اسی سورۃ انفال کو پڑھو کہ کفّار مکہ کی درخواست اللہ تعالی سے ہی ہوا کرتی تھی۔

اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السمآء :(۸-۳۲)

الٰہی یہ محمد کی نبوت اور تیرا نام لے کر آیات قرآنی کی تلاوت اگر در حقیقت تیری ہی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھراؤ کیا جائے۔

دیکھو ان کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے تھے۔یہ تو دعا کرتے ہیں کہ ہم پر پتھر برسیں۔اور یہ دعا نہیں کرتے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچا ہے۔اسکی دعوت سچی ہے تو ہمارے دلوں کو کھول دے اور قبول حق کا جوش ہمارے اندر پیدا کر دے۔ان پر پتھراؤ کا ہونا ضروری ہو گیا تھا۔کیونکہ حقانیت اسلام کے لیے انھوں نے اسی امر کو شرط ٹھہرایا تھا۔لہذا رسول کو حکم ہوتا ہے کہ ایک مشت خاک ان پر پھینک دو۔جب یہ مشت خاک سب کی آنکھوں میں پہنچے گی تو اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی۔کہ ہاں اس طرح پتھروں کا آسمان سے برسنا بھی بعید نہیں۔لہذا یہ رمی معجزہ بھی ہے اور منکرین کے لیے اُن کی خود منہ مانگی بات کے اصول پر حجت و دلیل بھی اسی توجیہ کے ذیل میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رمی حجارہ نے رامی کا مقصد ان لوگوں سے برائت و بیزاری کا اظہار بھی ہے جو مغوی اور شرارت پیشہ ہوں جو بہ وجہ خبث باطن حقانیت و صداقت سے اسقدر دور ہو چکے ہوں کہ بہ ظاہر آثار رشد بھی اُن سے معدوم ہو چکے ہوں۔سیّدنا ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام کا بہ مقام منی مغوی شیطان پر تین بار رمی جمرات پر ماننا اور پھر نفاذ حکم الٰہی پر بہ کمال طوع و رغبت مستعد رہنا اسی اصول پر تھا۔فرزند خلیل اور دعائے ابراھیم علیہ السلام نے نہی بدر میں اُسی نمونہ کا اتباع

فرمایا۔ سیّدنا ابراھیم علیہ السلام ایک شریر النفس کو غائب و فاسر بنانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ فخر الانبیاء کی ایک ہی مشت خاک نے ایک ہزار طاغی و باغی فوج اور اُن کے ناپاکی ارادوں کو خاک نشین فرمادیا ۔الغرض یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص خاص میں سے ایک خصوصیّت کی مظہر ہے۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

خصوصیت نمبر ۱۳:

یتلُوْا علَیْھِمْ اٰیاتہ (۳-۱۶۴:۳۶-۲)

ترجمہ :۔ بنی لوگوں پر اللہ کی آیات کو پڑھ پڑھ کر سُناتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو انھوں چاہا کہ خدمت اسلام میں وہ کام کریں جو سخت مشکل ہو۔ مسلمانون نے بتلایا کہ سب مشکل کام قریش کو قرآن مجید سنانا ہے یہ دُھن کے پکے تھے قریش کے جمع میں پہنچے اور تلاوت قرآن شروع کہ دی تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو اُن کا سارا بدن لہولہان تھا اور زخموں نے چہرہ کو بے پہچان بنا دیا تھا اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو آیات قرآنیہ کا پڑھ کر سنانا کتنا کھٹن کام تھا اور سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز اسی کام میں لگے رہتے تھے آبادی مکہ مکرمہ کے اندر ہر ایک مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچتے تھے اور قرآن سنائے تھے ہر شخص کو تنہائی میں ملتے تھے اور اُسے پیام الٰہی پہنچاتے تھے آبادی سے باہر بھی جتنے راستے آنے جانے والوں کے تھے اُن سب پر دن کی روشنی مین اور رات کی تاریکی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جا پہنچتے تھے اور قرآن کی تلاوت سے آنے جانے والوں کے کانوں میں حکم الٰہی ڈالتے تھے۔

عرب کی کوئی مشہور منڈی اور مشہور میلہ ایسانہ تھا جہاں سرور کائنات فخر دوعالم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ پہنچے ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ بذریعہ تلاوت اور اشاعت بذریعہ دعوت نہ فرمائی ہو۔ عکاظ کا ذرّہ اور طائف کا پتّہ پتّہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت کا گھواہ ہے۔ غور کرو اس گو ہر مقدس کی جرأت وفتوت، نجدت وجلالت پر کہ رزم گاہ عالم میں جملہ افراد عالم بلکہ اقوام عالم کے خلاف اپنی زبان کھولتا ہے ہر ایک کو انصاف اے ملزم ٹھہراتا ہے ہر ایک کا شیشہ پندار سنگ براہین سے توڑتا ہے ہر ایک بُت بطلان کو اندان حقانیت پر پھوڑتا ہے اُسے نہ ضرب کا ڈر نہ ضرر کا غم نہ خوف وخطر کا اندیشہ اس کا سینہ وجگر نیزہ وتیر سے دل نہیں چراتے اس کی زبان بیان توحید سے بند نہیں ہوتی اسکی سرگرمیاں لوگوں کو سردمہری سے ٹھنڈی نہیں پڑجاتیں مال کی لمع حکومت کی للچاہٹ اسے اپنے کام سے روک نہیں سکتی۔

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ تلاوت آیات کتنا کھٹن دشوار اور خطرناک کام تھا اور یہ سیّد الانبیاء و المرسلین حضرت خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی خصوصیّت ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی خوش اسلوبی سے پورا کیا کہ اپنی آواز کو ہر ایک غافل تک پہنچایا ہر ایک غفلت زدہ کو خواب سے چونکایا اور بالآخر سب کو بیدار کر کے چھوڑا۔

دوران تحریر راقم الحروف کو کسی شاعر کے شعر کا ایک بول یاد آگیا۔ مقام کی مناسبت سے تحریر کر دیا ملاحظہ فرماتے چلیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خُلق عظیم ترنے اب کو اپنا بنا کے چھوڑا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تلاوت کی دو صورتیں ہیں۔

ا:خود اپنے لیے پڑھنا، اس کے آداب الگ ہیں مثلاً تحسین صوت، حضور قلب، معانی پر تفکر و تدبّر حقائق و معارف کی غوّاصی۔

ب: دوسروں کو پڑھ کر سُنانا وہ دوسرے بھی کون؟ مخالفین دین جن کے کان سُننے سے اور دل سمجھنے سے سخت منکر ہوں۔

اُن کو اسطرح پر سُنانا کہ ثواب ابدی، عذاب اخروی، نعمائے الٰہی، رضوان ربّانی سننے والے کو مشکل نظر آنے لگیں۔ بدن لرز جائے اور دل کانپ اُٹھے آنکھ کھل جائے اور طبیعت اپنے سابقہ اطوار سے رُک جائے۔ یہ کام بے شک بدرجہ کمال حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہی کے کرنے کا تھا۔ اور قرآن گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کام کو نہایت ہی عمدگی کے ساتھ سرانجام دیا اور اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طریق خصوصیت میں داخل ہوا۔

یارب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

خصوصیّت نمبر ۱۴

ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون (۱۵۱:۲)

ترجمہ:۔ نبی تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

آیت کا خطاب جملہ اہل اسلام سے ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان یہ کہ ساری دنیا کو ان علوم کی تعلیم دیں جن سے دنیا ناواقف و بے بہرہ تھی مسیح جیسے صادق الل نے استعداد مخاطبین اور قابلیت مستمعین کا اندازہ کرتے ہوئے یہ اعلان فرمادیا تھا۔

ان لی امورا کثیرۃ ایضا لا قول لکم ولکن لا تستطیعون ان تستمعوا الان واما متی جآء ذالک روح الحق فھو یرشد کم الی جمیع الحق:

یوحنا ۱۶ باب۔ نقل از کتاب مقدس عربیہ مطبوعہ اوکسفورڈ سنہ ء ۱۱۸۱۔

اردو انجیل کی عبارت یہ ہے۔

میری اور بہت سی باتیں ہین کہ میں تمھں کہوں، پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ تمھیں ساری سچائی کی راح بتادے گی۔

نقل از بائیبل اردو مطبوعہ مرزاپور سنہ ء یہ واضح رہے کہ الفاظ بتادے گی بہ صیغہ موئنث اس لیے ہے کہ اردو زبان میں روح موئنث ہے ورنہ آنے والے کا نام روح الحق ہے اور یہ صیغہ مذکر عربہ عبارت میں موجود ہے محمد سلیمان حضرت مسیح علیہ سلام کا قول بالا بتلا رہاہے کہ جتنی تعلیم انہوں نے قوم کو دی ہے وہ کم تھی بہ نسبت اس تعلیم کے جو باقی رہ گی تھی اس فقرہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کمی تعلیم کا سیب یہ نہ تھا کہ سنتے والے ایسی ابتدائی حالت میں تھے کہ ان میں اعلی تعلیم حاصل کرنے کی طاقت نہ تھی اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک اہم اے پاس استاد کای پرائمری کلاس کو تعلیم دینے لگے اور وہ اُن کو بہت سے علمی باتیں نہ بتا سکے اور نہ سمجھا سکے اس لیے کہ شاگردوں کی سمجھ ناقص ہے نہ ہر حال نتیجہ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام جیسے نیک استاد کی تعلیم کی حصہ اور بہت بڑا حصہ دنیا کو اس وقت نہ مل سکا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا مسیحی مذھب کی کمی کو کسی زمانہ پوا کیا گیا جہاں تک ہم کو عیسائی پادریوں سے معلوم کرنے کا اتفاق ہوا وہ بتاتے ہیں کہ پینتی کاسٹ کے دن اس کمی کو پورا کر دیا گیا۔ پینتی کاسٹ کے دن جو کچھ ہوا اس پر شک کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ غور کی ضرورت ہے سوال تو یہ تھا کہ مسیح علیہ السلام

کی پیش گوئی جو باقی ماندہ صداقت کی مکمل تعلیم کے متعلق تھی کب پوری ہوئی پینتی کاسٹ کے دن تو حضرت پطرس نے عین اس وقت جب کہ وہ روح القدس سے بھرپور تھا یہ بتلا دیا تھا کہ یہ حات وہ ہے جس کی ذکر یوایل نبی کی معرفت ہوا تھا اب انصاف کی مقام ہے کہ پطرس مع روح القدس ظاہر کر رہا ہے کہ یوایل نبی کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ اور پادری بتلاتے ہیں کہ نہیں بلکہ مسیح کی پیش گوئی پوری ہوئی کیا پادریہ کہنا پطرس کے سامنے مسیح ٹھرے گا اور پطرس معہ روح القدس اس پادری کے سامنے جھوٹا قرار دیا جائے گا۔ میں کہتاہوں (مراد حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصورپوری ہیں) کہ نہیں۔ لہذا نتیجہ یہ ہوا کہ پینتی کاسٹ کے دن مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور مسیح علماء اس دن کے سوااور کسی دن کا حوالہ بھی نہیں دے سکتے۔ جب مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی پوری ہوئی ہو۔ ساری دلیل کالُب لب یہ ہو ہوا کہ عیسائیوں کو بہت زیادہ صداقت کی باقی ماندہ تعلیم کبھی نہیں ملی تھی۔

آیت زیب عنوان بتلاتی ہے کہ: مالم تکونوا تعلمون۔ کی تعلیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے دنیا کو دی تھی۔ اس دلیل کی صحت اس اندرونی شہادت سے بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو فرمایا تھا کہ رح الحق اس کامل صداقت کی تعلیم دے گا جو مسیح علیہ السلام نہیں دے سکے تھے۔ اور اس پینتی کاسٹ کے دن کسی ایک نئی بات کی تعلیم بھی نھیں دی کی۔ پطرس نے اس واقعہ کو یوایل نبی کی پیش گوئی بتلایا یا صلیب کا واقعہ سنایا مگر تعلیم کچھ بھی نہیں دی گئی تھی اندریں حالات ہماری برہان مکمل ہو جاتی ہے کہ عیسائیوں کو ابھی بہت کچھ سیکھنا تھا آیت زیب عنوان نے صاف بتلادیا کہ استاد عالم وعلمیان ہونے کا امتیاز اور خصوصیت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو حاصل ہے ناظرین دریافت کرسکتے ہیں کہ امورہ کثیرہ کیاہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم میں نہیں پائے جاتے بلکہ یھودیوں کی

کتابیں بھی اُن سے خالی ہیں اسکا جواب ناظرین کو ہمارے دوسرے مضمون خصائص قرآن سے ملے ہے اُسے بہ غور ملاحظہ فرمائیں ۔اس جگہ یہ بتانا ضروری ہے کہ قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ اور بھی مقدس بزرگوار ہوچکے ہیں جن کو علم لدُنی عطاہوا تھا تو کیا اس سے اشتباہ گزرسکتا ہے کہ اُن میں سے ہی کسی بزرگ نے اس کمی کو پورا کردیا ہو ؟ جواباً عرض ہے کہ ان سب ایسے بزرگواراں کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام سے بہت پیشتر کا ہے پس وہ لوگ مسیح علیہ السلام کی کمی تعلیم کو پورا کرنے والے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے ۔لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ سریر آرائے علوم ہیں جو فرش خاک پر بیٹھے اور خاکی ونوری انسی وجانی کو ایسے ایسے علوم سے پر تاباں نجوم بن کرچکے اور ضیابخش عالم وعالمیان قرار پائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیّدنا مسیح علیہ السلام کے تلامذہ میں بھی نمایاں تفاوت ہے مسیح علیہ السلام کے بار ۱۲ شاگردوں میں سے شمار کرلو کہ کتنے شاگرد اُن کی تعلیم کہ مبلغ ٹھہرے تھے ۔دو ۲ تین ۳ سے زیادہ نام نہیں لیے جاسکیں گے۔اس قلیل تعداد کا کارنامہ بھی صرف اسی قدر ہے کہ انہوں نے جناب مسیح کے حالات زندگی کی اشاعت کی ہے اور بس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیار کردہ جماعات میں ہر قسم وہر صنف کے کاملین نظر آئیں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ (بادشاہ وفا سیّدنا) ابو بکر رضی اللہ عنہ وسیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ملک داری وجھاں بانی کی تعلیم سیّدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وسیّدنا خالد رضی اللہ عنہ ہنگامہ آرائی وجہاں کشائی کی۔ سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سیّدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ دانش کی۔ سیّدنا سلیمان رضی اللہ عنہ ، سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ زہد وقناعت کی، سیّدنا امیر المؤمنین، سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ، سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ حقائق علمیہ کی۔

امیر المؤمنین سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابن عوف رضی اللہ عنہ فرورش یتامی و اعانت ایامی کی، سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ فرائض الہیہ کی تعلیم کل دنیا کو دے رہے ہیں رضی اللہ تعالی عنھم و عن کل الصحابہ اجمعین۔ یہ چند مبارک نام صرف تقریب و تفہیم مدعا کے لیے درج کر دیئے گئے ہیں ورنہ اس بارگاہ اقدس کی وہ کون سا تلمیذ ہے جو کشت زار علوم کے لیے باران رحمت ثابت نہیں ہوا۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کی روایت کا شمار ۲۲۱۰ ہے اور سیّدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، کی مرویات بھی اسی کے قریب پہنچ جاتی ہیں اور سیّدنا حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کا شمار ۵۲۷۵ ہے۔ پھر ان کے سوا اور بھی ایسے صحابہ کہلاتے ہیں جن کے نام مکثرین روایات کے تحت میں درج ہیں۔ مثلاً سیّدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنھم تو یقین ہو جاتا ہے کہ ادب گاہ قدس کا ہر ایک طالب یا لعلم استاد و عالم ہونے کی شان رکھتا ہے۔

یاد رکھیے کہ یہ بزرگوار عرب کے باشندے ہیں۔ وہی عرب جنکی صفت۔ اُمیّون لا یعلمون الکتاب۔ کے الفاظ میں نمایاں ہے یعنی ان پڑھ اور کتاب سے بے خبر لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفل نہ صرف یہی لوگ ذروہ عُلیائے علوم کو پہنچے بلکہ ان کے شاگرد بھی۔ واخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ کیسَند سے مسند آرائے تعلیم ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے جُودُ وعطا نے علم کو عام بنایا اور اُسے رفعت کمال پر بھی پہنچایا تمام مسلمانوں کا یہ شیوہ اپنے سیّدنا و مولانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم کی

تعمیل میں تھالہذا ان غلاموں کے افعال بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے سنن ہدی کا بیان اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے اُسوہ حسنہ کی برہان ہیں اور یہ ایسی خصوصیت ہے کہ شکوہ کامل و احتشام اعلی کے ساتھ حضور صلی االلہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں پائی جاتی ہے مسلمانوں میں یہ روشنی اُسی منبع نور سے آئی جس کی خصوصیت کے اثبات ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔زیب عنوان ہے۔ناظرین کو تاریخ عالم کے تفحص سے معلوم ہو جائے گا کہ اس خصوصیّت کا تاج حضور صاحب معراج ہی کے فرق مبارک پر تاباں و درخشاں ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

یہ نظم ملاحظہ فرماتے چلیں۔

دیدار کا عالم کیا ہوگا

جب روئے محمد رشک قمر ، انوار کا عالم کیا ہوگا

وہ نور مجسم حسن اتم ، دیدار کا عالم کیا ہوگا

انجم نے سلامی دی جھک کر ، پُر نور ہوا بیت حرم

وہ صبح سعید میلاد ، سرکار کا عالم کیا ہوگا

وہ احسن و اجمل پاک نسبت ، وہ ناز عجم وہ فخر عرب

خلاق جہاں کی قدرت کے ، معیار کا عالم کیا ہوگا

تنزیل ھدی للناس ، اقرا جبریل امین اور غار حرِا

اس ختم رُسُل کی بعثت کے ، آثار کا عالم کیا ہوگا

ہے فکر یہی خواہش ہے یہی ، امت کو ہدایت مل جائے
ایمان کی دعوت ایک اک کو ، سو بار کا عالم کیا ہوگا
اپنوں بیگانوں سب کیلیے ، دوزخ سے بچانے کا غم ہے
خود حق نے تسلی دی ، ایسے غمخوار کا عالم کیا ہو گا
محبوب دو عالم کی ہجرت ، مکہ سے مدینہ کی جانب
اور وجد میں راہ طیبہ کے ، اشجار کا عالم کیا ہوگا
وہ نغمہ طلع البدر کا ، اور شوق جمال ماہ عرب
نذرانہ جاں ہر ایک کے لیے ، انصار کا عالم کیا ہوگا
اس ابرکرم کی آمد سے ، وہ نور کی بار ش طیبہ پر
ہر چیز ہو ئی روشن اسکی ، انوار کا عالم کیا ہوگا
قرآن عظیم اخلاق اُن کا ، اور رحمت عالم شان انکی
اے صَل علی اس سیرت کے ، معیار کا عالم کیا ہوگا
اس رخ ضباحت پر قرباں ، سیراب ہو جس سے بادل بھی
عشاق کی جانب انکی نظر ، اک بار کا عالم کیا ہوگا
مزدلفہ کی شب پیہم یہ دعا ، ظالم کی بھی بخشش کر دیجیے
لب ہائے مبارک کے صدقے ، اصرار کا عالم کیا ہوگا
گل ہائے عقیدت ہو جائیں ، مقبول ندیم عاصی کے

امید کرم سے شیدائے ، سر کا عالم کیا ہوگا
بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ میں یہ گلہائے عقیدت ۔
مولانا شبیر احمد ندیم صاحب میرٹھی نے پیش کیئے
(نقل کردہ از کتاب خصوصیات اسم محمد صل اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۴۴۸تا۴۴۹)

خصوصیّت نمبر ۱۵

یُعَلِّمُهُمُ الکِتَابَ وَالحِکمَةَ (۲-۲۶)

ترجمہ:۔ ہمارا نبی لوگوں لوکتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

قبل ازیں تحریر ہو چکا کہ الکتاب قرآن مجید ہے اور تعلیم کتاب کے تحت میں احادیث نبوّیہ علی صاحبہا الصلوہ والتحیہ شامل ہیں لہذا خصوصیّت ہذا کے تحت میں تعلیم حکمت کا مذکور ضروری ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَمَن یُّؤتَ الحِکمَةَ فَقَد اُوتِیَ خَیرا کَثِیرا۔ جسے حکمت دی گی اُسے خیر کثیر دی گی۔

آیات بالا سے آشکارا ہے کہ فضائل محمودہ اور محاسن کثیرہ کا نام حکمت ہے لفظ حکمت اثبات منصب نبوت سے علیحدہ بھی کیا گیا ہے۔

"وَلَقَد اٰتَینَا لُقمَانَ الحِکمَةَ" (لقمان)

ترجمہ:۔ ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی تھی۔

قابل غور یہ امر ہے کہ الکتاب اور تعلیم الکتاب کے بعد اب کون سی بات رہگی تھی جسے حکمت سے تعبیر فرمایا گیا واضح ہو کہ ہدایات واضحہ اور بیانات راشدہ پر عمل کرنے کے موقع پر مختلف الامزجہ لوگوں کی

حالت بھی مختلف ہوا کرتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچیدہ معاملات کو عملی طری پر بھی حل کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مکمل تعلیم عطا فرمائی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز مدینہ ہوتے ہیں تو اول مہاجرین و انصار میں مواخات قائم کرتے ہیں اور پھر یھودان یثرب اور مؤمنین اسلام میں ایک معاہدہ قلم بند فرما کر اُن کو بھی اتحاد مدنیّت میں شامل فرمالیتے ہیں معاہدہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

هذا كتاب من محمد النبى صلى الله عليه وسلم بين المؤمنين والمسلمين من قريش ويثرب ومن تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم انهم أُمة واحدة وان يهود بنى عوف أُمة مع المؤمنين وان بينهم لنصرا على من حارب اهل هذه الصحيفه۔

ترجمہ: یہ تحریر محمد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ہے کہ مؤمنین و مسلمین مکہ و یثرب ایک قوم واحد ہوں گے اور جو لوگ اُن کا اتباع کریں گے اور اُن کے مجاہدات میں شامل ہوں گے وہ سب ہی اس وحدت میں شامل ہوں گے یہودان بنی عوف بھی مؤمنین کی معیت میں قوم سمجھے جائیں گے مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان باہمی امداد کا طریق جاری ہو گا خواہ کوئی بھی اس معاہدہ والوں کے خلاف لڑنے کو آئے۔

غور کرنے ولا جب الفاظ معاہدہ پر غور کر کے ان کی گہرائی کا اندازہ کرے گا تو اُسے یہ فعل عین حکمت نظر آئے گا۔ سرور کائنات سید الکونین فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر اُن سب راستوں پر آباد قبائل سے جو مکہ سے مدینہ کو آتے ہیں معاہدہ باہمی کا قائم و مستحکم کر لینا ضروری خیال فرمایا بنو ضمرہ اور بنو مدلج کے معاہدات اسی حکمت پر مبنی ہیں صلح نامہ حدیبیہ میں من رسول اللہ لکھا گیا تھا۔ قریش کا کمشنر معاہدہ اس پر معترض ہو اوہ بات پر اصرار کرتا ہے اور کاتب نبی بھی اس مقدّس کتاب پر اتنا

ہی جما ہوا ہے جتنا یہ کلمہ پاک اس کے دل پر مرتسم ہے یہ تکرار یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ صلح نامہ کا ناتمام رہ جانا یقینی ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی۔ لہٰذا محمد بن عبد اللہ لکھ دیا جائے۔ اس حکمت سے مناقشہ ختم ہو جاتا ہے۔

۴: کفار مکہ نے یثرب کو لکھا کہ وہ مھاجرین و انصار سے جنگ شروع کر دیں اگر یثرب والوں نے ایسا نہ کیا۔ تو مکہ والے خود حملہ کر کے اپنے مخالفین کو فنا کر دیں گے اہل یثرب پر دھمکی کا یہ جادو چل گیا اور انھوں نے مھاجرین وانصار پر حملہ کی تیاری کر لی سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اطلاع پاکر اہل یثرب کے پاس گئے اور یوں تقریر فرمائی تم اہل مکہ کی چال کو نہیں سمجھتے وہ تمھارے ہاتھ سے تمھارے اعزوا اقارب کو جو مسلمان ہو گئے قتل کرانا چاہتے ہیں حالانکہ اگر تم کو اہل مکہ سے جنگ کرنی پڑی تو وہ مقابلہ اغیار سے ہو گا اس مختصر تقریر نے عجیب اثر کیا اور اہل مدینہ میں جو اندرونی جنگ ہونے والی تھی رُک گی اس حکمت نے اہل اسلام ہجرت گاہ کو اندرونی بے امنی سے محفوظ رکھا۔

۵: طائف و حُنین کے لوگ مسلمانوں پر حملہ آورانہ بڑھے تھے ان کو بمقام اوطاس شکست ہوئی۔ اُن کی فوج طائف کے قلعہ مین حصار بند ہو گی۔ محصارہ کیا گیا۔ جب محصورین کو محاصرہ کی سختی محسوس ہونے لگی اور اندر کے آدمی یگاں یگاں قلعہ کی دیوار پھاند پھاند کر بھاگنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاصرہ اُٹھادینے کا حکم دیا۔ اس حکم سراپا رحم کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ کے بعد طائف کی تمام آبادی مسلمان ہو گی۔

٦: ہرقل نے عرب پر حملہ کرنہ چاہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پسند نہ فرمایا۔ کہ عرب کو رُومائی فوجوں کا آماجگاہ بنادیا جائے خود آگے بڑھے اور عرب کی انتھائی سرحد پر جاکر ٹھہر گے۔ اس میں یہ

حکمت ہے کہ تمام ملک کی امداد لشکر اسلام کو بخوبی پہنچ سکتی تھی۔ ہر قل پر اس پیش قدمی اور جرأت کا گہرا اثر پڑا اس نے عرب پر حملہ کے خیال کو دماغ سے نکال دیا۔

۷: سنہ ۸ء-میں مکہ مکرمہ فتح ہوا تو وہاں سے ۳۶۰ بت تو نکال دیئے گے مگر خود عمارت کعبہ کے متعلق کوئی کاروائی نہ کی گی موجودہ عمارت وہ تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت وبعثت سے پانچ سال پیشتر بنائی تھی۔ اس تعمیر کے وقت قریش سامان اور روپیہ کی کمی کی وجہ سے عمارت کا طول کم کر دیا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا منشابہ طور استحسان تو ظاہر فرمادیا کہ عمارت کا بنانا ابراھیمی پر ہونا بہتر ہے مگر اس حکمت سے کہ ابھی قوم کی دین داری حداثت میں عمارت کو جوں کا توں چھوڑ دیا ابھی وہ لوگ موجود تھے جنھوں نے اس عمارت کے لیے مالی وبدنی امداد دی تھی اس لیے یہ بعید نہ تھا کہ ان لوگوں کو اُس عمارت کا انھدام شاق گزرتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل داری ودل دہی کی بنیان کو مضبوط فرمایا اور اینٹ پتھر کی عمارت کے لیئے زیادہ اہتمام نہ فرمایا۔ امثال بالا اور اسکی اشباہ ونظاہر سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں کر جملہ معاملات تمدّن واخلاق اور مصلحت شناسی میں تعلیم حکمت کو جاری رکھتے تھے ہاں یاد رکھو کہ تعلیم حکمت میں یہ امر شامل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احکام شرائع کو عِلل وحِکم پر مبنی ٹہرایا تھا اور اُن احکام کی علت وحکمت کا اظہار بھی فرمادیا کرتے تھے۔

یہ ایک عجیب خصوصیّت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت آہموزوی کی تھی ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر شرائع ماقبل میں بہت کم اس پر توجہ کی گئی۔ بلکہ احکام کی تعمیل وعدم تعمیل کو علامت اطاعت یانشان طغیان کے اصول پر منحصر رکھا گیا تھا جس سے لوگ سمجھتے لگے تھے کہ شریعت کی مثال ایسی ہے کہ ایک آقانے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس پتھر کو ادھر سے اُٹھا کر اُدھر رکھ دے اگر غلام

نے پھتر اُٹھا دیا تو فرماں بردار سمجھا گیا اور نہ اُٹھایا تو نافرمان قرار دیا گیا حالانکہ اس حکم سے نہ آقا کا کوئی اصلی مقصود تھا اور نہ غلام کا کچھ فائدہ یا نقصان اس کی تعمیل و عدم تعمیل میں مت ضمر تھا۔

ہاں دیکھو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریعت کو بہ طور طب روحانی مرتب فرمایا ہے عضو عضو کا علاج میں مفرد و مرکب اشیاء کا استعمال سکھایا ہے صحت قلب کی حفاظت کرنے والی حیات روحانی کو نشو و نما دینے والی، روحانیت کے اعضاء رئیسہ کو قوی وچُست بنانے والی ادویہ کا ذکر درجہ بدرجہ فرمایا ہے۔

تکمیل نفس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کا دور ثانی شروع ہوتا ہے اور تدبیر منزل و تربیّت عائلہ کے مفصل احکام ملتے ہیں۔ دور ثالث میں سیاست مدن کے دروس کا آغاز ہوتا ہے اقوام عالم اور بُلدان جہاں کے واجبات و حقوق سے عالم روشناس فرمایا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ مساعی بہ طور مُعَلِّم حکمت ہین اور اہل بصیرت و دانش کو اقرار کرنا پڑیگا۔

سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر اس فرض کو اور کسی نے بھی اس حسن تکمیل کے ساتھ اداء نہیں فرمایا اور یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے اسماء اللہ الحسنی میں اللہ تعالی کا نام حکیم ہے اور کتاب اللہ کی صفت میں بھی یہی اسم استعمال ہوا ہے فرمایا یسین والقرآن الحکیم اور اس کتاب حکیم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مُعَلِّم حکمت بتلایا ہے تو ان حَوالجات سے اوّل تو حکمت و دانش اور علم و دانش کا درجہ بلند تر ہو جاتا ہے اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب عالی کا ارفع و اعلی ہونا بخوبی ذہن نشین ہو جاتا ہے تعلیم حکمت کے متعلق مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک حدیث اس مضمون کے اختتام پر لکھ دینی چاہیے مضمون حدیث کی ہمہ گیری اور صاحب ارشاد کی حکمت آمیزی کی وسعت کا اندازہ ناظرین خود فرمالیں گے۔

کلمة الحکمة ضالة المؤمن اذا وجدھا اخذھا

کہ حکمت کو ہم شدہ لال سمجھو جہاں پاؤ اپنا اُسے مال سمجھو۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

بلغ	العلی	بکمالہ
کشف	الدجی	بجمالہ
حسنت	جمیع	خصالہ
صلوا	علیہ	والہ

قصیدہ بردہ کا ایک شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں

منزہ عن شریک فی محاسنہ

فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

خصوصیّت نمبر ۱۶

لقد جاء کم رسول من انفسکم (۹-۱۲۸)

تمھارے پاس عظیم الشان رسول آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے من انفسکم کے مخالف اہل عرب اور قریش ہیں اہل عرب کو اپنے حسب و نسب پر نے انتھا فخر اور بے حد تاز تھا۔ وہ غیر عرب کی وقعت نہ سمجتے تھے اور ایسے شخص کی اطاعت کو بھی ننگ و عار سمجھا کرتے تھے لہذا رب العالمین نے اہل عرب پر یہ بھی اظہار منت و احسان فرمایا کہ یہ عظیم الشان رسول جس کا اولین فرض عرب کو ہدایت کرنا ہے تم ہی میں

سے ہے تم سے غیر نہیں۔ صحیح بخاری میں بروایت سیّدنا حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد موجود ہے۔

بُعثت من خیر قرون بنی قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منه۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے قبائل کی شاخ در شاخ میں بہترین شاخ سے مبعوث فرمایا حتی کہ میں اس قرن سے پیدا ہوا جو میرا ہے بہ روایت صحیح و مسلم واثلہ بن اسقع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان اللہ اصطفی کنانة من ولد اسماعیل واصطفی قریش من کنانة و اصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔

اللہ تعالیٰ نے نسل اسماعیل میں سے کنانہ کو برگزیدہ کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا۔ اور قریش میں سے بنوھاشم کو برگزیدہ کیا اور مجھے بنوھاشم میں سے برگزیدہ فرمایا۔

صحیح ترمذی میں سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ عمّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت ہے کہ میں نے سید الکونین فخر دو عالم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اہل قریش بیٹھے ہوئے حسب و نسب کا ذکر اور باہمی تعلقات کا بیان کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آ گیا تو انھوں نے نخل کُریہ سے تشبیہ دی (نخل کدیہ) یعنی کھجور کا وہ درخت جو سنگ لاخ زمین میں ہوا اس سے قریش کا اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند نرینہ نہ ہوے کی جانب تھا۔

سید الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ خلق الخلق فجعلنی من خیر قبیلة ثم تخیر البیوت فجعلنی من خیر بیوتھم فانا خیرھم نفسا و خیرھم بیوتا۔

اللہ تعالیٰ نے خلقت پیدا کی۔ اور انکی شاخین بنائیں۔ مجھے بہترین شاخ مین رکھا۔ پھر قبائل بنائے اور مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر بیوت (گھرانے) بنائے اور مجھے بہترین گھرانے میں بنایا لہذا میں اُن سب سے بہترین ذات اور بہترین گھرانے کا ہوں۔

ب: من انفسکم ۔کے مخاطب کل اہل جہاں ہیں اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ رسول جو منصب رسالت کے اعتبار سے عظیم الشان ہے جنس بشر ہی سے ہے کیوں کہ اگر وہ جنس ملائک سے ہوتے تو اتحاد جنسیت کے فقدان سے اتحاد اور یگانگت کی تکمیل نہ ہو سکتی۔ تعلیم و تعلم میں دُشواریان لاحق ہوتیں ۔اور سب سے بڑھ کر نقصان یہ ہوتا کہ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرنے والوں کوں سب سے بڑا بہانہ ہاتھ جاتا اور ایسی ایسی کہاوتیں استعمال کرتے کار پاکاں راقیاس از خود مگیر چہ نسبت خاک را با عالم پاک اب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسل انسانی اور جنس بشریت سے ہونا ثابت ہو گیا۔ تو جملہ انواع بشر کو بھی عزت و عظمت ہو گی۔

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ
ذرہ آفتاب تابانیم

اور شیدائیاں اتباع کے حوصلے بھی بڑھ گے اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا اقتداء سب کو مرغوب و محبوب بن گیا۔

۲: صاحب معالم التنزیل اور خازن نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور زہری وامن محیص نے من انفسکم کو بہ فتح فاء یعنیمن انفسکم تلاوت کیا ہے اس وقت اس کا مادہ نفاست ہو گا اور اس کے معنی پائگئی گوہر اور

لطافت طبع اور طہارت ذات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا افضل خلائق ہونا ثابت ہو جائے گا اور آیت زیب عنوان میں اسی خصوصیّت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

یارب صلی وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیرِ الخلق کلھم

خصوصیّت نمبر ۱۷:

"عزیز علیہ ماعنتم"(۹-۱۲۸)

ترجمہ:۔ تمہاری تکلیف اُن پر شاق گزرتی ہے۔

جب عَزَّ یَعِزُّ (بفتح عین) ہو تب اسکے معنی شاق اور سخت ہوتے ہیں عَنَت جس سے عَنِتُّم بنا ہے کے معنی مشقت، فساد، ہلاکت، خطا، وغیرہ ہیں۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جو چیز تم کو مشقت میں ڈالنے والی ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت ہی شاق وگراں گزرتی ہے یعنی تمھاری تکلیف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرورت تکلیف ہوتی ہے تمھارے درد کو وہ درد سمجھتے ہیں۔ واضح ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ صفت کفّار اور موٴمنین دونوں کے حق میں تھی۔

الف: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کفّار کو کفر وشرک میں دیکھتے اور خیالی فرمایا کرتے۔ کہ یہ لوگ کس انجام بد کا شکار ہونے والے ہیں یہ لوگ کیوں کر اپنے ہاتوں اپنے لیے چاہ ہلاکت کھود رہے ہیں تب سید الانبیا والمرسلین حضرت خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل رحم پرور کو نہایت صدمہ گزرتا تھا۔ بسا اوقات یہ کیفیت اسقدر بڑھ جاتی کہ اللہ تعالی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تسلیہ وسکینہ کے لیے اپنا کلام وپیغام بھیجنا پڑتا۔

سورۃ یسین میں ہے فَلَا یحزنک قولھُم ان کی باتوں سے آپ اپنا جی بُرا نہ کریں سورۃ ال عمران میں ہے۔ وَلا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر کفر میں بڑھ بڑھ کر حصہ لینے والوں کی حالت سے آپ اندوگین نہ ہوں۔ واقعات بدر میں مذکور ہے کہ جب حملہ آوران مکہ قدیم کر دیئے گے تورات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نند نہ آئی اِدھر سے اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کروٹیں لیتے تھے۔ کرب واضطراب نمایاں تھا ایک انصاری نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ تکلیف ہے فرمایا نہیں مگر عباس رضی اللہ عنہ کے کراہنے کی آواز میرے کان میں آرہی ہے اس لیے مجھے چین نہیں پڑتا انصاری چپکے سے اُٹھا اس نے جاکر عباس کی مشک بندی کھول دی اُنھیں آرام مل گیا تو وہ فوراً سو گیا انصاری پھر حاضر خدمت ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اب عباس رضی اللہ عنہ کی آواز کیوں نہیں آتی۔ انصاری بولا کہ میں نے اُن کے بندھن کھول دیئے ہیں۔ فرمایا جاؤ سب قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی گی۔ کہ سب قیدی اب آرام سے ہیں تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اضطراب دور ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب شریں سے استراحت گزیں ہوئے ذرا سوچنا ہے، قیدی وہ تھے جنھوں نے ۱۳ سال تک متواتر اہل ایمان کو ستایا تھا کسی کو آگ پر لٹایا، کسی کو خون نہلایا، کسی بھاری پتھر کے نیچے دبایا، کسی سخت اذیتوں کے بعد خاک وخون میں سلایا تھا۔ اور پھر اُن پر یہ نرمی، یہ سلوک۔ عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے اور جہاں تک معتبر روایات سے معلوم ہوا ہے وہ بادل ناخواستہ صرف قوم کے اکراہ واجبار سے بدر میں آئے تھے۔ با این ہمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدل وانصاف نے ان میں اور دوسرے قیدیوں میں کوئی امتیازی فرق قائم کرنا پسند نہ فرمایا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحم دلی اور طبعی شفقت ورافقت کا

یہ عالم تھا۔ کہ جب تک سب قیدیوں کے بہ آرام ہونے کی رپورٹ نہ لی اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند تک نہ آئی۔ عزیز علیہ ما عنتم کا جلوہ ایسے حملہ آوران و دشمنان جانی و ایمانی کے مقابلہ میں تھا۔

۲: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر رونق افروز مدینہ ہو چکے تو اللہ تعالی نے آپ فرمان۔ وما کان اللہ لیعذبھم وأنت فیھم (۸۔۳۳) شدید کی آفت کو اُتارا قحط اس شدّت کا تھا کہ اہل مکہ کی آنکھوں کی روشنی بھی کم ہو گی۔ ابو سفیان اموی ہمیشہ مسلمانوں سے بر سر پر خاش رہا کرتا تھا۔ وہ خود دربار مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور نہایت ادب عرض کیا گستر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ احسان اور صلہ رحم کی تعلیم دیا کرتے تھے ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرا بتی میں اور رحم کی ملجتی، احسان فرمایئے اور دعا کیجئے کہ اس قحط شدید سے ہم کو نجات ملے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثمامہ بن اُثال سردار نجد کو جو دولت ایمانی سے مالامال ہو چکا تھا حکم بھیج دیا کہ مکہ مکرمہ مین فوراً غلہ پہنچانے کا بندوبست کرے اس کے علاقہ میں اناج بکثرت تھا اس نے غلہ صرف اس لیے روک رکھا تھا اور منفعت تجارت کو بھی نظر انداز کر دیا تھا کہ اہل مکہ دشمنان رسول ہیں اب حکم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل ہوئی اور اہل مکہ کی جان میں جان آئی۔ یہ دشمنون کے مقابلہ میں عزیز علیہ ماعنتم کا ایک ثبوت تھا۔

۳: جنگ طائف اُن حملہ آورون کے ساتھ ہوئی جن سے حُنین، واوطاس مین شدید محاربہ ہوا یہ لوگ ان مقامات سے شکست کھا کر قلعہ طائف مین مستحسن ہو گئے تھے اور ابھی انکی فوجی طاقت زوروں پر تھی سید الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلعہ کہ محاصرہ کر لیا چند

عوز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ دشمن محاصرہ کی شدت سے سخت تکلیف میں ہے بھوک نے اُنکی ہلاکت کو قریب کر دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاصرہ اُٹھا دینے کا حکم دیا چند صحابہ نے جنگی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے عرض بھی کیا کہ اب قلعہ فتح ہی ہونے وال ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از رحم و کرم جو حکم دیا تھا اسکی تعمیل کرائی یہ واقعہ عزیز علیہ ما عنتم کا تیسرا ثبوت ہے۔ ان نظائر سے واضح ہو جاتا ہے اور ایسے نظائر اور بھی بہت ہیں کہ قلب رحیم اور طبع کریم پر اہل محاربہ کی حالت زبوں اور انجام دگرگوں کا کیا اثر ہوا کرتا تھا۔ اہل اسلام کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت و شفقت کا بیان بے پایاں ہے عبادت و معاملات مین ایسی مثالین بہ کثرت ملتی ہیں کہ اُمت کو دُشواری سے بچانے کے لیے یا اُمت کی آسانی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کچھ توجہ فرمایا کرتے تھے۔ یعنی امت کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور امت کی راحت کو اپنی راحت قرار دے رکھا تھا صحیح بخاری میں ابن عباس اور ابو حیہ انصاری رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ شب معراج کو پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں حضرت سیّدنا موسی علیہ سلم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا ان اُمتک لَا تُطِیقُ۔ آپ کی امت میں اتنی عبادت کی طاقت نہیں، تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجوع اِلی اللہ فرمایا تخفیف ہوئی موسی علیہ السلام نے پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہی کہا جو پہلے کہا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بار جوع اِلی اللہ فرماتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اس واقعہ سے دو نتیجے صاف طور پر آمد ہوتے ہیں۔

الف: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمان رحمن کے کتنے منقاد و مطیع تھے کہ جب پچاس نمازوں کا حکم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارہ میں ذرا بھی لب کشائی نہیں فرمائی۔

ب: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اُمت پر کس قدر مہربان تھے جب سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جیسے تجربہ کار نبی نے اِنّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیقُ کو دہرایا تو فورا اس پاک فطرت کا ظہور ہو جو عَزِیز عَلَیہِ مَاعَنِتُّم کی تحت پنہاں تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار رُجوع اِلی اللہ فرمایا۔

اس حسن ادب اور التماس متواترہ کا ثمرہ یہ ہوا کہ تعداد پچاس سے پانچ رہ گی اور ثواب وہی پچاس کا رکھا گیا۔ میرے خیال میں (مراد مولانا قاضی سلیمان منصور پوری ہیں) اگر سیّدنا موسیٰ علیہ السلام ان امتک لاتطیق کے فقرہ کا استعمال نہ فرماتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی اور دلیل سے التماس تخفیف پر مائل کرنا چاہتے تو وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال عبودیّت اور وفور شوق عبادت کے سامنے تو پچاس نمازوں کی کثرت بھی کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی وہ قلب شاکر اور وہ لسان ذاکر جو یادِ الٰہی سے ایک دم کے لیے غافل نہ ہوتے ہوں ان کے لیے محدود وقت میں محدود رکعتوں کا ادا کرلینا کیا دشوار ہو سکتا ہے۔

۴: ماہ رمضان تھا سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو تشریف لا رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے رکھا کرتے تھے جب بہ مقام غسعان پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگایا اور دست مبارک کو بند کرتے ہوئے لوگوں کو دکھلا کر پانی پی لیا اور پھر مکہ پہنچے تک روزہ نہ رکھا۔

یہ ترجمہ توضیح بخاری کی روایت عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے لیکن دیگر روایات میں سراحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے روزہ افطار فرمایا اور ترک صوم کیا تھا کہ اہل

لشکر کو سفر میں روزہ کی شدت تکلیف دہ تھی۔ اور اُمت کی تکلیف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلیف محسوس فرماتے تھے۔

۵: صلوۃ التراویح۔ کے متعلق صحیحین اور سنن میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو شب یہ نماز لوگوں کے ساتھ پڑھی اور تیری شب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں اس نماز کے لیے تشریف نہ لے گے اور صبح کو لوگوں سے فرمایا۔

قد رأیت صنیعکم فلم نمنعنی من الخروج الیکم انی خشیت ان یفرض علیکم۔

اس نماز کے لیے تمھارا آنا، انتظار کرنا وغیرہ میں نے دیکھا مجھے آنے میں صرف یہ خیال مانع ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔

۶: صحیح مسلم میں سیّدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز تہجد میں تھے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری اقتداء کو محسوس کیا تو نماز ہلکی کر دی۔

۷: اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیوہ عمومی کو ان الفاظ میں روایت فرمایا ہے۔

ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیدع العمل وھو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض علیھم۔

ترجمہ:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے عمل کو بھی چھوڑ دیتے جس کا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند ہوتا اس خیال سے کہ لوگ بھی عمل عنا لگیں ھے اور ڈر ہوتا کہ کہیں وہ عمل فرض نہ ٹھرایا جاے۔

ان جملہ روایات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ عزیز علیہ ماعنتم کی صفت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیسی مستحکم تھی اور اُمّت کی تکلیف کا خیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر شاق تھا۔

یہ محبت، یہ شفقت، یہ ترحم، یہ پیار تو ماں باپ کو بھی اپنی اولاد کے ساتھ یکساں نہیں ہوتا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہزار دو ہزار اور اُلوف در اُلف افراد اُمت کے ساتھ تھا۔ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت رب العلمین کے بعد ہر ایک رحم کرنے والے اور محبت کرنے والے سے برتر اور بڑھ کر تھی۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلهم

کس ادا پر جان دون تو ہی بتا اے جان جاں
جس ادا کو دیکھتا ہوں حسن کی تصویر ہے

خصوصیّت نمبر ۱۸

حریص علیکم (۹۔۱۲۸)

جب حریص کا استعمال علی کے صلہ سے کیا جاتا ہے تو اس کے معنی شدت طلب ہوتے ہیں آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ ہمارا نبی تم لوگوں کی نفع رسانی کا کمال درجہ طالب و شائق ہے۔

آیت بالا سے بوضوح ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی نوع کے مفا اور رفاہ و صلاح کی آرزو بہ درجہ کمال تھی۔ سورۃ یوسف میں ہے وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین بہت لوگ ہیں جو ایمان نہ لائیں گے اگرچہ تجھ کو ان سے ایمان لے آنے کی بڑی چاہت ہے۔ اس آیت سے بھی یہی استفادہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منتھائے نظر اور کمال آرزو یہی تھا کہ تمام عالم کے سر ایک ہی مالک

وحدہ لاشریک لہ کے سامنے جھکے ہوئے ہوں۔ رب واحد کا دین واحد ہی تمام اصناف انسانی کو متحد و متفق بنانے والا ہو۔

۲: قریش کے سردار عتبہ نے ایک بار سید الکونین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل کر یہ عرض کیا تھا۔

الف: کیا تم مال و دولت چاہتے ہو میرا ذمہ ہے کہ سب سے زیادہ زر و مال تیرے پاس جمع کر دوں گا۔

ب: کیا تم ریاست کے خواہاں ہو ہم سب تجھے اپنا رئیس تسلیم کرتے ہیں۔

ج: کیا تم تخت قائم کرنا چاہتے ہو میں سارے عرب سے تیری فرمان روائی کی تصدیق کرادوں گا۔

سیّد الانبیاء و المرسلین حضرت خاتم النبین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے نہ زر و دولت کی ضرورت ہے اور نہ ریاست و حکومت کی آرزو ہے میں تو ربُّ العلمین کا پیغام لے کر آیا ہوں اور اُسی کا ہر ایک سننے والے کان تک پہنچا دینا میرا مقصود اعلیٰ ہے۔

۳: ایک بار ابو جہل لعین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مضروب کیا حمزہ عمّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واقعہ سنا تو انھوں نے ابو جہل کو جا کر پیٹا اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آکر بتلایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو خوش ہونا چاہیے کہ میں نے ابو جہل سے تمھارا انتقام لے لیا۔ سیّد الکونین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا مجھے انتقام وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں ہاں تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہو گی سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے دل مین یہ بات جم گئی اور وہ مسلمان ہو گے۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن اعراض کے گرد و غبار سے بلند تر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور تعلیم کے لئے بے حد سرگرمی کسی ذاتی مفاد پر مبنی نہ تھی۔ انتقام اور دیگر رذائل سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ پاک وصاف تھے یعنی حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو اپنے نفس کے لیے کچھ بھی نہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیکر محبت کُل تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود منفعت عامہ اور جود عامہ کے صفات سے مشکل و مجسم تھا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ذرا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُن ادعیہ پر نظر ڈالو جو وقتاً فوقتاً اُمت کے حق میں فرمائی ہیں وفات سے ایک ماہ پیشتر ایک خطبہ کے آغاز میں فرمایا مسلمانو اللہ تمھیں سلامتی سے رکھے تمھاری حفاظت فرمائے تمھیں شر سے بطائے تمھاری مدد کرے تم کو بلند کرے ہدایت اور توفیق دے اپنی پناہ میں رکھے آفتوں سے بچائے تمھارے دین کو تمھارے لیے محفوظ بنائے ذرا ان الفاظ پر غور کرو ایک بعد دوسری دعا اور دوسری کے بعدت سیری گویا دعا برکت دیتے تھکتے ہی نہیں یہ اسی صنعت حرص علیکم کا ظہور ہے اور یہ خصوصیّت ذات ہمایونی ہی کی ہے۔

یارب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

خصوصیّت نمبر ١٩

باالمؤمنین رؤف رّحیم (٩-١٢٨)

ترجمہ:۔ وہ موٗمنوں سے بہت پیار کرنے والا اور اُن پر ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

آیت بالا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رؤف اور رحیم کے اسما سے یاد فرمایا گیا ہے۔ رؤف رافت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ رحیم رحم سے صفت مُشبہ کا صیغہ ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جو صیغے مبالغہ کے اوزان پر آتے ہیں، وہ معنی کثرت و فراوانی کا اظہار کیا کرتے ہیں اور جو صیغے صفت مشبہ کے اوزان پر آتے

ہیں وہ صفت لازم اور معنی ثابت کے مظہر ہوتے ہیں مبالغہ کے اوزان دس ۱۰ ہیں، اور مندرجہ ذیل لُغات اُن اوزان پر ہیں۔

(۱) نجّار (۲) علّامۃ (۳) صِدّیق (۴) مِسکین (۵) مِسعَر (۶) مِعطار (۷) نَصیر (۸) ضُروب (۹) حِذر (۱۰) فَارُوق۔

مبالغہ ہمیشہ فاعلیت کا معنی دیتا ہے۔

صفت مشبہ فعل لازم سے بمعنی فاعل آتا ہے مندرجہ ذیل لغات اس کے وزن کو ظاہر کرتے ہیں۔

(۱) حَسَن (۲) طَیِّب (۳) صَعب (۴) جَبان (۵) شُجاع (۶) شَفیع (۷) مُھد (۸) اَشیَب (۹) عطشان (۱۰) کَرِیم (۱۱) وَنُور (۱۲) فرِح۔

اس صفت مشبہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بھی معنی اور تصرف میں اسم فاعل کے مشابہ ہوتا ہے۔

لہذا رءوف کے معنی کامل العطوف ہیں اور رحیم کے معنی دائم الرحمت ہیں سورۃ حج اور سورۃ بقرہ میں ہے۔

ان اللہ باالناس لرءوف رّحیم اللہ تعالی انسانوں پر رءوف ورحیم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں یہ امر نہایت شرف وعزت اور غایت تکریم وحرمت کا موجب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں دو ۲ نام بہ حالت ترکیبی تجویز فرمائے گئے ہیں جو اسی ترکیب کے ساتھ خود ذات پاک سبحانی کے لیے مستعمل ہوئے۔ہاں الہ المحمود کی رافت ورحمت کو عوام الناس پر عام فرمایا گیاہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رافت ورحمت کو باالخصوص کامؤمنین کے ساتھ خاص کیا گیا فہم معانی میں اس عموم وخصوص کا امتیاز یاد رکھتے ہوئے مؤمنین کے لیے شکر وابتھاج کا مقام ہے کہ اُن کو الماعف رحمت وعطوفت کا مورد ومصداق بنایا گیاہے۔ مناسب مقام سے یہ بحث بھی

ایک عطیف بحث ہے کہ کیا دیگر اسمائے مبارکہ میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسا شرف و امتیاز موجود ہے۔

سیّدنا حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

وشق	اسمہ	من	لہ	لیجلہ
فذو	العرش	محمود	وھذا	محمد ﷺ

اگر حسان بن ثابت المویّد بروح القدس کی سنت حسنہ کا اقتداء کیا کیا جائے تب تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَسّی ۸۰ سے زیادہ اسے اسمائے گرامی نکلین گے جن کا توافق و تطابق اسماء الحسنی سے ہو جاتا ہے۔ سیرت نبویہ کے ائمۃ الاعلام کا شیوہ رہا ہے کہ۔

(الف) جس مصدر یا فعل کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف کتاب حمید میں فرمائی ہے اس سے اسم بنالیتے ہیں۔

(ب) جس صفت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف الفاظ حدیث میں آئی ہے اُسے اسم شمار کرلیتے ہیں۔

ائمہ سیرت کا یہ شیوہ مستحسن ہے اور حسن ادب، نیز کمال ادب پر دال ہے زرقانی شرح مواھب لدنیہ میں اسماء مبارکہ کی جو فہرست وترتیب حروف تہجی درج کیگی ہے وہ انہی اصول ثلاثہ پر مبنی ہے۔

مندرجہ بالا اصول کی صراحت کے بعد یہ قابل گزارش ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جن اسماء کی صراحۃ تطبیق کلام ربّانی سے ہویی ہے ان کا شمار (۹۲) ہے ان اسماء کے معانی کی بحث تو آگے چل

کر آئے گی اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصف رافت ورحمت کے متعلق مختصرا کچھ لکھ دینا ضروری ہے۔

صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتاخر لنا بالموعظۃ مخافۃ السامۃ علینا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو گاہ بہ گاہ وعظ سنایا کرتے اس اندیشہ سے کہ روزانہ وعظ کا سننا ہم پر گراں نہ گزرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اصول ازارہ شفقت ورفقت تھا کہ سامعین جسقدر بھی سنیں نشاط طبع اور حضور قلب سے سُنیں اور آہندہ کے لیے شوق تمام باقی رہے۔ عادت مبارکہ تھی کہ جب بہ حالت نماز کسی بچہ کی رونے کی آواز سُن پاتے تو نماز ہلکی فرما دیتے کہ ماں بچہ کو جلد سنبھال سکے۔ عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی مسلمان مقروض مرجاتا تو اس کا قرض بیت المال سے قبل از قبل تدفین ادا فرمادیتے تھے مگر خود کسی مردہ کا مال قبول نہ فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کسی کی غیبت میرے سامنے مت کرو میں نہیں چاہتا کہ کسی طرف سے میری صاف دل میں فرق آئے گزر جا تھی چھوٹے بچوں کو پیار کرتے، ان کو خود سلام کیا کرتے ان سر پر دست شفقت رکھتے گلی میں کھیلتے ہوئے بچوں کو اپنی سواری پر آگے پیچھے سوار کر لیتے غلاموں کے ساتھ سفید زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں شامل ہو جاتے۔

ان سب امور کا ظہور ازراہ شفقت ورافقت ہوا کرتا تھا اور اس بلند ترین رافت ورحمت کا ظہور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے تھا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یارب صل وسلم دائمًا ابدًا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

یہ نظم بھی ملاحظہ فرماتے چلیں

انوار کا عالم کیا ہو گا

سر کار دو عالم کے رخ پر انور کا عالم کیا پو گا
جب زلف کا ذکر ہے قرآں میں ر خسار کا عالم کیا ہو گا
معراج کی شب جب اللہ نے محبوب کو ا پنے بلوایا ہو گا
سوچو تو سہی ان دونوں گفتار کا عالم کیا ہو گا
محبوب خدا کے جلوؤں سے ایمان کی آنکھیں روشن ہیں
بے دیکھے ہی جب یہ عالم ہے دیدار کا عالم کیا ہو گا
ہے نام میں اُن کے اتنا اثر کہ اُٹھے مُردے بھی سُنکر
وہ حال اگر خود ہی پوچھے بیمار کا عالم کیا ہو گا
جب اُن کے غلاموں کے در پر جھکتے ہیں سلاطین عالم
پھر کوئی بتائے آقا کے دربار کا عالم کیا ہو گا
جب سُن کے صحابہؓ کی باتیں کفار مسلمان ہوتے ہیں
پھر دونو ں جھاں کے سرور کی گفتار کا عالم کیا ہو گا
طیبہ سے ہوا جب آتی ہے ہم سب کو سکوں مل جاتاہے
اس پار کا جب یہ عالم ہے اس پار کا عالم کیا ہو گا
جب حُسن تھا اُن کا جلوہ نما انوار کا عالم کیا ہو گا

ہر کوئی فدا ہے بے دیکھے دیدار کا عالم کیا ہوگا
اس غار کا ذکر ہے قرآں میں جسمیں شب گزاری تھی
جس میں گزرے ہیں چار کے پردے اس غار کا عالم کیا ہوگا
ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ اور سارے صحابہ دوزانو
جب بیٹھے ہوں گے مجلس میں دربار کا عالم کیا ہوگا
کھائی ہیں قسمیں خود قرآں میں اصحان کے دوڑتے گھوڑوں کی
اصحاب کا جب یہ عالم ہو سرکار کا عالم کیا ہوگا
جس وقت خدمت میں اُنکے ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ
اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار کا عالم کیا ہوگا
چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی یہ
شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا
جب شمع رسالت روشن ہو کیونکہ نہ جلے پروانہ دل
جب رشک مسیحا آجائیں بیمار کا عالم کیا ہوگا
معراج کی شب حق سے ملنے وہ عرش معلی پر پہنچے
رفتار کا عالم کیا ہوگا گفتار کا عالم کیا ہوگا
اللہ و غنی سبحان اللہ کیا خوب ہے روضے کا نقشہ
محرام حرم کا جالی کا مینار کا عالم کیا ہوگا

کہتے ہیں عرب کے ذرّوں پر انوار کی بارش ہوتی ہے
اے نجم نہ جانے طیّبہ کے گلزار کا عالم کیا ہوگا

(نقل کردہ از کتاب خصوصیات اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۴۴۹۔ تا ۴۵۱)

مقام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زمانے میں چمکا ہے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہوئی روکش صبح و شام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مرا منہ چوم روح الا مین نے
لیا میں نے جس وقت نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نہ پہنچے وہاں جبرئیل آمین بھی
بلند اس قدر ہے مقام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پلائے ہیں ساقی نے بھر بھر کے مجھ کو
خدا کی خماں سے جام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فقط دو عقیدوں پہ دنیا ہے قائم
بقائے خدا و دوام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین یہ گلہائے عقیدت مولانا ظفر علی خان پیش کیے۔

(نقل کردہ از کتاب خصوصیات اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۲۶۸)

خصوصیت نمبر ۲۰

"فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِہ" تو بھی ان سب کی ہدایت کی موافقت کر۔

اقتداء کے اصل لغت میں شخص ثانی کا شخص اوّل سے موافقت کرنا ہے آیت بالا پر کوئی شخص سر سری نظر ڈالے گا وہ سمجھے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی دوسرے شخص کے مقتدی (پیرو) ہونے حکم دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معنی کافہ اہل اسلام کے اس مسلّمہ اعتقاد کے خلاف ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام الانبیاہیاں لہٰذا آیت بالا شرح طلب ہے اور شرح معانی کے بعد واضح ہو جائے گا کہ آیت بالا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا ثبوت ہے۔ناظرین کو آیت وَ کَذٰلِکَ نُرِی اِبرَاھِیمَ سے غور شروع کرنا چاہیں اس رکوع میں اللہ تعالی نے اٹھارہ ۱۸ حضرت انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس ذکر ترتیب زمانی یا ترتیب مدارج کو چھوڑ کر اور ترتیب بدیع اختیار کی گئی ہے۔

اوّل ترتیب اصول نسب

اس صنف میں سیّدنا حضرت نوح وسیّدنا حضرت ابراھیم وسیّدنا حضرت اسحق وسیّدنا حضرت یعقوب علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے کیونکہ جملہ حضرت انبیاءِ عالم کے انساب انہی پر منتھی ہوتے ہیں اور اکثر اقوام کا انساب نسلی انہی کی جانب ہے۔

دوم ترتیب ملک وقدرت

اس صنف میں سیّدنا حضرت داؤد وسیّدنا حضرت سلیمان علیہما السلام خصوصیت سے قابل بیان تھے۔

ترتیب بلحاظ مراتیب صبر و شکر

اس صنف میں سیّدنا حضرت ایوب و سیّدنا حضرت یوسف علیہما السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ترتیب بلحاظ معجزات و ظہور آیات

اس صنف میں سیّدنا حضرت سیّدنا حضرت موسیٰ و سیّدنا حضرت ہارون علیہم السلام کے نام مذکور ہوئے ہیں۔

ترتیب بلحاظ تبلیغ اُمم مختلفہ

اس صنف میں سیّدنا حضرت اسماعیل و سیّدنا حضرت الیسع و سیّدنا حضرت یونس و سیّدنا حضرت لوط علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

ہاں آیت بالا پر غور کرو

اصول نسب کی بنیاد پر سید الانبیاء و المرسلین حضرت خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ شرف خاص حاصل ہے کہ قیامت کے دن جملہ حسب و نسب منقطع ہو جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے عرب کو پنجہ اغیار سے چھڑایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی عرب کو فرمان فرمائی پر پہنچایا۔ آیت بالا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کی صفات علیہ اپنے اندر جمع کر لینے کہ حکم ہے کیونکہ موافقہ اخلاقی اسی طریق سے حاصل ہو سکتی ہے گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسب و نسب میں خود صاحب عمود عالم ہونا چاہیے اور لوگوں کو سیّدنا حضرت نوح و سیّدنا حضرت ابراھیم و سیّدنا حضرت اسحق و سیّدنا حضرت حضرت یعقوب علیہم السلام کی جانب انتساب سے مستغنی کر دینا چاہیے سیّدنا الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم المنبیین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو چاہیے کہ سیّدنا حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح عرب کے قبائل متعددہ اور شعوب مختلفہ کو متحد بنادیں۔ تاکہ وہ سب ملکر قوم واحد بلکہ شخص واحد کی شان پیداء کرلیں اور ھم ید واحد علی من سواھم کے مصداق بن جائیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیّدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح امن محکم اور صلح استوار سے ملک کو سرسبز و شاداب بنادینا چاہیے نیز عبادت الہی کے لیے ایک ایسا معبد کردینا چاہیے جو تقدیس میں بیت المقدس سے بڑھ کر اور اعداء کے دست بُرد سے بالاتر ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر ایوبی کا وہ نمونہ دکھلانا طاہیے کہ وَمَا صَبرکَ اِلّا بِاللہ کا توفیع خاص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صادر ہو جائے اور عفو سیّدنا حضرت یوسف علیہ السلام کا نمونہ نعید ترین اعداء اور سنگین ترین اشقیاء کو بھی ایسا دکھلانا چاہیے کہ ان کے کینہ اور غل کا پورا پورا درمان بھی ہو جایے اور آیندہ کے لیے ان کے دل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے معمور اور ذوق اطاعت سے پُرنور ہو جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام تھا کہ سیّدنا موسی علیہ السلام کی براہین صادقہ اور آیات باہرہ سے فرعون سرشت لوگوں کی اصلاح فرمایاتے اور سحر کاران ماہر فن پر باب نجات کھول دیتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام تھا کہ ایک آتشین شریعت کی جگہ نور آگین شریعت سے اتمام فرما دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے کہ سیّدنا ہارون علیہ السلام کی طرح منبر کو اپنے خطاب سے اور محراب کو اپنی امامت سے سربلند فرمایا بیجانوں میں جان ڈال دی اور سوکھی ہوئی نخلوں کو درد محبت کا شناسا بنا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا کام ہے کہ سیّدنا حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح دنیا کو دعا کی طاقت سے باخبر فرمایا اور منبر برآں آداب دعا اوقات دعا والفاظ ومراتب دعا سے اُمت کو حقیقت شناس

بنا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں کہ جنگلی شہد اور بیابانی ملخ پر گزران کرنے والے سیّدنا حضرت یحی علیہ السلام کی طرح خشک کھجوروں اور آب مقطر کو اپنی اور اپنے اہل بیت کی مستقل غذا قرار دیا اہل وعیال والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں بھی مہینوں تک چولہا روشن نہ ہوا۔ سیّدنا حضرت الیاس علیہ السلام خشک لبوں اور بیاباں نوردوں کو سیر اب کرنے میں خاص شہرت رکھتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں کہ سنگلاخ زمینوں پر معرفت کے چشمے بہا دیئے اور ہر ایک تشنہ لب کے سامنے جام کوثر لے کر خود آگے بڑھتے۔ سیّدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی عمارت کو مکمل کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کو قبلہ بنا کر جن وانس وملائک کا مرکز عبادت اور مطر عبادت قرار دیا۔ سیّدنا حضرت یونس علیہ السلام تین دن مچھلے کے پیٹ میں رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین شبانہ روز غار کے پیٹ میں سکون پزیر ہوئے۔ سیّدنا حضرت لوط علیہ السلام کے مواعظہ تحریم خبائث پر مشتمل تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس بارہ میں سعی بلیغ اور کوشش کامل فرمائی مقدمات زنا کو بھی حرام ٹھرایا اور ان اسباب و ذرائع کو جو فسق و فساد تک پہنچانے والے ہیں داخل محرمات کیا حتی کہ اُمت کے سامنے تقوی کا وہ بلند ترین مقام رکھ دیا کہ ہر ایک بندہ رحمن امام المتقین بننے تک اپنی ہمت وارادہ اور عزم اور سعی کو ترقی دے سکے۔

ناظرین جب دیکھیں گے کہ آیت زیب عنوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان جملہ صفات عالیہ کا جامع بتلارہی ہے تو انھیں بوثوق تام اعتراف کرنا پڑے گا کہ یہ مقام جامع بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمکے خصائص میں سے ہے۔ (نقل کردہ از کتاب رحمۃ للعالمین جلد سوم ملخصا صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۵)

مقام کی مناسبت سے یہ شعر بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
یارَبِّ صلِّ وسلِّم دائمًا أبدًا علی حبِیْبک خیرالخلقِ کلِّھِم

قصیدہ بردہ کا ایک شعر ملاحظہ فرماتے چلیں

منزہ عن شریک فی محاسنہ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم
بلغ العلی بکمالہ
کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ والہ

ایک قطعہ ملاحظہ فرمائیں۔

درِّ فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھو کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اور وں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

دوسرا قطعہ اکبر اِلٰہ آبادی مرحوم

جس خاک پہ ہو نقش کفِ پائے محمدؐ
اس خاک کے نیچے ہے فضائل کا دفینہ
وہاں کی زمین عرش سے بھی اعلیٰ ہے
جہاں دفن ہیں تاجدار مدینہ

(نسیم احمد فریدی امروہوی)

(یہ دونوں قطعے نقل کردہ از کتاب خصوصیت اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۴۷۷ تا ۴۷۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خصوصیات نبویہ ازاحادیث مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم

صحیحین میں سیّدنا حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَعْطَيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطِهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الأَرْضَ مَسْجِدًا وَ طَهُوْرًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةَ فَلْيُصَلِّ، وَاُحِلَّتْ لِيَ المَغَانِمُ وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ مِنْ قَبْلِيْ، وَاُعْطَيْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً۔

ترجمہ: مجھے پانچ ایسی چیزیں دیں گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں۔(۱) ابھی ایک ماہ کی مسافت ہو کہ دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔(۲) ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاکیزہ بنادی گئی ہے جو جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔(۳) غنیمت کا مال میرے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔ جو پہلے کسی پر حلال نہیں تھا۔ (۴) مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔(۵) پہلے نبی اپنی قوم کے لئے خاص ہوا کرتے تھے مگر میں ساری دنیا کے لئے نبی ہو کر آیا ہوں۔

صحیح مسلم کی روایت میں جو سیّدنا حضرت ابوہریرہؓ سے ہے فُضِّلَتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بستٍ فرمایا گیا ہے۔ اس حدیث میں اَعْطَيْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ نمبر۱ پر اور خَتَمَ بِيَ النَبِيُّوْنَ نمبر۶ پر ہیں نمبر ۲ میں نُصِرْتُ بالرُّعب،اور نمبر۳ پر اُحِلَّتْ لِي الغَنَائِمِ، نمبر۴ پر جعلت لي الأرض مسجدًا وطهورًا، نمبر۵ اُرسلتُ إلى الخلق كافة ہیں۔

صحیحین کی ایک متفق علیہ روایت میں عن ابوہریرةؓ میں جوامع الکلم اور نُصِرتُ بالرُّعب کے بعد "خزائن الأرض" کی مفاتیح کا خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا جانا بیان ہوا ہے۔

جملہ روایات پر اجماعی غور کرنے سے آٹھ امور حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) نصرت بالرعب (۲) روئے زمین کا مسجد وطہور ہونا (۳) حلت مغانم (۴) عطائے منصب شفاعت (۵) بعثت عامہ (۶) عطیہ جوامع الکلم (۷) ختم نبوت (۸) خزائن ارض کی کلید ہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خواب میں رکھا جانا۔ لہٰذا ہر ایک کے متعلق مختصرا گزارش کیا جائے گا۔

خصوصیت نمبر ا:

اول نصرت بالرُّعب

سیّد الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سالہ عہد نبوت پر نظر غائر ڈالو سرور عالمؐ تبلیغ ودعوت کے لئے شہر مکہ کے اندر اور آبادی مکہ سے باہر یکہ وتنہا رات ہو یا دن ہو تن تنہا تشریف لے جایا کرتے تھے مگر کسی شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جان ستاں حملہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا منڈیوں اور میلوں میں جہاں ہزارہا اشخاص اور پچاسوں مختلف قبائل کا اجتماع ہوا کرتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاتے اور کلمہ توحید کا اعلان فرماتے دیوتا دیوی کے ماننے والوں میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور نہ ہو سکتا تھا مکہ سے دور دراز قبائل میں جو خشونت اخلاق اور خون ریزی و بے باکی میں بہت زیادہ مشہور تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے متعدد چکر لگائے اس سفر میں سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سوا اور کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم رکاب نہ ہوتا تھا ابو بکرؓ سے بھی ان قبائل کو

تعارف نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ دعوت فرماتے ہر ایک پر حجت الٰہیہ ختم کرتے اور کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بر سر پیکار نہ آتا۔

آغاز سفر ہجرت سے تین روز پہلے ایک ایک قبیلہ کا بہادر دشمنوں نے جمع کر لیا تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ لیکن ہر ایک کے دل پر کتنا رُعب تھا۔ کہ تختے توڑ کر اندر داخل ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ ساری رات اس انتظار میں پوری کر دی کہ حضورؐ ہی باہر تشریف لائیں تو یہ حملہ کریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا باہر بھی نکلے تو" شاھتِ الوجوہُ لا ینصرون" کہ کلام سے ان کو غصہ بھی دلایا اور مٹھی بھر خاک اٹھا کر ان کے سروں پر پھینک دی بایں ہمہ کسی نے سر نہ اُٹھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ تاباں کی طرف کوئی نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکا۔ طائف کا حکمران اور تمام باشندے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں مگر ان کی سنگ باری اور شرارت صرف اسی حد تک محدود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر نہ ہو سکے۔

آخر وہی اہل طائف ہیں وہی ان کا حکمران عبد یالیل کہ خود مدینہ حاضر ہوتے اور داخل اسلام ہو جاتے ہیں۔ نصرت بالرعب کی مثالیں اس زمانہ کی بڑی بڑی سلطنتوں کے حالات سے بھی ہویدا ہیں۔ یمن سلطنت ایران کے قبضے سے نکال جاتا ہے اور کسی جنگ کے بغیر مطیع اسلام ہو جاتا ہے مگر سلطنت ایران یمن کی طرف منہ بھی نہیں کرتی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب ان کے دل و دماغ پر مستولی تھا۔ شمالی عرب سلطنت روما کے اقتدار سے نکل جاتا ہے اور روما کا شہنشاہ فراہمی افواج اور حملہ آوری کا حکم جاری کر دیتا ہے۔ اور اسی کی مدافعت کے لیے حضورؐ عرب کی سرحد تبوک تک تشریف لے جاتے ہیں۔ مگر ایک مہینہ کی راہ پر (یروشلم میں) بیٹھے ہونے ایمپر کا دل خوف سے بھر جاتا ہے اور سابقہ احکام جنگ کو

منسوخ کر کے دم بخود ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ عرب کی قدیم ترین سلطنتیں حیرہ وغسان قائم ہیں انہیں کے دربار کے شعرائے خاص حسان بن ثابت اور کعب انصاری تاج پوش بادشاہوں کو چھوڑ کر بوریا نشین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آستان پر حاضر ہوگئے ہیں مگر ان سلطنتوں میں کسی کو یہ حوصلہ نہیں پڑتا کہ اپنے شعرائے خاص کو واپس لینے کے لئے ہی اظہار طاقت کریں اور دربار عالی کے خدام تک کو دھمکی سے ملا ہوا فقرہ بھی پہنچا سکیں ذی ظلیم ذی یران کی حکومتیں یمن کی جانب اور مکہ سے متصل ہیں ان میں سے ہر ایک حکومت کے پاس باقاعدہ فوج بھی موجود ہے اور خزانے بھی معمور ہیں وہ گھر بیٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے لگے ہیں عدوان و سرکشی کا خیال تک بھی ان کے دماغ میں نہیں آتا۔ ذوالکلاح حمیری اپنے گھر میں بیٹھا پندرہ ہزار غلاموں سے سجدہ کراتا اور خدا کہلاتا ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک) لیکن ایسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بھی دل ہی دل میں ڈر رہا ہے۔ جس نے کئی دعاوی فرعونیت کو غرقاب کر دیا۔ اس "عبدہ ورسولہ" کہلانے کا رعب مسجود و معبود بننے والے کو مغلوب کیئے ہوئے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت خاص نزدیک دور ہر جگہ جلوہ گستری تھی۔ امیر المؤمنین علی المرتضیٰؓ کا فقرہ ہے "مَنْ رَاٰهُ بَدِيْهَةِ هَابَه" جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یکایک آجاتا وہ دہشت زدہ ہو جاتا۔ یہ وہ نصرف الٰہیہ تھی جو رُعب بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حشمت و عظمت کو دوبالا کر رہی تھی۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد و اٰلہ وبارک وسلم

خصوصیت نمبر ۲:

روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا

یہود اپنے کنیسہ اور عیسائی اپنے کلیساء کے بغیر نماز نہ پڑھا کرتے تھے مجوسی بھی پاک آگ کے آتش کدہ کے بغیر سرگرم عبادت نہ ہوا کرتے تھے، ہنود کا یہی حال مندروں کے متعلق ہے مسلمانوں کی نماز نہ محراب عبادت کی محتاج ہے ان کا گرمایا ہوا دل اور روشن آنکھیں آگ کی حرارت اور ضیاء سے بے نیاز ہیں اس لئے روئے زمین کا ہر ایک بقعہ اور ہر ایک قطعہ انکی سجدہ ریزی کے لئے موزوں ہے۔ ان پر" یذکرون اللّٰہ قیامًا وّقعُودًا وّعلٰی جنُوبھِم "کھڑے، بیٹھے اور لیٹے لیٹے ذکر کی حالت طاری ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بنا دیا۔

زنہا که بیروں روم از سجدہ گر خویش
آنجا که خدا ہست مرا سجدہ رواہست

یہ شرف اسی حقائق شناس کو ملا جسکی نگاہ میں کائنات کا پتہ پتہ توحید کے ترنم میں ہے۔ جس کے سامنے ریگستان کا ذرہ ذرہ انوار قدسی کا آئینہ دار ہے۔ جسے ہر شی مظہر جمال لم یزلی اور مرآۃ جلالی قدسی نظر آتی ہے۔ جسکے کانوں میں پتھروں کی تسبیح اور سبزہ کی تحمید ہر وقت گونج رہی ہے جسے آسمان وزمین کی فضاء نعرہ تکبیر وزمزمۂ تہلیل سے بھری ہوئی نظر آتی ہے اسی کے لئے تمام رویزمین مسجد بھی بنادی گئی۔

طہور سے مراد وضوء ہے اطراف بدن کا ہدایت شرعی کے مطابق پانی سے دھونا وضو کہلاتا ہے۔ وضو نماز کے لئے شرط ہے مگر نماز کا ترک کسی حالت میں روانہیں عام طور پر یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ شرط کے نہ ہونے سے مشروط بھی مفقود ہو جانا چاہئے اور جہاں وضوء کے لئے پانی میسر نہ ہو وہاں نماز بھی معاف ہو جانی چاہئے۔ لیکن کیا نماز ان لوگوں پر معاف ہو جاتی ہے جو گھاس کے پتے پتے سے وحدہ لاشریک لہ سننے والے اور درخت کے پتے پتے کو دفتر معرفت جاننے والے ہیں۔ ضرور تھا کہ انسان حصول طہارت کے لئے کوئی

دوسری تدبیر اختیار کرتا انسان مٹی ہی سے بنا ہے مٹی ہی اسکی اصل ہے اور مٹی ہی اس کو بن جانا ہے مٹی ہی مخلوقات کا گھوارہ ہے اور مٹی ہی سے کائنات ارضی اپنی خوراک حاصل کرتی ہے اس لئے اس مٹی ہی کو طہور بھی بنادیا گیا۔ مٹی کہاں نہیں مل سکتی؟ جہاں پانی نہ ہو گا وہاں پر مٹی تو ضرور مل جائے گی۔ خاک آلود ہاتھوں کا چہرے پر پھر لیتا اس عجز و تقرر کرہی ظاہر کرتا ہے جس نے طہور تُراب پر ایماندار کو مجبور کیا۔ الغرض یہ خصوصیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تراب روئے زمین کو ہمارے لئے طہور بنادیا۔ اور حضوری بارگاہ ربانی سے کسی حالت میں بھی دور و مہجور نہ ہونے دیا۔

خصوصیت نمبر ۳:

حلت مغانم

سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام و سیّدنا حضرت یوشع بن نون کی فتوحات میں جس قدر مغانم حاصل ہوتے تھے ان کو نذر آتش کر دیا جاتا تھا تورات میں جانوروں تک جلا دینے اور بستیوں میں آگ لگا دینے کا ذکر ملتا ہے۔ سیّد الانبیاء والمرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں سے پہلے غزوہ بدر میں غنیمت حاصل ہوئی مال غنیمت جمع بھی ہوا۔ اور تقسیم بھی کیا گیا لیکن پھر بھی لشکر میں ایسے لوگ موجود تھے۔ جو شریع موسوی کی نظیر پر مال غنیمت کا لینا خطرناک امر سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کے اطمینان کے لئے یہ آیت نازل فرمائی

لولا كتاب من الله سبق لمسكم في ما أخذتم عذاب عظيم و كلو مما غنِمتُم حلالا طيبا (پارہ۸ ایت ٦٨)

ترجمہ: اگر اللہ کی طرف سے پہلے کتاب میں ایسا نہ ہوتا تب جو کچھ تم نے وصول کیا ہے اس کے لئے تم پر بڑا عذاب ہوتا۔ اب تو غنیمت کو حلال طیب سمجھو اور کھاؤ۔

یہ اشارہ سورت نساء کی آیت "فعند اللہ مغانم کثیرۃ" کی طرف اشارہ ہے۔

دوسری جگہ ہے۔ وعَدَکُمُ اللہ مغانِمَ کثیرَۃً تأخذونها فعجل لکُم هٰذه و کف أیدی الناس عنکُم ولتکونَ اٰیةً للمؤمنین ویهدیَکم صراطًا مستقیمًا و اُخرٰی لم تقدِروا علیها قد أحاطَ اللہ بِها و کان اللہ علی کل شیئٍ قدیرًا (48:20تا21)

ترجمہ: اللہ نے تم سے مغانم کثیرہ کا وعدہ کیا جن کو تم حاصل کروگے لہٰذا یہ تو تم کو جلدی ہی دے دی (خیبر) اور دشمنوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا ہے تاکہ مؤمنین کے لئے یہ ایک نشان ہو اور تم کو اللہ صراط مستقیم پر چلائے گا۔ اور بھی مغانم بہت ہیں تم کو ان پر قدرت نہیں مگر اللہ نے ان پر احاطہ کر رکھا ہے اور اللہ ہر شئ پر قدرت والا ہے۔

یہ مغانم کثیرہ ہی ہیں جو سلطنت ہائے ایران اور روما پر فتوحات حاصل کرنے میں مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔ چونکہ یہ وعدہ مؤمنین کو مخاطب فرما کر کیا گیا تھا اس لئے اس وعدہ کا ایفاء بھی خلافت راشدہ کے وقت میں ہوا جب کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عالم بقا کو سدھار گئے تھے۔ واضح ہو کہ یہ ایک وعدہ نہ تھا بلکہ مؤمنین سے تین وعدے کئے گئے تھے دوسرا وعدہ یہ تھا کہ دشمن کے ہاتھ تم سے کوتاہ رہیں گے۔ اس وعدہ کے مطابق خلافت راشدہ کے وقت میں کوئی دشمن اسلامی فوجوں پر غالب نہیں آسکا تھا۔ تیسرا وعدہ برایت صراط مستقیم کا تھا۔ اور وہ بھی اپنی ظاہری وباطنی برکات کے ساتھ اس طرح پورا ہوا جس طرح پہلے دو وعدے اس آیت سے مجاہدین عہد خلافت راشدہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

خصوصیت نمبر ۴:

عطائے منصب شفاعت

شفاعت شفع سے ہے شفع کے معنی ہیں ایک شئ کو دوسری شئ کے ساتھ جو اسی کی جنس سے ہو شامل کر دینا۔ اکثر اوقات کسی اعلیٰ مرتبت کا کسی ادنی کے ساتھ مل کر کوئی کام سرانجام دینے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔

۲: مسئلہ شفاعت کفار عرب میں بھی مسلم تھا اور یہود اور عیسائیوں میں بھی تسلیم کیا جاتا تھا۔ کفار اور عیسائی یہ سمجھتے تھے کہ شفیع اپنی عزت و قار اور ذاتی اقتدار و اختیار سے جسے چاہے اسے اللہ کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے شفیع ان سب کو جو اسی کے ہو کر رہیں نعمائے اخروی و دنیوی عطا فرما سکتا ہے۔ ان عقیدہ والوں کو اللہ کی ہستی اور اسکی قدرت کا انکار نہ تھا لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ الٰہی اقتدار ان اشخاص کو بھی حاصل ہے جو ان کے شفیع ہیں۔ لہٰذا شفیع کی عبادت کرنا اللہ کی عبادت سے مستغنی کر دیتا ہے۔ اور شفیع کی رضامندی اللہ کی رضامندی سے مقدم تر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر غضب ناک بھی ہو اور اس کا شفیع زبردست ہو تو وہ اُسے اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچائے گا۔ لیکن اگر شفیع غضب ناک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس شفیع کو بندہ پر مہربان نہ کر سکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے متعلق فرمایا ہے۔

یعبُدون مِن دون اللہ ما لا یضُرُّھُم ولا ینفعُھم ویقولون ھٰؤلاءِ شُفعاءُنا عند اللہ (10:18)

ترجمہ:۔ یہ لوگ اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں، نہ فائدہ کر سکتے ہیں یہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ تو ہماری شفاعت کرنے والے ہیں اللہ کے پاس۔

انہی لوگوں کے حق میں دوسرے مقام پر فرمایا والَّذین اتَّخَذُوا مِن دُونه أولیاءَ ما نَعبُدُهم إلا لیُقَرِّبُونا إلی اللہ زُلفٰی

ترجمہ:۔ جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو اولیاء بنا رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قرب میں لے جائیں گے۔

عیسائی سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا شفیع بناتے ہیں اور پھر اسی کو خداوند (مثل خدا) کہتے اسی کو دعا اور مناجاتوں میں پکارتے، اسی سے مرادیں مانگتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر اس کے داہنے ہاتھ جا بیٹھا ہے جو کوئی اُسے پکارتا، اس سے مدد مانگتا، اُسے اپنا کارساز جانتا ہے اس کو مسیح خود ہی اپنے باپ خدا سے بچالیتا اور بخشوالیتا ہے۔ قرآن مجید نے اوّل تو کافروں اور عیسائیوں وغیرہ کے اس عقیدہ کا بطلان فرمایا اور اس کے رد اور بطلان کے لئے مختلف اسلوب کے ساتھ کلام الٰہی نازل ہوا اور پھر شفاعت کبریٰ کا اثبات فرمایا اور اس اثبات کو دو اصول پر منحصر رکھا۔

الف: مَن ذالذي یشفع عنده إلا باذنہٖ۔ کون ہے وہ ایسا جو اللہ کے پاس اس کے اذن کے بغیر شفاعت کرسکے فرمایا۔ یوم یقوم الروح والملائکةُ صفا لا یتکلمون إلا من أذِن له الرحمٰنُ

(سورۃ النباء آیت ۳۸)

اس دن سب فرشتے اور جبرائیل صف باندھے کھڑے ہونگے کوئی نہ بولے گا مگر وہی ایک جس کو اذن ملے گا۔ اصول اولین سے ثابت ہوا کہ اذن الٰہی کا قبل از شفاعت حاصل ہونا ضروری ہے۔

ب: وقالَ صَوابًا۔ اور وہ شفیع ٹھیک بات کہے گا۔ یہ اصول دوم ہے کہ شفیع نہایت صادق راست باز پوری پوری بات کہنے والا ہوگا۔ آیت من اذن لہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ شفیع صرف ایک ہوگا ہمارا

ایمان ہے اور یہ ایمان قرآن وحدیث کے اخبار پر مبنی ہے کہ وہ شفیع سیّدنا و مولانا سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عسىٰ أن يبعثَك ربُّك مقامًا محمودًا

تیرا رب تجھے مقام محمود پر ضرور کھڑا کرے گا۔

مقام محمود ہی مقام شفاعیت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر استادہ ہوں گے تو جملہ اولین وآخرین حضورؐ کی حمد کریں گے۔ احادیث میں آتا ہے کہ یہ مقام شفاعت کبریٰ کا ہے۔ مقام الشفاعة (ابن جریری عن ابن عباس) أی مقام الشفاعة یوم القیامة (ابن جریر عن الحسن) وهو مقام الشفاعة عند الجمهور (مدارک)

وعن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال هو المقام الذي اشفع لأُمتي فيه (ابن كثير عن الإمام احمد) عسىٰ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے تو اس کے معنی مین شک نہیں تیقن پیدا ہوتا ہے (عسیٰ من اللہ تعالیٰ واجب (معالم) از تفسیر ماجدی جلد ا ص ۵۹۴ حاشیہ نمبر ۱۱۶)

اور یہی امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کا مظہر ہے۔ (نقل از کتاب رحمۃ للعالمین جلد سوم ص ۱۱۵ تا ص ۱۲۳)

خصوصیت نمبر ۵:

بعثتِ عامہ

قُل يا أيها النَّاسُ إني رسولُ الله إليكُم جميعاً الذي له ملكُ السموٰتِ والأرضِ لا اِلٰه الّا ہُو يُحيي ويُميتُ فاٰمنوا بالله ورسولِهِ النبي الأمِي الذي يُؤمنُ بالله وكلمٰته واتّبعوهُ لعلكُم تهتدُونَ (سورت اعراف: ایت نمبر ۱۵۸)

ترجمہ: تو کہہ اے لوگوں میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمی پر جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر اور اسکی پیروی کرو تا کہ تم راہ پاؤ۔

(ترجمہ سیّدنا حضرت شیخ الہندؒ)

فوائد تفسیر عثمانی ف ا:۔ یعنی آپکی بعثت تمام دنیا کے لوگوں کو عام ہے عرب کے امیین یا یہود و نصاریٰ تک محدود نہیں جس طرح خداوند تعالیٰ شہنشاہ مطلق ہے آپ اس کے رسول مطلق ہیں۔ اب ہدایت و کامیابی کی صورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس جامع ترین عالمگیر صداقت کی پیروی کی جائے جو آپ لے کر آئے ہیں یہ ہی پیغمبر ہیں جن پر ایمان لانا تمام انبیاء و مرسلین اور تمام کتب سماویہ پر ایمان لانے کا مرادف ہے۔

(نقل از تفسیر عثمانی ص ۲۲۶ فائدہ نمبر ۱)

تفسیر از تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن جلد نمبر ۸ ص ۴۹۳ ملاحظہ فرمائیں

اب اس سورت مبارک میں قرآن پاک کی دعوت عامہ اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عامہ کا ذکر ہے۔ اسکے بعد اگلی دو سورتوں انفال اور توبہ میں جہاد کی ترغیب دی گئی ہے قرآن پاک کے پروگرام کو ماننے والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اس پروگرام کے مخالفین کے خلاف طاقت استعمال کرو۔ چنانچہ یہ دونوں سورتیں جہاد کے احکام پر مشتمل ہیں۔ یہ سب دعوت قرآنی کی تدریج ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے۔ آج کے درس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عامہ کا تذکرہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ قل۔ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے۔ یا ایھا الناس

اے لوگوں !یعنی عرب وعجم کے باشندو گویا تمام بنی نوع انسان سے خطاب ہے خواہ وہ مشرق میں رہتے ہوں یا مغرب میں شمال کے باشندے ہوں یا جنوب، متمدن دنیا کے لوگ ہوں یا جنگلوں یا پہاڑوں میں رہنے والے سب کو خطاب کیا گیا۔ ناس آدم علیہ السلام کی اولاد کو کہا جاتا ہے ناس نسیان کے مادے سے ہے یہ آدم علیہ السلام کا لقب ہے کیونکہ اول الناس، اول ناس یعنی سب سے پہلا انسان سب سے پہلا بھولنے والا تھا۔ تو یہاں پر تمام اولاد آدم کو خطاب ہے۔ ہمارا یہ دور آدمیت کا دور ہے جو سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اس سے پہلے ادوار کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیسے تھے۔ (سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"بعثتُ إلى الأحمرِ والأسودِ"

یعنی میں تمام سرخ اور سیاہ لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ سیّدنا حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں، حام، سام، اور یافث کی جتنی بھی اولاد دنیا میں پائی جاتی ہے خواہ وہ کسی خطے اور کسی رنگ سے تعلق رکھتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں نہ تو اوتار ہوں اور نہ خدا کا بیٹا اور نہ ہی میں عین اللہ ہوں بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہوں

إني رسُول اللهِ إليكُم جميعًا

میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

میری نبوت ورسالت سے کوئی ملک خواہ وہ دنیا کے کسی خطے میں ہو یا کوئی آدمی خواہ وہ کسی رنگ اور نسل کا ہو مستثنیٰ نہیں ہے میں سب کا رسول برحق ہوں۔

قومی اور بین الاقوامی نبی۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ فرماتے ہیں کہ سیّدنا حضرت خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قومی نبی بھی ہیں اور بین الاقوامی بھی۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۸۴ و تفہیمات الٰہیہ ج ۱ ص ۲۶۹)

قومی نبوت کے متعلق سورت ابراہیم میں ارشاد خداوندی ہے

وَمَاأَرْسَلناکَ مِن رَّسُولٍ إلا بِلِسانِ قومِہٖ

ہم نے ہر رسول کو اُس کی اپنی قومی زبان میں مبعوث فرمایا۔

حضور علیہ السلام جس قوم میں پیدا ہوئے اور نشو نما پائی وہ عرب اور قریش تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اس قوم کی سعادت منظور تھی۔ لہٰذا اللہ نے انہی کی زبان میں اپنی کتاب نازل فرمائی۔ حضور علیہ السلام بھی اسی زبان میں گفتگو کرتے اور دعوت ایمان دیتے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین مخاطبین عرب ہی ہیں۔ اس لحاظ سے آپ قومی نبی ہیں۔ اور بین الاقوامی نبی اس لحاظ سے کہ آپ تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے نبی مبعوث ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت بالواسطہ پوری دنیا میں پھیلی ہے۔ سورت بقرہ میں ہے اے لوگوں ہم نے تمھیں امت وسط بنایا۔

”لتکونوا شھداء علی النَّاسِ ویکونَ الرَّسولُ علیکُم شھیدًا“

شاہ عبد القادر شہید کا معنی معلم کرتے ہیں اور آیت کا معنی اس طرح بنتا ہے۔ کہ اے عرب کے لوگوں رسول تمہارا معلم ہے اور تم آتے باقی لوگوں کے معلم ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری پروگرام قرآن عربی میں نازل فرمایا۔ إنا أنزلناہُ قرانًا عربیًّا لعلکُم تعقِلون

(یوسف) ہم نے قرآن پاک عربی زبان میں نازل فرمایا تاکہ پہلے تم اسے اچھی طرح سمجھو اور پھر اسے آگے دوسروں تک پہنچاؤ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صحابہ کرامؓ اس پروگرام کو لے کر دنیا کے گوشے میں پہنچ گئے۔ حتیٰ کہ صفین کے واقعہ تک صرف پچاس سال کے عرصہ میں آدھی دنیا پر اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا اور باقی نصف دنیا اُن کے تابع تھی۔ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی مسلمانوں کے ساتھ ٹکر لینے کے قابل نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے

"مَامِن یھودی ولا نصراني یسمع بي ثم لم یؤمِن بي إلا دخل النار"

کوئی یہودی ہو یا نصرانی، وہ میرے بارے میں سُن لے کہ میرا دور آگیا ہے پھر مجھ پر ایمان نہ لائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی معرفت اور قرب کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں اور صرف ایک راستہ کھلا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہو کر جاتا ہے۔ لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ہوگا کیونکہ ان کی نبوت صرف عرب تک محدود نہیں بلکہ ومن بلغ کے مصداق اللہ کا پیغام جہاں تک پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوبت کا دائرہ کار وہاں تک ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کا پروگرام اپنے اولین مخاطبین اہل عرب کو پہنچایا۔ اورانھوں نے آگے ساری دنیا میں پھیلا دیا یہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری نوع انسانی کے لئے نبی اور رسول مبعوث ہوئے۔ اور آپکی نبوت قیامت تک قائم رہے گی۔

صفات باری تعالیٰ

فرمایا میں اس مالک الملک کا فرستادہ ہوں ”الذي له ملكُ السموٰتِ والأرضِ“ جسکی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے وہ پوری کائنات کا خالق ومالک ہے۔ لا الہ الا ھو اس کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے یہ اسلام کا بنیادی نظریہ ہے جسکی دعوت سارے نبی دیتے آئے ہیں۔ یہ عقیدہ تمام انبیاء علیہم السلام کی قدر مشترک ہے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی حقانیت لازماً ظاہر ہو گی لہٰذا ہر انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا بھی اسی طرح برحق ہے جس طرح اس مالک الملک کے علاوہ لائق عبادت کوئی نہیں حشر میں ہر چیز کھل کر سامنے آجائیگی۔ اور اسوقت معلوم ہو گا کہ حضرات انبیاء کرام علیہ السلام جو دعوت دیتے رہے وہ بالکل صحیح تھی فرمایا جس اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اسکی ایک صفت یہ بھی ہے ”یُحْیِیٖ وَیمِیْتُ“ زندگی بھی وہی دیتا ہے اور موت بھی وہی طاری کرتا ہے سورت بقرہ میں فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا کس طرح انکار کرتے ہو حالانکہ ”کنتم أمواتا“ تم بے جان نطفہ تھے۔ ”فأحیاکم“ اللہ نے تمہیں زندگی بخشی وہ تمہیں نیست سے ہست میں لایا ”ثم یمیتکم“ پھر تم پر موت وارد کریگا۔ تم اپنی طبعی عمر گزار کر جاؤ گے ”ثم یحییکم“ قیامت کو وہ پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ ”ثم إلیه ترجعون“ پھر تمہیں اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہو گا۔ حساب کتاب کی منزل آئیگی اور پھر اعمال کی جزا یا سزا کا فیصلہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفات بھی بیان ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جو ان صفات کی حامل ہستیاں ہیں۔ ”فامنوا بالله ورسوله“ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اب فلاح کا یہی ایک راستہ باقی ہے کہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور خاتم النبیین کی رسالت کو تسلیم کرلو۔ وہ رسول ”النبي الأمي“ جو کہ نبی امی ہے اسکی پیشین گوئیاں اسی نام کیساتھ پہلی کتابوں میں

بھی آچکی ہیں اور خود اس نبی کی کیفیت یہ کہ "الذي يؤمن بالله" کہ وہ بھی اس اللہ پر اُسی طرح ایمان رکھتا ہے جس طرح دوسروں کو دعوت دیتا ہے وہ نہ صرف اس کی ذات پر ایمان رکھتا ہے بلکہ "و کلماته "اس کے تمام کلاموں پر بھی یقین رکھتا ہے کلمات سے مراد تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں زبور، تورات، انجیل قرآن پاک اور دیگر صحائف پر اس کا یکساں ایمان ہے کہ یہ سب منزل من اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی نازل فرمایا ہے وہ برحق ہے لہٰذا وَاتَّبِعُوْهُ اس نبی کا اتباع کرو لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْن۔ تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ اب ہدایت کا واحد راستہ وہی ہے جو اللہ کا نبی بتلاتا ہے یعنی اللہ کی وحدانیت پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کا اتباع کرو اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔ (نقل از تفسیر معالم العرفان فی دروس القران جلد ۸ ص ۴۹۳ تا ۴۹۷)

خصوصیت نمبر ٦:

جوامِعُ الکَلِم

دنیا میں ہی آسمانی صحیفے اب بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں مگر ان میں ایک کے سوا (ایک کے سوا سے مراد قرآن کریم ہے) وصف جامعیت سے سب محروم ہیں۔ تورات اقوام کی تاریخ اور احکام کا مجموعہ ہے عقیدہ توحید و رسالت کے سوا تمام دیگر ضروری عقائد سے اور رسم قربانی کے علاوہ تمام دیگر مسائل عبادات سے اور چند معمولی باتوں کو چھوڑ کر تمام دقائق اخلاق سے یکسر خالی ہے۔ زبور صرف دعاؤں اور مناجاتوں کا ذخیرہ ہے۔ سفر ایوب علیہ السلام میں صرف عقیدہ تقدیر ورضاء کی تعلیم ہے۔ دیگر انبیاء بنی اسرائیل کے صحیفے صرف توبہ وندامت پیشین گوئی اور ماتم ہیں، انجیل کا صحیفہ صرف سیّدنا حضرت مسیح علیہ السلام کی سرگزشت اور تعلیمات اخلاقی کا مجموعہ ہے۔

لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صحیفہ ملا وہ جوامع الکلم ہے یعنی وہ تمام باتوں کی جامع ہے۔وہ تورات بھی ہے زبور بھی اور انجیل بھی اور کچھ ان سے زیادہ بھی۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خصائص میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے جوامع الکلم عنایت ہوئے۔

(بحوالہ خصائص کبریٰ ص ۱۹۸)(صحیح بخاری کتاب الاعتصام، باب التعبیر / ومسلم کتاب المساجد)

بیہقی میں سیّدنا حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تورات کی جگہ سبع طوال (سات بڑی سورتیں) اور زبور کی جگہ مئین (تقریباً سو آیتوں والی سورتیں) انجیل کے قائم مقام مثانی دی گئیں اور سور مفصلات زیادہ ملیں (سبع طوال مئین اور مفصلات قرآن مجید کی کئی کئی سورتوں کے مختلف مجموعوں کے نام ہیں)۔

ابو نعیم میں یہی روایت ان الفاظ میں ہے کہ مجھے مثانی تورات کی جگہ مئین انجیل کی جگہ حوامیم، زبور کی جگہ اور مفصلات علاوہ بریں ملیں۔ ابو نعیم ابی عباس بحوالہ خصائص سیوطی ج ۲ ص ۲۲۴، دوسری روایت کے الفاظ پہلے سے زیادہ قرین قیاس ہیں کیونکہ مثانی اور سبع طوال ہماری تحقیق میں ایک ہی ہیں اور پہلی روایت روایت میں ان کو دو بتایا گیا ہے حالانکہ قرآن نے "سبعا من المثاني" مثانی کی سات سورتیں کہا ہے۔ حوامیم وہ سورتیں جن کے شروع میں حمٓ ہے۔

"سبعًا من المثاني" کی تفصیل میں روایات اور علماء کی تشریحات میں بہت سے اختلافات ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ "سبعًا مِنَ المثاني" سورت فاتحہ کو کہا گیا ہے جس میں سات آیتیں ہیں ۔واللہ اعلم بالصواب

اس لئے قرآن مجید، تورات، زبور، انجیل کو جامع ہے اور ان کے سوا کچھ اور بھی ہے وہ تاریخ اقوام بھی ہے۔ اخلاق و مواعظ بھی ہے دعا و مناجات بھی ہے اس میں دین کامل کے تمام عقائد ہیں۔ تمام مراسم عبادات ہیں تمام معاملات کے احکام و قوانین ہیں اس میں ایک مسلمان کی زندگی کے ہر دور اور ہر شعبہ کی کامل ہدایات اور صحیح تعلیمات موجود ہیں۔ صرف تورات کے اسفار خمسہ یہود کی مذہبی زندگی کا کامل مجموعہ نہیں صرف انجیل عیسائیوں کی مذہبی حیات کا سرمایہ نہیں۔ یہاں تک کہ عقائد و عبادات بھی ان کے صحیفوں کے رہین منت نہیں اور وہ اُن کی صحیح تعلیم سے یکسر خاموش ہیں لیکن اسلام قرآن سے باہر کچھ نہیں۔ باہر جو کچھ ہے۔ (احادیث)

اس کی عملی توضیح و تفسیر ہے۔ وہی تنہا مسلمانوں کی ہر ضرورت کا کفیل اور ہر سوال کا مجیب ہے۔ اور اسی لئے اس کے پیرو کامل "حسبنا کتاب اللہ" (ہم کو خدا کی کتاب کافی ہے) کا نعرہ بلند کرتے ہیں

(بخاری و مسلم و ترمذی باب خاتم النبیین)

قرآن جوامع الکلم ہے کہ اسکی ایک ایک آیت کے اندر سینکڑوں لطائف ہیں۔ اس کے ایک ایک لفظ سے متکلمین اور فقہاء نے چند درچند مسائل نکالے ہیں اور صوفیاء اور ارباب حال نے متعدد نکتے پیدا کیئے ہیں۔ تاہم اسکی لطافتوں اور نزاکتوں کا خاتمہ نہیں ہوا۔ اور اسکی جوامع الکلمی کا حصر نہ ہو سکا۔

(نقل از کتاب سیرۃ النبی جلد سوم ص ۴۶۷)

خصوصیات قرآن مجید

خصوصیت نمبر ۱:

تعلیمِ قرآن پاک کا کل عالم کے لئے وسیع اور عام ہونا۔ یہ ایسی خصوصیت ہے جو قرآن مجید ہی کو بالخصوص حاصل ہے۔ اپنی اس خصوصیت کو قرآن پاک خود ظاہر فرماتا ہے إن ھو إلا ذِ کرٌ وقرآن مبین لینذِر من کان حیًّا (یاسین) یہ کتاب تو ذکر ہے اور قرآن مبین ہے تاکہ ہر ایک اس شخص کو جو زندہ ہے اس کے بُرے انجام سے باخبر کرے۔ عربی میں "من ذوالعقول" کے لئے آتا ہے اس لئے من نے ہر ایک انسانی فرد کو اپنے اندر گھیر لیا ہے اس کے ساتھ "کان حیًّا" کی صفت لگی ہوئی ہے آیت کی عمومیت اور وسعت کا خود ہی اندازہ کرلو۔ ہر ایک شخص جو ذوالعقول کی فہرست میں آسکتا ہے ہر ایک وہ شخص جو زندہ کہلاتا ہے یا کہلا سکتا ہے۔ قرآن مجید اُسے یاد الٰہی دلانے قرب سبحانی تک پہنچانے اس کے عواقب امور سے آگاہ کرنے کا کفیل ہے۔

خصوصیت نمبر ۲:

قرآن مبین کی تعلیم کا جامع ہونا

قرآن مبین کو پڑھو کہ مواعظ واحکام، اخبار وامثال، انذار وبشارت کا مجموعہ ہے۔ اس میں صفات الٰہیہ کا بیان ذات ربانی کا ثبوت، حصول تقرب کا طریق، توحید، توکل و تفویض کا مذکور ایام اللہ کی تفصیل حیات و ممات انسان اور عدم وجود عالم کا بیان فطرت انسانی کی ساخت وشناخت افعال رحمانی کے اسرار قدرتِ ربانی کے نمونے سطوت قہاری کے نتیجے۔ نصرت الٰہیہ کے کارنامے ایسے اسلوب سے بیان ہوئے کہ نفس فرومایہ کو رذائل بشریہ سے پاک وصاف اور حیات مادی کے تاثرات سے مبرر کھنے، مالک وخالق کے

سامنے خاضع وخاشع بنانے۔ نوریقین کے حصول اور تجرید علائق دنیوی اور تشبہ صفات ملکی کے لئے اس سے بہتر وبالاتر کچھ متصور نہیں ہو سکتا۔

خصوصیت نمبر ۳:

آسمانی کتابوں میں سے یہ خصوصیت قرآن مجید ہی کی خاص ہے کہ علوم اخروی وعلوم عقلی کے دو دریائے زخار پہلو بہ پہلو جوش مارتے ہوئے نظر آتے ہیں مع ہٰذا یہ معانی عالیہ ایسے ایسے اسلوب بدیع کے ساتھ بیان کئے گئے کہ ہر ادنی واعلی اس سے برابر متمتع ہوتا ہے وہی ایک آیت ہے جو اسحاق حنین جیسے یہودی فلسفی کو غرقاب حیرت بنا دیتی ہے وہی آیت افریقہ کے وحشی کی حبیب دل کو گوہر مقصود سے بھر دیتی ہے جس ایک آیت کی تفسیر کرتے کرتے رازی وغزالی نے اعتراف عجز وقصور فہم کیا ہے اسی سے تہامہ کا بدوی اپنی مشکلات کی کشاکش کی راہ پا رہا ہے۔ الحق قرآن حکیم سمندر کی طرح عمیق، گہر ریز ونفع رساں ہے اور خس وخاشاک شبہات کو اپنی مواج، لہروں سے ساحل پر پھینک دینے والا ہے۔ اس کے باوقار الفاظ زبان کو اس کے پُر اسرار معانی ان کو اپنا کئے نہیں رہنے دیتے۔ کیا کبھی کسی اور نثر کتاب کی بھی یہ صفت سنی ہے جو اول سے آخر تک پڑھنے والے کے ورد زبان اور نقش دل ہو۔ شبا روزی تلاوت پر بھی پڑھنے والے کی طبیعت سیر ہونے میں اور اسرار کتاب ختم ہونے میں نہ آئے۔ لا واللہ۔

خصوصیت نمبر ۴:

خصوصیات قرآن قیم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس طرح مشرق سے مغرب تک کے لئے ہدایت نامہ دین ودیانت ہے اسی طرح وہ شمال سے جنوب تک کے لئے ملکی قانون بھی ہے اسکی تعلیم کسی قوم اور کسی ملک کی زبان کے لئے محدود نہیں اسکے ارشادات انسانی فطرت صحیحہ کے مخالف نہیں۔، وہ

یہودیت کی طرح جنت کو نسل واحد کی جاگیر نہیں ٹھہراتا وہ تقرب الی اللہ کے لیے دنیا کو واحد خاندان کی دست نگر نہیں ٹھہراتا، وہ عیسائیت کی طرح انسان کو فوق از جبلت احکام کی تعلیم نہیں دیتا، وہ نا قابل تعمیل احکام کا خود کو مجموعہ نہیں بناتا، وہ دولت مندوں کو آسمانی بادشاہت سے خارج نہیں کرتا، وہ پرستاران مالک کے لئے ترویج و تاہل قابل نفرت و مذموم نہیں بناتا اگر کسی کتاب نے روئے زمین کے شاداب تر حصوں پر بہ طور آئین سلطنت کبھی حکومت کی ہو۔ اگر کسی کتاب نے جمیع نبی آدم کو رنگت اور قومیت نسل اور ملک کے امتیازات سے بالاتر رکھ کر سب کو اپنے فیض سے یکساں مستفیض بنایا ہو۔ جیسا کہ اس کتاب قیم (سے مراد قرآن حکیم ہے) نے کیا تو نام لینا چاہئے۔

خصوصیت نمبر ۵:

قرآن ذی الذکر کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہر ایک پاک مذہب اور اس کے مقدس ہادیان و داعیان مذہب اور انکی تعلیمات صحیحہ کی ستائش کرتا ہے۔ وہ کسی صداقت کی تکذیب کا ارادہ بھی نہیں رکھتا۔ اس خصوصیت عجیبہ میں کیسی سلامت روی، امن پسندی، معدلت گستری، صداقت پروری آشکارا ہے۔ قرآن تو اپنا نام ''مُصدق لِمَا بین یَدَیہ'' رکھتا ہے اور راست بازوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اپنا مقصد اولین بتلاتا ہے۔

خصوصیت نمبر ٦:

خصائص قرآنیہ میں سے ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ قولٌ فصلٌ ہے اور تمام پیچیدہ مسائل میں جن کو انسانی افکار حل نہ کرسکتے تھے یا جن کو کتب سماویہ نے ملتوی چھوڑ دیا تھا، اپنا قطعی فیصلہ سناتا ہے۔

ایسے مسائل بہت ہیں مثلاً: مسئلہ عرفان صمدانی، مسئلہ صفات ربانی، مسئلہ بقائے روح وارتقائے روح، امتیاز خالق و مخلوق، مسئلہ شفاعت واعمال، مدارج صبر وشکر، ماہیت عبادت واستعانت، حقیقت نصرت الٰہیہ ومعیت ربانیہ، مراتب دعا وقبولیت، طلاق ووراثت، حقوق والدین، حقوق زوجین، حقوق عمران، فرائض، حقوق قوم، حکومت شخصی وجمہوری۔ ماہیت فساد وفیوض امن، حدود عدل وفسحت رحم، مسئلہ وجود ومشہود، ماہیت نجات، کیفیت رضوان، فرق رازق ومرزوق، مسئلہ سزا وجزاء، منازل توکل وتفویض، روحانیت انس ومحبت، مسئلہ گناہ وحقیقت توبہ، رہبانیت وتاہل حقوق اولاد حقوق جار، حقوق جسم حقوق انسانیت، محارم شفعہ، شوریٰ وامارت، مکنت ارضی اور تمکن دینی راعی ورعیت آئین واستبداد وغیرہ وغیرہ۔

قرآن پاک نے ان مسائل میں یا ان اشباہ وامائل میں جو فیصلے دیئے ہیں اُن کا لطف اسوقت آتا ہے اور اُن کی اعلیٰ شان اس وقت نظر آتی ہے جب فیصلے سے پیشتر متخاصمین کے بیانات کو بھی سُن لیا جائے۔ اللہ اکبر: کیسی کیسی افراط میں نکلی ہوئی اور کیسی کیسی تفریط پر گری ہوئی حالتوں کو جادہ اعتال پر لایا گیا ہے اور کیسی کیسی سنگلاخ وادیوں اور کج وپُر پیچ گھاٹیوں میں سے صراط مستقیم کی شاہ راہ تیار کر دی ہے۔ بے شک یہ اُسی قادر مطلق اور حکیم برحق کا کام ہے جسکا علم ماضی وحال واستقبال پر حاوی ہے اور جس کو انسان کی فطرت کا علم کامل اور تربیت پر کلی اقتدار حاصل ہے۔

خصوصیت نمبر ۷:

اس کتاب لاریب فیہ کی ممتاز خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا پیش کرنے والا شخص واحد ہے صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کا مبلغ اول اور معلم نخستین صرف ایک ہے صلی اللہ علیہ وسلم اس صحیفہ کا خود اُسی کے ذریعہ آغاز ہے اور اُسی کے ذریعہ سے اختتام ہو جاتا ہے اور بایں ہمہ یہ مصحف مقدس اپنے

مضامین میں مکمل، اپنی تبلیغ میں کامل، دعوت الی اللہ میں یگانہ، رشد وہدایت اور نور ورحمت میں وحید یکتا ہے اور اپنے موضوع ومفہوم کے اتمام میں دوسری کتاب کا احتیاج مند نہیں۔

خصوصیت نمبر۸:

خصوصیات قرآن پاک میں یہ بھی ہے کہ اس کا اسلوب کلام نہایت شستہ ومہذب ہے وہ کبھی کوئی فحش لفظ یا حیا سوز فقرہ کا استعمال ہی نہیں کرتا۔ قرآن مجید تو الفاظ کا استعمال ایسی اعلیٰ لطافت سے فرماتا ہے یہ اُسی کا حصہ ہے۔ حاجت ضروری سے فارغ ہونے کا ذکر کرنا تھا تو فرماتا ہے "أو جاء أحد كم من الغائط" غائط اُس نشیبی زمین کو کہتے ہیں جہاں ایسی رفع حاجت کے لئے انسان او جھل ہوا کرتا ہے الغرض قرآن مجید کا اس بارہ میں درجہ بہت بلند اور بہت روشن ہے۔ (نقل از کتاب رحمۃ للعالمین جلد سوم ملخصاص ۲۶۱)

عظمت اسم محمدؐ وعظمت صاحب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک حرف شوق ہے اس کو زبان سے ادا کیجئے تو لب پیوستہ ہوئے جاتے ہیں یوں لگتا ہے جیسے شیرینی کام ودہن میں رچی جارہی ہو اور یہ خنک خنک نام سانس کی ٹھنڈک بنا جارہا ہے اس کا آہنگ قلب کی دھڑکن اور اس کا سرور آنکھوں کا نور بن کر جھلکتا ہے یہ نام (مبارک) رگ مسلم میں خون بن کر دوڑتا ہے اسکی آرزو فکر وعمل کے لئے قوت محرکہ بن جاتی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری زندگی میں اس سرچشمہ حیات سے دوری میں ہماری موت ہے۔

اللہ اللہ نام حبیب خدا
کتنا شیرین اور اس قدر جانفزا
پھول سے کھل گئے لب سے لب مل گئے

جب زبان پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آگیا

تسخیر کائنات

سیّدنا حضرت سلیمان علیہ السلام تمام روئے زمین پر حکمرانی کرتے تھے تمام انسان وجن، چرندو پرندوں آپ علیہ السلام کی رعایا تھے اور ہر وقت خدمت اقدس میں ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے یہ شاہی، یہ حکمرانی، یہ توظیم، یہادب، یہ شوکت، یہ کروفر سب کا سب آپ علیہ السلام کی انگوٹھی کے سبب تھا جس پر سیّدنا حضرت عبادہ بن ثابت سے مروی میرے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسم کے ارشاد مبارک کے مطابق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نقش تھا۔

عجب اک کیف سے ہستی مری مخمور ہوتی ہے
کہ جب اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی کاغذ یہ لکھتا ہوں
درودوں کی صداؤں سے مرا دل جھوم اُٹھتا ہے
کسی محفل میں آقا جب بھی تیرا نام لیتا ہوں

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

نام سے کسی شخصیت کا تعارف مقصود ہوتا ہے خواہ اس نام کی کوئی حقیقت اور اثر اس میں نہ پایا جاتا ہو جیسے مشفق ماں ایک سیاہ فام بچے کا نام کافور، چاند اور غبی وکند ذہن کا نام ذکی وذہین رکھ دیتی ہے مگر یہ سب کچھ بے حقیقت ہوتا ہے لیکن (حضرات) انبیاء علیہم السلام کے اسماء مبارکہ سے محض ان کی ذات کا تعارف ہی مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ان تمام اوصاف کے ترجمان ہوتے ہیں جو دست قدرت نے ازل سے ان میں ودیعت رکھے ہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر نام کسی نہ کسی صفت کا جلوہ گاہ ہے۔

اسی طرح اسماء مبارکہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات پسندیدہ کا وہ آئینہ ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں کی تصاویر اور اخلاق عظیمہ کا نقشہ پورا پورا سامنے آجاتا ہے اور کمالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگین چلمنیں ہیں جن میں چھن چھن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات نظر آتے ہیں ۔تو جس طرح آپ سیّد الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بے نظیر و بے مثال تھی۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ بھی بے مثل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی وصفاتی اسماء مبارکہ کی کل تعداد کیا ہے؟ اس بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔ قاضی ابو بکر بن العربی المالکی نے الاحوذی فی شرح الترمذی میں بعض صوفیا کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہزار نام ہیں ۔علماء اور سیرت نگاروں نے اپنی اپنی سعادت کے مطابق نام گنوائے ہیں۔ شیخ ابو الخطاب بن دحیۃ نے اس پر کتاب لکھی المستوغا فی اسماء المصطفی۔ شیخ ابو الحسن علی بن احمد المعروف بالحوالی نے اسماء النبی میں ۹۹ نام بتائے۔ ابو الفرج ابن الجوزی نے ۲۳ اور ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عساکر ۲۰ نام بتائے۔علامہ سیوطیؒ نے البہجۃ السویۃ فی اسماء النبویۃ میں پانچ سو نام جبکہ علامہ سخاوی نے القول البدیع قاضی ابو الفضل عیاض نے کتاب الشفاء۔ اور امام ابن العربی نے القبس والاحکام میں چار سو نام گنوائے ہیں ۔امام غزالیؒ نے دلائل الخیرات میں ۲۰۱ نام گنوائے ہیں ۔رازی وقت شیخ التفسیر والحدیث سیّدنا حضرت مولانا موسیٰ خان روحانی بازیؒ نے ایک قصیدے میں فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ۵۲۱ اسمائے گرامی نظم کی شکل میں پیش فرمائے ہیں اس قصیدے کا نام ہے قصیدۃ الحسنیٰ فی اسماء النبی العظمیٰ مشکلات اور مصائب سے نجات کیلئے اس کا پڑھنا بہت مجرب ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد ۱۰ ص ۳۷، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ)

شیخ التفسیر والحدیث مولانا موسیٰ رحمہ اللہ نے ایک اور تصنیف البرکات المکیۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھ سو سے زائد اسماء کو جمع کیا ہے۔ محدث جلیل و محقق کبیر مولانا مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے محبوب دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ سو ۱۱۰۰ سے زائد اسمائے بیان کئے جو اس وقت ہمارے علم کے مطابق اسمائے النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ تحقیق ہے۔

فلک پر چاند سورج اور جتنے بھی ستارے ہیں
مرے پیارے نبی کے نام ہی کے استعارے ہیں
کوئی رت ہو ہمیشہ عقیدت کے پھول کھلتے ہیں
خدا نے خاص ہی موسم مدینے میں اُتارے ہیں
بس اک اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو دل بجھنے نہیں دیتا
وگرنہ کیا ہے دنیا اور کیا اس کے نظارے ہیں

محمد واحمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد واحمد'' دو عظیم نام صوفیہ کرام کا کہنا یہ ہے کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم و محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہستی کی دو جدا جدا حقیقتیں ہیں۔ چنانچہ سیّدنا حضرت مجدد رحمہ اللہ فرماتے ہیں احمد رسول اللہ کا پہلا نام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان والوں میں اسی نام سے معروف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو اللہ جل مجدہ کا ایک خاص تقرب حاصل ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک منزل زیادہ اللہ جل مجدہ کے نزدیک اور قریب ہے۔ (مکتوبات دفتر سوم)

نزہۃ المجالس ص ۲۰۷ پر ہے کہ بعض نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف محمدؐ ہے اس کی برکت سے آپؐ کی امت کے گناہ محو (مٹا) کر دئیے گئے اور آپؐ کا اسم شریف احمد ہے اس سے دوزخ سے ان کی حمایت ہوئی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں اسمائے مبارک کہ حقیقت میں ایک اسم ہیں جو حمد سے مشتق اور مبالغہ کے معنٰی میں مفید ہیں۔ پہلا نام باعتبار کیفیت ہے جبکہ دوسرا نام باعتبار کمیت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی حمد افضل محامد سے کرتے ہیں اور دنیا و آخرت میں کثرت محامد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد و ستائش کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احمد الحامدین (حامدین میں سب سے بڑے حامد و سب سے زیادہ تعریف کرنے والے) وافضل من حمد (تمام تعریف کرنے والوں میں سب سے برتر وافضل تعریف کرنے والے) ہیں۔

(مدارج النبوۃ جلد اول باب ہفتم)

جب احمد کو اسم مفعول کے معنی میں استعمال کیا جائے تو اس بنا پر محمد واحمد میں فرق یہ ہے کہ محمد وہ ہے کہ جسکی تعریف اپنے اوصاف جمیلہ کی وجہ سے سب سے زیادہ کی جائے۔ اور احمد وہ ہے جس کی تعریف سب سے بہتر اور عمدہ کی جائے اور احمد بلحاظ کمیت ہے اور احمد بلحاظ کیفیت دونوں ناموں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خلق و فضائل کی وجہ سے اسکے مستحق ہیں کہ سب سے زیادہ اور سب سے کامل تعریف آپکی ہو۔

پہلے احمد پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں محمد واحمد بہت مشہور ہیں یہ دونوں اسماء واقع کے مطابق ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احمد ہیں پھر محمد، یعنی وجود کے حساب سے بھی آپ پہلے احمد ہیں پھر محمد بلکہ احمد ہونے

کی وجہ سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم محمد ہوئے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام سابقہ نے نام احمد کے ساتھ آمد کی بشارت دی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''يَأْتِي مِنْ بَعْدِي نَبِي اسْمُهُ أَحْمَد'' پھر عالم وجود آنے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام (مبارک) سے پکارے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی خوب تعریف کی تو احمد ہوئے پھر مخلوق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب تعریف کی تو محمد ہوئے۔ محشر میں پہلے آپ خدا تعالیٰ کی ایسی تعریف کریں گے کہ آج تک کسی کو بھی ایسی تعریف القاء نہ ہوئی۔ تو احمد ہونگے پھر شافع و مشفع (شفاعت و سفارش کرنے والا اور جسکی سفارش قبول بھی کی گئی) کے بعد مخلوق خدا خوب آپکی صلی اللہ علیہ وسلم تعریف کرے گی۔ تو محمد ہوں گے تو (خلاصہ کام یہ ہوا کہ) شان احمدیت پہلے ہے مقدم ہے اور شان محمدیت بعد میں ہے۔ (تفسیر قرطبی تحت آیت الصف؛ ترجمان السنہ ص ۴۵۳)

جہاں کی زبان پر ہے نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہر اک دل میں ہے احترام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بلا اذن خالق کہا کچھ نہ منہ سے
کلام خدا ہے کلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ

یہ خدائی فیصلہ ہے کہ ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کیا حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی ہو گا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں اس آیت و حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ ملا اعلیٰ (آسمانی فرشتے) جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو اسی کے ساتھ سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ لاتعداد قلوب انسانی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کی، اور کر رہے

ہیں ہر زمانے میں اس نے محبوبیت وعقیدت پائی، جنات، ملائکہ ذی روح وغیر ذی روح، چرند، پرند، حجر، وشجر، آسمان وزمین، لوح وعرش غرض ساری مخلوقات کے ہاں سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیینﷺ کا یہ نام محترم ومقبول ہے۔ مداح سید الکونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر اسلام سیّدنا حضرت حسانؓ نے کیا حسین کلام کہا۔(ملاحظہ فرماتے چلیں)۔

وضم الاله اسم النبي باسمِهٖ
إذا قال في الخمس المؤذن أشهد
وشق له من اسمه ليُجِلهُ
فذوالعَرش مَحْمُود وذاک محمَّد

ترجمہ: اللہ نے اپنے نام کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ملایا ہے جبکہ اذان پنج گانہ میں مؤذن اشہد کہتا ہے۔ اور انکی عزت افزائی کے لئے اپنے ہی نام میں سے ان کا نام نکالا ہے پس مالک عرش تو محمود ہے اور وہ محمد ہیں۔ (درسی تفسیر ص ۲۹۲)

عاشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک یہودی تورات میں دیکھ رہا تھا اس نے چار مقامات پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبارک دیکھا تو اُسے چھیل ڈالا دوسرے روز جب دیکھا تو یہ اسم مبارک آٹھ مقامات پر لکھا ہوا تھا (سبحان اللہ) یہودی نے اُسے بھی چھیل ڈالا تو تیسرے روز بارہ مقامات پر (اسم مبارک) لکھا ہوا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہودی شام سے مدینہ منورہ روانہ ہوا مدینہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ خاتم النبیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے سیّدنا امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے کہنے لگا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس دکھائیں سیّدنا حضرت علیؓ نے اُسے لباس رسول صلی اللہ علیہ وسلم دکھایا اس

نے سونگھا پھر روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا ایمان لایا اور کہنے لگا اے اللہ اگر تو نے میرا اسلام قبول کر لیا ہے تو جلدی سے میری روح قبض کر لے چنانچہ وہ اسی وقت گر پڑا اور اس کی روح پرواز کر گئی حضرت علیؓ نے اُسے غسل وغیرہ دے بقیع میں دفن کر دیا۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۱۷۲)

دل میں مرے آنکھوں میں سما جائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہر سمت نظر آئے تجلائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ارمان نکل جائے مرے حجرہ دل سے
یہ گھر ہے محمد کا آئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آنکھوں میں لگاؤں اسے پتلی میں بٹھا لوں
ہے خاک شفا خاک کفِ پائے محمدؐ
مرجاؤں میں سُن سُن کے ترا ذکر مبارک
افسانے سے تیرے مجھے نیند آئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وہ دل ہے کہ جس میں محبت ہو نبی کی
وہ سر ہے کہ جس سر میں ہے سودائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
گر پوچھا نکرین نے امت میں کس کی
اُٹھ بیٹھوں گا پڑھتا ہوا اسمائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تھوڑی سی زمین طیبہ میں اکبر کو دے اللہ
قدموں میں محمد کے ہوشیدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بار گاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ گلہائے عقیدت صوفی محمد اکبر خان میرٹھی نے پیش کیئے۔
(نقوش رسول نمبر ۱۰)

نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ومکتوب گرامی کی گستاخی کا انجام

دوسرے بادشاہوں کی طرح شاہ کسریٰ کی طرف بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت توحید کا خط لکھا۔ جس میں بسم اللہ کے بعد الفاظ یوں تھے من محمد رسول اللہ الی کسریٰ وعظیم فارس کسریٰ نے جب یہ دیکھا تو آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ محمد نے اپنے نام کو میرے نام سے پہلے کیوں لکھا میرا نام اپنے نام کے پیچھے کیوں لکھا پھر اسی شاہانہ غرور میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کو چاک چاک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو فرمایا "اَللّٰھُمَّ مَزِّقْهُ كُلَّ مُمَزَّقٍ" اے اللہ تو بھی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ چنانچہ یہ حکومت جو صدیوں سے نہایت شان وشوکت کے ساتھ چلی آرہی تھی بالکل پامال ہو گئی۔ اور اس وقت سے اب تک مجوسیوں کی کوئی حکومت دنیا میں کہیں قائم نہ ہو سکی۔ (رسول اللہ کے تین سو معجزات)

محمد نام والوں کو بلاؤ

سیّدنا امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے فیصلے کبھی کبھی بڑی عجیب ہوتے تھے۔ ایک بار موتیوں کی ایک ڈبیہ ہاتھ آئی سو اب موتیوں کی تقسیم مشکل تھی سیّدنا حضرت عمرؓ نے اس کا بہترین مصرف تلاش کر لیا اور صحابہ سے فرمایا اگر تم سب کی اجازت ہو تو میں یہ ڈبیہ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کو بھیج دوں وجہ یہ بتلائی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب زیادہ محبوب تھیں کون اجازت نہ دیتا؟ چنانچہ وہ ڈبیہ کائنات کی عظیم خاتون ام المؤمنین سیّدنا حضرت سیدہ عائشہؓ کے پاس پہنچی۔ اسی طرح ایک بار کچھ کپڑوں کے

جوڑے کہیں سے آئے ان کی تقسیم کے لئے بھی سیّدنا حضرت عمرؓ نے ایک عجیب انتخاب کیا فرمایا محمد نام والوں کو بلاؤ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی تعظیم کی وجہ سے چنانچہ محمد بن ابی بکر، محمد بن جعفر، محمد بن طلحہ، محمد بن عمرو بن حزم، محمد بن خاطب، محمد بن خطاب، سب حاضر خدمت ہوئے۔

(الاصابہ فی ذکر محمد بن خطاب)

میری بینائی میرے ذہن سے محو ہوتا نہیں
میں نے روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سوچا بہت چاہا بہت
میرے ہاتھوں سے اور میرے ہونٹوں سے خوشبو جاتی نہیں
کہ میں نے اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا بہت اور چوما بہت

اسم محمد کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کا حصہ

یوں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اسمائے گرامی ہیں بعض محدثین کے مطابق اللہ رب العزت کی طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ننانوے نام ہیں جبکہ علماء کے بقول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اسمائے مبارکہ ہیں۔

صاحب ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہزار نام ہیں۔ ان میں سے ہر نام آپ کی سیرت و کردار کے کسی نہ کسی انوکھے پہلو پر روشنی ڈالتا ہے لیکن جس طرح اللہ رب العزت کے ہزاروں نام ہیں مگر ذاتی نام صرف ایک (اللہ) ہے اسی طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی سینکڑوں (نام) ہونے کے باوجود ذاتی اور شخصی نام ایک ہی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی ہیں، رسول بھی، بشیر ونذیر اور ہادی برحق بھی۔ مگر لفظ محمد کو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی ذات اقدس سے جو تعلق ہے وہ کسی صفاتی نام کو نہیں۔ یہ وہ نام ہے جو قدرت کی طرف سے روز ازل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص کر دیا گیا تھا اور سابقہ (حضرات) انبیاء علیہم السلام کی کتب مقدسہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک بار بار بیان ہو تا رہا۔ پہلے پہل یہ نام (سیدنا) سیّدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی تسبیحات میں آیا جنہوں نے آپ کی آمد کی خبر دیتے ہوئے فرمایا

خلو محمدیم زھدو دی زہ رعی

ترجمہ: وہ ٹھیک محمد ہیں وہ میرے محبوب ہیں میری جان۔

(تسبیحات سیّدنا حضرت سلیمان علیہ السلام پ ۵ بحوالہ النبی الخاتم ص ۲۳ از مناظر احسن گیلانی)

یہ شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں

نبوت سے مشرف گو سارے انبیاء ہیں لیکن
نبوت جس پہ نازاں ہے وہ فخر الانبیاء تم ہو

(از خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

وہ احمد بھی ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی

سیّد الکونین خاتم الانبیاء والمرسلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ زمین پر میرا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آسمان پر احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ اور اس کے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو احمدؐ ے نام سے جانتے ہیں جبکہ زمین والوں کے لیے آپؐ کا نام محمدؐ ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ در حقیقت عالم ارواح میں آپ کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ صوفیہ کرام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہستی کی دو جدا جدا حقیقتیں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے

کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ﷺ کا پہلا نام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان والوں میں اسی نام سے معروف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نام مبارک کو اللہ تعالیٰ کا خاص تقرب حاصل ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے نام (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک منزل زیادہ اللہ جل مجدہ کے نزدیک اور قریب ہے۔ (مکتوب ربانی، دفتر سوم، حصہ دوم مکتوب نمبر ۹۴)

احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مادہ حمد (ح، م، د) ہے۔ حمد سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بنایا گیا ہے جیسے علم سے معلم۔ (امام ابن قیم جلا الا فہام)

حمد اصل میں کسی کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ اور کمالات اصلیہ اور فضائل حقیقیہ اور محاسن واقعیہ کو محبت اور عظمت کے ساتھ بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ لفظ محمد تحمید سے مشتق ہے جو بات تفعیل کا مصدر ہے جس کو وضع ہی مبالغہ اور تکرار کے لئے کیا گیا ہے۔

(مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، سیرت مصطفیٰؐ ج ا ص ۶۳)

لہٰذا لفظ محمد کے جو تحمید کا اسم مفعول ہے معنی ہونگے وہ قابل تعریف ہستی جس کے واقعی اور اصلی کمالات اور محاسن کو محبت اور عظمت کے ساتھ کثرت سے بار بار بیان کیا جائے۔ دوسرے الفاظ میں تحمید حمد سے زیادہ بلیغ ہے۔ (مدارج النبوۃ)

میرے حضور احمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں احمد کے معنی حمد (تعریف کرنے والا) قواعد کی رو سے یہ لفظ محمود یا حمید کا اسم تفضیل ہے بمعنی زیادہ یا سب سے زیادہ قابل تعریف اور یا حامد کا جس کا احتمال کم ہے بمعنی اللہ جل مجدہ کی زیادہ یا سب سے زیادہ تعریف کرنے والے۔ (قاضی عیاض، کتاب الشفاء)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں اسم مبارک ببانگ دہل اعلان کررہے ہیں کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف، محاسن، مناقب ومحامد، فضائل وخصائل وشمائل اتنے کثیر ہیں جنکی نہ کوئی حد ہے نہ نہایت یہ احصاء وشمار کے پیمانوں سے بہت ہی وراء ہیں دفتروں کے دفتر ختم ہوگئے عمریں انتہاء کو پہنچ گئیں لیکن تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک وصف کی بھی توضیح کامل تشریح اکمل نہ ہوسکی۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفاتی نام تو بے شمار ہیں مگر آپ کے ذاتی نام صرف دو ہیں۔ محمدؐ اور احمدؐ۔ احمد کا ذکر قرآن مجید میں صرف ایک موقع پر آیا ہے۔ جہاں سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ" (سورت الصف:۶،۱۶)

اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا اسم (مبارک) احمد ہوگا میں ان کی بشارت دینے والا ہوں۔

یہاں یہ اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کے مطابق زمین پر آپ کا نام محمد اور آسمان پر احمد ہے اور سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر زمین والوں کو سنائی تھی نہ کہ آسمان والوں کو۔ انہیں اس موقع پر زمین والے نام کا ذکر کرنا چاہیے تھا۔ نہ کہ آسمان والے کا۔

مختصر جواب: اس اشکال کا مختصر جواب یہ کہ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زمین پر پیدا ہوئے زمین والوں میں رہے۔ اور یہیں زندگی بسر کی مگر فی الواقع ان کی پیدائش سے لے کر رفع سماوی تک ان کے بہت سے احوال آسمان والوں سے مشابہ تھے۔ ان کی پیدائش مروجہ طریقہ سے ہٹ کر ہوئی آسمان

کے ایک جلیل القدر فرشتے سیّدنا حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور مریم علیہا السلام کے دامن پر پھونک ماری اسی کے اثر سے ان کی پیدائش ہوئی۔ پھر مختصر زندگی بسر کرنے کے بعد دوبارہ ان کا آسمان پر عروج ہوگیا گویا آغاز واختتام کے اعتبار سے ان کی حیات آسمانی مخلوق سے مشابہت رکھتی ہے اسی بنا پر سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نام سے آگاہ تھے جس سے آپ کو آسمان پر پکارا جاتا تھا یہ آسمانی دنیا سے سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واقفیت اور انکی من جانب اللہ غیر معمولی خلقت کی زبردست شہادت ہے۔

دونوں اسماء مبارکہ کا خلاصہ

دونوں ناموں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خلق وخصائل کی وجہ سے اس کے مستحق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ اور سب سے کامل تعریف کی جائے اس تحقیق کے بعد ان دونوں کے مفہوموں کے لحاظ سے سطح عالم پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ اسماء جتنی حقیقت اور جتنی صداقت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر چسپاں ہیں اتنے کسی اور پر نہیں خالق سے مخلوق تک انبیاء علیہم السلام سے لے کر جن اور فرشتوں تک حیوانات سے لے کر جمادات تک، غرض ہر ذی روح اور غیر ذی روح سب ہی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں کی ہیں اور آج بھی اربوں انسانوں کی زبانیں دن میں نہ معلوم کتنی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے لئے متحرک رہتی ہیں ۔اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم نام کی مستحق جتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اتنی کسی اور کی نہیں ہوسکتی۔

عجیب نکتہ

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ یہاں ایک اور عجیب نکتہ لکھ گئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حمد ہمیشہ آخر میں ہوتی ہے مثلاً جب ہم کھاپی کر فارغ ہو لیتے ہیں تو اللہ جل شانہ کی حمد کرتے ہیں جب کام ختم ہو جاتا ہے تو حمد کرتے ہیں جب سفر ختم کر کے واپس آتے ہیں تو حمد کرتے ہیں اسطرح جب دنیا کا طویل و عریض سفر ختم کر کے جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ جل شانہ کی حمد کریں گے اسی دستور کے مطابق مناسب تھا کہ جب سلسلہ رسالت ختم ہو تو یہاں بھی آخر میں اللہ جل شانہ کی حمد ہو اس لئے جو نبی سب سے آخر میں آئے ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا۔ (ملخصا از کتاب خصوصیات اسم محمد ص ۴۱۳)

سیّد الانبیاء والمرسلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نظم بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

نظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمدؐ آبروئے لفظ یا لفظوں کی رعنائی
محمدؐ علم وحکمت رمز عرفان عقل ودانائی
محمدؐ رحمۃ للعالمین کا دائمی عنوان
محمدؐ بخشش پیہم محمد لطف بے پایاں
محمدؐ کی زبان قرآن کے احساس تک میں ہے
محمدؐ ہی بیان الحمد سے والناس تک میں ہے
محمدؐ حجلہ کونین میں عفت کا شہزادہ
محمدؐ ظلمتوں کے دیس میں کرنوں بھرا وعدہ
محمدؐ کا قصیدہ ہیں مہ وانجم کی تحریریں
محمدؐ کے نشان ہائے قدم انوار کی سطریں
محمدؐ کی انا الحاد پر شمشیر کی ضربت
محمدؐ کا ارادہ کاتب تقدیر کی ضربت
محمدؐ عالم محروی آدم کی سلطانی
محمدؐ غربت وافلاس پردست نگہبانی
محمدؐ بے نواؤں کے لئے دائم سہارا ہے
محمدؐ بے صداؤں کی زبانوں کا ارشارہ ہے

محمد ﷺ کی دعا شیرازہ کن کا بکھر جانا
محمد ﷺ کی ادا تجرید فطرت کا سنور جانا
محمد ﷺ کا تصرف حوض کوثر کی روانی ہے
محمد ﷺ کی صدا ایمان جاں کی پاسبانی ہے
محمد ﷺ نے فلک پر ثبتِ معراج بشر کی ہے
محمد ﷺ نے زمین کو آسمانوں کی خبر کی ہے
محمد ﷺ حشر تک سارے ابوجہلوں کا ہادی ہے
محمد ﷺ سنگریزوں کو زبان دینے کا عادی ہے
محمد ﷺ کے عدو کو حکم یزدانی نہ چھوڑے گا
محمد ﷺ تا قیامت بولہب کے ہاتھ توڑے گا
محمد ﷺ صرف پیغمبر نہیں انسان بھی تو ہے
محمد ﷺ فخر انسان کا مگر وجداں بھی تو ہے
محمد ﷺ کے بدن پر ریشم انور کی چادر
محمد ﷺ مکتب پندار ایمان صاحب منیر
محمد ﷺ تلخی عہد عرب میں شہد کی بارش
محمد ﷺ آلی ابراہیم کے وجدان کی خواہش
محمد ﷺ صبر میں صبر بلالؓ کا مجلّہ ہے

محمدؐ کاعرب جس کی نمازوں کا مصلا ہے
محمدؐ جہاں آگے ہے اور نگِ سلیمان سے
محمدؐ دور اعجاز مسیحائی کے ساماں سے
محمدؐ کا تکلّم چشمۂ آیات کا دھارا
محمدؐ کا تبسم بدر کی نصرت کا نقارہ
محمدؐ نے نبوت کے جہاں اسرار کھولے ہیں
محمدؐ کے کف اعجاز پر پتھر بھی بولے ہیں
محمدؐ چاند پر پیغمبری اعزاز رکھتا ہے
محمدؐ جنبش انگشت کا اعجاز رکھتا ہے
محمدؐ کب کسی انسان کے حدّ گماں تک ہے
محمدؐ کا سفر غارحرا سے آسماں تک ہے
محمدؐ وہ محمدؐ وہ محمدؐ وہ محمدؐ ہے
کہ جس کی اتّباع سے آدمی انسان بنتا ہے
کہ جس کے نقش پا سے خُلد کا امکان بنتا ہے
کہ جس کے وصف وحُسن خلق سے قرآن بنتا ہے

بارگاہ رسالت مآب میں یہ گلہائے عقیدت ظفر اقبال ظفر نے پیش کئے۔

(نقل از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص۴۵۹ تا ۴۶۱)

قطعہ

جس خاک پہ ہو نقش کف پائے محمد ﷺ
اس خاک کے نیچے ہے فضائل کا دفینہ
وہاں کی زمین عرش سے بھی اعلیٰ
جہاں دفن ہیں تاجدار مدینہ

(نسیم احمد فریدی امروہوی)

ہر ایک ذرّہ وہاں کا ہے واجب التعظیم
گلی گلی ہے مدینے کی شاہراہ رسول ﷺ
خدا نے ے شرف یہ مدینہ کو بخشا
کہ اک اک گلی رشک جنت بنادی

(حمید صدیقی لکھنوی نقل از کتاب خصوصیات اسم محمد ﷺ ص ۴۸۰)

تذکرہ خصوصیات اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خصوصیت نمبر ا:

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم توحید خداوندی کی دلیل ہے۔ ہمارے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ کوئی ظاہری حسن میں شریک وہمسر ہے اور نہ کوئی باطنی حسن وجمال میں ہمسر ہے انہی گوناگوں خصوصیات اور کمالات کی بنا پر خدا تعالیٰ کے بعد زمین وآسمان میں سب سے زیادہ تعریف وتوصیف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آئی ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد رکھا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم محمدیت کو اللہ رب العزت نے اپنی توحید ویکتائی کی واحد دلیل ٹھہرایا اور ارشاد فرمایا کہ میں یکتا ہوں اس لئے کہ میرا محبوب اپنے حسن وجمال میں اور سیرت وکردار میں یکتا ہے اور فرمایا جن لوگوں کو میری وحدانیت کی شہادت درکار ہو وہ میرے محبوب کو دیکھ لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور محاسن عالیہ کا مطالعہ کرلیں انہیں دنیا ہی میں سب سے بڑا ثبوت اور توحید کی سب سے بڑی دلیل ہاتھ آجائے گی۔ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص ومعارف جاننے سے پہلے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیجئے کہ اسلام کے رکن یعنی شہادت توحید ورسالت کے دو حصے ہیں

۔

اسلام کا رکن اول (کلمہ طیبہ) دو حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلا حصہ عقیدہ توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ اور دوسرا حصہ شہادت رسالت یعنی محمد رسول اللہ۔

بظاہر ان دونوں حصوں کا الگ الگ تصور کیا جاتا ہے مگر غور فرمایا جائے تو عقیدہ توحید ایک دعویٰ معلوم ہوتا ہے اللہ کے سوا کوئی ذات الٰہ بننے کے قابل ہی نہیں۔ یہ ایک دعویٰ ہے جبکہ شہادت رسالت

محمدی اس دعوے کی دلیل ہے اور ثبوت کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا یقینی اور حتی علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آپ کی شہادت اور دعوت ہی سے ہوا ہے۔ شہادت توحید کے دو حصے ہیں پہلا منفی اور دوسرا مثبت۔

منفی حصے میں ماسویٰ اللہ سے الوہیت کی کامل نفی اور مثبت حصے میں اللہ رب العزت کے لئے الوہیت کا اثبات کیا جاتا ہے اور مطلق لفظ الٰہ کے ساتھ الف لام کا اضافہ کر دیا جاتا ہے تو یہ اللہ بن جاتا ہے اور اس سے مراد صرف اللہ کی ہی ذات ہے اسی طرح جب لفظ کتاب بولا یا لکھا جاتا ہے تو اس سے کوئی بھی کتاب مراد ہو سکتی ہے۔ خواہ وہ کسی زبان میں ہو مگر جب اس پر ال کا اضافہ ہو جائے اور الکتاب بن جائے تو اس سے صرف اور صرف (کلام اللہ) مقصود ہو گا۔

علی ہذا القیاس حمد کا لفظ اور اس کے دیگر مشتقات عام ہیں۔ تعریف کسی کی ہو سکتی ہے۔ تعریف کرنے والا کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ اور محمود بننے کا اعزاز کسی کو بھی حاصل ہو سکتا ہے لیکن جب لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجود میں آجائے تو اس سے مراد فقط ایک ہی ہستی اور ایک ہی شخصیت اور ایک ہی ذات ہو گی۔ جن کے لئے مبدائے کائنات نے ازل سے یہ نام مختص کر دیا تھا اسے اپنے عرش کے پائے پر لکھ دیا تھا او رجملہ کائنات میں فقط اسی ذات پاک کو اس نام سے معنون کیا تھا۔

قاضی عیاضؒ اپنی کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں۔ آج تک دنیا میں کسی شخص نے اپنی اولاد کا یہ نام نہیں رکھا واضع قدرت نے ازل سے یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے خاص فرما دیا تھا۔

(الشفاء قاضی عیاض ج ۱ ص ۱۴۵)

ایک قطعہ از اکبر الہ آبادی مرحوم ملاحظہ فرماتے چلیں:

دُرِّ فشانی نے تیری قطروں کو دریا کردیا
دل کو روشن کردیا آنکھوں بینا کردیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

خصوصیت نمبر۲:

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کی سیّدنا حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت

ابن عساکر کعب الاخبار سے روایت کرتے ہیں کہ سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام نے سیّدنا حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا۔ اے فرزند تم میرے بعد خلیفہ وجانشین ہو تم عماد تقوی اور عروہ وثقی کو تھامے رہنا۔ اور جب بھی خدا کا ذکر کرو تو ساتھ ہی اسم محمد کو بھی یاد کرنا۔ اس لئے کہ میں نے اس نام مبارک کو ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے حالانکہ میں روح اور مٹی میں تھا۔ اسکے بعد میں نے تمام آسمانوں کی سیر کی وہاں میں نے کوئی جگہ ایسی نہ دیکھی جہاں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا نہ ہو۔ بلاشبہ میرے رب نے مجھے جنت میں ٹھہرایا میں نے جنت کا کوئی محل نہ دیکھا جس پر اسم محمد لکھا ہوا نہ ہو اور میں نے حورالعین کی پیشانیوں پر، اور طوبیٰ کے درخت کے پتوں پر، اور سدرۃ المنتہیٰ کے ہر پتے پر، اور اطراف حجابات پر اور فرشتوں کی آنکھوں پر اسم محمدؐ لکھا دیکھا ہے۔ لہٰذا اے فرزند: ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ کرنا۔
(مدارج النبوت حصہ اول ص ۴۶۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محترم قارئین سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کی مذکورہ وصیت کے بعد یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ بلاشبہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں آنے والے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ورد زبان رہا ہو گا لیکن چونکہ زمانہ بہت طویل ہو گیا اور تاریخ کا دامن آغاز انسانیت کے نقوش و آثار کو سمیٹ نہیں سکا اس لئے بالترتیب اور بالتفصیل کسی حقیقت کو پیش کرنا ممکن نہیں رہا مگر قدرت الٰہیہ بعض آیات کو محفوظ رکھ کر بعد کے انسانوں پر مختلف ذرائع سے منکشف کرتی رہتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو دعائے ابراہیم خلیل علیہ السلام قرار دیا ہے اور وہ دعا جو تعمیر کعبۃ اللہ کے بعد سیّدنا حضرت خلیل علیہ السلام کے لبوں سے نکلی اور سیّدنا حضرت ذبیح علیہ السلام نے اس پر آمین کہی وہ شرف قبولیت سے سرفراز ہو کر ۶۱ پشتوں کے بعد سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوئی اس کے علاوہ دنیا کی معلوم تاریخ میں سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور مبارک میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سراغ ملتا ہے۔

امیر المؤمنین سیّدنا فاروق اعظمؓ سے روایت ہے ایک دفعہ انہوں نے سیّدنا حضرت کعب احبارؓ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فضائل بیان ہوتے رہے ہیں ہمیں ان کے بارے میں آگاہ فرمایئے سیّدنا حضرت کعبؓ نے فرمایا اے امیر المؤمنین میں نے تورات میں پڑھا کہ سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک پتھر ملا جس پر اللہ کی وحدانیت اور نبی آخر الزمان سے متعلق سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ دوسری سطر کی تحریر یہ تھی۔

میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول ہیں جو شخص ان پر ایمان لے آیا اور ان کی پیروی کی اس کے لئے خوشخبری ہے۔ (ملخص از سیرت حلبیہ جلد اول)

چند اشعار فرماتے چلیں:

تکبیر کے کلمے میں نمازوں میں اذان میں
ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے تھے یہ آدم کہ مجھے خلد بریں میں
لکھا ہوا طوبیٰ میں ملا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہر حور کے سینے پہ ہر ایک شئ پہ جناں کی
ہے قدرت خالق سے کھدا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اوراق پہ طوبیٰ کے فرشتوں کی نگہ میں
کس شان سے منقوش ہوا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دن حشر کے جنت میں وہ جائے گا بلا ریب
تعظیم سے یاں جس نے لیا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خصوصیت نمبر۳:

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین تذکرہ قرآن مجید میں

قرآن مجید میں لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم چار مقامات پر وارد ہوا ہے۔

(۱) سورت آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ آیت نمبر ۱۴۴ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلاَّ رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ فَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللهُ الشَّاكِرِيْنَ (آل عمران آیت:۱۴۴)

ترجمہ: اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے اُس سے پہلے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا اُلٹے پاؤں تو ہر گز نہ بگاڑیگا اللہ کا کچھ اور اللہ ثواب دے گا شکر گزاروں کو۔ (ترجمہ سیّدنا حضرت شیخ الہندؒ)

یہاں شکر کرنے والوں سے مراد وہی لوگ ہیں جو گردش حالات سے بے خوف وخطر استقامت اور استقلال کے ساتھ راہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر گامزن رہیں نہ حق سے بھٹکیں نہ بھٹکائے جاسکیں۔ ہر لحظہ وہر آن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا وصفا کا رشتہ استوار رکھتے ہوں۔

(۲) سورت احزاب آیت نمبر ۴۰ میں ارشاد ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

ترجمہ: محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مُہر سب نبیوں پر۔

یہ آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی اور خاتم النبیین ہونے پر آفتاب وماہتاب سے زیادہ روشن ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا کا کوئی شخص منصب رسالت ونبوت پر فائز نہیں ہو سکتا۔ ظلی بروزی، تشریعی یا غیر تشریعی کی کوئی اصطلاح کسی محمدی کے لئے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

ختم نبوت کے بارے میں ہمارا عقیدہ از حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ

فرمایا ہمارے نزدیک جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی بعثت مانتا ہے یا امت محمدیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کا سلسلہ غیر مختتم سمجھتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج مرتد اور کافر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی طور پر خاتم النبیین ہیں کہ آپ تمام کمالات نبوت کا منتہی ہیں اور جس نبی میں نوبت کا جو کمال بھی آیا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے آیا ہے اور زمانی طور پر بھی

خاتم النبیین ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب انبیاء علیہم السلام کے بعد میں مبعوث ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کوئی شریعت کوئی کتاب اور کوئی وحی آنے والی نہیں۔

ختم نبوت کے معنی

فرمایا ختم نبوت کے معنی تکمیل نبوت کے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر آکر تمام مراتب کے ساتھ ختم ہوگئی اور کوئی درجہ نبوت کا باقی نہیں رہا ہے اس کو دنیا میں لانے کے لئے کسی نبی کو مبعوث کیا جائے یہی کامل اور آخری نبوت قیامت تک کے لئے کافی ہوگی اور ابد تک باقی رہے گی جیسے سورج نکلنے کے بعد نور کا کوئی درجہ باقی نہیں رہتا کہ کسی ستارے کی ضرورت پڑے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ستارہ نبوت کی ضرورت نہیں رہی۔

(جواہر حکمت ص۳۰۸، نقل از کتاب جواہر علم ص۳۷۹تا۳۸۰)

(۳) سورت محمد آیت نمبر ۲ میں ارشاد ہے

والذین اٰمنوا وعمِلُوا الصّٰلحٰتِ واٰمنوا بما نُزِّلَ علی محمدٍ و هو الحقُّ من رَّبهِم كفَّر عنهُم سيئاتِهم وأصلَحَ بالهُم

ترجمہ: اور جو یقین لائے اور کئے بھلے کام اور مانا اس کو جو اُترا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور وہی ہے سچا دین اُن کے ربّ کی طرف سے ان پر سے اتاریں اُن کی بُرائیاں اور سنوارا اُن کا حال۔ (ترجمہ از حضرت شیخ الہندؒ)

(۴) سورت الفتح آیت نمبر ۲۹ میں ارشاد گرامی ہے مُحمَّد رَّسُول الله والَّذِيْن مَعَه أَشِدَّآءُ على الكفار رُحَمَاءُ بينهُمْ

ترجمہ: محمد رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں۔

(ترجمہ سیّدنا حضرت شیخ الہندؒ)

قرآن مجید میں لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان چار مقامات وارد ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمالیں۔

خصوصیت نمبر ۴:

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ سچے مسلمان کا دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے باغ باغ ہو جاتا ہے اور یہ نام مبارک اور اس پر درود شریف پڑھنے سے وہ (یعنی دل مسلمان کا نہیں تھکتا حتی کہ قبر میں جب سچے مسلمان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا جائے گا تو تین باریوں کہے گا محمد محمد محمد حالانکہ ایک بار کہنا بھی کافی ہو سکتا ہے مگر اسم مبارک کے ۳ بار کہنے کی وجہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کے فرزند ارجمند شاہ نورالحق نے یہ فرمائی ہے کہ سہ بار نام شریف بروجھت تاکید یا برائے استلزاذ بہ نام محبوب خود۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۵۲)

یہ مسلمان اس مبارک نام کو تین بار کہے گا یا تو تاکید کے لئے اور یا اس لئے کہ اسے اپنے محبوب کا نام لینے میں ایمانی لذت حاصل ہو گی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم باوقار

نہ ہو ذکر مبارک آپؐ کا ورد زباں کیونکر
میں ہوں روز ازل سے عاشق شیدا محمدؐ کا
فرشتے قبر میں پوچھیں گے گر مجھے سے تو کہہ دوں گا
کہ ہوں بندہ خدا کا اور ہوں شیدا محمدؐ کا
خدا یا جب مری اس قالب خاکی سے جان نکلے

زباں پر اس گھڑی جاری رہے کلمہ محمدؐ کا
خدا بھی حشر میں پوچھے گا گر عاشق تو کس کا ہے
تو کہہ دوں گا محمد کا محمد کا محمد کا

(شیفتہ دہلوی م۱۸۶۹: نقوش رسول نمبر ۱۰)

خصوصیت نمبر ۵:

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ہاں سب سے محبوب نام ہے نسفی نے بیان کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ایک یہودی کو اپنے لئے انگوٹھی بنانے کا حکم دیا اور فرمایا اس پر لا الہ الا اللہ نقش کر دو جب وہ بنالیا تو اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا نظر آیا اتنے میں سیّدنا حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ خدا تعالیٰ نے سلام کہا ہے اور فرمایا کہ آپ نے وہ نام لکھوایا تھا جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اور میں نے وہ نام لکھ دیا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۱۷۲)

جس طرح ملتے ہیں لب نام محمدؐ کے سبب
کاش ہم مل جائیں سب نام محمد کے سبب
تھا کہاں پہلے ہمیں حفظ مراتب کا لحاظ
ہم نے سیکھا ہے ادب نام محمد کے سبب
سرور عالم کے دم سے ہے عجم کی آبرو
محترم ٹھہرا عرب نام محمد کے سبب
جبر کے پنجے میں جکڑے جان بلب انسان کو

آ گیا جینے کا ڈھب نام محمدؐ کے سبب
ابوذرؓ وسلمانؓ ہوں یا مصعبؓ وعثمانؓ ہوں
ایک ہیں پرواز سب نام محمدؐ کے سبب

اسم محمدؐ کی تعظیم خالق کائنات کے نزدیک

سیّد البشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور بولے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رب نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم مجھے اپنے جلال کی قسم جس شخص کا نام آپ کے نام پر ہو گا۔ اس پر میں نے جہنم کا عذاب حرام کر دیا ہے۔ میری محبت کو یہ ہرگز گوارہ نہیں ہے کہ کسی کا وہ نام ہو جو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے اور میں اُسے عذاب میں مبتلا کر دوں۔ (ابو نعیم فی الحلیہ)

سیّد الانبیاء والمرسلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " رغِم أنفُ رجُل مَن ذُکرت عندہ ولم یُصَل علَیَّ " اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی محمَّدٍ وَّعلٰی آلِ محمَّدٍ وبارِک وسلِّم

خصوصیت نمبر٦:

اسم محمد ایک مقبول نام ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ شہرت، مقبولیت اور چرچا حاصل ہے آج تک بے شمار انسانوں نے یہ نام رکھا ہے اور رکھ رہے ہیں دنیا میں جہاں کہیں انسان ہیں وہیں یہ نام بھی ہے ہر مسلمان کے ہاں یہ نام متبرک ہے چنانچہ بعضوں کا نام ہی محمد ہے بعض اس کو سابقہ یا

لاحقہ کے طور پر رکھتے ہیں بلاشک وریب یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ نام محمد ہی رکھا گیا ہے۔ خود سیّد الکونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنا تعارف اسی نام سے کرواتے تھے چنانچہ احادیث میں مختلف الفاظ آئے ہیں "أنا محمَّد بن عبد الله" "والذي نفس محمَّد بيده" "وفاطمة بنت محمَّد"۔ خطوط میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں لکھتے "مِن محمَّد رسُول الله"۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو جب بھی آسمان والے پوچھتے کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبریل امین علیہ السلام اسی نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کرواتے کہ میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عرب کے ہاں سب سے زیادہ پیارا یہی نام ہے ان کی زبان پر ہر وقت نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے عرب میں آپ کسی کو محمد کہہ کر پکاریں تو وہ عقیدت مند نگاہوں سے آپ کی طرف متوجہ ہو گا اور آنکھوں آنکھوں میں آپ کے احسان کا شکریہ ادا کرے گا کہ آپ نے اُسے سب سے زیادہ حسین لقب کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔ عرب میں تین کنیتیں سب سے زیادہ رکھی گئیں "ابو محمد" "ابو عبد اللہ" "ابو عبد الرحمن" واللہ اعلم بالصواب۔

فلک کے چاند تاروں سے کوئی پوچھے مقام ان کا
تجلی ہی تجلی ہے جہاں لکھا ہے نام ان کا
انہیں کے حسن سے روشن انہی کے ذکر سے تاباں
غریبوں بیکسوں میں تذکرہ ہے صبح وشام اُن کا
غم دوراں کی تلخی کیا ستائے گی کلیم ان کو
جو ہے ان کے غلاموں میں لیا ہے جس نے نام اُن کا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی محمّدٍ وَّ علٰی آلِ محمّدٍ وبارِک وسلِّمْ

خصوصیت نمبر ۷:

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنٰی کی وسعت و عمومیت

سیّد الانبیاء والمرسلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام محمد اور احمد ہیں۔ اور ان دونوں ناموں کا مفہوم ہے وہ ذات جسکی بار بار کثرت سے تعریف کی جائے۔ یہاں یہ حقیت پیش نظر رہے کہ تعریف ہمیشہ خوبی اور کمال پر کی جاتی ہے، نقص یا عیب پر نہیں کی جاتی اس اعتبار سے سیّد الکونین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا دونوں اسماء کے لغوی مفہوم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر انسانی لغزش و خطا اور ہر بشری نقص و عیب سے پاک ہونا اور اس کے ساتھ ہر صفت کاملہ کا فطری طور پر موجود ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ لہٰذا ہر دو اسماء گرامی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا ہر پہلو اور ہر گوشہ پوری شان کے ساتھ نمایاں ہے۔ یہ اسماء مبارکہ ثابت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات فطری اور جبلی طور پر ظاہری اور باطنی عیب و نقص سے مبرا و منزہ ہے۔

شاعر بارگاہ نبوت سیّدنا حضرت حسان بن ثابتؓ کے ان دو نعتیہ اشعار کا بھی یہی مفہوم ہے۔ (ملاحظہ فرماتے چلیں)

وَأَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَأَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسین چہرہ میں نے آج تک نہیں دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خوبصورت شخص کسی ماں نے نہیں جنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر (جسمانی وروحانی) عیب سے خلقی طور پر پاک اور مبرا پیدا ہوئے تھے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ویسے ہی پیدا ہوئے جس طرح کہ آپ خود چاہتے تھے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ کے متذکرہ اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی ''محمد، احمد'' کے ظاہری اور باطنی محاسن کی طرف جس عمدگی سے اشارہ کیا گیا ہے وہ محتاج تفصیل نہیں واقعہ یہ ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منفرد حیثیت کی حامل ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک بھی تمام ناموں سے منفرد اور نرالہ ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ رب کائنات نے اپنے محبوب کے لئے یہ نام تجویز کیا ہے۔ انجیل برناس میں سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بیان ہوا ہے کہ تخلیق کائنات کے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا کر عرش بریں پر تحریر فرمایا تھا کیونکہ ہر انسانی عیب اور نقص سے پاک وصاف انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آج تک پیدا ہو سکا اور نہ ابد الآباد تک کبھی پیدا ہو گا۔ حضرت حسانؓ کے مذکورہ اشعار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری حسن وجمال اور شخصی وجاہت پر دلالت کرتے ہیں واقعہ بھی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین چہرہ آج تک روئے زمین پر نہیں دیکھا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسن ظاہر کا بھی مرقع تھے اور حسن باطن میں بھی یکتائے روزگار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دعا فرمایا کرتے تھے۔

''أللهم أحسن سيرتي كما حسنتَ صورتي''

ترجمہ:۔ اے اللہ میری سیرت بھی ایسی ہی حسین کر دے جیسی میری صورت حسین ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کو دیکھنے والے خوش نصیب افراد اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن بے مثال کو یاد کرکے بے چین ہو جایا کرتے تھے۔ ایک صحابی سیّدنا حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرخ دھاری دار لباس پہن ہوئے بستر پر استراحت فرما ہیں اوپر چودھویں کا چاند چمک رہا ہے میں کبھی چاند کو اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ زیبا کو دیکھتا اور فیصلہ نہ کرسکا کہ چاند زیادہ حسین ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سیّدنا حضرت جابرؓ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے۔ اسی دوران فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار، پھر فرمایا نہیں بلکہ سورج اور چاند کی طرح چمک دار اور آبدار تھا۔ (الشفاء قاضی عیاض ج ا ص ۳۹)

اکثر صحابہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری حسن وجمال پر مبنی روایات منقول ہیں قاضی عیاض کے مطابق کم از کم پندرہ جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی یہ متفقہ شہادت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی حسن وجمال کا بے مثال نمونہ تھے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا قول ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے تو محسوس ہوتا "کأنها قطعة قمر" گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند کا ایک ٹکڑا ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کو بے مثال بنانے کی غرض وغایت بھی قابل فہم ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں میں محبوب خدا کے مقام پر فائز ہونا تھا۔ وہ خدا جو رب العالمین ہے اور جس نے کائنات کا ذرہ ذرہ تخلیق کیا، جس کے حرف کن سے یہ حسین وجمیل مخلوق معرض وجود میں آئی اس خدا نے اپنے محبوب کے حسن وجمال کو سنوارنے اور اسے درجہ کمال تک پہنچانے میں کیا کسر اٹھا رکھی ہو گی

خاص طور پر اس لئے کہ " اللہ جمیل ویُحِب الجمال " اللہ تعالیٰ پیکر جمال ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔اس لئے قیاس یہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن وجمال اور مردانہ وجاہت کی جو دولت عطاء ہوئی وہ دنیا کے کسی فرد وبشر کے حصے میں نہیں آئی۔حضرت امام بوصیریؒ فرماتے ہیں

فھو الذي تمَّ معناه وصورتُه
ثم اصطفاهُ حبيبًا بارئُ النسمِ
منزَّهٌ عن شريكٍ في محاسنِهِ
فجَوهرُ الحُسنِ فيه غير منقسِمِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اور باطنی حسن کو درجہ کمال تک پہنچایا اور پھر محبت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کر لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کمالات میں شریک وسہیم نہیں رکھتے۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوہر حسن غیر منقسم ہے۔

امام موصوفؒ مزید فرماتے ہیں:

فاق النَّبِيين في خلقٍ وفي خُلقٍ
ولَم يُدانوه في عِلم ولا كرمِ

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہ السلام سے خلقت اور اخلاق میں بڑھ گئے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جود وکرم کی کوئی حد ہے اور نہ علم وفضل کا کوئی ٹھکانہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ حسن جو سیّدنا حضرت یوسف علیہ السلام میں جلوہ گر ہوا تھا اور جس نے انہیں دنیا کا حسین ترین شخص بنا دیا تھا اور وہ جمال جو سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضاء میں منعکس ہوا تھا

جس سے ان کا ہاتھ بقعہ نور ہو گیا تھا اور وہ حسن جو سیّدنا حضرت ابراہیم واسماعیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تجلی پزیر ہوا وہ تمام حسن وجمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذت اقدس میں جمع کر دیا گیا اس لئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے بھی کیا خوب کہا ہے ملاحظہ فرماتے چلیں:

نہ حُسنش غایتے دارد
نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقیٰ
ودریا ہمچناں باقی

خصوصیت نمبر۸:

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سحر آفریں اور متأثر کن نام ہے

بلاشبہ میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم وقت کے بحر بیکراں کی آغوش میں خوابیدہ ان زمانوں کے بھی رسول ہیں جو ابھی وجود میں ہی نہیں آئے۔ اس پر علامہ اقبالؒ کے عشق کی سرمستی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں شبنم ریز ہو جائے تو بجا ہے۔

ہر کجا بینی جہاں رنگ وبو
آنکہ از بروید آرزو

یاز نور مصطفی اور راہہا است
یاہنوز اندر تلاش مصطفی است

محترم اقبالؒ سیّدنا حضرت بلالؓ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنی نظم میں ان کا تقابل سکندر رومی سے کرتے ہیں جس کا شمار دنیا کے عظیم فاتحین میں ہوتا ہے آج سکندر رومی کو تاریخ کے اوراق میں تو دیکھا جا سکتا ہے مگر عام انسانوں کے دلوں سے اس کی یاد اُٹھ گئی ہے آج (نہ اس) کی سلطنت باقی ہے اور نہ قصر سلطنت۔

شعر:

اقبال کسی کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

اس کے برعکس دوسری شخصیت ایک ادنی سا حبشی زادہ دنیا کے سب سے بڑے انسان صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نظر سے ایک صدا بلند کرتا ہے جو صدیوں کا فاصلہ طے کرتی ہوئی محبوب کی چوکھٹ پہ سجے گل تازہ کی صورت ہمیں آج بھی ہر روز سنائی دیتی ہے اور کانوں میں امرت رس گھولتی چلی جاتی ہے اذان اور اسکا پہلا موٗذن زندہ جاوید ہیں صرف اس لئے کہ اس صدا کا مقصد تفریق محتاج و غنی اور تمیز بندہ و آقا نہیں بلکہ تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے کا اعتراف ہے اور عظمت کبریائی کا اقرار بھی پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ سحر آفریں نام ہے جسکی عظمت شاہانہ پوری کائنات میں دن پانچ مرتبہ مساجد کے فلک بوس میناروں سے بلند ہوتی ہے اور قیامت تک گونجتی رہے گی۔

خصوصیت نمبر۹:

اسم محمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات نبوت کا آئینہ دار ہے

واضح ہو کہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کا ایسا نام نہیں پایا جاتا جو اپنے مسمی (نام والے) کے کمالات نبوت کا آئینہ دار ہو۔

مثلاً سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کے معنی ہیں گندم گوں۔ ابو البشر کا یہ نام ان کی جسمانی رنگت کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معنی ہیں بڑے گروہ کا باپ۔ یہودی عیسائی اور مسلمان تینوں قومیں آپ کے ماننے والوں میں سے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعا کے جواب میں سیّدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔؟؟؟؟؟؟

حضرت اسحاق علیہ السلام کے معنی ہنسنے والا۔ آپ علیہ السلام ہشاش بشاش چہرے والے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے معنی ہیں پیچھے آنے والا یہ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معنی ہیں پانی سے نکلا ہوا جب ان کا صندوق پانی میں سے نکالا گیا تب یہ نام رکھا گیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے معنی عمر دراز بوڑھے ماں باپ کی بہترین آرزوں کا ترجمان۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے معنی ہیں زیادہ کیا گیا۔ آپ علیہ السلام حسن وجمال میں لاثانی تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معنی سرخ رنگ چہرہ گلگوں کی وجہ سے یہ نام تجویز ہوا۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کے اوپر دیئے گئے ان تمام ناموں اور ان کے معنوں پر غور کریں۔ ان میں سے ایک بھی اپنے مسمیٰ (نام والے) کی عظمت روحانی یا نبوت کی طرف ذرا سا بھی اشارہ نہیں کرتا۔

مگر سید الانبیاء میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں اسماء ذاتی کی شان ہی نرالی ہے۔

احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اتنے پیارے اور اتنے حسین ہیں کہ ان کے سنتے ہی ہر نگاہ فرط تعظیم اور فرط ادب سے جھک جاتی ہے۔ ہر سر خم ہو جاتا ہے اور زبان پر درود وسلام کے زمزمے جاری ہو جاتے ہیں لیکن کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ ان الفاظ کے معنی ومفہوم بھی ان ظاہری حسن وجمال کی طرح حسین اور دل آویز ہے۔ صرف نام کے لغوی منعوں سے نام والے (مسمی) کی عظمت وبرتری کا اظہار ہو رہا ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا عام اور سادہ ترجمہ ہے وہ ذات جس کی تعریف کی گئی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ مقدس ہستی ہیں جن کی تعریف وتوصیف زمین وآسمان کی تمام مخلوق نے کی اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی ہیں سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔ یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ مقدس ہستی ہیں جنہوں نے مخلوق میں سب سے بڑھ کر اللہ جل شانہ کی حمد وستائش کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دوناموں کا اصل مادہ ایک ہی ہے ''ح، م، د'' یعنی حمد اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف اور عظمت کا ذکر) اور یہ عجیب بات ہے کہ یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کا مقصد اور مشن قرار پایا یعنی حمد کسی شخص کے نام سے اسکی زندگی کے مشن کا اظہار ایک بہت ہی نادر الوقوع بات ہے ظاہر ہے جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں نام رکھے ان کے وہم وگمان میں بھی نہ ہو گا کہ چالیس سال بعد یہ نومولد کیا دعویٰ کرنے والا ہے۔ سورت الحمد بھی جسے قرآن مجید کا دیباچہ کہنا چاہیے در حقیقت پورے قرآن کا اور اس پیغام کا خلاصہ ہے جو آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو پہنچایا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں نام قدرت الٰہیہ کی طرف سے خود آیت عظیم ہیں۔ ایک معجزہ ہیں کہ ان کا مسمی (نام والا) ضرور امام الانبیاء اور تمام کائنات ومافیہا کا سر تاج ہے۔

(از قاضی سلیمان منصور پوریؒ جلد ۳ ص ۱۷۸)

یہی وہ خصوصیت ہے جس سے باقی انبیاء کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی ساکت و خاموش ہیں۔

خصوصیت نمبر ۱۰:

اسم محمد واحمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ناموں کی اللہ نے حفاظت فرمائی

آپؐ کے دونوں اسمائے گرامی احمد اور محمد میں جہاں عجیب خصائص اور بدیع آیات ہیں وہاں ایک اور نرالی بات یہ بھی ہے کہ سرور کون ومکان سے اللہ تعالیٰ نے جملہ انسانوں کو اپنے بچوں کا نام محمد اور احمد رکھنے سے روکے رکھا اور کسی کو ان ناموں سے موسوم نہ ہونے دیا حالانکہ گزشتہ کتب سماویہ میں آپ کے یہ دونوں نام مذکورہ تھے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام نے آپ اسم محمد واحمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی احمد کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری سنائی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ساری زندگی احمد کے نام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل کا ڈنکا بجاتے رہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس نام کے رکھنے سے روکے رکھا۔ یعنی سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور تک دنیا میں کسی بھی بچے کا نام احمد اور محمد نہیں رکھا گیا۔

قاضی عیاض اندلسیؒ نے کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰؐ میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی اس نام کے ساتھ موسوم نہیں ہوا تاکہ ضعیف عقیدے والوں کے دلوں میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ پیدا ہوئے پائے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب وعجم میں کسی کا نام محمد نہیں رکھا گیا ہاں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا زمانہ قریب آیا اور اس وقت کے اہل کتاب

نے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری سنائی لوگوں میں یہ شہرت عام ہوئی کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے ہیں اور اُن کا نام پاک محمد ہو گا۔

مروی ہے کہ محمد بن عدی سے پوچھا گیا کہ تمہارا نام محمد کیسے رکھا گیا اس نے جواب دیا کہ میں نے بھی والد سے یہی سوال پوچھا تھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ اور ان کے تین ساتھی شام کے علاقے میں تجارت کی غرض سے گئے تھے وہاں ایک بستی میں قیام کیا۔ بستی کے بت خانے والوں نے ہم سے اجنبی سمجھ کر ہمارے وطن کے بارے میں دریافت کیا ہم نے انہیں بتایا کہ ہم عربی ہیں اور قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے ہیں مندر کے پروہت نے ہمیں بتایا کہ تمہاری قوم میں عنقریب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہونے والا ہے اور اس نے ہمیں ہدایت دی کہ ہم جلد واپس جاکر ان سے فیوض وبرکات حاصل کریں کیونکہ وہ ہی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہوں گے ہم نے اس سے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہو گا۔ تو ہمیں بتایا گیا کہ ان کا نام محمد ہو گا۔ اس پر ہم چاروں ساتھیوں نے منت مانی کہ اگر ہمارے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو ہم اس کا نام محمد رکھیں گے چنانچہ ہم جب لوٹے تو ہم سب کے ہاں لڑکے پیدا ہوئے۔

حضرت امام حسینؓ سے مروی ہے کہ جس کی عورت حمل سے ہو اور وہ نیت کرلے کہ پیدا ہونے والا بچہ کا نام محمد رکھوں گا تو ان شاء اللہ لڑکا ہی پیدا ہو گا۔ اگر حمل میں لڑکی بھی ہو گی۔ تو اسم مبارک کی برکت سے وہ لڑکا ہو جائے گی۔ (انسان العیون ج ۱ ص ۳۸)

خصوصیت نمبر ۱۱:

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازیں کائنات کے ہر گوشے سے سنائی دے رہی ہیں

کائنات کا ذرہ ذرہ بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہے پوری کائنات پروردگار عالم کے حضور تسبیح کے گلدستے پیش کررہی ہے تحت الثریٰ سے لے کر عرش علاتک ہر ذرہ حمد کے ترانے الاپ رہاہے اسی طرح کائنات کے ہر گوشے سے ذکر مصطفی کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ کیونکہ جہاں جہاں خالق کل کی بادشاہت ہے وہاں وہاں تاجدار مدینہ کی رسالت ورحمت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاں جہاں مرا ذکر ہوگا وہاں وہاں میرے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا تب ہی تو اہل مشاہدہ ہر جگہ دست قدرت سے مکتوب اسم گرامی کا نظارہ کرتے ہیں لیکن اکثر لوگ یہ تصویر نہیں دیکھ پاتے اس کی نظیر رب کائنات کا یہ فرمان ہے۔

ترجمہ: ہر شئی باری تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں پاتے۔ (ملا علی قاری شرح شفاء ج۲ ص۲۲۸)

خصوصیت نمبر ۱۲:

اسم محمد کی قدر وقیمت خالق ارض وسماء کی بارگاہ میں

خالق ارض وسماء کی بارگاہ میں اس نام کی کتنی قدر وقیمت ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ تاقیامت قرآن حکیم میں اس کا یہ ارشاد محفوظ کردیا گیاہے کہ انجیر کی قسم، زیتون کی قسم، طور سینا کی قسم اس امن والے شہر کی قسم، ہم نے انسان کی تخلیق احسن تقویم پر کی یہ احسن تقسیم کیا؟ جس کی خاطر رب العالمین نے تمام کبریائیوں عظمتوں، بلندیوں اور رفعتوں کا مالک ہونے کے باوجود ایک دو تین نہیں چار قسمیں کھائی ہیں۔ یہ قسمیں احسن تقدیم کے حسن وجمال، رعنائی وزیبائی عزت وشرف، عظمت ورفعت کی دلیل ہے۔ اس بات کا ثبوت ہیں کہ اللہ جل مجدہ کے نزدیک یہ احسن تقویم بڑی شان وشوکت والی، بڑی ہی

معزز شئ ہے یہ احسن تقویم کیا ہے۔ کعب الاحبارؓ سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے بنی آدم علیہ السلام کو مکرم مخلوق بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (سورت بنی اسرائل آیت نمبر ۷۰)

ترجمہ: اور ہم نے عزت دی آدم کی اولاد کو۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

فوائد تفسیر عثمانی حاشیہ نمبر ۳:

یعنی آدمی کو حسن صورت، نطق، تدبیر اور عقل و حواس عنایت فرمائے جن سے دنیوی واخروی مضار ومانفع کو سمجھتا اور اچھے اور برے میں تفریق کرتا ہے۔ ہر طرف ترقی کی راہیں اسکے لئے کھلی ہیں۔ دوسری مخلوقات کو قابو میں لاکر اپنے کام میں لگاتا ہے خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر یا دوسری طرح طرح کی گاڑیوں میں سفر کرتا اور سمندروں کو کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ بے تکلف طے کرتا چلا جاتا ہے قسم قسم کے عمدہ کھانے، کپڑے، مکانات اور دنیوی آسائش ورہائش کے سامان سے منتفع ہوتا ہے ان ہی آدمیوں کے سب سے پہلے باپ آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے مسجود ملائکہ اور انکے آخری پیغمبر علیہ السلام کو کل مخلوقات کا سردار بنایا۔ غرض نوع انسانی کو حق تعالیٰ نے کئی حیثیت سے عزت اور بڑائی دے کر اپنی بہت بڑی مخلوق پر فضیلت دی۔ (نقل از فوائد تفسیر عثمانی ص ۳۸۴ حاشیہ نمبر ۳)

خصوصیت نمبر ۱۳:

اسم محمد برکتوں کا گنجینہ ہے

ہم سب کے آقا و مولیٰ میرے آقا و مولیٰ کا نام مبارک برکتوں کا گنجینہ ہے اس نام اقدس کی تعظیم و تکریم پر باران رحمت جھوم جھوم کے برستا ہے۔ اس نام پاک کے ادب واحترام پر عنایات خداوندی گنہگار

سیاہ کاروں کو اپنے دامن میں چھپالیتی ہے اس لئے جب بھی نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم زبان شہد گھولے یا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شیرین آوازیں پردہ سماعت پر قوس و قزح بکھیریں تو فوراً لبوں پر درود و سلام کے زمزمے بج اُٹھنے چاہئیں۔ یہ تقاضا محبت ہے بلکہ صرف تقاضائے محبت ہی نہیں تقاضائے ایمان واسلام بھی ہے۔

تعظیم پر انعام واکرام

یہ نام اقدس اس مقدس ہستی کا ہے جن کا عشق اصلی ایمان بھی ہے اور تکمیل ایمان بھی اس لئے جب بھی، جہاں بھی ذکر مصطفیؐ ہو درود و سلام کا نزرانہ عقیدت (شرعی حدود کو مد نظر رکھتے ہوئے بڑے ہی ادب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے) ضرور پیش کریں۔ یقین کریں اللہ جل مجدہ کا وعدہ ہے کہ اگر تم یہ نذرانہ عقیدت ایک بار پیش کروگے تو میری رحمتیں تم پر دس بار ٹوٹ ٹوٹ کر برسیں گی۔

خصوصیت نمبر ۱۴:

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے

علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ میں لکھا ہے کہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ عرش پر اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی بھی لکھا ہوا ہے اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا میں نے عرش کو پانی کے اوپر پیدا کیا تو اس کی ہیت سے پانی لرزنے لگا تب میں نے عرش پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا جس کی برکت سے عرش ساکن ہوگیا۔ اسی طرح اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ تمام ملکوت یعنی آسمانوں اور جنتوں اور ان میں جو کچھ ہے ان سب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لکھا ہوا ہے۔

خصوصیت نمبر ۱۵:

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام رکھنا مبارک ونافع ہے

حضرت علامہ ملا علی قاریؒ نے شرح الشفاء میں ایک طویل حدیث نقل فرمائی ہے جس کے آخر میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یوں ارشاد فرماتے ہیں

"الحمد للہ الذي فضلني علی جمیع النبیین حتی في اسمي وصفتي"

ترجمہ:۔ یعنی تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے جملہ انبیاء علیہ السلام پر فضیلت بخشی حتی کہ میرے نام اور صفت میں۔ (شرح الشفاء لملا علی قاریؒ)

اس کے متعلق سیّدنا حضرت علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہین کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر نام رکھنا مبارک ونافع اور دنیاوآخرت میں حفاظت ونجات کا باعث ہے۔

چنانچہ حافظ امام ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں سیّدنا حضرت نبیط بن شریط سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "قال اللہ تعالیٰ: وعِزَّتِي وجَلالي لا أُعذِّبُ أحدًا تُسَمّٰی بِاسْمِکَ في النَّار"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہو گا اسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔ (حلیۃ الاولیاء)

اس وعدہ خداوندی کے جواب میں ایک حدیث رسول بھی آپ ملاحظہ فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز دو آدمی دربار خداوندی میں پیش ہوں گے حکم ہو گا کہ انہیں جنت

میں لے جاؤ یہ حکم سُن کر انہیں تعجب ہو گا اور حق تعالیٰ سے وہ عرض کریں گے کہ یا الٰہ العالمین ہم نے تو کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ پھر بھی جنت میں کیوں بھیجے جا رہے ہیں ؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا تم جنت میں جاؤ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جس شخص کا نام محمد یا احمد ہو گا۔ اس کو جہنم میں داخل نہیں کروں گا۔ اس حدیث کو امام قسطلانی نے بی مواہب اللدنیہ میں سیّدنا حضرت انس بن مالک ؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

(مدارج النبوۃ ج۱)

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ایک منادی ندا کرے گا کہ اے لوگو خبر دار ہو جاؤ تم میں سے جس کا نام محمد یا احمد ہے وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ اس حکم سے اللہ رب العزت اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی عظمت دکھانا چاہے گا۔

(کتاب الشفاء القسم الاول باب سوم)

حضرت علامہ قاضی ابو الفضل عیاض ؒ کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں "إن اللہ تعالی وملائکته یستغفرون لِمن اسمه محمد وأحمد" یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بخشش ورحمت کرتے ہیں اس پر جس کا نام محمد یا احمد ہو۔ (طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ)

غرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی برکت وعظمت اور رحمت کے یہ وہ جلوے اور مژدے ہیں جو بروز حشر اپنی جلوہ ریزیاں دکھائیں گے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے نام سرکار ؐ کے اسم مبارک سے مزین ہیں بشرطیکہ مؤمن ہو۔ اور مؤمن عرف قرآن وحدیث اور صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو۔ (ملخصا از کتاب خصوصیات اسم محمد ؐ ص۱۸)

خصوصیت نمبر۱۶:

اسم محمد نام رکھنے کی برکت سے دنیا میں احترام

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے پیش نظر بزار نے ابورافعؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم بچہ کا نام محمد رکھو تو اُسے نہ مارو اور نہ محروم رکھو۔ (خصائص کبریٰ جلد دوم)

ایک اور جگہ علامہ امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بچے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اسے محفل میں جگہ دو اور اسے چہرے کی بدصورتی کی بددعا نہ دو۔ (جامع الصغیر)

اسی طرح سیّدنا حضرت علامہ عبد الرحمان صفوریؒ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو اسکی تعظیم کیا کرو۔ اور اسکی نشست گاہ کشادہ رکھو اور اس سے منہ مت بگاڑو۔

(نزہۃ المجالس جلد دوم)

صاحب روح البیان سیّدنا حضرت علامہ اسماعیل حقیؒ فرماتے ہیں کہ جس بچے کا نام محمد ہو اس کا ادب واحترام کیا جائے غرض کہ اس کے بہت سے آداب ہیں۔ (تفسیر روح البیان)

یہی وجہ تھی کہ ہمارے اسلاف نے جب اپنی اولاد کا نام سرکار کے نام پر رکھا تو ہمیشہ اس کا ادب بھی برقرار رکھا۔ چنانچہ سیّدنا حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ سیّدنا حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ نجیب الدین متوکلؒ کے دو لڑکے تھے ایک کا نام محمد اور دوسرے کا احمد تھا۔ شیخ نجیب الدین اگر ان پر خفا ہوتے تو فرمائے کہ اے خواجہ محمد تم نے ایسا کیا اور اے

خواجہ احمد یہ کام تمہارے لائق نہ تھا۔ گویا آپ کو کیسا ہی سخت غصہ ہوتا لیکن ہر حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا ادب ملحوظ رکھتے۔ (فوائد الفواد مجلس)

سچ فرمایا ہے شاعر قمر انجم صاحب نے شعر میں:

زبان کو پاک جب تک کر نہ لیں اشک محبت سے
نبی کا نام لب پر اہل دل لایا نہیں کرتے

خصوصیت نمبر ۱۷:

اسم محمدؐ رکھنے کے مفید نتائج

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کے پیش نظر سیّدنا حضرت ابن ابی ملیکہؓ نے بروایت ابن جریج سیّدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جس کے یہاں حمل ہو اور پختہ ارادہ کرلے کہ میں اس کا نام محمد رکھوں گا تو خدا اُسے لڑکا عطا فرمائے گا۔ (نزہۃ المجالس جلد دوم، سیرت حلبیہ جلد اول)

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص یہ چاہیے کہ اسکی بیوی کے حمل سے لڑکا پیدا ہو تو وہ اپنا ہاتھ اپنی حاملہ بیوی کے پیٹ پر رکھ کر یہ کہے اگر اس حمل سے میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اس کا نام محمد رکھوں گا تو اس (نیت کے اثر) سے اس کے یہاں لڑکا پید ہو گا۔ (سیرت حلبیہ جلد اول)

خصوصیت نمبر ۱۸:

اسم محمدؐ کا نقش ستاروں پر

شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ بروز منگل بمطابق ۸ فروری ۱۹۲۷ء کو بعد نماز مغرب بھوپال میں مغرب کی جانب ایک چمکدار ستارہ شام سے نکلا، اس ستارہ کے قریب سے ایک بہت روشن ستارہ ٹوٹا اور جہاں تک

جا کر غائب ہوا تھا ایک روشن لکیر بنی مثل سانپ، پھر رفتہ رفتہ وہ لکیر موٹی ہو کر نام مبارک محمدؐ بن گیا جو بہت بڑا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میم سے ایک بہت باریک لکیر اس مقام تک گئی تھی جہاں سے ستارہ ٹوٹا تھا۔ تقریبا آدھا گھنٹہ یہ نام مبارک قائم رہا پھر کم ہوتے ہوتے غائب ہو گیا اور بہت سے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب کا نام مبارک دیکھنے کا شرف حاصل کیا۔

اٹک میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ٹہنیوں سے لکھا ہوا

سنہ ۲۰۰۴ء بمقام اٹک ایک درخت کی ٹہنیوں سے اسم محمد لکھا ہوا پایا گیا جس کا عکس مبارک دیوار پر پڑتا تھا سینکڑوں لوگوں نے قلم قدرت سے نوشتہ یہ نام پاک دیکھنے کی سعادت حاصل کی۔

(ماہانہ بنات عائشہ کراچی اپریل ۲۰۰۵ء)

حال ہی میں جمعۃ المبارک سنہ ۲۰۰۶ء (17.02) کو دمشق میں جبل قاسیون کے اوپر شام کے وقت بادلوں میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھا ہوا دیکھا گیا جسکی تصویر انٹرنیٹ کی گئی ویپ سائٹس میں دکھائی گئی۔

خصوصیت نمبر ۱۹:

اسم محمدؐ سیّدنا حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان پر

حضرت داؤد علیہ السلام جنہیں قدرت نے نبوت کے علاوہ دنیا کی بادشاہت اور بے مثال خوش الحانی سے نوازا تھا، اپنے مزمور میں ارشاد فرماتے ہیں ہمارا معبود بے عیب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زمین میں خوشی بھر دی۔ سیّدنا حضرت داؤد علیہ السلام نے صراحۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے شہر کا نام لیا ہے اور اسے اللہ کی بستی کہا ہے۔ (مختصر سیرت الرسول ص ۱۱۱، از شیخ عبد اللہ بن عبد الوہاب نجدی)

خصوصیت نمبر ۲۰:

اسم محمدؐ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر

طبرانی نے سیّدنا حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیّدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری کے نگینہ پر منقوش تھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

مہر سلیمانیؑ پر اسم محمدؐ

اور فرمایا بے شک سیّدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی مہر آسمان سے اُتری جسے انہوں نے اپنی انگشتری میں ڈال رکھا تھا اس پر منقوش تھا "أنا اللہ لا إله إلا أنا محمَّد عبدي ورسولي"۔

(رواہ الطبرانی)

خصوصیت نمبر ۲۱:

اسم محمدؐ سیّدنا حضرت اشعیا علیہ السلام کی زبان پر

اشعیا نبی علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر اعلان فرمایا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تیرا معاملہ قابل تعریف پایا ہے اے رب کے پاکباز بندے تیرا نام ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ (سیرۃ الرسول ص ۱۱۳، از شیخ عبد اللہ بن عبد الوہاب نجدی)

خصوصیت نمبر ۲۲:

اسم محمد جناب کعب کی زبان پر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی عرصے میں کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبر سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی نوید مسرت دنیا کو سناتے رہے اسی وجہ سے جہاں اہل کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر تھے وہاں اشراف عرب بھی آپؐ کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ چنانچہ آپ کی ولادت باسعادت سے تقریباً ۵۶۰ سال قبل چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جد امجد جناب کعب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر رہتے۔ جناب کعب کے ایک قصیدہ کے دو اشعار ملاحظہ ہوں:

علی غفلةٍ یأتي النبي محمَّد
فیُخبِرُ أخبارًا صدوق خبیرُها
یا لیتني شاہِدٌ فحواء دعوَتِہِ
حین العشیرة تبغي الحق خذلانًا

(البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۴۴، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۷)

ترجمہ: جب لوگ یادالٰہی سے غافل ہو جائیں گے تو وہ نبی آئے گا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ وہ لوگوں کو بہت سی خبریں سنائے گا وہ سچا اور باخبر ہو گا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب وہ لوگوں کو حق کی دعوت دے گا اور ان کے قبیلے والے اس حق کو رسوا کرنے کے درپے ہوں گے۔

خصوصیت نمبر ۲۳:

اسم محمدؐ شاہ یمن کی زبان پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کئی سو سال قبل تبع شاہ یمن نے یثرب کے یہودی قبائل اوس اور خزرج سے جنگ کی۔ یثرب کے یہودی دن کو لڑتے اور رات کو تبع کی مہمانی کرتے تین راتیں اسی طرح گزر گئیں تو تبع کو شرمندگی ہوئی اور اس نے صلح کی درخواست کر دی معاہدہ صلح طے

کرنے کی غرض سے قبیلہ اوس میں سے اجیحہ بن الجلاح اور بنو قریظہ میں سے بنیامین قرظی سامنے آئے۔ اجیحہ نے تبع سے کہا کہ ہم تو آپ کے ہم قوم ہیں پھر آپ نے ہم پر چڑھائی کیوں کی؟ بنیامین یہودی نے تبع سے کہا کہ آپ اس شہر کو ویسے بھی کبھی فتح نہیں کرسکتے تبع (شاہ یمن) نے کہا کیوں؟ بنیامین کہا کہ یہ شہر ایک نبی کی فرورد گاہ ہے جو مکہ کے قریش میں سے ہو گا اور دیگر علامات بتائیں چنانچہ اس حوالے سے تبع کا یہ شعر مشہور ہے۔

القی إلٰی نصیحۃ کی ازدجر
عن قریۃٍ محجورۃ بمُحمد

ترجمہ: اس نے مجھے نصیت کی کہ میں اس آبادی سے ہٹ جاؤں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ پھر یہ اشعار تصنیف کیئے۔

نظر عمیق اور تدبر غور سے ملاحظہ فرماتے چلیں۔

شھدتُ علی أحمد أنه
رسولٌ من اللّٰه باری النسمِ
فلو مدا عمری إلی عمرہٖ
لکنتُ وزیرًا له وابن عمِ

ترجمہ: میں شہادت دیتاہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اس اللہ کے رسول ہیں جو جان آفریں ہے اگر میری عمر اسکی عمر تک لمبی ہو تو میں ضرور اس کا وزیر اور چچازاد بھائی بنوں گا۔

(سیرت مصطفی ج ا، از علامہ مولانا محمد ادیس کاندہلویؒ)

خصوصیت نمبر ۲۴:

اسم محمدؐ سے دلیل ختم نبوت

محمد کا مادہ حمد ہے اور حمد ہمیشہ آخر میں ہوتی ہے ہمیں کوئی بھی نعمت میسر ہو جائے اسے پا کر ہم الحمد للہ کہتے ہیں تو اس لحاظ سے لفظ محمد اپنے مادہ کے اعتبار سے اپنی دلیل خاتمیت کی طرف نہایت لطیف اشارہ کر رہا ہے۔

خصوصیت نمبر ۲۵:

اسم محمدؐ کا نقش سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے پتھر پر

علامہ زہریؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں ہشام بن عبدلملک کے ہاں جا رہا تھا جب میں بلقاء کے مقام پر پہنچا تو مجھے وہاں ایک پتھر ملا جس پر عبرانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا میں اس پتھر کو لے کر ایک شیخ کے پاس پہنچا جو عبرانی زبان جانتے تھے وہ اسے پڑھ کر مسکرائے اور کہنے لگے عجیب معاملہ ہے کہ اس پر لکھا ہے۔

باسْمِک اللّٰھُمَّ، جاءَ الحق مِن رَّبِّکَ بلِسَان عربي مُبِيْن لا إلٰه إلا الله محمَّد رسُول الله کتبه موسیٰ بن عمران۔

ترجمہ:۔ اے اللہ تیرے نام سے شروع کرتا ہوں فصیح و بلیغ عربی زبان میں تیرے رب کی طرف سے حق اور سچائی کا پیغام آ گیا۔ ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ اس کو موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے لکھا ہے۔

(سیرت حلبیہ ج ا ص ۲۷ نصف آخر)

سبحان اللہ کسی قدر حیرت انگیز بات ہے کہ سیّدنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام عالم وارفتگی میں پتھر پر اللہ کی توحید اور محمدؐ کی رسالت کی گواہی کا نقش قائم فرمائیں اور سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سیّد الکونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب اس پتھر کو ہزارہا سال بعد امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد پر ظاہر فرمادے۔

"إن اللہ علی کل شیء قدیر"۔بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

ایک شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

کائنات حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
جب سمٹی تو تیرا نام بن کے رہ گئی

خصوصیت نمبر۲۶:

اسم محمدؐ کا نقش واقعہ حضرؑ و موسیٰؑ میں دیوار والے خزانے پر

قرآن مجید میں سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سیّدنا حضرت خضر علیہ السلام کا جو واقعہ ارشاد ہوا ہے اس میں ایک دیوار کا بھی تذکرہ ہے جسے سیّدنا حضرت خضر علیہ السلام کی تجویز پر دونوں حضرات نے مل کر تعمیر و مرمت کے ذریعے مضبوط بنا کر گرنے سے بچایا تھا اس دیوار کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا (پارہ۱۶، سورہ کہف۹، آیت نمبر۸۲)

ترجمہ:۔اور اس دیوار کے نیچے ان (لڑکوں) کا کچھ مال مدفون تھا۔

اس واقعہ کے ضمن میں سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے چند الفاظ کے فرق سے ایک روایت مروی ہے، امام بیہقیؒ نے سیّدنا حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت بیان کی ہے کہ ان لڑکوں کا خزانہ دراصل سونے کی ایک تختی تھی جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مجھے اس شخص پر حیرت ہے جو تقدیر الٰہی پر یقین رکھنے کے باوجود مشکل حالات میں گھبراتا اور پریشان ہوتا ہے۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جس کے سامنے جہنم کا ذکر آتا ہے اس کے باوجود بھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ باقی رہتی ہے اس شخص پر حیرت ہے جس کے سامنے موت کا ذکر ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی غافل رہتا ہے۔

"لا إله لا الله محمد رسول الله" اور ایک روایت کے الفاظ کے مطابق "لا إله إلا أنا محمّد عبدي ورسُولي"

کوئی معبود نہیں میرے سوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔

یَا رَبِّ صَلِّ وسَلِّم دائمًا أبدًا علٰی حبِیْبِکَ خیرِ الخَلْقِ کُلِّھِمِ

خصوصیت نمبر ۲۷:

اسم محمدؐ تخلیق کائنات سے دوہزار برس پہلے رکھا گیا

سیّدنا حضرت انسؓ کی ایک روایت کے مطابق تخلیق کائنات سے دوہزار سال قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد رکھا گیا۔ (شمائل الرسول از علامہ یوسف بن اسماعیل النبہائی)

فائدہ:۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا جب اس کائنات کا دور دور تک نام ونشان بھی نہ تھا۔

الغرض خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا حضرت انس بن مالکؓ کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ کچھ بھی نہ تھا جی ہاں کچھ بھی نہ تھا جب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود اور اسم مبارک موجود تھا غالبا اسی بات کی تصدیق میں اشعیا پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں اے محمد میں نے تیرا معاملہ قابل تعریف پایا ہے اے رب کے پاکباز بندے تیرا نام ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ (بحوالہ معارف اسم محمدؐ)

خصوصیت نمبر ۲۸:

اسم محمدؐ کا نقش بادام پر

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک پرندا آیا جس کی چونچ میں سبز رنگ کا بادام تھا اس نے اس کو وہیں گرادیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھالیا اس کے اندر ایک سبز رنگ کا کیڑا تھا جس پر زرد رنگ سے ''لا الہ إلا اللہ محمد رسول اللہ'' تحریر تھا۔

یَارَبِّ صَلِّ وسَلِّم دائمًا أبدًا علٰی حبیبک خیر الخلق کلھمِ

خصوصیت نمبر ۲۹:

اسم محمدؐ ایک معجزہ عظیم ہے

صاحب قاموس مجد الدین فیروزآبادی لکھتے ہیں کہ من جملہ دیگر کمالات نبوت اور معجزات رسالت کے ایک معجزہ گرامی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی

ہے وہ لکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جن کی تعریف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو تعریف کے تعریف اور توصیف پر توصیف ہوتی رہے زمانہ جوں جوں آگے بڑھتا جاتا ہے اور انسان اپنی سعی اور کوشش کے مطابق جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے محض اعتقادا نہیں بلکہ واقعتا رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات پر سے پردہ اٹھتا جاتا ہے۔ یورپ کے علماء وفضلاء کی اکثریت جیسے جیسے تاریخ اسلام کے ماتحت اپنا مطالعہ جس قدر گہرائی سے کرتی جاتی ہے انہیں اسی راہ کی طرف آنا پڑتا ہے اور زبان اعتراف کھولنی پڑتی ہے کہ بلاشبہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین دنیا کی ضرورتوں کے کفیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی عالم انسانی کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔ اہل ایشیاء کا رجحان طبعی جتنا روحانیت اور سادگی کی طرف بڑھ رہا ہے اسقدر وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہوتے جاتے ہیں یہ دنیا کا واحد معجزہ ہے کہ چودہ سو برس سے بھی پہلے سے نام مبارک ان آنے والے حالات کا پتہ دے رہا ہے کہ مستقبل میں دنیا کی عمر جتنی دراز ہوگی۔ اسے کمالات نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتراف کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۲۰، معالم التنزیل ج ۱ ص ۳۵۸)

خصوصیت نمبر ۳۰:

اسم محمدؐ بے عیب و بے نقط نام

خالق کائنات کا اسم ذاتی اللہ ہے جس میں کوئی نقطہ نہیں ہے۔ اسی طرح خداوند قدوس کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام میں بھی کوئی نقطہ گوارا نہیں وہ نام بھی بے نقطہ ہے اللہ تعالیٰ کے نقطہ سے پاک اس نام سے اشارہ ہے کہ اسکی ذات بھی ہمہ قسم کے نقائص، عیوب اور شرک وشریک سے پاک ہے کفار ومشرکین نے جو کچھ اسکی طرف منسوب کیا ہے وہ ان تمام سے مبراء ہے۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ

وسلم کے بے نقطہ نام سے بھی اشارہ ہے کہ دشمن اسلام جس قسم کے مکروہ القاب گستاخانہ وناز یبا کلمات اور عیوب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گنواتے ہیں بے نقطہ نام کا مسمی بھی ان تمام سے محفوظ وسالم ہے۔ جس طرح خالق کائنات، کبریائی وتمام صفات کمال میں یکتا ہے۔ اسی طرح اس کا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے کمالات محاسن ومحامد میں واحد بے مثل ہے۔

حضرت مولانا محمد ولی رازی رحمۃ اللہ نے ہادی عالم کے نام سے سیرت پر ایک مکمل کتاب لکھی ہے اور وہ پوری کتاب غیر منقوط ہے آیئے اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس کتاب کا ایک صفحہ اور ایک بے نقط نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہیں۔

علماء اسلام سے مروی ہے کہ ہادی کامل کا اسم مسعود احمد اللہ کا وحی کردہ ہے۔ محمد ولد علی سے مروی ہے کہ ام رسول حاملہ ہوئی اسکو اللہ کا الہام ہوا کہ اس مولود کا اسم احمد رکھو۔ اسی طرح محمد ولد علی سے مروی ہے کہ ہمدم رسول، علی کرم اللہ کو رسول اللہ سے مسموع ہوا کہ ہمارا اسم احمد ہے اور احمد ہی وہ اسم ہے کہ اللہ کے رسول روح اللہ سے لوگوں کو معلم ہوا اور کلام الٰہی کا حصہ ہے۔

ولد مطعم سے مروی ہے کہ رسول اللہ لوگوں سے ہم کلام ہوئے اور کہا کہ محمد ہوں، ماحی ہوں، احمد ہوں، رسول ملحمہ ہوں۔ دوسرے کئی علماء سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا رکھا ہوا اسم محمدؐ ہے۔

خصوصیت نمبر ۱۳۱:

اسم محمدؐ اور اللہ تعالیٰ کے نام کا اتصال

کلمہ طیبہ پر ایک مرتبہ پھر نگاہ ڈالیئے اور دیکھے کہ جہاں سے اللہ کی ہا ختم ہوتی ہے وہیں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میم شروع ہو جاتی ہے درمیان میں واوعاطفہ تک نہیں رکھی گی یعنی یہ نہیں کہا گیا و محمد رسول اللہ جسکی وجہ یہ ہے کہ واو عاطفہ کے درمیان میں آنے سے بُعد اور فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے اور اللہ رب العزت یہ چاہتا ہے کہ میرے نام کے فورا بعد حبیب کا نام آئے جو میری توحید و یکتائی کی دلیل ہے۔

خصوصیت نمبر ۳۲:

اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات میں کسی کو سیّدنا حضرت محمد ؐ سے بڑا مرتبہ عطاء نہیں فرمایا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اکرام واحترام کسی کو بارگاہ رب العزت میں حاصل نہیں۔ ایک تو یہ کہ صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کیا گیا اور دوسری طرف حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی قسم کھائی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (سورت حجر)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

یہ قسم اس تاریخی لمحے اور منظر کی توثیق کے لئے کھائی ہے جب سیّدنا حضرت لوط علیہ السلام کی قوم والے ان کے مہمانوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہتے تھے اور سیّدنا حضرت لوط علیہ السلام ان سے کہہ رہے تھے کہ لوگوں مجھے رسوانہ کرو۔ یہ عذاب سے پہلے کی ساعت تھی اور پھر سورج نکلتے نکلتے سخت آواز کے دھماکے نے اُن کو آلیا اور اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اس واقعے کی صحت اور شدت کے اظہار کے لئے رب العزت نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھائی ہے۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابو نعیم اور ابن مردویہ وغیرہ نے سیّدنا حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات وکائنات میں کسی کو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزت ومرتبہ عطا نہیں فرمایا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر یا فرشتے کی حیات پر کوئی قسم نہیں کھائی اور اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر وحیات کی قسم کھائی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی اعزاز واکرام ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن)

خصوصیت نمبر ۳۳:

آپؐ کی ہر صفت آپؐ کا ایک اسم بھی ہے

یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارک کا دفتر بھی آپ کے اوصاف وخصائص وخصائل کی طرح ضخیم وعظیم ہے جس میں غور وفکر سے خالق کائنات اور اس کا شاہ کار ترین تخلیق کے اوصاف وکمالات سے نہ صرف آگاہی ہوتی ہے بلکہ ایمان ویقین کی کیفیتوں میں بھی موج در موج اضافہ ہوتا ہے۔ معلوم رہے کہ ہمارے آقا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی تورات میں طاب طاب انجیل میں فاروق زبور میں عاقب، پہلے آسمان پر احمد، دورے آسمان پر مجتبی، تیسرے پر مرتضی، چوتھے پر مزکی، پانچویں پر مجیب، چھٹے پر مظہر اور ساتویں پر مقرب ہے۔ عرش بریں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ، کرسی کی پیشانی پر رسول اللہ لوح محفوظ میں صفی اللہ، طوبیٰ کے پتوں پر صفوۃ اللہ اللہ کے نزدیک عبد اللہ، فرشتوں میں عبد المجید، انبیاء علیہم السلام کے نزدیک عبد الوہاب، شیاطین کے خیال میں عبد القہار، جنات میں عبد الرحیم، پہاڑوں کے نزدیک عبد الخالق، جنگلات میں عبد القادر، سمندروں کی لہروں میں عبد القدوس، کیڑوں اور مکوڑوں کے نزدیک عبد الغیاث، پرندوں میں عبد الغفار، درندوں میں عبد المؤمن اور اہل جنت

کے نزدیک عبدالکریم ہیں۔ ہر مخلوق آپ کو کسی نہ کسی وصف سے موسوم کرتی ہے بالفاظ دیگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اسم بھی ہے۔

بخاری شریف میں سیّدنا حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بہت سے نام ہیں میرا ایک نام محمد اور ایک احمد ہے میرا نام ماحی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے کفر کو مٹاتا ہے۔ میرا نام حاشر ہے کیوں قیامت کے دن لوگ میرے قدم پر اٹھائے جائیں گے۔ میرا نام عاقب ہے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

بعض علماء کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۹۹ نام جمع فرمائے ہیں۔

سیّدنا حضرت امام غزالیؒ نے دلائل الخیرات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۰۱ اسماء گرامی ذکر کیئے ہیں۔

علامہ سخاویؒ نے القول البدیع میں، علامہ قاضی عیاضؒ نے الشفاء میں، علامہ ابن العربی نے الاحکام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۴۰۰ اسماء گرامی اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اسماء النبویہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۵۰۰ اسماء گرامی ذکر کیئے ہیں۔

حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی علیہ الرحمۃ نے اپنے قصیدہ الحسنیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۵۰۰ اسماء گرامی کو منظوم گلدستہ کی صورت میں پیش کیا ہے۔ یہ سب کے سب اسماء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو ظاہر کرتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد ہیں۔ دونوں کا مادہ حمد ہے اور حمد سے آپؐ کو جو کتاب دی گئی ہے اسے فرقان حمید کا لقب ملا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم "لواء الحمد" کہلایا، امت حمادون کہلائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ

کے ہاں سب سے بلند و برتر مقام محمود کا مستحق گردانا گیا۔ ان سب اسماء میں حمد قدر مشترک ہے اور سب اسماء کا مادہ بھی حمد ہی ہے۔ کائنات کی تمام مخلوقات اپنے خالق کی حمد و ثنا کرتی ہیں اور ان سب کے سردار و سرتاج محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

یا ربّ صلِّ وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھمِ

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ کا شعر بھی ملاحظہ فرماتے ہیں:

نبوت سے مشرف گو سارے انبیاءؑ ہیں لیکن
نبوت جس پہ نازاں ہے وہ فخر الانبیاء تم ہو

(از مفتی محمد زبیر تبسم)

فضائل اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین محمد نام نامی ہے س نور مجسم نیر اعظم کا جو تخلیق آدم علیہ السلام کا باعث ہوا جس نے خاک کے ذروں کو جامہ پہنایا جس نوری پیکر کی برکت سے سیّدنا آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ ٹھہرائے گئے۔ خلافت کبریٰ کا تاج پایا اور نیابت الٰہیہ کے تخت جلال پر فروکش ہوئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسم گرامی ہے اس آسمان رسالت کے سراج منیر کا جس کے نور کی ضیاء پاشیوں سے آفاق عالم منور و روشن ہوا۔ جس کے نور کی تابانیوں سے یہ چمکتا آفتاب یہ دمکتا مہتاب یہ زرنگار گنبد یہ مسکراتے ستارے یہ برق پاش کہکشاں یہ گرجتا بادل یہ سربفلک کوہسار یہ نشاط انگیز آبشار یہ نورانی فرشتے یہ رعنا حوریں یہ نار جن یہ باکمال انسان عرضیکہ عالم ورنگ کا ہر ہر ذرہ اور ہر ہر قطرہ معرض وجود میں آیا۔

شعر ملاحظہ فرمائیں:

روشن ہوئی ہیں تم سے دوعالم کی وسعتیں
صبح ازل کے مہر درخشاں تمہی تو ہو

سیّد الکونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام نامی ہے اس حسن ازل کے مظہر اتم کا جو حسن وجمال کا لطیف پیکر اور دلکشی ورعنائی کا منتہائے کمال ہے جس کے جسم وجان، زبان ودل، رگ وریشہ، خلق عمل اور علم وفہم کو نورانیت تامہ بخشی گئی تھی، حور، وملک، جن وانس کے حسن ورعنائی کی جہاں انتہا ہوتی ہے محبوب خدا کے حسن وجمال کا وہاں سے آغاز ہوتا ہے دل سے نگاہ تک، روح سے جسم تک سر سے پیر تک حسن ہی حسن پاکیزگی ہی پاکیزگی، لطافت ہی لطافت نزاکت ہی نزاکت اور رعنائی ہی رعنائی، چھائی ہوئی تھی۔ جس کا بچپن پاکیزگی وزیبائی کا معیار آخر اور جس کی جوانی پھولوں سے بڑھ کر بے داغ اور شبنم سے زیادہ اجلی اور شفاف تھی۔

رخ مصطفٰی ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا آئینہ دوسرا
نہ ہماری بزم خیال میں نہ مکان آئینہ ساز ہیں

آ فاقہائے گردیدہ ام مہربتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگرے

شیخ سعدی کا شعر بھی ملاحظہ فرماتے ہیں

نہ جنبش غایتے دارد
نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستقی

ودریا ہمچناں باقی

سیّد الکونین سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ پیکر نور جسکی مقدس سیرت میں تمام حضرات انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی زندگیاں سیرتیں اور خوبیاں جمع ہوگئی تھیں جس کی درس نبوت میں داخلہ کے لئے رنگ ونسل کی کوئی تخصیص نہ تھی جسکی تربیت گاہ سے سیّدنا حضرت ابوبکرؓ سیّدنا حضرت عمرؓ سیّدنا حضرت عثمانؓ سیّدنا حضرت علیؓ جیسے نامور جرنیل تعلیم پاکر نکلے جس نے خون کے پیاسوں اور عزت وآبرو کے دشمنوں کو آزادی بخشی جس کا اسوہ حسنہ انسانوں کے لئے مرکز حیات اور منبع علم وعرفان ہے جس ہستی اعظم نے بنی نوع انسان کو تخت سیادت پر بٹھایا، جس کا نام کروڑوں زبانوں پر جاری ہے، جس کے لئے کائنات بلند وپست کا ذرہ ذرہ مدح خواں ہے، جس کی ذات اقدس بذات خود ایک روشن دلیل ہے، جس کی ذات ہمارے دلوں کی فاتح ہے، جسکی تعلیم کی وسعت مشرق ومغرب (یعنی پوری دنیا) میں چھائی ہوئی ہے، جس کے تذکرے ارض وسما کی محفل میں ہمیشہ صبح ازل سے شام ابد تک ہوتے رہیں گے۔

وہ جن کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
فرشتوں کی دعاؤں میں مؤذن کی آذانوں میں

محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ مقدس نام ہے جس کے زبان پر آتے ہی دل جھوم اُٹھتے ہیں سینے مچل جاتے ہیں۔

خدایا میری زبان پہ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لیے

یہی وہ مقدس اور بابرکت نام ہے جسکی تابانیوں سے اور تجلیوں سے صبح ازل بھی فیضاب ہوئی اور شام ابد بھی تابناک اور درخشاں ہے یہی وہ روح پرور اسم اعظم ہے جس نے بیقرار روحوں کو قرار اور بے

چین دلوں کو چین بخشا، یہی وہ مقدس اسم گرامی ہے جسکی برکت کے ملے اور وسیلہ سے سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، یہی وہ نام مقدس ہے جسکی برکت سے سیّدنا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارے لگی، یہی وہ بابرکت اسم گرامی ہے جو شب وروز بار بار ہر لمحہ ہر گھڑی کروڑوں (یعنی بے شمار) نیک بخت انسانوں کے لبوں کو ازلی سعادتیں عطا کرتا اور قلب وروح کو ابدی مسرتیں عطا کرتا ہے، جس کی تکرار اور پیہم یاد دل کی نشاط اور روح کی انبساط کا سامان ہے جسکی برکت سے بگڑے ہوئے کام سنور جاتے ہیں، شمس، قمر، شجر، حجر، جن، انس، حور وملک بھی نام مقدس کے عظیم الحرتبت مسمی کو اپنے دلوں اور روحوں میں موجود پاتے ہیں اور جن کے ذکر خیر کے تذکرے فردوس کی بہاروں اور لامکان کی قدسی فضاؤں تک پہنچ چکے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کتب سیر میں ایک ہزار ۱۰۰۰ تک بیان کیئے گئے ہیں جن کے معانی ومعارف پر علماء اسلام نے بے شمار کتابیں تحریر فرمائی ہیں لیکن اس مضمون میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اسم پاک کے متعلق کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے داداجان سیّدنا حضرت عبد المطلب نے رکھا۔ اس کی وجہ تسمیہ بتاتے ہوئے آپ نے ایک خواب کا ذکر کیا کہ مجھے امید ہے اس مولود مبارک کی زمین وآسمان میں بہت زیادہ تعریف کی جائے گی۔

خصائص کبریٰ میں ہے ابن عساکر نے سیّدنا حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ولادت باسعادت ہوئی۔ تو سیّدنا حضرت عبد المطلب نے ایک دنبہ کا عقیقہ کیا اور آپ کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا اس موقع پر کسی نے ان سے کہا اے ابو الحارث کیا وجہ ہے؟ کہ آپ

نے ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا اور اپنے آباواجداد کے ناموں پر نہ رکھا حضرت عبد المطلب نے جواب دیا میں نے چاہا کہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ میرے پوتے کی مدح فرمائے اور زمین پر ساکنان خاک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کریں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس آرزو کو پورا کر دیا کہ آج آفاق عالم اس نام نامی سے گونج رہا ہے۔ (خائص کبریٰ)

دوسرا مشہور معروف نام نامی احمد ہے سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نام سے یاد کیا ہے۔ احمد اسم تفضیل کا صیغہ ہے اس کا معنی احمد الحامدین یعنی ہر حمد کرنے والے سے زیادہ اپنے رب کی حمد کرنے والا ویسے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لمحہ لمحہ اپنے رب کریم کی حمد وثناء سے آباد ہے۔ حضورؐ کی تحمید و تمجید کی ہر اداء سب سے نرالی اور سب سے ارفع واعلیٰ ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان احمدیت پوری آب وتاب سے روز محشر آشکارا ہو گی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب اذوالجلال کے عرش کے سامنے حاضر ہو کر سربسجود ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی حمد کے لئے اپنے حبیب کا سینہ منشرح فرمائے گا حمد سرمدی کے خزانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے صدر انور میں معرفت الٰہی کا بحر بیکراں ٹھاٹھیں مارنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان اسکی تہہ سے موتی چن چن کر بکھیر رہی ہو گی جملہ اہل محشر پر کیف وسرور کی مستی چھا جائے گی اس بے مثل اور بے نظیر تحمید و تمجید کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ دست مبارک میں لواء حمد تھمائے گا اس وقت انوار الٰہی کی ضوفشانیوں اور شان احمد کی ضیاپاشیوں کا کیا عالم ہو گا ہر چیز وجد کناں سبحان اللہ سبحان اللہ الحمد للہ الحمد للہ اللہ اکبر کے ترانے آلاپ رہی ہو گی ہم گنہگاروں اور عصیان شعاروں کی بھی بن آئے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے احمد تھے سب سے زیادہ اپنے رب کی حمد وثنا اور تعریف کرنے والے اس کی برکت سے محمد ہوئے تا ابد بار بار ان کی تعریف وثنا کے زمزمے بلند ہوتے رہیں گے نہ زبانیں خاموش ہوں گی نہ قلم کو یارائے صبر ہوگا نہ معانی ومعارف کے موتی ختم ہوں گے نہ ان موتیوں کے ہار پرونے والے بس کریں گے جمال مصطفوی کے گلشن میں نت نئے پھول کھلتے رہیں گے سلیقہ شعار گل چین انہیں چنتے رہیں گے۔ جھولیاں بھرتے رہیں گے۔ مشکبار گلدستے تیار کر کے بزم کونین کو سجاتے رہیں گے۔ اور فضائے عالم کو عنبریں بناتے رہیں گے رحمت عالم وعالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بزم رنگ وبو میں رونق افروز ہونے سے پہلے یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ نبی آخر الزمان سیّد الانبیاء والمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا زمانہ قریب آگیا ہے اور ان کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ مقام کی مناسبت سے سیّدنا حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب کا شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں

نبوت سے مشرف گو سارے انبیاء ہیں لیکن
نبوت جس پہ نازاں ہے وہ فخر الانبیاء تم ہو

قرآن حکیم میں چار مقامات پر یہ اسم گرامی ذکر کیا گیا ہے۔

سورت آل عمران میں ہے وَمَا مُحَمَّدٌ إِلاَّ رَسُوْل

سورت احزاب میں ہے ما کَان محمدٌ أبا أحدٍ مِن رجَالکُم ولٰکن رسُول اللہ وخاتمَ النبیین۔

سورت محمد میں ہے والذین اٰمنوا وعملوا الصالحات واٰمنوا بما نُنزل علی محمّد۔

سورت فتح میں ارشاد ربانی ہے محمدٌ رَّسُوْل اللہ والذین معہ أَشِدَّاءُ علَی الکُفارِ رُحمَاءُ بَیْنَھُمْ

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حرف با معنی ہے

محمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم ذات ہے حقیقت یہ ہے کہ جیسے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل، تمام رسولوں کے تاجدار اور سردار ہیں۔ اسی طرح آپ کا نام مقدس بھی تمام نبیوں کے بلکہ تمام مخلوق کے ناموں کا سردار ہے۔ اس نام پاک کو اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی یعنی لفظ اللہ سے بہت مناسبت ہے جس طرح لفظ اللہ کا ہر ہر حرف با معنی ہے اسی طرح لفظ محمد کا ہر ہر حرف با معنی ہے۔ اسم ذات کے شروع سے پہلا حرف ہٹا دیں تو ﷲ جاتا ہے اس کا معنی ہے اللہ کے لئے جیسے قرآن حکیم میں ہے لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ اور زمین اللہ کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں اور زمین ہے اگر اس اسم پاک سے پہلا لام ہٹا دیں لہ رہ جاتا ہے۔

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر اسی کے لئے بادشاہت اور اسی کے لئے حمد و ستائش اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور اگر دوسرا لام بھی ہٹا دیں تو باقی رہ جاتا ہے ہ اس کا معنی ہے وہ عربی زبان میں اس کا نام ضمیر ہے اور متکلم، مخاطب اور غائب کے حوالے سے اسکی تین قسمیں ہیں یہاں ہ سے مراد بھی اسی کی ذات اقدس ہے۔

اس طرح لفظ محمدؐ بھی دلالت میں حرفوں کا محتاج نہیں اگر پہلی میم الگ ہو جائے تو حمد رہ جاتا ہے جس کا معنی ہے تعریف کرنا۔ اگر ح کو بھی ہٹا دیا جائے مدد رہ جاتا ہے جس کے معنی ہے مدد کرنے والا اور اگر میم کو ہٹا دیا جائے تو باقی مدرہ جاتا ہے جس کے معنی ہے دراز اور بلند حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کی طرف اشارہ ہے اور اگر دوسرے میم کو بھی ہٹا دیا جائے تو صرف دال رہ جاتا ہے جس کا مفہوم ہے دلالت کرنے والا یعنی اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی وحدانیت پر دال ہے۔ (سیرت الرسول)

اسم کو اپنے مسمی کی صفات کا آئینہ دار ہونا چاہیے مگر اکثر اسکے برعکس ہوتا ہے شاذونادر ہی بعض اوصاف میں تناسب مل جاتا ہے۔ تو ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی انسان کا وہ نام رکھا گیا ہو جو اسکی تمام زندگی کا آئینہ دار ہو۔ لیکن اسم پاک سیّد الانبیاء والمرسلین کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس مبارک نام کی عظمتیں جہاں جمع ہوتی ہیں ۔ اور اس نام کا مظہر اتم اور محل کامل ہے۔ اسی کا نام ہی تو ذات پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس ذات پاک کی بے شمار عظمتوں کو ایک نام سے موسوم کرنے کا ذریعہ اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اہل ایمان کی تعریف میں حقیقت کے ساتھ ساتھ عقیدت بھی جلوہ گر ہوتی ہے۔ مگر آیئے ایسے انسان کی تحقیق بھی پیش کرتا ہوں جو ایمان سے تو محروم رہا۔ مگر حقیقت کا اعتراف کیئے بغیر نہ رہ سکا ۔ فرانسی مفکر مسٹر لے مارٹائین لکھتا ہے علم و حکمت کا پیکر، فصیح و بلیغ مقرر، خدائی پیغمبر، ماہر قانون دان، بہادر مجاہد، نظریات کا ماہر، شائستہ اصولوں کو قائم کرنے والا بیس دنیاوی حکومتوں اور ایک روحانی سلطنت کا بانی جسمیں ساری صفات بیک وقت موجود ہوں اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے انسانی عظمت کو پرکھنے کے جتنے معیار ہیں۔ ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم دنیا سے پوچھتے ہیں کیا سیّد الکونین امام الانبیاء مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا بھی کوئی انسان ہو سکتا ہے؟

رخ مصطفی ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

کتاب الشفاء میں قاضی عیاض اندلسیؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے حضرات انبیاءؑ کو پہلے اسمائے حسنیٰ کی خلعت سے نوازا ہے جیسا کہ سیّدنا حضرت اسحاق علیہ السلام، سیّدنا حضرت اسماعیل علیہ

السلام کو علیم و حلیم نام دے کر، سیّدنا حضرت ابرہیم علیہ السلام کو حلیم کے ساتھ سیّدنا حضرت نوح علیہ السلام کو شکور کے ساتھ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام، سیّدنا حضرت یحیٰ علیہ السلام کو ''بر'' کے ساتھ، سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کریم و قوی کے ساتھ، سیّدنا حضرت یوسف علیہ السلام حفیظ و علیم کے ساتھ، سیّدنا حضرت ایوب علیہ السلام کو صابر کے ساتھ، سیّدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صادق الوعد کے ساتھ نوازا ہے جن کی گواہی قرآن پاک دے رہا ہے اسی طرح اللہ کریم نے ہمارے آقا و مولیٰ سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ فضیلت عطاء فرمائی ہے اور اپنے کتنے ہی اسمائے حسنیٰ کی خلعت سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک حمید ہے جو محمود کے معنی میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے اور بندے بھی اسکی حمد و ثنا بیان کر رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے حمد سے متعلق اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دو نام عطا فرمائے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم محمد اللہ کے نام محمود سے مشتق ہے جیسا کہ سیّدنا حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے

أعز علیه النبوة خاتم
من اللہ من نور یلوح وشیهد
وضم الاله اسم النبي باسمهٖ
إذا قال في الخمس المؤذن اشهد
وشق له من اسمهٖ لیُجِلَّهُ
فذوالعرش محمود وہذا محمَّد

(۱) اللہ کے اس نور کی وجہ سے جو آپ کی ذات بابرکات میں نمایاں اور عیاں ہیں۔ آپ پر ختم نبوت ناز کرتی ہے۔

(۲) خدا نے اپنے نام کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جیسا مؤذن روزانہ پانچ وقت کی شہادت دیتا ہے ملا دیا ہے۔

(۳) خدا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا تا کہ آپ کی شان وشوکت میں اضافہ ہو عرش کے خدا کا نام محمود ہے اور آپ کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

نکتے اسم محمد واحمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

احمد کے الف میں اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فاتح اور مقدم ہیں اس لئے کہ الف کا مخرج تمام مخارج میں پہلا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے میم میں اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم اور مؤخر اس لئے کہ میم کا مخرج خاتم المخارج ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نحن الأخرُون السابقون" ہم آخری اور سبقت لینے والے ہیں۔ نیز میم میں اشارہ ہے کہ آپؐ چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمائیں گے۔ (روح البیان)

نکتے دربارہ ختم نبوت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی ابتداء میں میم ہے اور یہ مخارج میں سب سے آخری مخرج ہے اس میں اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد تشریف لائیں گے اور ختم نبوت کا تاج آپؐ کے سر سجایا جائے گا۔ ہم نے حسن بن عرفہ بن یزید العبدی کے رسالہ میں سیّدنا حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث کو روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”لمّا عرج بي إلى السماءِ ما مررتُ بسمآءِ إلا وجدتُ أی علمت اسمي فيها مكتوبًا محمَّد رسول اللہ وأبوبكر خليفتي“

ترجمہ: جب مجھے آسمانوں کی معراج ہوئی تو میں جس آسمان سے بھی گزرا وہاں ہی میں نے دیکھا کہ میرا نام لکھا ہوا ہے محمد اللہ کے رسول ہیں اور ابو بکر میرا خلیفہ ہے۔ (ملخصاً کتاب خصوصیات اسم محمد ص ۱۲۴ تا ۳۰۶)

یہ نعت ملاحظہ فرماتے چلیں

کتاب فطرات کے سرورق پر جونام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود و قلم نہ ہوتا
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امام امم نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا
ترے غلاموں میں بھی جو تیرا ہی عکس شان کرم نہ ہوتا
توبارگاہ ازل سے ان کا خطاب خیرالامم نہ ہوتا
ہر اک سویدائے دل سے پیدا جھلک محمدؐ کے میم کی ہے
دل اسکی خلوت سرا نہ بنتا جو نقش یہ مرتسم نہ ہوتا
اگر نہ کرتا وہ کنز مخفی جمال وحدت کی پردہ داری
تو آب وگل کے اس آئینے میں ظہور نور قدم نہ ہوتا
نہ روئے حق سے نقاب اٹھتانہ ظلمتوں کا حجاب اٹھتا
فروغ بخش نگاہ عرفان اگر چراغ حرم نہ ہوتا
نہ کرتی خود شان کبریائی اگر تقاضائے خود نمائی
توخاک کاذرہ محقر وجود متہم نہ ہوتا
کمال انسانیت کا پیکر جمال وحدانیت کا مظہر
سوائے ذات حضور انور کوئی خدا کی قسم نہ ہوتا

سوائے صدیق کون پاتا حضور انور کی جانشینی
کہ وہ نہ ہوتے تو یوں جہاں میں بلند دین کا علم نہ ہوتا
اریکہ آرائی نبوت کا فخر فاروقؓ ہی کو ملتا
جو سلسلہ وحی آسماں کا حضور پر مختتم نہ ہوتا
خلافت راشدہ کا منصب اگر نہ ہوتا نصیب عثمانؓ
تو دفتر وحی آسمانی مرتب و منتظم نہ ہوتا
زہے علوئے مقام حیدرؓ خوشی میں کہتے تھے خود پیغمبر
کہ فتح ہوتا نہ حصن خیبر جو آج یہ ابن عم نہ ہوتا

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گلہائے عقیدت اقبال سہیل اعظم گڑھی نے پیش کئے۔

(نقل از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۴۶۱)

کمالات اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محبوب ہے کیا صل علی نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آنکھو ں کی ضیادل کی جلال نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ رہے رفعت کہ سرِ عرش خدا نے
ہے نام کے ساتھ اپنے لکھا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تکبیر میں کلمہ میں ، نمازوں میں ، اذاں میں
ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے تھے آدم کہ مجھے خلد بریں میں
لکھا ہوا طوبیٰ میں ملا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
حرفوں میں محمد کے اشارات تو دیکھو
کیا سر نہاں سے ہے بھرا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہے میم میں جو مولیٰ ء مطلق کا اشارہ
پھر کیوں نہ ہو محبوب خدا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ح میں حیات ابدی جان بہ لبوں کی
عشاق کا ہے روح افزا نام محمدؐ
معجون مفرح ہوئی وہ میم مکرر
اور دال سے ہے دل کی دوا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہ رسالت مآب میں یہ گلہائے عقیدت مولانا عبدالسمیع بے دل نے پیش کیئے۔

(نقل از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۴۵۶)

یہ ایک شعر کسی نے خوب کہا ہے ملاحظہ فرماتے چلیں

کس ادا پر جاں دوں

تو ہی بتا اے جانِ جاں

جس ادا کو دیکھتا ہوں

حسن کی تصویر ہے

علامہ حلبیؒ کے بقول علماء نے لکھا ہے کہ احمدؐ نام میں اس قدر تعظیم واحترام نہیں ہے جیسے محمدؐ نام میں ہے اس لیے کہ یہ نام یعنی محمدؐ! آپؐ کے ناموں میں سب سے زیادہ مشہور اور افضل ہے اسی لیے(نمازوں کے دوران) تشہد یعنی التحیات میں محمد کے بنائے احمد کہنا کافی نہیں ہے۔ (سیرت حلبیہ ج ا ص ۲۶۲)

نعت

مقام محمد ﷺ

زمانے میں چمکا ہے نام محمدؐ
ہوئی روکش صبح وشام محمدؐ

مرا منہ چوم روح الامین نے
لیا میں جس وقت نام محمدؐ

نہ پہنچے وہاں جبرئیل امیں بھی
بلند اس قدر ہے مقام محمدؐ

پلائے ہیں ساقی نے بھر بھر کے مجھ کو
خدا کے خُمِستان سے جام محمدؐ

فقط دو عقیدوں پہ دنیا ہے قائم
بقائے خدا و دوام محمدؐ

(بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں یہ گلہائے عقیدت مولانا ظفر علی خان نے پیش کیے)

(نقل از کتاب خصوصیات اسم محمد ص ۴۶۸)

کسی کافر کا اسلام صحیح نہیں جب تک وہ اس اسم گرامی کا تلفظ نہ کرے یعنی یوں نہ کہہ لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہاں محمد کے بجائے احمد کا تلفظ کافی نہیں ہے البتہ حلیمی (امام ابو عبد اللہ حسین بن حسن حلیمی جرجانی شافعی متوفی ۴۰۳ھ) نے اسے جائز قرار دیا ہے اور یہ شرط لگائی ہے کہ اس کے ساتھ

ابو القاسم کا اضافہ کرے اور رسنوی نے تمہید ص ۴ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے امام ابو عبد اللہ حلیمی کی منہاج الدین میں عبارت یوں ہے ”لو قال أحمد أبو القاسم رسول اللہ فھو کقولہ محمد“ اگر اس نے یوں کہا کہ احمد ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو یہ اس کے محمد کہنے کے مترادف ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے

أن رسول اللہ اتخذ خاتما من فضة ونقش فيه محمد رسول ونهى أن ينقش احمد عليه

(بخاری وترمذی)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چاندی کی انگوٹھی میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا اور اس پر احمد کندہ کرنے سے منع فرمایا۔

امام ترمذیؒ کا کہنا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے اپنی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ کند کرایا اور اسپر احمد کندہ کرنے سے منع فرمایا۔

محمد واحمد کی لغوی بحث کو سمیٹنے کے لئے بطور خلاصہ اگر احمد کو فاعل کے معنی میں لیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے سب سے زیادہ تعریف کرنے والا گویا آپ وہ عظیم الشان انسان ہیں جن سے زیادہ کسی کی تعریف نہیں کی گئی اور جن سے زیادہ کسی نے اپنے رب کی تعریف نہیں کی۔

بادشاہ ناصر الدین محمود کے ایک خاص مصاحب کا محمد تھا بادشاہ اُسے اسی نام سے پکارا کرتا تھا ایک دن بادشاہ نے خلاف معمول اسے تاج الدین کہہ کر آواز دی وہ تعمیل حکم میں حاضر تو ہو گیا لیکن بعد میں گھر جا کر تین دن نہ آیا بادشاہ نے اسکی غیر حاضری کو شدت سے محسوس کیا اور بلا بھیجا تین روز تک غائب رہنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا عالم پناہ آپ ہمیشہ مجھے محمد کے نام سے پکارا کرتے ہیں لیکن اس دن آپ نے

تاج الدین کہہ کر پکارا میں سمجھا کہ آپ کے دل میں میرے متعلق کوئی خلعش پیدا ہو گئی ہے اس لئے تین دن حاضر خدمت نہیں ہوا بادشاہ ناصر الدین نے کہا واللہ میرے دل میں آپ کے متعلق کسی قسم کی کوئی خلعش نہیں تاج الدین کے نام سے اس لئے پکارا تھا کہ اس وقت میرا وضوء نہیں تھا اور محمد کا مقدس نام بغیر وضوء کے لینا میری طبیعت نے گوارا نہیں کیا۔ (تاریخ فرشتہ ج ا ص ۲۷۶)

زبان کو پاک جب تک کر نہ لیں اشک محبت سے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لب پر اہل دل لایا نہیں کرتے

(ملخصا کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۳۵ ف ۴)

نعت اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جملہ صفات حق کا یہ آئینہ دار ہے
اس نام سے خدا کا جلال آشکار ہے
قائم اسی سے اہل رضا کا وقار ہے
یہ رازدار قدرت پروردگار ہے
اٹھتا ہے شور اس پہ درود وسلام کا
یہ نام ایک بہانہ ہے الطاف عام کا
سب کو ہے شان اسم محمدؐ کا اعتراف
کرتی ہیں ساری عظمتیں اس نام کا طواف
لیتے نہیں یہ نام جب تک زبان نہ صاف
یہ نام لو تو کرتی ہے قدرت خطا معاف
یہ اسم پاک چشمہ فیضان عام ہے
نام خدا کے ساتھ یہی ایک نام ہے
اس نام سے لرزتے ہیں شاہان ذی حشم
اس نام سے فرشتے بھی ہوتے ہے سر بہ خم
شیرازے اس سے دین وسیاست کے ہیں بہم
پنہاں اسی کی شرح میں ہے قسمت اُمم

جتنی جہاں میں اسکی ہے توصیف کی گئی
اتنی کسی کی بھی نہیں تعریف کی گئی

بارگاہ رسالت مآبؐ میں یہ گلہارئے عقیدت محشر رسول نگری نے پیش کیئے۔

(نقل از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۴۷۸)

قطعہ:

دُرفشانی نے تری قطروں کو دریا کردیا
دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

(از اکبر آلہ آبادی مرحوم)

بعض عشاق نے تو اموات کے لئے بھی قبرستان میں اس عظمت اور وقار نشان امتیاز دے کر محمدیوں کے لئے علیحدہ قبرستان بنائے ہیں۔ سمرقند کے شہر مارکردین میں ایک قبرستان ہے جسکا نام تربت المحمدین ہے یعنی اس قبرستان میں صرف انہی اموات کو دفن کیا جاتا ہے جن کا نام محمد ہو۔ چنانچہ چھٹی صدی ہجری تک اس قبرستان میں چار سو سے زیادہ صاحب تصنیف وافتاء، اہل علم، محمد مدفون تھے۔ جب سنہ ۵۹۳ھ میں شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ کا انتقال ہوا تو ان کو اس قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ ان کے نام میں محمد کا مبارک کلمہ نہ تھا۔ چنانچہ اس قبرستان کے باہر قریب ہی دفن کردیا گیا۔ (الجوائزج ۱ ص ۴)

سیّد الکونین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے اپنا نام رکھنا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنا جزؤ بنانا سب جائز ہیں بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت ہے صرف محمد بھی رکھا جا سکتا ہے یا اپنے نام کے شروع میں یا آخر میں محمد یا احمد بھی لگایا جا سکتا ہے۔ بس اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم، کنیت یا نام کے طور پر استعمال کی جائے۔ صحیحین کی روایت میں آتا ہے سیّدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسمّوا باسمی ولا تکنوابکنیتي"۔

ترجمہ: میرے نام پر اپنا نام رکھ لو لیکن میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھو۔ (بخاری ج ۲، مسلم ج ۲)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے جب میرے لڑکا پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام قاسم رکھا تو لوگوں نے کہا اپنی کنیت ابو القاسم رکھنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لینا۔ جب میں نے معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نام سے اپنا نام رکھ لو لیکن میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھنا۔

(بخاری ج ۲، از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ۴۳۸)

سرکار دوعالم

کونین میں شہرت ہے سرکار دوعالمؐ کی
چھائی ہوئی رحمت ہے سرکار دو عالمؐ کی
مؤمن کی نگاہوں میں فردوس سے بھی بڑھ کر
آغوش محبت ہے سرکار دو عالمؐ کی
اے ارض مدینہ کاش آنکھوں میں تجھے رکھ لوں
جنت ہے تو جنت ہے سرکار دو عالمؐ کی
انوار تجلی سے ہیں دونوں جہاں روشن
کیا شمع رسالت ہے سرکار دو عالمؐ کی
مردے ہی نہ جی اٹھیں پتھر بھی پڑھیں کلمہ
ٹھوکر میں وہ قدرت ہے سرکار دو عالمؐ کی
لازم ہے جسے رہنا سرتاج امم بن کر
وہ خاص جماعت ہے سرکار دو عالمؐ کی
طیبہ کا ہر اک کوچہ کیونکر نہ معطر ہو
پھیلی ہوئی نکہت ہے سرکار دو عالمؐ کی
طیبہ کا ہر اک کوچہ کیونکر نہ معطر ہو
پھیلی ہوئی نکہت ہے سرکار دو عالمؐ کی

اے زائر خوش قسمت روضہ کی زیارت بھی
در اصل زیارت ہے سرکار دو عالمؐ کی
تاحشر رہے یارب محفوظ حوادث سے
دل میں جو امانت ہے سرکار دو عالمؐ کی
کہتے ہوئے مرقد سے محشر میں حمید آئے
مجھ کو تو ضرورت ہے سرکار دو عالم کی

بارگاہ رسالت مآب میں یہ گلہائے عقیدت زائر حرم حمید صدیقی لکھنوی نے پیش کیئے۔

(نقل از کتاب اسم مبارک محمدؐ)

نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب

جس طرح ملتے ہیں لب، نام محمدؐ کے سبب
کاش ہم مل جائیں سب نام محمدؐ کے سبب
تھا کہاں پہلے ہمیں حفظ مراتب کا لحاظ
ہم نے سیکھا ہے ادب نام محمد کے سبب
جب لیا نام نبی حاصل ہو کیف وسرور
مِٹ گیا رنج وتعب، نام محمدؐ کے سبب
سرور دوعالم کے دم سے ہے عجم کی آبرو
محترم ٹھہرا عرب نام محمد کے سبب
ایک ہی صف میں کھڑے ہیں بندہ وآقا یہاں
مٹ گئی تفریق سب نام محمدؐ کے سبب
جبر کے پنجے میں جکڑے جان بلب انسان کو
آگیا جینے کا ڈھب نام محمدؐ کے سبب
ابوذرؓ سلمانؓ ہوں یا مصعبؓ وعثمانؓ ہوں
ایک ہیں پرواز سب نام محمدؐ کے سبب

بارگاہ رسالت مآبؐ میں یہ گلہائے عقیدت محمد یعقوب پرواز نے پیش ہے۔

(نقل کردہ از کتاب اسم محمدؐ ص ۴۵۸)

اسماء نبویہ کے متعلق اکابر کی خدمات

حضرت ابوالخطاب بن دحیہ عمر بن السبتی اللغوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المستوفی اسماء المصطفی میں لکھا ہے۔

فإذا فحصنا عن جملتها من الكتب المتقدمة والقرآن العظيم والحديث النبوي وقت الثلاث مائة"

ترجمہ:۔یعنی ہم نے متقدمین کی کتابیں اور قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تلاش کئے ہیں تو ان کی تعداد تین سو کے قریب پہنچی ہے۔

سیّدنا حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن الحسن التجی معروف بہ الحوالی (یہ مرسہ کے علاقے کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے) نے بھی ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس میں آپ نے ننانوے نام ذکر فرمائے ہیں۔ حضرت ابوالحسن بن فارس اللغوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتیس نام ہیں۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۲۳)

سیّدنا حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی بن عساکر رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس نام مبارک ہیں۔ (الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۱۸)

علامہ ابوبکر ابن العربی نے سیّدنا حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی کے بیان کردہ کو ملا کر چھونسٹھ نام ذکر کیئے ہیں۔ (الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۱۸)

محقق جلیل سیّدنا حضرت علامہ شیخ یوسف بن اسماعیہ النبہانی رحمہ اللہ نے بڑی محنت اور جان فشانی سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ کے مضمون کو"الاسمی فیما

لسیّدنا محمد من الأسماء'' کے نام سے موسوم کیا ہے اور مسجد نبوی میں محراب عثمانی کے آس پاس قبلہ رخ کی دیوار پر اندر کے حصہ میں ترکی حکومت کے علماء نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو پچاسی ۱۸۵ اسماء گرامی تحریر کروائے تھے۔ حال ہی میں فضیلۃ الاستاذ دکتور عاطف نے اسماء النبی فی القرآن والسنۃ کے نام سے ایک مختصر سا مضمون لکھا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس نام اور انکی تشریح تحریر کی ہے۔ (ملخصا از کتاب خصوصیات اسم محمدﷺ ص ۴۴۲)

یہ شعر بھی کسی نے خوب کہا ملاحظہ فرماتے چلیں:

خدا کی قدرت کلام اُن کا
خدا کی رحمت پیام اُن کا
نہ کرسکو گے نہ ہوسکے گا
جو چاہے احترام اُن کا
عالم کی وسعتوں میں
نہ پاسکو گے مقام اُن کا
بہت مقدس ہے اُن کا روضہ
بہت اعلیٰ ہے مقام اُن کا

ظہور قدسی

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی
وہ آئے جن کی آمد کے لئے بے چین فطرت تھی
وہ آئے نغمہ داوٗد میں جن کا ترانہ تھا
وہ آئے گریہ یعقوب میں جن کا فسانہ تھا
وہ آئے جن کے ہاتھوں سے سخا کا مینہ برستا تھا
وہ آئے جن کے سجدوں کے لیے کعبہ ترستا تھا
وہ آئے جن کا آنا باعث الطاف یزداں تھا
وہ آئے جن کی پیشانی کا خطہ شرح قرآن تھا
وہ آئے جن کو ابراہیم کا نور نظر کہیے
وہ آئے جن کو اسماعیل کا لخت جگر کہیے
وہ آئے جن کے آنے کو گلستان کی سحر کہیے
وہ آئے جن کو ختم الانبیاء خیرالبشر کہیے
وہ آئے جن کے ہر نقش قدم کو رہنما کہیے
وہ آئے جن کے فرمانے کو فرمانِ خدا کہیے
وہ آئے جن کو رازِ کن فکان کا پردہ در کہیے
وہ آئے جن کو حق کا آخری پیغامبرؐ کہیے

بارگاہ رسالت مآبؐ میں یہ گلہائے عقیدت ماہر القادری نے پیش کئے۔

(از کتاب خصوصیات اسم محمد ص ۴۶۶)

اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق علماء اسلام کی تصانیف

قرآن عزیز اور صحیح احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اسماء وصفات کا ذکر ہے علماء اسلام نے اس پر مستقل تصانیف کی ہیں۔ اور ابن دحیہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس پر قسم اٹھایا ان کے علاوہ ابن کثیر، بیہقی، ابن عساکر رحمہ اللہ جیسے محدثین نے ان تمام احادیث وآثار کو یکجا جمع کر دیا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے صفات اور القاب مذکور ہیں۔

مشہور محدث ابی بکر بن عربی نے شرح ترمذی میں ان کی شمار چونسٹھ کرائی ہے بعض نے ننانوے بعض نے تین سو اور بعض اہل علم نے ان کو ایک ہزار تک پہنچایا ہے مگر کثرت تعداد اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اس شمار میں ان تمام انتسابات کو بھی شامل کر لیا گیا ہے جو کسی مناسبت حال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں۔ اگر چہ بحیثیت اسماء صفات یا القاب کے ان کا اطلاق ذات اقدس پر صحیح نہیں ہو سکتا۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام اور اپنے درمیان صفت نبوت کے تعلق کو ظاہر اور ختم نبوت کو واضح کرنے کے لئے خود کو قصر نبوت کی آخری لبنہ (اینٹ) فرمایا ہے تو جن بزرگوں کو آہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء وصفات کی کثرت سے شغف تھا انہوں نے صفات النبی میں اللبنہ کو بھی شمار کر لیا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۳۶)

الشاھد، البشیر، النذیر، المبین، الداعی الی اللہ، السراج المنیر، المذکر، الرحمۃ، النعمۃ، الھادی، الشہید، الامین، المزمل، المدثر، لیکن ہماری فہرست کے مقابلہ میں یہ فہرست ناقص ہے جن اسماء وصفات کا ذکر نقشہ میں ہے وہ بھی جمہور کے نزدیک مسلم، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ احادیث میں مذکور اسماء وصفات میں سے حسب ذیل صفات بہت مشہور ومعروف ہیں

۔

المتوکل، المختار، المصطفی، الشفیع، المشفع، الصادق المصدوق"

بہر حال محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم دو اسماء علم (نام ہیں) اور باقی اسماء صفات والقاب ہیں اور قرآن میں آپؐ کے نام پاک کے انتساب سے ایک سورت کا نام سورت محمد ہے۔ جس کے شروع میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی مذکور ہے واٰمنُوا بما نُزِّل علٰی مُحَمَّدٍ وھُوالحقُّ من ربِّھِم

(سورت محمد)

اور صرف ایک جگہ سورت صف میں احمد منقول ہے یعنی سیّدنا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارت کے تذکرہ میں یہ نام آیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے متعلق انہوں نے بنی اسرائیل کو سنائی تھی۔

"ومُبَشِّرًا برسُول یاتی مِن بَعدی اسمہ احمد" (سورت صف)

یہ حقیقت بھی قابل فراموش نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء وصفات محض رسمی نہیں ہیں۔ کہ والدین نے جو چاہا نام رکھ دیا اور احباب واصحاب نے جس صفت ولقب سے جی چاہا پکار لیا بلکہ ان اسماء صفات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واعمال کے ساتھ

بہت گہرا تعلق ہے جیسا کہ ابھی ماحی، حاشر، اور عاقب کے متعلق خود زبان وحی ترجمان سے سُن چکے ہو یا مثلاً محمدؐ اس ہستی کو کہتے ہیں جس کے تذکرے ہمیشہ خوبی اور نیک گوئی کے ساتھ ہوئے ہوں۔ یہ حضرات انبیاء سابقین علیہم السلام کی بشارات اور مستقبل میں تذکرہ ہائے حیات کی جانب اشارہ ہے اور احمد اس ذات پر اطلاق ہوتا ہے جو سب سے زیادہ حمد الٰہی کے لئے نغمہ سنج ہو۔ یہ ذات اقدس کی عبدیت کاملہ اور انسان کامل ہونے کو ظاہر کرتا ہے بلاشبہ آپ خدا پرست انسانوں کے لئے مبشر وبشیر، اور فتنہ جو مفسدوں، کافروں اور مشرکوں کے لئے منذر ونزیر ہیں۔ روز قیامت، صادق وکاذب دونوں پر شاہد وشہید ہیں۔ چشم حق ہیں اور گوش حق نیوش کے لئے مذکر (ناصح) ہیں۔ راہ حق سے بھٹکے ہوؤں کے لئے ہادی اور خدا سے بھاگے ہوؤں کے لئے داعی ہیں۔ ان کا وجود رحمت ہے کائنات عالم کے لئے اور ان کی ہستی نظام کائنات کے لئے نعمت ہے جہل وشرک کے لئے نور ہیں اور پیغام الٰہی کے لئے نبی ورسول، مصائب وآلام میں عزیز ہیں اور نوع انسانی کے ہر ایک گوشہ حیات کے لئے رؤف ورحیم، ان کی صدا صدائے حق ہے اور ان کی ذات الصادق الامین قرآن خدا کا آخری پیغام ہے اس لئے وہ خاتم النبیین ہیں، ان کی بعثت عالمگیر ہے اس لئے طٰہٰ ویاسین ہیں اور سیّد الانبیاء والمرسلین آسمان نبوت کے سراج منیر ہیں اور کائنات رسالت کے بشیر ونذیر، عالم ادیان وملل کی مزمل سلطانی کے باوجود کملی پوش ہیں اس لئے اور مدثر، پھر بایں ہمہ حسن وجمال

إنما أنا بشرٌ۔۔۔ ولمّا قام عبد اللہ" کے مصداق ہیں۔

اللھم صل وسلم وبارک علیه

خدا پر توکل اس کا شعار ہے اس لئے متوکل اس کا وصف عالی وقار ہے۔ اور وہ خدائے برحق کا برگزیدہ ومختار ہے بارگاہ الٰہی میں ابرار ومقربین سے بھی زیادہ مصطفی، مجتبیٰ، نکوکار وصالحین کے لئے الشفیع

المشفع اور ہر ایک شعبہ ہائے حیات میں الصادق والمصدوق ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم جانتے ہیں کہ اظہار مقصد کے لئے یہ اشارات کافی نہیں ہیں بلکہ اپنے معنوی مناسبات کے لحاظ سے ہر ایک وصف ونام قرآن سے شہادت کا طالب ہے۔ اور قرآن کی شہادت بلاشبہ ہر ایک گوشہ کی تفصیل کے لئے شاہد عدل لیکن افسوس کہ کتاب (کتاب سے مراد یہاں قصص القرآن ہے) کا موجود ترتیبی نقشہ اس کا متحمل نہیں ہے اس لئے صرف آیات کے حوالہ جات اور ارشادات پر ہی اکتفا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(از کتاب قصص القرآن جلد ۴ ص ۴۳۷)

یارَبِّ صَلِّ وسلِّم دائمًا أبدًا علٰی حبیبک خیر الخَلقِ کُلِّهِم

هُو الحَبِیبُ الذي تُرجٰی شفاعتُه

لکُلِّ هَوْلٍ مِّن الأحوالِ مُقتَحِمِ

عقیدہ اول متعلقہ صحابہ کرامؓ

تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد خاتم الانبیاء سرور اصفیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کا مرتبہ اور مقام ہے صحابہؓ کی محبت دین اور ایمان اور احسان ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض اور نفرت کفر اور نفاق اور فسوق اور عصیان ہے جس طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے بہتر اور افضل ہیں۔ اسی طرح حضورؐ کی امت تمام امتوں سے افضل اور بہتر ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

قرآن کی نص صریح ہے اور تمام امت میں سب سے افضل اور بہتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ ہے۔ اس لئے تمام اہل سنت وجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام انسانوں میں انبیاء کرام علیہم السلام

کے بعد صحابہ کرامؓ کا درجہ اور مرتبہ ہے اور حضرات انبیاءؑ کے بعد حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ اور افضل اور مقبول اور محبوب گروہ صحابہ کرامؓ کا ہے اور بلاشبہ مؤمن کامل اور صحیح الاسلام تھے۔ معاذاللہ معاذاللہ وہ منافق نہ تھے قرآن وحدیث ان کے ایمان اور اخلاص کی شہادت سے بھرا پڑا ہے اُن کا خاتمہ ایمان اور اسلام پر ہوا قیامت تک کوئی شخص اُن کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا جس طرح کوئی ولی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا اسی طرح کوئی ولی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا اللہ نے قرآن میں اُن کے لئے اپنی رضاور خوشنودی کا اعلان فرمایا رضی اللہ عنہم وضواعنہ اور دنیاہی میں ان کو جنت کی بشارت سنادی۔

صحابہ کرام اگرچہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم نہیں مگر خدا تعالیٰ کا اُن سے راضی ہونا اور جنت میں جانا قطعی اور یقینی ہے جسمیں ذرہ برابر شک وشبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ دونوں باتیں رضائے خداوندی کا پروانہ اور جنت کی خوشخبری صحابہؓ کے لئے قرآن وحدیث سے ثابت ہے ان کے علاوہ کسی کے لئے یہ دونوں باتیں قرآن وحدیث سے ثابت نہیں اس لئے بڑے سے بڑے ولی کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر یہ دعوی نہیں کیا جاسکتا کہ فلاں ولی کا جنت میں داخل ہونا قطعی اور یقینی ہے ظاہر کے اعتبار سے ظنی ہے دل کا حال اللہ کو معلوم ہے اور صحابہؓ کے ایمان اور دلی اخلاص کی شہادتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین إذ یبایعونک تحت الشجرۃ رعلم ما فی قلوبھم

اس آیت میں حق تعالیٰ نے صحابہؓ کے متعلق اپنی رضامندی کا اعلان فرمایا اور فعلم ما فی قلوبھم میں ان کے دلی اخلاص کی شہات دی کہ اللہ کو اُن کے دلوں کا خوب حال معلوم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے محب صادق اور مخلص خالص ہیں جن میں نفاق اور تقیہ کا ذرہ برابر بھی شائبہ نہیں اس آیت میں اللہ

تعالیٰ نے صحابہ کے دلی اخلاص کی خبر دی ہے جس میں اس بات کو ظاہر کر دیا کہ معاذاللہ صحابہ کا ایمان تقیہ کے طور پر نہ تھا۔ خوب سمجھ لو

خصوصیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

خصوصیت نمبر ۱:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے صحابہ کرامؓ کو ایمان اور اسلام کی لازوال دولت سے مالا مال فرمایا اور سب سے پہلے صحابہ کرامؓ کی آنکھوں کو حضور پر نور کے جمال بے مثال سے روشن اور منور کیا۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہزار بار بوسہ زنم دست خویش را
کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور پر صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت صد ہزار سعادت کا موجب ہے۔ پس ان لوگوں کی سعادت اور خوش نصیبی کا کیا پوچھنا جو دن رات میں بحالت بیداری سینکڑوں اور ہزاروں بار صد ہزار عشق و محبت کے ساتھ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال اور کمال کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے تھے۔

خصوصیت نمبر ۲:

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور نصرت کے لئے پسند کیا اور دین اور ملت کی تقویت اور اعانت کے لئے ان کو منتخب کیا۔

والزمهم كلمة التقوى وكانوا احق بها وأهلها وكان الله بكل شيء عليمًا

(سورت فتح)

اور اللہ نے اُن کے لئے تقویٰ اور پرہیز گاری کی خصلت کو لازم کر دیا کہ تقوی اور پرہیز گاری اُن سے جدا نہ ہو سکے اور صحابہ ہی تقوی اور پرہیز گاری کے سب سے زیادہ مستحق تھے اور وہی سب سے زیادہ اس کے اہل تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے کہ کون کس کا اہل ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابہؓ سے بڑھ کر کوئی متقی اور پرہیز گار نہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے متقی اور پرہیز گار تھے کہ تقویٰ اُن کے لئے لازم اور غیر منفک تھا۔

خصوصیت نمبر ۳:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے قرآن کریم کا نزول ہوا اور جن حالات وواقعات میں آیات قرآنیہ کا نزول ہوا وہ تمام کے تمام صحابہ کے سامنے پیش آئے۔ اس لئے امت میں سب سے زیادہ قرآن کے سمجھنے والے صحابہ ہوئے۔

خصوصیت نمبر ۴:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے کلام اور اسکے احکام کے اولین مخاطب ہیں جن کو اللہ نے اپنے خطاب سے نوازا۔

خصوصیت نمبر ۵:

صحابہ کرام ؓ نے قرآن شریف اور دیگر احکام شریعت کو بلاواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنا۔

خصوصیت نمبر ۶:

صحابہ کرام ؓ نے خدا کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کو پانی کی طرح بہادیا اور اللہ کے رسول کی محبت میں خویش اور اقارب اولاد اور والدین سب کو چھوڑ دیا اور آپکی محبت میں وطن مالوف سے ہجرت کی اور عرب اور عجم سے لڑائی مول لی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور حمایت میں خویش واقارب سے جنگ کی اور اس مقابلے میں باپ اور بیٹے اور چچا اور ماموں کسی کی پرواہ نہیں کی۔

خصوصیت نمبر ۷:

قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور احکام شریعت صحابہ کرام ؓ ہی کے ذریعہ امت تک پہنچے اگر صحابہ کرام ؓ قرآن کریم کو جمع نہ کرتے احادیث اور احکام شریعت کی روایت نہ کرتے تو امت کو نہ قرآن کا علم ہوتا اور نہ حدیث کا اور نہ آپکی شریعت کا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا صحابہ ؓ رسول اور امت کے درمیان واسطہ ہیں۔

خصوصیت نمبر ۸:

صحابہ کرام ؓ ہی نے دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا اور کتاب وسنت کی نشر و اشاعت میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو بھی مسلمان ہوا وہ صحابہ کرام ہی کو دیکھ کر مسلمان ہوا اور صحابہ کرام کا اس درجہ شیدا اور عاشق بنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد

صحابہ کرام کی زیارت ہی کو سعادت کبریٰ اور نعمت عظمٰی سمجھنے لگے اور جس طرح صحابی ہونا ایک منقبت تھی اسی طرح تابعی ہونا بھی ایک قابل فخر منقبت ہوگئی۔

خصوصیت نمبر ۹:

قرآن کریم میں اہل ایمان کی جس قدر بھی صفات فاضلہ کا ذکر آیا ہے مثلاً مؤمنین اور مسلمین اور متقین اور صادقین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور قانتین اور صابرین اور شاکرین اور تائبین اور عابدین اور راکعین اور ساجدین اور آمرین بالمعروف اور ناہین عن المنکر اور حافظون لحدود اللہ اور محسنین اور متوکلین اور مہتدین اور مفلحین وغیرہ وغیرہ۔ ان صفات فاضلہ کا اولین مصداق صحابہ کرامؓ ہیں اور باقی امت کے علماء اور صلحاء اور اولیاء اور عباد زہاد صحابہ کی تبعیت میں ان اوصاف کے مصداق ہیں۔

خصوصیت نمبر ۱۰:

جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں توریت اور انجیل میں مذکور ہیں۔ کما قال تعالیٰ: النبي الأُمي الذي يجدونه مكتوبًا عندهم في التوراة والانجيل

اسی طرح صحابہ کرام کے اوصاف اور کمالات بھی توریت اور انجیل میں مذکور ہیں۔ کما قال تعالی: ذالک مثلهم في التورة ومثلهُم في الانجيل۔

خصوصیت نمبر ۱۱:

بارگاہ خداوندی سے صحابہ کرامؓ کو دائمی رضاء اور خوشنودی کا پروانہ ملا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے لئے بلا شرط کے رضا اور خوشنودی کا اعلان ہوا۔ اور صحابہ کے بعد

آنے والوں کے لئے یہ شرط ہوئی کہ اگر بعد میں آنے والے اخلاص کے ساتھ صحابہ کا اتباع کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے بھی راضی ہو گا۔

کماقال تعالیٰ:والسَّابقون الأولونَ من المُهاجِرينَ والأنصارِ والذينَ اتبعوهُم باحسان رضی اللّٰہ عنهم ورضُوا عنه وأعدَّلهُم جنَّات تجری تحتها الأنهار خالدين فيهاأبدًاذٰلک الفوزُ العظِيم (سورت توبہ)

ترجمہ: جو مہاجرین اور انصار ایمان میں سب سے سابق اور مقدم ہیں اور جو لوگ قیامت تک مہاجرین اور انصار کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں اور اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے اُن کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کے لئے اولا اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا اور ثانیاً اُن کو دائمی جنت کی بشارت دی اور ثالثاً صحابہ کے بعد آنے والے لوگوں کے لئے رضا اور جنت کا وعدہ اس شرط کے ساتھ مشروط کیا کہ بشرطیکہ بعد میں آنے والے صحابہ کی اخلاص کے ساتھ پیروی کریں۔والَّذين اتَّبعوهُم بإحسانٍ

خصوصیت نمبر ۱۲:

لٰكن الرَّسول والذين معه جاهدوابأموالهِم وأنفسِهم وأولٰئِک لهم الخيرات وأُلٰئک هم المفلِحون، أعداللّٰہ لهم جنات تجري من تحتِها الأنهار خالدين فيها ذٰلک الفوز العظِيم (سورت توبہ)

ترجمہ: ہاں رسول اور اُن کے ساتھ ایمان لانے والو نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا ان لوگوں کے لئے تمام بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں ان لوگوں کے لئے اللہ نے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں یہ لوگ ہمیشہ انہیں میں رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے والوں کے لئے چار وعدے فرمائے۔(۱) ایک خیرات وزکوٰۃ۔(۲) دوم فلاح کامل کا(۳) سوم جنتوں کا(۴) چہارم فوز عظیم۔

خصوصیت نمبر ۱۳:

والذین اٰمنوا وھاجرُوا وجاھدو في سبیل اللہ والذین اٰووَّ نصروا اولٰئک ھم المؤمنون حقّا اولٰئک لھُم مغفرۃ ورزق کریم (سورت انفال آیت نمبر ۷۴)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور ان کی مدد کی یہ سب لوگ سچے اور پکے مؤمن ہیں۔ ان کے لئے اللہ کی طرف سے مغفرت اور رزق کریم لکھا جاچکا ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کو سچا اور پکا مؤمن فرمایا اور ان سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ پکے اور سچے مؤمن تھے تقیہ والے نہ تھے۔

خصوصیت نمبر ۱۴:

محمد رسُول اللہ والذین معه أشداءُ علی الکُفار رُحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یتبغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھُم في وجوھِھم من أثرالسجود ذٰلک مثلھم في التوراۃ ومثلھُم في الانجیلِ کذرعٍ أخرجَ شطأہُ فاٰزَرہ فاستغلظ فاستوی

علی سوقہٖ یُعجِبُ الزَّراع لیغیظ بھِمُ الکفار وعداللہ الذین اٰمنوا وعمِوا الصالحٰت منھُم مغفرۃ وأجرًا عظیمًا (سورت فتح)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے اصحاب اور رفقاء کافروں پر سخت اور مسلمانوں کے حق میں نرم اور مہربان ہیں۔ اے دیکھنے والے تو صحابہ کو رکوع اور سجدہ کرتا ہی دیکھے گا جو محض اللہ کے فضل اور اسکی رضا اور خوشنودی کے طالب ہیں۔ اور سجدہ کے نشان اُن کے چہروں پر تو نمایاں طور پر دیکھے گا صحابہ کے یہ اوصاف تو توریت میں مذکور ہیں اور انجیل میں ان کی یہ مثال بیان کی ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر قوی اور موٹی ہوئی اور اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوئی جو کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی اسی طرح صحابہ کرام کی حالت اول کمزور تھی بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت دی تاکہ دنیا میں کافروں کو صحابہ کے غیظ اور حسد سے جلائے اور آخر میں ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس آیت میں صحابہ کرامؓ کی مدح فرمائی اور یہ بھی بتلایا کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت توریت اور انجیل میں مذکور ہے اسی طرح صحابہ کے اوصاف بھی توریت اور انجیل میں مذکور ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں صحابہ کرام کا مرتبہ ہے اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خداتعالیٰ کی اطاعت کا نمونہ ہے اسی طرح صحابہ کرام کا اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا نمونہ ہے۔ لہٰذا جس طرح اسوہ نبویؐ اور سنت پیغمبری کو طریقہ خداوندی سے جدا نہیں کیا جاسکتا اسی طرح اسوہ صحابہ کو اسوہ نبوی سے جدا نہیں کیا جاسکتا خداتعالیٰ کا دین ہم تک انہیں دوواسطوں سے پہنچا ہے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہ کرامؓ جو شخص صحابہ کو نہیں مانتا وہ یہ بتلائے کہ دین اس کو کس طرح پہنچا۔

ضروری تنبیہ :۔ ملاحظہ فرماتے چلیں:

اہل سیر اور اہل تاریخ نے مشاجرات صحابہؓ کے متعلق جو واقعات نقل کئے ہیں اگر ان کی صحت تسلیم کرلی جائے تو غایت سے غایت وہ مفید ظن ہوں گے۔ اور آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے جو صحابہ کرامؓ کے فضائل اور مناقب میں ثابت ہیں وہ سب قطعی اور یقینی ہیں اور محض تاریخی خبروں کی بناپر صحابہ کرام پر لعن وطعن کرنا اور نصوص قطعیہ سے اعراض کرنا بے دینی ہے۔ پس اہل ایمان کو چاہیے کہ تاریخی قصوں اور افسانوں کی بناپر صحابہ کرامؓ سے بدگمان ہو کر اپنا ایمان خراب نہ کریں۔ قرآن وحدیث نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق جو خبر دی ہے وہ قرآن کریم اور صحابہ کی مدح اور منقبت سے بھر پڑا ہے معاذاللہ اگر وہ بُرے تھے تب بھی اچھے تھے۔

ہر عیب کہ سلطان بہ پسندد ہنر است

رضی اللہ عنہم ورضو عنہ (ملخصا از کتاب عقائد الاسلام کلاں ص ۹۳)

یہ قطعہ ملاحظہ فرماتے چلیں

دُرّفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

(اکبر الہ آبادی مرحوم)

مقام امت محمدیہ

اور پھر تیسری چیز یہ کہ تعلیم وتربیت کے آثار کیا تھے؟ وہ نمایاں ہوئے وہ اس طرح کہ علم و عمل کے لاکھوں نمونے پیدا ہو گئے اور صرف صحابہؓ ہی تک محدود نہیں رہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "مَثَل أُمتي كمَثل المَطر لا يدرٰى أوله خير أم اخره"۔

میری امت کی مثال اس بارش جیسی ہے کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ بارش کا پہلا قطرہ زمین کے لئے فائدے مند ہو گا یا بیچ کا یا اخیر کا۔

مطلب یہ ہے کہ خیریت اول سے لے کر اخیر تک امت میں گھومتی ہوئی موجود ہے اول بھی خیر، بیچ بھی خیر، اخیر بھی خیر مراتب کا فرق رہے گا۔ فرق مراتب الگ خیز ہے مگر نفس خیریت نفس ہدایت وہ پوری امت میں مشترک ہے اخیر میں بھی اعلیٰ نمونے ملیں گے وسط میں بھی اعلیٰ نمونے ملیں گے ابتداء میں بھی ملیں گے۔

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کیف تُهْلک أُمته أنا أَوّلها والمَهدي وسطها والمَسيح اٰخرها

وہ امت کیسے ضائع ہو سکتی ہے جس کی ابتدا میں میں ہوں اور انتہاء میں مسیح علیہ السلام اور بیچ میں سیّدنا حضرت مہدی علیہ السلام ہوں یہ امت ضائع ہونے والی نہیں ہے۔

کبھی فرمایا "لا تزال طائفة من أمتي منصورين على الحقّ لا يضرهم مَن خاذلهُم ولا مَن خالفهُم حتى يأتي امر الله"۔

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ باقی رہے گی چاہئے چھوٹی ہو جو منصور من اللہ ہو گی حق پر قائم رہے گی۔ وہی کچھ کرتی رہے گی جو کچھ میں نے کیا وہی کچھ کہتی رہے گی جو کچھ میں نے کہا ہے وہی اس کا نعرہ ہو گا جو میرا نعرہ ہے انہیں کوئی رسوا کرنے والا رسوا نہیں کر سکے گا۔ ذلیل کرنے والا ذلیل نہیں کر سکے گا کبھی فرمایا۔

ترجمہ: اس امت میں خلف رشید سے خلف رشید پیدا ہوتے رہیں گے اخلاف پیدا ہوتے رہیں گے وہ کیا کریں گے؟ تحریف کرنے والوں کی تحریفات کو مٹا دیں گے اور مبطل اور باطل پسندوں کی دروغ باطنیوں کا پردہ چاک کرتے رہیں گے اور جاہلوں کی جاہلانہ تاویلات کے پردے چاک کرتے رہیں گے اور حق کو حق اور باطل کو باطل نمایاں کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اطلاع دی کہ خیریت منحصر نہیں ہے کہ صحابہؓ کے دور میں ختم ہو گئی ہمیشہ اہل خیر آتے رہیں گے ہمیشہ اخلاف رشید پیدا ہوتے رہیں گے یہ امت آفتابوں اور ماہتابوں سے بھری ہوئی ہے تو آثار نبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی نمونے پید ہوئے اور ابد الآباد اور قیامت تک کی اطلاع دے دی کہ پیدا ا ہوتے رہیں گے۔

"إن اللہ یبعث لھٰذا الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃٍ من یجدد لھا دینھا"

فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر مجدد بھیجتا رہے گا جو دین کو نکھارتے رہیں گے۔

جو لوگوں نے اس میں خلط ملط کر دیا ہو گا اس کو نکھار کر دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیں گے تو صدی کے سرے پر الگ وعدے کیئے، صدی کے اندر رہ کر اخلاف رشید پیدا ہونے کے الگ وعدے کیئے گئے پوری امت کے اندر عالم وقت کے الگ وعدے کیئے گئے تو یہ امت مجموعی حیثیت سے، طبقاتی حیثیت سے، زمانے کی حیثیت سے خیر سے بھری ہوئی ہے تو یہ آثار نبوت ہیں کہ ہر دور کو خیر سے لبریز کر دیا ہر زمانے کو خیر

سے بھر دیا تو یہ وہی کر سکتا ہے جس کا علم اور اخلاق سب سے زیادہ اونچے اور بڑھ کر ہوں اور جس کا علم اور اخلاق سب سے زیادہ اونچے اور بڑھ کر ہوں اور جس کے پیدا کردہ نمونے ایسے ہوں کہ کسی پیغمبر کو وہ صحابہ نہ ملے ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے ہوں کسی پیغمبر کو وہ جان نثار نہ ملے ہوں جو آپؐ کو عطاء کیئے گئے ہوں۔

حاصل تقریر

تو میں نے (مراد سیّدنا حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مرحوم ہیں) دو حدیثیں تلاوت کیں ان دو حدیثوں میں مقاصد نبوت اور بعثت کی غرض وغایت بھی واضح ہو گئی ہے اور چونکہ یہ غرض وغایت انتہائی اونچی تھی۔ اس لئے مقام نبوت پر بھی روشنی پڑ گئی اور پھر جب آثار نبوت سامنے آئے تو اس سے نبوت کی عظمت اور بڑائی اور واضح ہوئی اس لئے میں نے تین باتیں عرض کیں اور اس بارے میں یہ چند جملے عرض کئے جو اس وقت ذہن میں تھے۔ اللہ تعالیٰ اس امت کو اپنے پیغمبر کا متبع بنائے اس لئے کہ اتباع ہی میں علم اور اخلاق نصیب ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ امت اپنے پیغمبر سے کٹ جائے اگر اس سلسلہ سے جو علم واخلاق کا چلا آرہا ہے یہ الٹ کر کٹ جائے تو یہ امت علم سے محروم ہو جائے گی اور اخلاق سے بھی علم نبی کے دامن کے سوا کہیں نہیں ملے گا۔ اخلاق فاضلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے سوا کہیں نہیں ملیں گے۔ تو ہمارا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو سنبھال لیں دامن پکڑ لیں۔ وہ کہیں ہو آپ گرد و غبار سمجھ کر اس کو جھٹکیں نہیں دامن کو اگر گرد لگ جائے تو لگی رہنی چاہیئے کہ یہ میرے ہی مقام اور مکان کی گرد ہے میرے ساتھ وابستہ رہے گی تو جہاں حضور صلی اللہ علیہ

وسلم جائیں گے دامن جائے گا یہ گرد وغبار بھی وہیں جائے گا تو دامت سے وابستہ ہو جایئے یہی سب سے بڑی بات ہے اصل بنیادی چیز وابستگی ہے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ ریل گاڑی میں سب سے اونچا فرسٹ کلاس کا ڈبہ سمجھا گیا ہے جس میں بڑے بڑے لوگ متمول کے اعتبار سے یا اپنے کما کے اعتبار سے سفر کرتے ہیں۔ اسی فرسٹ کلاس میں ایک چھوٹا کمپارٹمنٹ ہوتا ہے جسے سرونٹ کلاس کہتے ہیں سرونٹ کلاس میں نہ ڈبے ہوتے ہیں نہ برقی پنکھے ہوتے ہیں نہ کوئی سامان راحت ہوتا ہے وہ تھرڈ کلاس ہے مگر لگا ہوا اور جڑا ہوا فرسٹ کلاس سے ہے اس میں ملازمین بیٹھتے ہیں اسکی وابستگی کا اثر یہی ہے کہ جہاں جاکے فرسٹ کلاس رُکے گا وہیں جاکے ملازمین سرونٹ کلاس رکے گا یہ نہیں ہو سکتا کہ آقا کے ملازم کے ڈبے کو روک دو سرونٹ کلاس روک دو جہاں آقا اتریں گے ملازم بھی وہیں اُترے گا اور جس کوٹھی میں آقا کا قیام ہو گا اس میں ملازمین بھی حصہ لیں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ جگہ جوتیوں میں مل جائے مگر ملے گی اسی کوٹھی کے اندر ملازمین باہر نہیں نکالے جائیں گے۔

تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کے فرسٹ کلاس میں سوار ہیں اور ہم سارے سرونٹ ہیں تو جہاں آقا کی سواری جنت کے مقام میں جائے گی وہیں یہ بندے اور غلام بھی ساتھ جائیں گے بشرطیکہ وابستگی رہے تو وابستگی قائم رکھنا یہی سب سے بڑی نعمت ہے علم بھی اسی وابستگی سے آئے گا اور اخلاق۔ اس سے کٹ گئے تو نہ علم باقی رہے گا نہ اخلاق تو اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم تعلیم نبوت سے مستفیض ہوں۔ اخلاق نبوت سے مستفید ہوں۔ اور حق تعالیٰ شانہ (محض اپنے لطف وکرم سے بحرمت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم وبحرمت تمام حضرات انبیاء علیہم السلام) دنیا وآخرت میں

ہماری اس خصوصیت کو قائم رکھے اور دنیا کو ہمارے سے استفادہ کا موقع دے اور ہمیں کتاب و سنت اور علماء ربانی سے استفادہ کا موقع (دائمی طور پر) عطا فرمائے امین ثم امین یارب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین، برحمتک یاارحم الراحمین

یارَبِّ صلِّ وسلِّم دائمًا أبدًا علی حبیبک خَیرالخلق کلھِم

امت محمدیہ کو اجر وثواب زیادہ دیا گیا اور عمل کا بار کم ڈالا گیا

جب آخر میں امت مسلمہ آئی تو یہ بوڑھی امت تھی بورھے آدمی کے اندر عقل و تجربہ بڑھ جاتا ہے مگر عملی قوت گھٹ جاتی ہے بوڑھے آدمی عمل ہونا مشکل ہے مگر دماغ اتنا روشن ہوتا ہے کہ نوجوانوں کا فرض ہوتا ہے کہ ان سے مشورہ لیں ان کی رائے پر عمل کریں وہ زمانے کے سرد و گرم دیکھ چکے ہیں تو کوئی تجربے کی بات بتائیں گے۔ یہ امت بوڑھی امت تھی آخری امت تھی دنیا کا اختتام اسی امت کے اوپر تھا گویا یہ عالم بشریت کے بڑھاپے کا دور تھا۔

جیسا کہ سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں طفولیت کا دور تھا وہاں بچوں کے مناسب احکام تھے یہاں بوڑھوں کے مناسب احکام ہیں بوڑھوں کے لئے یہ ہوتا ہے کہ عمل کا بار کم ڈالتے ہیں مگر تحسین و آفرین زیادہ کرتے ہیں اگر کوئی شادی بیاہ ہو تو بڑے میاں کو کہتے ہیں کہ آپ کا بڑا کام یہ ہے کہ آپ کھانے کے اوپر بیٹھے نگرانی کرتے رہیں نوجوان کھانا تقسیم کریں گے۔ بڑے میاں صبح سے شام تک بیٹھے ہوئے ہیں شام کو لوگ کہتے ہیں کہ صاحب بڑے میاں نے بڑا کام کیا بڑی ہمت کے آدمی ہیں حالانکہ صبح سے شام تک بیٹھے ہی رہے اور بڑے میاں نے کیا کیا ہے مگر کہتے ہیں کہ بڑا کام کیا اور بڑے باہمت آدمی ہیں حالانکہ ایک رکابی اٹھا کر انہوں نے نہیں دی غرض بوڑھوں پر عمل کا بوجھ کم ڈالتے ہیں تحسین و آفرین

زیادہ کرتے ہیں البتہ نوجوانوں پر فرض ہوتا ہے کہ وہ انکی رائے پر چلیں اس لئے کہ ان کی رائے میں وزن ہوتا ہے۔ یہی صورت اس امت کی ہوئی کہ تمام امتوں کے احوال اس کے سامنے تھے تو اس امت کا علم کامل اور تجربہ وسیع ہوا۔

پچھلی امتوں کے سامنے بعض باریک مسئلوں کے احکام نہیں تھے وہ اسی امت کے بارے میں رائج ہوسکتے تھے اور دنیا کے بارے میں رائج نہیں ہوسکتے تھے کیونکہ یہ امت جو تھی اس کے سامنے امت سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام، امت سیّدنا نوحؑ، امت سیّدنا حضرت موسیٰؑ، امت سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احوال کھلے ہوئے تھے قرآن کریم نے ایک ایک چیز روشن کردی۔ احادیث نبویہ نے تمام تاریخی چیزیں واضح کردیں گویا یہ امت سب کے احوال سامنے رکھے ہوئے ہے اس لئے یہ روشن ضمیر ہے اور اس کا علم وسیع ہے یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن اس امت کی شہادت سے دنیا کے فیصلے ہوں گے چونکہ یہ امتوں کے احوال کو جانتی تھی اس لئے جس امت کے بارے میں گواہی دے گی کہ یہ باطل پر تھی وہ عند اللہ بھی باطل پر سمجھی جائے گی عذاب وثواب کے سارے معاملات اس امت کی شہادت پر ہوں گے۔ اس لئے کہ جاننے والی امت عالم میں اس کے سوا کوئی نہ ہوگی قرآن کریم میں فرمایا گیا:

وکذٰلِکَ جَعَلْنٰکُم أُمةً وسطًا لتکُونُوا شُهداءَ علَی النَّاسِ ویکونَ الرسُولُ علیکُم شهیدًا (سورت بقرہ)

یہ امت وسط، امت معتدل بنائی گئی اس کو دنیا کی امتوں کے حق میں گواہ بنایا جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حق میں گواہ بنیں گے کہ میری امت نے سچ کہا۔

بہر حال اس امت کو علم دیا گیا لیکن عمل کا بار اس پر کم ڈالا گیا جتنے شاق شاق عمل پچھلی امتوں پر اتارے گئے تھے۔ اس پر عشر عشیر اور نصف بھی نہیں ہے بہت ہلکے ہلکے احکام دیئے گئے مگر اجر زیادہ دیا گیا ایک نیکی کرو گے تو دس نیکیاں ملیں گی اور دس ہی نہیں بلکہ سات سو ملیں گی اور سات سو ہی نہیں بلکہ

واللہ یضاعف لمن یشاء

اللہ جس کے لئے چاہیے جتنا چاہئے اجر بڑھا دے تو ایک نیکی دس نیکی کے برابر اور وہ سات سو نیکی کے برابر اور وہ ہزار ہا نیکی کے برابر۔

حدیث میں فرمایا گیا

تصدقوا ولو بشق تمرة

صدقہ کرو اگر چہ چھوہارے کی گٹھلی صدقہ کی جائے اس گٹھلی کو حق تعالیٰ پالتے ہیں قیامت میں اس کو جبل احد کے برابر کر کے اس کا اجر پیش کیا جائے گا لوگ حیران ہوں گے کہ اتنا بڑا اجر حق تعالیٰ فرمائیں گے تم نے گٹھلی صدقہ کی تو گٹھلی کا جبل احد سے مقابلہ کیا جائے کتنی گٹھلیاں بن سکتی ہیں اربوں کھربوں بنیں گی۔ مطلب یہ ہے کہ ایک گٹھلی کا اجر کروڑوں گنا زیادہ دیا گیا تو اس امت پر عمل ہلکا رکھا گیا اور اجر زیادہ دیا گیا اگر کوئی ایک نیکی کا ارادہ کرے ابھی عمل نہیں کیا ایک نیکی لکھی جاتی ہے اگر وہ نیکی کر لی پھر کئی گناہ بڑھا دی جاتی ہے انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ بدی کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جاتا کہ آدمی بدی کا ارادہ کرتا ایک بدی لکھی جاتی مگر نہیں لکھی جاتی ہے کہ یہ رکنا بھی ایک مستقل نیکی ہے اگر خدانخواستہ وہ بدی کر لی تو حدیث میں ہے کہ ملائکہ علیہم السلام انتظار کرتے ہیں کہ ابھی مت لکھو ممکن ہے توبہ کر لے التائب من الذنت کمن لا ذنبہ لہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اسی نے گناہ کیا ہی نہیں

تھا۔ اس کا حساب ہی نہیں کیا جائے گا اگر اس نے توبہ کرلی تو نامہ اعمال صاف ہے گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اور اگر توبہ نہ بھی کی آگے وعدہ دیا گیا کہ إن الحسنٰت یذھبن السیئات تمہاری اگر نیکیاں زیادہ ہیں تو وہ خود تمہاری بدیوں کو مٹادیں گی اس کا تدارک اس طرح سے کر دیا۔ انتہائی تسہیل اور سہولت اس امت کو دی گئی ہے کہ عمل کا بار بہت کم ڈالا گیا اور اجر بہت زیادہ دیا گیا۔ پچھلی امتوں کو یہ کہا گیا کہ اگر تم نے نبی کی نافرمانی کی تم پر عذاب نازل ہو جائے گا۔

قوم عاد کو ہوا سے تباہ کر دیا قوم ثمود کو سیّدنا حضرت جبریل علیہ السلام کی ایک چنگھاڑ نے تباہ کر دیا قوم شعیب پر آگ برسادی گئی وہ تہس نہس ہو گئے قوم فرعون کو دریائے قُلزم میں غرق کر دیا گیا تو شدید ترین عذابات آئے تھے۔

اس امت کے بارے میں رحمۃ للعالمین کا صدقہ ہے کہ گناہ بھی کر رہی ہے برائیاں بھی کر رہی ہے مبتلا بھی ہے لیکن فرمایا گیا وما کان اللہ لیُعذبھُم وأنت فیھم وما کان اللہ معذبھُم وھم یستغفرون۔

اللہ اس امت کو عذاب نہیں دیں گے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود ہوں اور جب کہ امت میں استغفار کرنے والے موجود ہیں تو پوری امت کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ میری امت کا استیصال ہو جائے۔
میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت حقہ قائم رہے گی اس امت سے حق کبھی منقطع نہیں ہو گا۔
لا تجمع امتی علی الضلالۃ
میری امت ساری کی ساری مل کر کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو گی۔

فرقے اور پارٹیاں ہوں گی مبطل اور شکوک وشبہات نکالنے والے بھی ہوں گے مگر ایک جماعت حقہ قائم رہے گی جو وہی کام کرے گی جو میں نے کیا وہی باتیں کہے گی جو میں نے کہیں اعتقاد و عمل کا وہی نقشہ قائم کرے گی جو میں نے کیا۔

لا تزال طائفَةٌ من أُمتي منصورينَ على الحَقِّ لا يضُرُّهُم مَن خذَلهُم ولا مَن خالفهُم حتى يأتي أمرُ الله۔

میری امت میں ہمیشہ ایک طائفہ حقہ موجود رہے گا یہاں طائفہ کا لفظ بولا طائفہ چھوٹی جماعت کو کہتے ہیں یعنی چاہے چھوٹی جماعت ہو مگر حق پر رہے گی اور من جانب اللہ اُن مدد کی جائے گی کوئی انہیں رسوا کرنا چاہے گا نہیں کر سکے گا لوگ ان کی مخالفت کریں گے مگر وہ حق سے نہیں ہٹے گا اور برابر آگے چلے گا۔

بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی کے صدقے اس امت کو بہت سی سہولتیں دی گئی ہیں نیکیوں میں اجر وثواب، بدیوں میں معافی کی اسی طرح کی اور بہت سی چیزیں ہیں۔

منہاج نبوت کا امت کے مزاج اور ذوق کی تعمیر پر اثر

غور کیا جائے تو اس منہاج نبوت نے اصولی طور ہمیں دین کے بارے میں کمال اعتدال اور توسط کا راستہ دکھایا ہے نہ تو اس نے ہمیں رہبانیت کے راستے پر ڈالا کہ ہم عبادت اور دین داری کے نام پر دنیا کو کلیۃً ترک کر کے زاویہ نشین ہو جائیں، شہری آبادیوں تمدنی معاملات اور مدنیت کے سارے تقاضوں بلکہ خود اپنے سارے طبعی جذبات ومیلانات کو بھی چھوڑ کر پہاڑوں اور غاروں میں جا بیٹھیں کہ نہ گھر ہو نہ در، نہ معاشرہ ہو نہ معیشت، نہ انسانی روابط ہوں، نہ قومی تعلقات، نہ موانست باہمی ہو نہ اجتماعیت کہ یہ نہ اسلام کا

مزاج ہے نہ اس کا مطالبہ اور نہ ہی فطرت کا تقاضا اس لئے اسلام نے اس کا نام رہبانیت رکھ کر اسکی برملا نفی کی ہے کہ ''لارہبانیۃ فی الاِسلام'' اسلام میں رہبانیت کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

اور نہ ہی ہمیں بہیمیت کے راستے پر ڈالا ہے کہ ہم مدنیت کے نام پر عبادت الٰہی اور طاعت نبوی سے بیگانہ ہو کر کلیۃ نظام دنیا سنوارنے، جاہ ومال کے خزانے بٹورنے میں لگ جائیں اور راحت طلبی اور عیش کوشی میں غرق ہو جائیں۔ اور ہماری زندگی کا نصب العین ہی ہوس رانی، خظ اندوزی اور ہوائے نفس کی غلامی کے سوا دوسرا نہ ہو۔ نہ عقائد رہیں نہ عبادات، نہ فرائض رہیں نہ سنن، نہ واجبات ہوں نہ ان کی لگن، نہ قومی تربیت کا داعیہ رہے نہ صلہ رحمی اور خیر خواہی اور نہ اولا د وا قارب کا جزبہ بلکہ دن رات ہوائے نفس کی پیروی، شبانہ روز لہو لعب عیش وطرب آرائش وآسائش اور نمائش وزیبائش، مالی تکاثر اور جاہی تفاخر ہی زندگی کا مشغلہ بن کر دہ جائے، سو اسے بھی اسلام نے نمائشی زندگی متاع اور غفلت یا بالفاظ مختصر بہیمیت کہہ کر اسے امت کے قومی مزاج سے خارج کر دیا ہے۔

فرمایا: وَمَا الحَیٰوۃ الدُّنیا إلاَّ مَتاعُ الغرور یَعْلمُونَ ظاھِرًا من الحیٰوۃ الدُّنیا وھم عن الاٰخرۃ ھم غافلون ذرھم یأکلوا ویتمتعوا ویلھِھِمُ الأمَلُ فسوفَ یعلمُونَ

ترجمہ: اور دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکے کا سودا ہے یہ لوگ صرف دنیاوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں۔ اور آپ ان کو (ان کے حال پر) رہنے دیجئے کہ وہ کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالنے رکھیں انکو ابھی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔

''الدُّنیا مَزْرَعۃ الاخرۃ'' دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ اگر پھل ضروری ہے تو کھیتی بھی اتنی ہی ضروری ہے اس لئے اسلام کے ہر حکم میں جہاں اجر آخرت ہے وہیں حظ دنیا بھی شامل ہے۔

مثلاً: اگر مسواک میں ثواب آخرت ہے تو وہیں منہ کی خوشبو بھی پیش نظر ہے اگر طیبات رزق میں بہ نیت حسن عبادت کی قوت رکھی گئی ہے وہیں کام ودہن کے ذائقے سے بھی اجتناب نہیں بتلایا گیا ہے اگر لباس میں بہ نیت آخرت اور غیرت حیا اور ستر عورت کا تحفظ اصل ہے تو وہیں حسن دنیوی اور وقار بھی ملحوظ ہے اگر ازار کو ٹخنوں سے نیچا اور زمین سے گھسٹا ہوا رکھنے کی ممانعت سے کبر ونخوت اور جاہ پسندی کے تخیل سے بچایا ہے تو وہیں لباس کو آلودگی اور گندگی سے پاک اور صاف رکھنے کی صورت اختیار کی گئی ہے جو دنیاوی مفاد ہے اگر تحت شاہی کا اصل مقصد عدل کے ساتھ تحفظ ملک خدمت خلق اور قومی تربیت بجوابدہی آخرت اصل ہے۔ تو وہیں اسے دنیوی وقار وعزت اور سیاست وقیادت کے خطوط سے بھی بھرپور کیا گیا ہے۔ بہرحال آخرت کی سچی طلب کے ساتھ دنیا کا کسب واکتساب بھی لازمی رکھا گیا ہے صائب نے اس ذوق کو کس خوبی سے ادا کرتے ہوئے کہا ہے۔

فکر دنیا کن اندیشہ عقبیٰ مگزار
تا بعقبیٰ نہ رسی دامن دنیا مگزار

غرض منہاج نبوت نے رہبانیت اور بہیمیت کے درمیان معتدل مزاج پر اس امت کو ڈھالا ہے جسمیں طبعی جزبات بھی پامال نہ ہوں بلکہ ٹھکانے لگ جائیں اور عقلی مقاصد کی تکمیل میں بھی فرق نہ پڑے بلکہ اس افراط وتفریط سے الگ کر کے دنیا کو ترک کرانے کے بجائے اسکی لگن کو ترک کرایا ہے اور دین کو اصل رکھنے کے ساتھ اس میں غلو اور مبالغے سے روکا ہے یعنی ایک ایسا جامع فکر دیا ہے جس میں دنیا کے

شعبوں کو زیر استعمال رکھ کر ان ہی میں سے آخرت پیدا کی ہے چنانچہ دنیا کو کھیتی بتلایا اور آخرت کو اسکا پھل اور وہ بروے کار آجائیں۔ اس لئے اس منہاج کے عناصر ترکیبی تہذیب نفس، تدبیر منزل، سیاست مدن، تسخیر اقالیم، تعظیم امر اللہ شفقت علی خلق اللہ، نظام اجتماعیت، جماعتی تنظیم و مرکزیت، اخلاق ایثار کی منظم تربیت، نظام عبادت اور نظام امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اس کے ساتھ فکر آخرت اور محاسبہ اخروی کا استحضار قرار پائے اور پوری قوم کو اسی رنگ میں رنگا گیا ہے تا کہ یہ قوم جامع دین و دنیا بن کر بجائے اس کے کہ دنیا کی اقوام کی جامد، مقلد اور مقتدی بنے اسے خود دار بنا کر امام اقوام اور داعی حق و صداقت کی حیثیت دی گئی ہے۔

جس طرح احمد مختار ہیں نبیوں میں امام
انکی امت بھی ہے دنیا میں امام اقوام

امت محمدیہ کی سب سے بڑی عظمت

اس اُمت کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ اس امت میں اللہ کا کلام مستند طریق پر موجود ہے آج قرآن کے بارے میں اگر کوئی دعویٰ کرے کہ اسکی سند کیا ہے تو امت کے علماء اپنی جگہ ہیں میں یہ کہوں گا (مراد میں سے سیّدنا حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مرحوم ہیں) کہ میری سند حق تعالیٰ سے متصل ہے مجھے یہ قرآن میرے استاذ قاری عبد الواحید خان صاحب نے حفظ کرایا ان کو قاری عبد الرحمن صاحب نے حفظ کرایا اور قرأت سکھلائی اور انہیں ابراہیم نے سکھلائی اور سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے گا کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جبریل علیہ السلام نے پڑھا اور جبریل علیہ السلام کے سامنے حق تعالیٰ شانہ نے تکلم فرمایا۔ تو حافظ کی سند حق تعالیٰ شانہ تک پہنچ جاتی ہے دنیا

میں آج کون سی کتاب ہے جو سند متصل کے ساتھ اللہ تک پہنچے جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جارہاہو کہ یہ الہامی کتاب ہے تورات، انجیل یازبور ہے کسی کی سند نہیں بس ایک ہی سند ہے۔

إنا وجدنا اٰبآء نا علی أُمۃ وإنا علی اٰثارھم مھتدودن

ترجمہ:۔ باپ دادا کو یوں ہی کہتے سنتے چلے آتے ہیں ممکن ہے باپ دادانے غلطی کی ہو جب تک سند سامنے ہو غلطی کا امکان ہے لیکن اگر سند سامنے ہے تو غلطی کا امکان نہیں ہے۔ (فن اسماء الرجال)

اور مسلمانوں نے یہی نہیں کیا کہ سَند لے لی نہیں بلکہ راویان حدیث کے لئے ایک مستقل فن ایجاد کیا اور پچاس ہزار ایسے آدمیوں کی سوانح عمریاں مرتب کیں جو حدیث کی روایت کرنے والے ہیں۔ ان کے نسب نامے کیا تھے؟ ان کا کیریکٹر کیا تھا؟ ان کا کردار کیا تھا؟ ان کا حافظہ کیا تھا؟ ان کا عدل وانصاف کیا تھا؟ ان کے قلب کے اخلاق کیسے تھے؟ پچاس ہزار آدمیوں کی سوانح عمریاں فن اسماء الرجال مرتب کردیں تو وہ کسوٹی ہے کہ دیکھ کر معلوم کرلیں کہ یہ راوی ہیں جن کے واسطے سے کتاب مبین ہم تک پہنچی ہے۔ غرض مسلمان اگر اللہ کا کلام اور اللہ کے رسول کا کلام لیئے بیٹھے ہیں تو اس بھروسے (سے) نہیں کہ باپ دادا سے یوں ہی سنتے چلے آرہے ہیں۔

أَوَلَوْ كَانَ اٰبَائُھُمْ لاَ يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَلاَ يَھْتَدُوْنَ

ترجمہ:۔ چاہے باپ دادانے غلطی کی ہو، چاہے عقل نہ لڑائی ہو، پھر بی تم یہی کہو گے کہ باپ دادا سے سنتے چلے آئے ہیں یہ کوئی سند کی بات نہیں ہے بلکہ یہ تو افواہ ہے افواہًا کوئی چیز معتبر نہیں ہو سکتی۔

سَند یہ ہے کہ میں نے فلاں سے پڑھا اور اس نے فلاں سے پڑھا اور اسی طور پر اسکی اللہ کے رسول تک انتہاء ہو جائے۔

دین کے ہر ہر جزء کی سَند ہے

تو مسلمانوں کے پاس ایک ایک حدیث کی سند موجود ہے اگر چھوٹا جملہ بھی پڑھیں گے تو اللہ کے رسولؐ تک سند پہنچائیں گے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں میں استناد کی عادت پڑگئی وہ محض قرآن وحدیث نقل نہیں کرتے بلکہ کوئی دینی فن نہیں کہ جسکی سَند نہ ہو آپ ہدایہ پڑھائیں گے اسکی سَند موجود ہے کہ صاحب ہدایہ سے ہمارے استادوں نے اس طرح حاصل کیا حتی کہ تصوف کے اندر عرفائے حقیقت اور حضرات صوفیہ نے بھی سَند کے ساتھ۔

شیخ ابو اسحاق کا رسالہ قشیریہ ہے اس میں سیّدنا حضرت جنید اور سیّدنا حضرت شبلی کے واقعات بھی نقل کیئے ہیں اور سَندیں بھی نقل کی ہیں۔ تصوف کے اصول نقل کئے ہیں تو سندیں نقل کی ہیں تصوّف کا یہ واقعہ جنید یا شبلی سے یا سید الطائفہ سے فلاں سَند کے ساتھ ہمیں پہنچا ہے اور اس میں پھر آگے قرآن وحدیث سے ماخذ پیش کیا ہے کہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے اخذ کیا ہے تو تصوف کی سندیں الگ موجود ہیں فقہ کی الگ اور قرآن کی سند تو تواتر طبقات کے ساتھ ہے تو کوئی دینی فن یا دینی مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ مسلمان یہ کہہ کر نقل کریں کہ ہم باپ دادا سے یوں ہی سنتے چلے آرہے ہیں۔ بلکہ وہ کہیں گے کہ میں نے فلاں استاد سے پڑھا وہ اپنے استاد کا حوالہ دے گا وہ اپنے استاد کا تو یہ کسوٹی ہے جس کے ہاتھ میں سَند نہ ہو آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا علم مستند نہیں ماننے کے قابل نہیں اسکی بات مانی جائے گی جو سند متصل سے بات کرے۔

قطعہ ملاحظہ فرمائیں:

جس خاک پہ ہو نقش کف پائے محمدؐ
اس خاک کے نیچے ہے فضائل کا دفینہ
وہاں کی زمین عرش سے بھی ہے اعلیٰ
جہاں دفن ہیں تاجدار مدینہ

(نسیم احمد فریدی امروہوی)

یہ قطعہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

ہر ایک ذرہ وہاں کا ہے واجب التعظیم
گلی گلی ہے مدینے کی شاہراہ رسولؐ
خدا نے شرف یہ مدینہ کو بخشا
کہ اک اک گلی رشک جنت بنادی

(حمید صدیقی لکھنوی)

نعت

افضل ہے مرسلوں میں رسالت حضورؐ کی
اکمل ہے انبیاء میں نبوت حضورؐ کی

ہے ذرہ ذرہ ان کی تجلی کا اک سراغ
آتی ہے پھول پھول سے نکہت حضورؐ کی

پہچان لیں گے آپؐ وہ اپنوں کو حشر میں
غافل نہیں ہے چشم عنایت حضورؐ کی

آتے رہے تھے راہ نمائی کو انبیاء
جاری رہے گی رشد وہدایت حضورؐ کی

آنکھیں نہ ہوں تو خاک نظر آئے آفتاب
صدیقؓ جانتے ہیں صداقت حضورؐ کی

کھولے ہیں مشکلات جہاں نے کئی محاذ
کام آئی ہر قدم پہ حمایت حضورؐ کی

میری نظر میں مرشد کامل ہے وہ بشر
تفویض کرسکے جو محبت حضورؐ کی

جو ہوگئے ہوں آپؐ کے ان کے ہوگئے
عادت نہیں ہے ترک مروت حضورؐ کی

انجم مثال نقش قدم جابجا ملے
لے کہ کہاں چلی ہے محبت حضورؐ کی
میں ہوں زبان ماہ وثریا سے آشنا
ہے کائنا دہر حکایت حضورؐ کی
آہستہ سانس لے کہ خلاف ادب نہ ہو
ہے آئینہ کی طرح طبیعت حضورؐ کی
آنکھوں کو اپنی چومتا رکھ رکھ کے آئینہ
ہوتی اگر نصیب زیارت حضورؐ کی
چشم طلب میں کس کا اجالا حضورؐ کا
دنیائے دل میں کس کی حکومت حضورؐ کی
انسانیت کو ماننے والوں کے واسطے
آئیں دے گئی ہے فراست حضورؐ کی
گزری ہے مفلسی میں بڑی آبرو کے ساتھ
اللہ کا کرام ہے عنایت حضورؐ کی
دانش میں خوف مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنت حضورؐ کی

بارگاہ رسالت مآبؐ میں گلہائے عقیدت احسان دانش نے پیش کئے (نقل از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۴۶۹ تا ۴۷۱)

خصوصیات امت محمدیہ

خصوصیت نمبر ۱:

جماعت کی نماز

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ یہودیوں کی نماز میں رکوع تھا اور وہ لوگ الگ الگ نماز پڑھتے تھے جماعت مشروع نہ تھی اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اندر رکوع کو فرض فرمایا اور جماعت کی نعمت بخشی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وارکعوا مع الراکعین، أی صلوا مع المصلین وعبّر بالرکوع عن الصلوٰۃ احترازا عن صلوٰۃ الیھودِ فإنھا لا رکوع فیھا وإنما قیُّدَ ذٰلک بکونہ مع الراکعین لأنَّ الیھودَ کانوا لیُصلون وحدانًا فأمروا بالصلوٰۃ جماعۃً"

(روح المعانی ج۱ص۲۴۷، البقرہ:۴۳، داراحیاء التراث بیروت)

ترجمہ:۔رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔یعنی نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ اور رکوع سے تعبیر کیا نماز کو تاکہ یہودیوں کی نماز سے احتراز ہو جائے کیونکہ ان کی نماز میں رکوع نہ تھا اور مع الراکعین کی قید اس لئے لگائی کہ یہود تنہا تنہا نماز پڑھتے تھے پس نماز باجماعت کا حکم دیا گیا۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ جماعت کی نماز اس امت کی خصوصیات میں سے ہے کسی امت کو یہ دولت نہیں دی گئی۔

"والجماعۃ من خصائص الدِّین فإنھا لم تکُن مشروعۃً في دین من الأدیان"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

"الجماعة من سُنن الهُدٰی لا یتخلّفُ عنها إلاَّ مُنافِقٌ"۔(فتح القدیر ص ۳۴۵ باب الإمامة دار الفکر بیروت)

نماز سنن ہدیٰ سے ہے تارک جماعت بدونِ عذر صرف منافق ہی ہو سکتا ہے۔

خصوصیت نمبر ۲:

الاسترجاع

دوسری نعمت جو اس امت کو خاص طور پر دی گئی ہے وہ مصائب پر "اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعُون" کی ہے اس کو پڑھنے کا نام شریعت میں استرجاع ہے۔

"الاسترجاع من خواص هٰذه الامة" (روح المعانی ج ۲ ص ۲۳ البقرہ: ۱۵)

مصائب پر "إنا للہ وإنا إلیه راجعون" پڑھنے کے متعلق علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں روایت نقل فرماتے ہیں۔

"أعطیتُ أمتي شیئًا لم یُعطه أحدٌ من الأمم أن تقولَ عند المصیبةِ إنا للہ وإنا إلیه راجعُون" (المعجم الکبیر للطبرانی) ج ۱۲ ص ۴۰ مکتبہ ابن تیمیہ)

اور ایک روایت میں ہے

أُعطیت هٰذه الأمة عند المصیبةِ شیئًا لم تُعطه الأنبیاء قبلهُم إنا للہ وإنا إلیه راجعون ولو أعطیها الأنبیاءُ قبلهُم لأُعطیها یعقوب علیه السلام إذ یقولُ یا اسفٰی علی یوسفَ علیه السلام"۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۲۳ البقرہ ۱۵۶)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کو ایک نعمت ایسی دی گئی ہے کہ کسی کو بھی اس سے پہلی امتوں میں سے نہیں دی گئی۔

وہ یہ کہ تم کہو مصیبت کے وقت "إنا الله وإنا إليه راجعون"

اور ایک روایت میں ہے کہ اس امت کو مصیبت کے وقت ایک ایسی نعمت دی گئی ہے جو اس امت سے قبل کسی نبی کو بھی نہیں دی گئی وہ نعمت "إنا الله وإنا إليه راجعون" ہے اور اگر انبیاء علیہم السلام کو یہ نعمت دی جاتی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ نعمت دی جاتی اور وہ "یا اسفٰی علی یوسف" نہ فرماتے یعنی "یاآسفٰی علی یوسفَ" کی جگہ "إنا الله وإنا إليه راجعون" پڑھتے۔

(شعب الایمان للبیہقی ج ۱۲ ص ۹۲۴۲، باب فی الصبر علی المصائب مکتبہ الرشید)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت کے پیش نظر تحریر فرماتے ہیں سنت استرجاع اس طرح سے مکمل ہوتی ہے جب ان کلمات کو بھی ادا کرے سیّدنا حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ جو شخص مصیبت کے وقت "إنا الله وإنا إليه راجعون اللّٰهم أجرني، مصيبتي واخلف لي خيرًا منها"

(مسند امام احمد بن حنبل ج ۲۶ ص ۲۶۲)

پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس نقصان کا نعم البدل عطا فرمائیں گے۔ (مؤسسہ الرسالۃ)

چنانچہ میں نے اپنے شوہر ابو سلمہؓ کے انتقال پر یہ دعا پڑھی تو حق تعالیٰ نے میرا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ سیّدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت ہے۔

"من استرجع عند المُصيبةِ جبر الله تعالى مصيبتهُ وأحسنَ عقباهُ وجعل له خلفًا صالحًا يرضاهُ" (روح المعانی ج ۲ ص ۲۴، البقرۃ ص ۱۵۷)

جو شخص کسی تکلیف اور مصیبت پر "إنا الله وإنا إليه راجعون" پڑھے گا حق تعالیٰ اس کے اس نقصان کی تلافی فرمائیں گے اور اس کے انجام کو بہتر فرمائیں گے اور اس کو نعم البدل ایسا عطا فرمائیں گے جس

سے وہ راضی ہو جائے گا۔ یہ کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کانٹا چبھنے پر، مچھر کے کاٹنے پر، جوتے کا تسمہ ٹوٹنے پر اور چراغ بجھنے پر بھی پڑھا ہے جیسا کہ سیّدنا حضرت آلوسیؒ نے روایت نقل فرمائی اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے

"حتی لدغِ الشوکة ولئع البعوضةِ وانقطاعِ الشسَعِ وانفطاءِ المصباحِ وقدِ استرجَعَ النبي ﷺ مِن ذٰلک وقال کُلُّ مایُؤذي المؤمِنَ فهو مصیبةٌ له وأجرٌ"۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۲۳، البقرہ: ۱۵)

ہر اذیت والی چیز مؤمن کے لئے مصیبت ہے اور اس کے لئے اجر ہے۔

یارَبِّ صلِّ وسلم دائماً ابداً علٰی حبیبک خیر الخلق کلھم

خصوصیت نمبر ۳:

"ربَّنا ولا تَحْمِل علَینا اِصْرًا کما حملتَهُ علی الذین مِن قبلِنا" کی تفسیر میں آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصر اسے مراد تکالیف شاقہ ہیں سابقہ امم پر تکالیف شاقہ تھیں ان ہی سے پناہ مانگی گئی ہے۔

"من قبلنا" سے صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں کہ سابقہ امتوں کی تکالیف شاقہ سے مراد

"وهو ما کلفه بنواسرائل من قتل نفس فی التوبة أو فی القصاص لأنه کان لا یجوز غیره في شریعتهم وقطعِ موضع النجاسة من الثیاب ونحوها وقیل مِن البدنِ وصرفِ رُبعِ المال في الزکاة"۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۷۰، البقرۃ: ۲۸۶)

فائدہ: اس امت کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر جو تکالیف شاقہ کے احکام تھے وہ اس امت سے اُٹھالیئے گئے اور تکالیف شاقہ یہ ہیں۔

(۱) قصاص اور توبہ کے لئے قتل نفس ضروری تھا۔

(۲) نجاست کی جگہ پاک کرنے کے لئے لباس یا بدن کو کاٹنا پڑتا تھا۔

(۳) مال کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ دینا فرض تھا۔

جبکہ اس امت سے قصاص معاف کیا جاسکتا ہے یا قتل کی جگہ دیت دی جاسکتی ہے اسی طرح نجاست کو پانی سے دھو دیا جاتا ہے کپڑا یا بدن کو قطع کرنا نہیں پڑتا اور زکوٰۃ صرف ڈھائی فیصد ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت کی مزید پانچ خصوصیات

مسئلہ تیمم میں علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۱۶۸ پر بخاری و مسلم کی روایت سے نقل کرتے ہیں۔

"أُعطيت خمسا لم يُعطهُنَّ أحد من الأنبياءِ قبلي نُصرتُ بالرُّعبِ مسيرَة شهرٍ، وجُعِلتُ لي الأرضَ وفي رواية لأمتي مسجدً وَّ طهورًا، فأيُّما رجلٍ من امتى أدركتهُ الصلٰوةَ فليُصلِّ وأُحلت لي الغنائمَ ولم تحلَّ لأحدٍ قبل وأُعطيت الشفاعةُ وكان النبي يُبعثُ إلى قومهٖ خاصَّةً وبُعثتُ إلى الناس عامة"۔

(صحيح البخاري ج ۱ ص ۶۲، باب قول النبي ﷺ جعلت لي الأرض مسجد وطهورًا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ کو پانچ نعمتوں سے نوازا گیا ہے جن سے کسی نبی کو نہیں نوازا گیا۔

خصوصیت نمبر ا:

ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب پہنچتا ہے حق تعالیٰ نے میرے لئے اور بعض روایات میں ہے کہ میری امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے پوری زمین کو مسجد بنا دیا ہے اور زمین کو تیمم کے لئے یعنی وضوء کا نائب بنا دیا ہے۔ سابقہ امتوں کے لئے خاص جگہ عبادت مقرر ہوتی تھی اور تیمم کسی امت کے لئے جائز نہ تھا یہ قانون صرف اس امت کے لئے خاص ہے اور ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت اس امت کے لئے خاص ہے تمام روئے زمین کو سجدہ گاہ اس امت کے لئے بنا دیا گیا۔

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہمان کیئے ہوئے
روئے زمین کو کوچہ جانان کیئے ہوئے

خصوصیت نمبر ۳:

مال غنیمت کسی نبی کے لئے حلال نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپکی امت کے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔

خصوصیت نمبر ۴:

شفاعت کبریٰ کا حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا گیا اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔

خصوصیت نمبر ۵:

ہر نبی اپنی قوم کے لئے بھیجے جاتے تھے اور مجھے تمام کائنات کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(الحدیث) (از کتاب کشکول معرفت ص ۲۳۱ تا ۲۳۶)

یٰا ربّ صلّ وسلم دائماً ابداً عَلٰی حبیبک خیر الخلق کلھم

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ملاحظہ فرماتے چلیں۔

خدا کی قدرت کلام ان کا
خدا رحمت پیام ان کا
نہ کر سکو گے نہ ہو سکے گا
جو چاہیے احترام ان کا
عالم کی وسعتوں میں نہ پاسکو گے مقام ان کا
بہت مقدس ہے ان کا روضہ بہت اعلیٰ مقام

خصوصیت نمبر٦:

کثرت تصنیف امت محمدیہ کی خصوصیت ہے

قرآن کا اعجاز بھی ہے کہ سیّدنا حضرت امام اوزاعیؒ نے کہا ہے کہ کثرت تصنیف اس امت کی خصوصیت ہے اتنی تصانیف دنیا کی کسی امت میں نہیں ہوئیں جتنی اس میں ہیں ملکوں میں کتب خانے بھرے پڑے ہیں اور ہر کتاب کو دیکھو وہ قرآن کی کسی ایک آیت کی تشریح و تفسیر ہے حجاز کے کتب خانوں میں لاکھوں کتابیں ہیں مصر کے کتب خانوں کو دیکھو سو برس سے مصری حکومت چھاپتے چھاپتے عاجز ہو گئی۔ مگر مصر شہر کی کتابوں کا عشر عشیر بھی ابھی نہیں چھپ سکا۔

تاتار نے جب مسلمانوں پر قبضہ کیا اور بغداد کی خلافت کو تہہ وبالا کیا ہے تو مسلمانوں نے پُل توڑ دیا تھا تاکہ دشمن عبور نہ کر سکے تو صرف ایک کتب خانہ جو دریا کے قریب تھا تاتاریوں نے اس پر قبضہ کیا اور اسکی کتابیں دریا میں ڈال کر پار تک اتنی چوڑی سڑک بنائی کہ تین گاڑی برابر گزاری جاسکتی تھیں اور

روشنائی جو گھلی ہے تو ایک مہینہ تک دجلہ کا پانی سیاہ چلتا رہا لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں علماء کو دوات میں روشنائی ڈالنے کی ضرورت نہیں تھی دجلہ کا پانی دوات میں بھرتے تھے اس سے قلم چلتا تھا اتنی سیاہی پھیل گئی تھی یہ ایک کتب خانے کا حال ہے کہ جس سے تاتاریوں نے پل بنادیا اور ایسے ہزاروں کتب خانے بغداد میں موجود تھے۔

اندلس کے اتنے کتب خانے تھے کہ جب مسلمانوں کا قبضہ اُٹھا اور پھر عیسائیوں نے قبضہ کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ ان کے لٹریچر کو تباہ کرو جب تک یہ لٹریچر باقی ہے ان میں روح ایمان باقی رہے گی تو عیسائی حکومت نے مستقلا ارادہ کیا کہ مسلمانوں کے کتب خانے تباہ کیئے جائیں۔ اس لئے ایک مستقل عملہ بنایا گیا جو سارے کتب خانوں کو آگ لگادے جلادے، تلف کردے، اس کا ایک انچارج آفیسر مقرر کیا تو لکھتے ہیں پچاس برس میں جاکے اندلس کے کتب خانوں کو ختم کیا حکومت نے زور لگا کے پورے پچاس برس میں جاکے اندلس کے کتب خانوں کو ختم کیا ہے یہ صرف قرآن کے طفیل تھا ہر ایک کتاب کسی آیت کی شرح تھی ہر کتاب کسی آیت کی تفسیر تھی۔

تو کثرت تصنیف اس امت کی خاصیت ہے اسکی تصنیف دیکھ کر دنیا کی امتیں آج مصنف بنی ہیں ورنہ اگر وہ اپنی ذات سے مصنف تھیں تو تورات اور انجیل کے شباب کے زمانے میں کتنی کتابیں تصنیف ہوئیں زبور کے شباب کے زمانے میں کتنی کتب خانے بھرے گئے کوئی نشان نہیں۔

یہ قرآن ہی کے زمانے میں کیوں مصنف بنے؟

تو حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا ہی طفیل ہے مسلمانوں کے مواعظ ان کی تقریریں ان کی شعلہ بیانی غیر شعوری طور پر اقوام (عالم) میں اثر کرتی رہیں۔ ان میں اتنی طاقت پیدا کی اس لئے آج وہ مصنف

بنے اور تصنیفیں کیں اور امت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) کے مصنف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ دنیا کو کتب خانوں سے بھر دیا۔ (از خطبات حکیم الاسلام ج۱ ص۲۰۰)

دو قطعے بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

جس خاک پہ ہو نقشِ کف پائے محمدؐ
اس خاک کے نیچے ہے فضائل کا دفینہ
وہاں کی زمین عرش سے بھی ہے اعلیٰ
جہاں دفن ہیں تاجدار مدینہ

(نسیم احمد فریدی امروہوی)

ہر ایک ذرہ وہاں کا ہے واجب التعظیم
گلی گلی ہے مدینے کی شاہراہ رسولؐ
خدا نے شرف یہ مدینہ کو بخشا
کہ اک اک گلی رشک جنت بنادی

(حمید لکھنوی)(از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص۴۸۰)

خصوصیت نمبر۱۰:

شب قدر

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی برکت اور خیر کی رات ہے۔ کلام پاک میں اُس کو ہزار مہینوں سے افضل بتایا ہے ہزار مہینے کے تراسی ۸۳ برس چار ۴ ماہ ہوتے

ہیں۔خوش نصیب وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گزار دے اس نے گویا تراسی برس چار ماہ سے زیادہ زمانہ کو عبادت میں گزار دیا(اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف سے بحرمت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم وبحرمت تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کے ہم سب کو بار بار یہ مبارک رات (شب قدر) نصیب فرمائے اور اس میں عبادت کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمائے امین ثم امین یارب العالمین۔

اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے سے کتنے ماہ زیادہ افضل ہے اللہ جل شانہ کا حقیقۃ بہت ہی بڑا انعام ہے۔قدر دانوں کے لئے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔در منثور میں سیّدنا حضرت انسؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ شب قدر حق تعالیٰ جل شانہ نے میری امت کو مرحمت فرمائی پہلی امتوں کو نہیں ملی اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا۔

بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ سیّد الانبیاء والمرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپؐ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں اگر وہ نیک اعمال میں اُن کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن اس سے اللہ کے لاڈلے نبی کو رنج ہوا اسکی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جائیں اور ان کو عبادت میں گذار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس ۸۳۳ برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گزار دیا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک تو اللہ کے راستے میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہؓ کو اس پر رشک آیا تو اللہ جلّ جلالہٗ و عم نوالہٗ نے اس کی تلافی کے لیے اس رات کا نزول فرمایا

ایک روایت میں کہ نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا (سیّدنا) حضرت ایوب علیہ السلام (سیّدنا) حضرت ذکریا علیہ السلام (سیّدنا) حضرت خزقیل علیہ السلام (سیّدنا) حضرت یوشع علیہ السلام کہ اسّی اسّی 80 برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حیرت ہوئی۔ تو (سیّدنا) حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں اس قسم کے اختلاف روایات کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔

بہر حال سبب نزول جو بھی کچھ ہوا ہو لیکن امّت محمّدیہ کے لیے یہ اللہ جل شانہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے یہ رات بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسّر ہوتا ہے۔ ورنہ

تہیدستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

کس قدر قابل رشک ہیں وہ مشائخ جو فرماتے ہیں کہ بلوغ کے بعد سے مجھ سے شب قدر کی عبادت کبھی فوت نہیں ہوئی البتہ اس رات (یعنی شب قدر) کی تعیین میں علمائے امت کے درمیان کچھ اختلاف ہے تقریباً پچاس اقوال ہیں سب کا احاطہ کرنا دشوار ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحروا لیلۃ القدر فی الوتر مِنَ العشر الاواخر من رمضان (مشکوٰۃ عن البخاری)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔ (مشکوٰۃ عن البخاری)

ف:۔ جمہور علماء کے نزدیک اخیر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے عام ہے کہ مہینہ 29 کا ہو یا 30 کا، اس حساب سے حدیث کے مطابق شب قدر کی تلاش 29، 27، 25، 23، 21، راتوں میں کرنا چاہیے۔ اگر مہینہ 29 کا ہو تب بھی اخیر عشرہ یہی کہلاتا ہے مگر ابن حزمؒ کی رائے ہے کہ عشرہ کے معنی دس کے ہیں۔ لہذا اگر تیس 30 کا چاند رمضان المبارک کا ہو تب تو یہ ہے لیکن اگر 29 کا چاند اور اس صورت میں اخیر عشرہ بیسویں 20 شب سے شروع ہوتا ہے اور اس صورت میں وتر راتیں یہ ہوں گی۔ 28، 26، 24، 22، 20، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کی تلاش میں رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا تھا اس لیے بھی جمہور کا قول اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوی احتمال ہے زیادہ راجح ہے اگرچہ احتمال اور راتوں میں بھی ہے اور دونوں قولوں پر تلاش جب ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لے کر عید کی رات تک ہر رات میں جاگتا رہے اور شب قدر کی فکر میں لگا رہے دس، گیارہ راتیں کوئی ایسی اہم یا مشکل چیز نہیں جن کو جگ کر گزار دینا اس شخص کے لیے کچھ مشکل ہو جو ثواب کی امید رکھتا ہو۔ (ملخصاً تبلیغی نصاب، فضائل رمضان ص ۷۳ تا ۷۵)

خصوصیت نمبر ۱۱:

جنت میں سب سے پہلے امت محمدیہ داخل ہو گی اور سب سے زیادہ ہو گی

مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت سیّد عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہم دنیامیں آخر میں آئے اور قیامت کے روز دوسری مخلوق سے پہلے ہمارے فیصلے ہوں گے اور یہ بھی فرمایا کہ ہم (یہاں) آخت میں آئے (اور) قیامت کے روز اوّل ہوں گے اور سب سے پہلے جنت میں ہم داخل ہوں گے۔

(مشکوٰۃ شریف باب الجمعۃ)

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت سیّد عالم ﷺ نے فرمایا کہ جنتیوں کی 120 صفیں ہوں گی ۔(یعنی میدان قیامت میں) جن میں 80 اس امّت کی اور 40 سب امتوں کو ملا کر ہوں گی۔ (مشکوٰۃ)

(از کتاب میدان حشر ص۲۶۷تا۲۶۸)

خصوصیت نمبر ۱۲:

امّت محمدیہ کی پہچان

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت سیّد عالم ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا یارسول اللہؐ آپ (قیامت کے دن) ساری امّتوں کے درمیان جو (حضرت) نوح علیہ السلام کی امّت سے لے کر آپ کی امّت تک دنیامیں آئی تھیں اپنی امّت کو کیونکر پہچانیں گے؟ اس کے جوان میں آنحضرت سیّد عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضوء کے اثر سے ان کے چہرے روشن ہوں گے اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں گے ان کے علاوہ اور کوئی اس حال میں نہ ہو گا اور میں ان کو اس طرح بھی پہچانوں گا کہ ان کے اعمالنانے ان کے داہنے (۱) ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور اس طرح بھی ان کو پہچانوں گا کہ ان کی ذُرّیت ان کے آگے دوڑتی ہو گی۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الطہارۃ)

(۱) قرآن شریف میں ہے کہ جن کے اعمالنانے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے ان سے آسان حساب ہو گا اور اپنے اہل کی طرف خوش خوش لوٹ کر جائیں گے اس میں امّت محمدیہ کی تخصیص نہیں کی گئی لہٰذا اس حدیث میں جو یہ فرمایا کہ میں اپنی امت کو اس طرح بھی پہچانوں گا کہ ان کے اعمالنانے سیدھے ہاتھوں میں (یعنی داہنے ہاتھوں میں) دیئے جائیں گے تو اس کے متعلق بعض علماء نے فرمایا کہ داہنے ہاتھوں میں کسی ایسی خاص سورت سے ان کو اعمالنامے ملیں گے جو دوسری امتوں کے ساتھ ملحوظ نہ کی جائے گی۔ یا یہ سمجھو کہ امت محمدیہ کو سب سے پہلے دیئے جائیں گے۔

(حاشیہ مشکوٰۃ) (از کتاب میدان حشر ص ۱۷۷ تا ۱۷۸)

خصوصیت نمبر ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعطیت امّتی خمس خصال فی رمضان لَمْ تعطھن امّۃ قبلھم

(۱) خلوف فم الصائم اَطْیَبُ عند اللہ من ریح المسک

(۲) وتستغفر لھم الحیتان حتی یفطروا

(۳) ویُزین اللہ عزوجل کل یوم جنتہٗ ثم یقول یوشک عبادی الصالحون ان یلقوا عنکم المؤنۃ ویصیروا الیک

(۴) وتصفد فیہ مردۃ الشیاطین فلا یخلصوا فیہ الی ما کانوا یخلصون الیہ فی غیرہ

(۵) ویغفر لھم فی آخر لیلہ قیل یارسول اللہ ؐ اھی لیلۃ القدر قال لا ولٰکن العامل انما یوفّٰی اجرہ اذا قضٰی عملہ

(رواہ احمد والبزار والبیھقی ورواہ ابو الشیخ ابن حبان فی کتاب الثواب الا ان عبدہ وتستغفر لھم الملائکۃ بدل الحیتان۔ کذا فی الترغیب)

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا کہ میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملی ہیں

(۱) یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۲) یہ کہ ان کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

(۳) جنت ہر روز ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں۔

(۴) اس میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طر نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں۔

(۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے۔

صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شب مغفرت شب قدر ہے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دیدی جاتی ہے۔

پانچ خصوصیات جو اس امت کو انعام ہوئیں

حضرت سیّد الکونین نبی کریم ﷺ نے اس حدیث پاک میں پانچ خصوصیتیں ارشاد فرمائی ہیں جو اس امت کے لیے حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مخصوص انعام ہوئی اور پہلے امت کے روزہ داروں کو مرحمت نہیں ہوئی۔ کاش ہمیں اس نعمت کی قدر ہوتی اور ان خصوصی عطایا کے حصول کی کوشش کرتے۔

پہلی خصوصیت:۔ اوّل یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو جو بھوک کی حالت میں ہو جاتی ہے حق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ شراح حدیث کے اس لفظ کے مطلب میں آٹھ قول ہیں جن کو موٴطا کی شرح میں بندہ مفصل نقل کر چکا ہے مگر بندہ کے نزدیک ان میں سے تین قول روجح ہیں۔

اوّل یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ آخرت میں اس بدبُو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائینگے جو مشک سے زیادہ عمدہ ہو اور دماغ پرور ہو گی۔ یہ مطلب تو ظاہر ہے اور اس میں کچھ بُعد بھی نہیں نیز دُرِّ منثور کی ایک روایت میں اس کی تصریح بھی ہے اس لیے یہ بمنزلہ متعین کے ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت میں جب قبروں سے اٹھیں گے تو یہ علامت ہو گی کہ روزہ دار کے منہ سے ایک خوشبو جو مشک سے بھی بہتر ہو گی وہ آئے گی۔

تیسرا مطلب جو بندہ کی ناقص رائے میں ان دونوں سے اچھا ہے وہ یہ کہ دنیا ہی میں اللہ کے نزدیک اس کی بُو کی قدر مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ امر باب المحبت سے ہے جس کو کسی سے محبت و تعلق ہوتا ہے اس کی بدبو بھی فریفتہ کے لیے ہزار خوشبوؤں سے بہتر ہوا کرتی ہے۔

اے حافظ مسلین چہ کنی مشک ختن را
از گیسوئے احمد بستان عطر عدن را

مقصود روزہ دار کا کمال تقرب ہے کہ بمنزلہ محبوب کے بن جاتا ہے روزہ حق تعالیٰ شانہٗ کی محبوب ترین عبادتوں میں سے ہے اس وجہ سے ارشاد ہے کہ ہر نیک عمل کا بدلہ ملائکہ دیتے ہیں مگر روزہ کا بدلہ میں خود عطا کرتا ہوں اس لیے کہ وہ خالص میرے لیے ہے۔

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ لفظ ۔اجزی بِہ یعنی یہ کہ اس کے بدلہ میں میں خود اپنے کو دیتاہوں اور محبوب کے ملنے سے زیادہ اونچابدلہ اور کیاہو سکتاہے ۔ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ساری عبادتوں دروازہ روزہ ہے یعنی روزہ کی وجہ قلب منوّر ہو جاتاہے جس کی وجہ سے ہر عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے مگر جب ہی کہ روزہ بھی روزہ ہو۔ صرف بھوکا رہنامراد نہیں ہے بلکہ آداب کی رعایت رکھ کر جن کا بیان حدیث نمبر 9 کے ذیل میں مفصل آچکاہے۔

اس جگہ ایک ضروری مسئلہ قابل تنبیہ یہ ہے کہ اس منہ کی بدبووالی حدیثوں کی بناپر بعض ائمہ روزہ دار کوشام کے وقت مسواک کرنے کو منع کرتے ہیں۔حنفیہ کے نزدیک مسواک ہر وقت مستحب ہے اس لیے کہ مسواک سے دانتوں کی بُوزائل ہوتی ہے۔اور حدیث میں جس بُو کا ذکر آیاہے وہ معدہ کے خالی ہونے کی ہے نہ کہ دانتوں کی۔حنفیہ کے دلائل اپنے موقع پر کتب فقہ وحدیث میں موجود ہیں۔

دوسری خصوصیت:۔ مچھلیوں کے استغفار کرنے کی ہے اس سے مقصود کثرت سے دعا کرنیوالوں کا بیان ہے۔متعدد روایات میں ہے کہ ملائکہ اس کے لیے استغفار کرتے ہیں میرے چچاجان کاارشاد ہے کہ مچھلیوں کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ اللہ جل شانہٗ کاارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا

ترجمہ:۔جو لوگ ایمان لائے اوراچھے اعمال کیے حق تعالیٰ شانہٗ ان کے لیے (دنیاہی میں) محبوبیت فرمادینگے۔

اور حدیث پاک میں ارشاد ہے جب حق تعالیٰ شانہٗ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبریل علیہ السلام سے ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں شخص پسند ہے تم بھی اس سے محبت کرو وہ خود محبت کرنے لگتے

ہیں اور آسمان پر آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا پسندیدہ ہے تم سب اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس کے لیے زمین پر قبولیت رکھ دیجاتی ہے اور عام قاعدہ کی بات ہے کہ ہر شخص کی مبت اس کے پاس رہنے والوں کو ہوتی ہے لیکن اس کی محبت اتنی عام ہوتی ہے کہ آس پاس رہنے والوں ہی کو نہیں بلکہ دریا کے رہنے والے جانوروں کو بھی اس سے محبت ہوتی ہے کہ وہ بھی دعا کرتے ہیں ۔ اور گویا برُ سے متجاوز ہو کر بحر تک پہنچنا محبوبیت کی انتہاء ہے نیز جنگل کے جانوروں کا دعا کرنا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا۔

تیسری خصوصیت:۔ جنت کا مزّین ہونا ہے یہ بھی بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے بعض روایات میں آیاہے کہ سال کے شروع ہی سے رمضان کے لیے جنت کو آراست کرنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کے آنے کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اتنا ہی پہلے سے اس کا انتظام کیا جاتا ہے شادی کا اہتمام مہینوں پہلے سے کیا جاتا ہے۔

چھوتھی خصوصیت:۔ سرکش شیاطین کا قید ہو جانا ہے کہ جس کی وجہ سے معاصی کازور کم ہو جاتا ہے رمضان المبارک میں رحمت کے جوش اور عبادت کی کثرت کا مقتضٰی یہ تھا کہ شیاطین بہکانے میں بہت ہی ان تھک کوشش کرتے اور پاؤں چوٹی کا زور ختم کر دیتے اور اس وجہ سے معاصی کی کثرت اس مہینہ میں اتنی ہو جاتی کہ حد سے زیادہ لیکن باوجود اس کے یہ مشاہدہ ہے اور محقق کہ مجموعی طور سے گناہوں میں بہت کمی ہو جاتی ہے۔ کتنے شرابی کبابی ایسے ہیں کہ رمضان المبارک میں خصوصیت سے نہیں پیتے، اور اسی طرح اور بھی گناہوں میں کھلی کمی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود گناہ ہوتے ضرور ہیں مگر ان کے سرزد ہونے سے اس حدیث پاک میں تو کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ اس کا مضمون ہی یہ ہے کہ

سرکش شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں اس بناپر اگر وہ گناہ کی غیر شرکشوں کا اثر ہو تو کچھ خلجان نہیں۔ البتہ دوسری روایات میں سرکش کی قید کے بغیر مطلقاً شیاطین کے مقید ہونے کا ارشاد بھی موجود ہے پس اگر ان روایات سے بھی سرکش شیاطین کا ہی قید ہونا مراد ہے کہ بسا اوقات لفظ مطلق بولا جاتا ہے مگر دوسری جگہ سے اس کی قیودات معلوم ہو جاتی ہیں تب بھی کوئی اشکال نہیں رہا۔

البتہ اگر ان روایات سے شیاطین کا محبوس ہونا مراد ہو تب بھی معاصی عموماً شیاطین کے اثر سے ہوتے ہیں مگر سال بھر تک ان کے تَلَبُّس اور اختلاط اور زہریلے اثر کے جماؤ کی وجہ سے نفس ان کے ساتھ اس درجہ مانوس اور متأثر ہو جاتا ہے کہ تھوڑی بہت غیبت محسوس نہیں ہوتی بلکہ وہ خیالات اپنی طبیت بن جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بغیر رمضان کے جن لوگوں سے گناہ زیادہ سرزد ہوتے ہیں رمضان میں بھی انہی سے زیادہ تر صدور ہوتا ہے اور آدمی کا نفس چونکہ ساتھ رہتا ہے اسی لیے اس کا اثر ہے دوسری بات ایک اور بھی ہے۔

سیّد الکونین حضرت خاتم النبیین نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو وہ دُھل جاتا ہے ورنہ لگا رہتا ہے اور اگر دوسری مرتبہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے حتٰی کہ اس کا قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے پھر خیر کی بات اس کے قلب تک نہیں پہنچتی اسی کو حق تعالیٰ شانہٗ اپنے کلام پاک میں۔ کَلَّا بَلْ سکته رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ۔ سے ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے قلوب زنگ آلود ہوگئے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ قلوب ان گناہوں کی طرف خود متوجہ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بت سے لوگ ایک نوع کے گناہ کے بے تکلف کرلیتے ہیں لیکن اسی جیسا جب کوئی دوسرا گناہ سامنے ہوتا ہے تو قلب کو اس سے انکار ہوتا ہے۔ مثلاً جو لوگ

شراب پیتے ہیں ان کو اگر سور کھانے کو کہا جائے تو ان کی طبیت کو نفرت ہوتی ہے حالانکہ معصیت میں دونوں برابر ہیں۔ تو اسی طرح جب کہ غیر رمضان میں وہ ان گناہوں کو کرتے رہتے ہیں تو ادل ان کے ساتھ رنگے جاتے ہیں جس کی وجہ سے رمضان المبارک میں بھی ان کے سرزد ہونے کے لیے شیاطین کی ضرورت نہیں رہتی۔ باالجملہ۔ اگر حدیث پاک سے سب شیاطین کا مقید ہو جانا مراد ہے تب بھی رمضان المبارک میں گناہوں کے سرزد ہونے سے کچھ اشکال نہیں اور اگر متمرد اور خبیث شیاطین کا مقید ہونا مراد ہو تب تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں۔

اور بندہ ناچیز کے نزدیک یہ توجیہ اولیٰ ہے (اور بندہ ناچیز سے مراد شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ ہیں) اور ہر شخص غور کر سکتا ہے اور تجربہ کر سکتا ہے کہ رمضان المبارک نیکی کرنے کے لیے یا کسی معصیت سے بچنے کے لیے اتنے زور لگانے نہیں پڑتے جتنے کہ غیر رمضان میں پڑتے ہیں۔ تھوڑی سی ہمت اور توجہ کافی ہو جاتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف و کرم سے بحرمت سیّد الکونین ﷺ وبحرمت تمام حضرات انبیاء علیہم السلام ہمیں ہر لمحے ایمان کی استقامت نصیب فرمائے اور ان مبارک ساعات کی قدر کرنے کی توفیق بخشے اور ان مبارک ساعات میں عبادت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تلاوت اور ذکر اذکار کرنے کی توفیق سے دائمی طور سر فراز فرمائے رکھے۔ آمین ثم آمین یاربّ العالمین)

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مختلف لوگوں کے اعتبار سے ہیں یعنی فسّاق کے حق میں صرف متکبر شیاطین قید ہوتے ہیں۔ اور صلحاء کے حق میں مطلقاً ہر قسم کے شیاطین محبوس ہو جاتے ہیں۔

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری رات میں سب روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے یہ مضمون پہلی روایت میں بھی گذر چکا ہے چونکہ رمضان المبارک کی راتوں میں شب قدر سب سے افضل رات ہے اس لیے صحابہ کرامؓ نے خیال فرمایا کہ اتنی بڑی فضیلت اسی رات کے لیے ہوسکتی ہے مگر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے فضائل مستقل علیحدہ چیز ہے یہ انعام تو ختم رمضان کا ہے۔ (فضائل رمضان از تبلیغی نصاب ص ۱۳ تا ۱۷)

اہل اللہ سے محبت کے انعامات

مندرجہ ذیل میں ان انعامات کو نمبر وار تحریر کیا ہے نمبر وار ہی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

انعام ثانی، حلاوت ایمانی

ایسے لوگوں کو جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب کو حلاوت ایمانی عطا ہوتی ہے۔

قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهما ومَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَّكْرَهُ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ (صحیح البخاری: 1/ 7 من کرہ ان یعود فی الکفر المکتبۃ المظہریہ)

ترجمہ:۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ تین صفات جس میں ہوں گی وہ حلاوت ایمان کی مٹھاس اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

صفت اولیٰ۔ جس کے قلب میں اللہ اور رسول تمام کائنات میں سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

صفت ثانیہ۔ جو کسی بندے سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت کرے۔

صفت ثالثہ۔ جو ایمان نصیب ہونے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر ناگوار سمجھے جیسے کہ اس کو آگ میں داخل ہونا ناگوار ہو۔

حلاوت ایمانی کی پانچ علامات

(۱) اِسْتِلْذَاذُ الطَّاعَاتِ (۲) اِیْثَارُھا عَلٰی جَمِیْعِ الشَّھَوَاتِ وَالْمُسْتَلْذَاتِ (۳) تَجَمَّلُ الْمَشَّاقِ فِی مَرْضَاةِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (۴) تَجَرُّعُ الْمَرَارَتِ فِی الْمصیبَاتِ (۵) وَالرِّضَا بِالْقَضَاءِ فِی جَمِیْعِ الْحَالَاتِ

(مرقاۃ المصابیح: 1/ 74 کتاب ایمان المکتبۃ الامدادیہ)

ترجمہ:۔ (۱) عبادت میں لذّت پانا (۲) فرمانبرداری اور اطاعت کو گناہوں کی فانی لذّت پر ترجیح دینا (۳) اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی میں ہر مشقت اور تکلیف کو برداشت کرنا (۴) مصائب کی تلخیوں پر صبر و تسلیم کے ساتھ رہنا (۵) جمیع حالات میں رضا بالقضاء (یعنی کسی بھی حالت میں اللہ تعالیٰ کی شان تربیت کے متعلق اعتراض نہ کرنا۔

انعام ثالث، حسن خاتمہ کا مقدر ہونا

اللہ تعالیٰ کے لیے جب کوئی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو حلاوت ایمانی عطا ہوتی ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا فَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتَمَۃِ لَہٗ (مرقاۃ المصابیح: 1/ 74 کتاب الایمان)

ترجمہ:۔جب ایمان کی حلاوت ایک مرتبہ قلب مؤمن کو عطا فرمادی جاتی ہے تو پھر وہ کریم مالک عطائے شاہی کو دے کر کبھی واپس نہیں لیتے اور اس میں اشارہ ہے کہ ایسے شخص کو حسن خاتمہ نصیب ہو گا۔

انعام رابع، ستّر ہزار فرشتوں کی دعاء

اَلْمُقْتَبَسُ مِنَ الْحَدِیْثِ قَال رسولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ زَائِرًا اَخَاہُ شَیَّعَہٗ سَبْعُوْنَ اَلفَ مَلَکٍ کُلُّھُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ وَیَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّہٗ وَصَلَ فِیْکَ فَصِلْہُ (شعب الایمان للبیہقی:1/439(24-9)قصہ ابراھیم فی المعانقہ)

ترجمہ:۔جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے تعلق سے کسی بندے کی زیارت کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو ستّر ہزار فرشتے اس کے ساتھ ہوتے ہیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ بندہ صرف آپ کی محبت میں اس بندے سے ملنے جارہا ہے آپ اس کے اس عمل کی جزاء میں اپنے قرب سے اس کو مشرف فرمادیجئے۔

تشریح از مرقاۃ۔ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(اِنَّہٗ وَصَلَ فِیْکَ)اَیْ لِاَجلِکَ (فَصِلْہُ)اَیْ بَوَصْلِکَ الْمُعَبَّرِ عَنْ قُرْبِکَ جَزَءً وِّفَاقًا

(مرقاۃ المصابیح ج۹ص۵۰۲۵)

ترجمہ:۔اے اللہ! تیرے اس بندے نے تیری رضا کے لیے فلاں بندے سے ملاقات کی پس آپ اس کو جزائے موفق عمل کے قاعدہ سے اپنا وصل جس کو قرب سے تعبیر کیا جاتا ہے عطا فرمادیجئے۔

وصل او رامحال می گویند
قرب او وصال می گویند

اللہ تعالیٰ کا وصال باالمعنی الغلوی محال ہے اللہ تعالیٰ کے قرب ہی کو وصال کہتے ہیں۔ احقر (سے مراد حضرت مولانا حکیم اختر شاہ صاحب ہیں نوّر اللہ مرقدہٗ) عرض کرتا ہے کہ جو لوگ مشائخ اور مرشدین کے پاس اللہ کے لیے آتے جاتے ہیں ان کے لیے ستر ہزار فرشتوں کی یہ دعا کیسے رائیگاں جائے گی اور یہ معصوم اور پاک مخلوق کی دعا برائے حصول قرب ملنے سے اہل اللہ سے رابطہ رکھنے والے اگر جلد اللہ والے بن جاتے ہیں تو کیا تعجب ہے۔

مولانا رومی نے کیا خوب فرمایا ہے

پیر باشد نردبان آسمان
تیر پراں از کہ گردد از کمان

پیر سفر آسمانی کے لیے سیڑھی ہے اور تیر کب اڑتا ہے جب کمان میں ہوتا ہے۔

انعام خامس، متحابّین فی اللہ کا محشر اور جنت میں ساتھ ہونا

متحابّین فِی اللہ قیامت کے دن محشر میں اور جنت میں بھی ساتھ رہیں گے۔ لَوْ اَنَّ عَبْدَیْن تَحَابّا فِی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاحِدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَاٰخرُ فِی الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰہُ بینھُمَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَقُوْلُ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتُ تُحِبُّہٗ فِیَّ اَیْ لِاَجْلِیْ (کنز العمال:9/4(24646) باب الترغیب فی الصحبۃ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ آپس میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے محبت رکھتے ہیں اگرچہ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں رہتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع فرمادیں گے اور ارشاد فرمائیں گے کہ یہ وہی بندہ ہے جس سے تو میرے لیے محبت رکھتا تھا۔

اس حدیث سے اللہ والوں سے اللہ کے لیے محبت کا انعام عظیم معلوم ہوا کہ محشر میں بھی ساتھ ہو گا۔

تشریح۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جمع کرنے میں چند مقاصد ہیں۔ لِشَفَاعَةِ اَحَدِهِمَا لِلْاٰخِرِ تاکہ ایک دوسرے کی شفاعت کریں۔ اَوْ فِی الْجَنَّةِ عَلٰی سَبِیْلِ الْمُصَاحَبَةِ یا جنت میں بھی پڑوسی بنا دیا جاوے گا اور ساتھ ساتھ رہیں گے۔ وَالْمَجَاوَرَةِ ایک دوسرے کی زیارت کریں اور قرب حاصل رہے۔ یَقُوْلُ هٰذَا الَّذِیْ یہ فرمانا کہ یہ وہی بندہ ہے جس سے تو میرے لیے محبت رکھتا تھا۔ یقول هٰذا عَلٰی لِسَانِ مَلَکٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَةِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا۔ یہ فرمان حق تعالیٰ کا یا تو بواسطہ فرشتہ ہو گا یا براہ راست ہر ایک سے ارشاد فرمائیں گے۔

(مرقاۃ المصابیح: 9/227 (5024) باب الحب فی اللہ الخ)

ہمارے مرشد شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے ہم کو پتا چلا ہے کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہو گی ہم کو جنت کا اشتیاق بڑھ گیا ہے۔ احقر (سے مراد حضرت مولانا شاہ حکیم اختر صاحب ہیں نوّر اللہ مرقدہٗ) عرض کرتا ہے کہ دنیا میں بھی اللہ والوں کی ملاقات جنت کی نعمت سے کم نہیں۔

میسر چون مرا صحبت بجان عاشقاں آید
ہمیں بینمکہ جنت بر زمین از آسماں آید

اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت جب میسر ہو جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنت آسمان سے زمین پر آ گئی۔ اللہ والوں کے پاس تو ہر وقت ان کی جنت ساتھ رہتی ہے اور وہ جنت بِالْحُضُوْرِ مَعَ

الْمَوْلٰی ہے اورآخرت میں بِلِقَاءِ الْمَوْلٰی کی جنت ملے گی کما قال القاری فی المرقاۃ حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

انعام سادس، روز محشر عرش کا سایہ نصیب ہونا

وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ اِجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ (صحیح البخاری:1/91 باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ)

پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا ہوگا (۱) امام عادل (۲) وہ جوان جس نے اپنی جوانی عبادت الٰہی میں صرف کی (۳) وہ شخص جس کا قلب مسجد میں لٹکا رہتا ہے یعنی نماز کا انتظار رہتا ہے (۴) وہ دو بندے جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کریں اور اسی محبت پر ان کا اجتماع اور ان کا افتراق ہوا ہو (۵) اور وہ شخص جس کو صاحب جمال اور صاحب نسب یعنی حسین اور شریف خاندان کی عورت دعوت گناہ دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) اور وہ آدمی جو اس طرح خفیہ صدقہ کرے کہ داہنے ہاتھ کے صدقہ کرنے کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو (۷) اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاویں۔

تشریح نمبر ۴:۔ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

وَالْمُرَادُ اَنَّھُمَا دَامَا علی الْمُحَبَّۃِ الدِّیْنِیَّۃِ وَلَمْ یَقْطَعَاھَا بِعَارِضٍ دُنْیَوِیٍ سَوَاءٌ اِجْتَمَعَا حَقِیْقَۃً اَمْ لَا حَیَّ فَرَّقَ بَیْنَھُمَا الْمَوْتُ۔ (فتح الباری:2/145 باب اثناں فما فوقہما جماعۃ)

ترجمہ:۔ جو محبت اللہ تعالیٰ کے لیے کسی بندے کی کسی بندے سے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دونوں اس محبت لِلّٰہی پر ہمیشہ قارم رہیں اور دنیوی معاملات کی وجہ سے اس محبت کو منقطع نہ کریں یہاں تک کہ موت ہی ان کو جُدا کرے۔

ان کے لیے بخاری شریف کی اس حدیث میں قیامت کے دن عرش کا سایہ ملنے کا وعدہ ہے جس دن کوئی سایہ ہی نہ ہو گا سوائے عرش کے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ یقولُ یوم القیامۃ اَیۡنَ الۡمُتَحَابُّوۡنَ بِجَلَالِی الۡیُوۡمَ اُظِلُّھُمۡ فِیۡ ظِلِّیۡ یَوۡمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیۡ (صحیح مسلم:2/31باب فضل الحبّ فِی اللہ)

ترجمہ وشرح از مرقاۃ

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ کہاں ہیں وہ بندے جو میرے جلال اور عظمت شان کے سبب آپس میں محبت رکھتے تھے (اور جلال کے لفظ سے یہ بات واضح فرمادی کہ یہ محبت نفسانی تعلقات سے بالکل پاک ہو گی) آج میں ان کو عرش کا سایہ عطا کروں گا جس دن کوئی سایہ نہ ہو گا میرے سایہ عرش کے علاوہ۔

قال الملّا عَلِی القاری رحمہ اللہ فِی شَرۡحِ جَلَالِیۡ ماقال جَمَالِیۡ اَیۡ اِنَّھُمۡ مُنَزَّھُوۡنَ عَنۡ شَائِبَۃِ النَّفۡسِ وَالۡھَوٰی (مرقاۃ المصابیح:9/211-(5006)باب الحب فِی اللہ)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اللہ تعالیٰ کے لیے جو محبت ہوتی ہے اس کی تین شرط بیان فرمائیں ہیں۔یعنی عرش کا سایہ ملنے کے لیے اس محبت کے لیے یہ شرائط ہیں۔

(۱) وَالْمُرَادۃ اَنَّھُمَا دَامَا عَلَیْہِ وہ دونوں اس محبت پر قائم رہیں اور دائم رہیں ذرا ذرا سی بات پر لڑائی کرکے اس کو ضائع نہ کریں۔

(۲) وَلَمْ یَقْطَعَاھَا بِعَارِضٍ دُنْیَوِیٍّ۔ اور دونوں اس محبت کو دنیا کی حقیر عارض کی بنا پر قطع نہ کریں۔

(۳) حتّٰی فَرَقَ بَیْنَھُمَا الْمَوْتُ۔ یہاں تک کہ دونوں کی اس محبت کو موت ہی جدا کردے۔ یعنی خاتمہ دونوں کا اسی محبت پر ہو۔ سَواءٌ اِجْتَمَعا حَقِیْقَۃً ام لا خواہ۔ خواہ ایک جگہ رہتے ہوں یا دور دور قیام ہو مگر قلب میں اتصال ہو۔ گاہ گاہ ملاقات بھی ہو وہ محبت جس کا کچھ ظہور نہ ہو اس کا اعتبار نہیں

دل میں اگر حضور ہو سر تیرا خم ضرور ہو
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

انعام سابع، مخلوق میں اکرام اور محبوبیت

جو لوگ اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کی نسبت سے محبت رکھتے ہیں اور ان کا اکرام کرتے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی محبت اور اللہ تعالیٰ ہی کا اکرام ہے جس طرح کسی کی اولاد سے محبت کرنا اور اکرام کرنا ان کے باپ کی محب ت اور اکرام میں شامل سمجھا جاتا ہے اہل اللہ کی محبت چوں کہ اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے اس لیے تحریر ہے کہ جن لوگوں نے بزرگوں کی محبت اور ان کی صحبت اختیار کی ہے اور ان کے ناز برداشت کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بلندی اور عزت دنیا میں بھی عطا فرمائی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور تعلق کے بعد مخلوق خدا میں جو عزّت ملی اور مخلوق خدا نے ہماری جو قدر و منزلت کی وہ تعلق سے قبل نہ تھا۔

احقر (مراد حضرت مولانا شاہ حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہٗ) کے قلب میں اس نعمت کی دو دلیل سمجھ میں آئی ہے۔ (۱) مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ (کنز العمال:3/50(5437)

حق تعالیٰ کے لیے جو اپنے آپ کو مٹائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرمائے گا۔

چنانچہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر حضرت تھانویؒ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

ہاں مجھے مثل کیمیا خاک میں تو ملائے جا
شان میری گھٹائے جا رتبہ مرا بڑھائے جا
نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجئے میں مٹنے کو ہی آیا ہوں
ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پر بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

دوسری دلیل یہ حدیث ہے۔ مَا اَحَبَّ عَبْدٌ لِلّٰہِ اِلَّا اَکْرَمَ رَبَّہٗ عَزَّ وَجَلَّ

(اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی:6/26(7642)

جو بندہ اللہ کے لیے کسی سے محبت کرتا ہے تو دراصل یہ محبت اللہ کے اکرام میں داخل ہے (یعنی اللہ کا خاص بندہ سمجھ کر اس کی عزّت و محبت کرنا ایسا ہی ہے گویا کہ اس نے اپنے رب کا اکرام کیا) اور وعدہ ہے جزائے عمل کا جَزَآءً وِّفَاقًا۔ پس اللہ تعالیٰ ایسے بندے کا اکرام اپنی مخلوق کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں اور یہ بھی تجربہ ہے کہ جن لوگوں نے بزرگوں کی صحبت سے اپنے کو بے نیاز کیا اور مستغنی رہے تو بقول حضرت حکیم الامت تھانویؒ کہ جس نے اپنے کو مستقل بالذات سمجھا وہ مستقل بد ذات ہو جاتا ہے ایسے

لوگ اپنے کو اپنی نظر میں معزز سمجھتے ہیں ۔ تاریخ ان کو فراموش کر دیتی ہے کیوں کہ قبول فی الارض کا انعام حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے کسی کے چاہنے سے نہیں ملتا اور جن کو یہ انعام ملتا ہے وہ اپنے کو بے نام ونشاں رکھنے کے مشّاق ہوتے ہیں۔ اور فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت اورزیارت بڑی چیز ہے ان کی یاد سے دل میں نور آتا ہے اور حق تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ (ملفوظ نمبر 303 بحوالہ بالا)

انعام ثامن، قلیل مدت میں دیندار اور صالح بن جانا

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ

(سنن ابو داؤد: 2/308 (4835) باب من یؤمر ان یجالس)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے پس چاہیے کہ جس کو خلیل بنائے غور کرلے کہ وہ اس قابل ہے یا نہیں۔

شرح حدیث:۔ ملّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

یَااَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوااتَّقُوااللّٰہَ وَکُوْنُوْمَعَ الصّٰدِقِیْن (سورۃ توبہ: 119)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور متقین کی صحبت اختیار کرو۔ یعنی تقویٰ کی نعمت اہل تقویٰ کی صحبت سے عطا ہوگی۔

حدیث مذکور دراصل اسی آیت کی تفسیر ہے کہ اگر کسی متقی بندے سے گہری دوستی کرلی جاوے تو اس کے قلب کا تقویٰ آپ کے قلب میں منتقل ہو جاوے گا۔

سیّدنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لِاَنَّ الطِّبَاعَ مَجْبُولَۃٌ عَلَی التَّشَبُّہِ وَالْاِقْتِدَاءِ بَلِ الطَّبْعُ یَسْرِقُ مِنَ الطَّبْعِ مِنْ حَیْث لَا یَدْرِیْ (مرقاۃ المصابیح:9/224(5019)باب الحبّ فِی اللہ)

انسان کے اندر یہ خاصیت ہے کہ بہت جلد اپنے ساتھی کے اخلاق کو اپنے اندر جذب کرلیتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ دنیادار کے ساتھ رہنے سے دنیا کی محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے اس طرح عاشقان خدا کی صحبت سے عشق خدامیں اضافہ ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوق فراواں کر دیا
پہلے جان پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا
مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ رہ کے جل گئے

اللہ والوں کی صحبت سے اعمال صالحہ کی توفیق اور گناہ سے اجتناب کا داعیہ نصیب ہو تا ہے اہل اللہ کی محبت سے ان کے اخلاق حسنہ اوراعمال صالحہ کے دواعی اور تقاضے ان کے طالبین کے دلوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْن (سورۃ التوبہ)

ترجمہ:۔ حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے۔

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

تقویٰ والی حیات اور نفس و شیطان کی غلامی سے محفوظ حیات جب عطا ہو گی کہ ہمارے خاص بندوں کی صحبت میں رہو۔

حدیث میں ہے اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ۔ آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے۔ ملّا علی قاریؒ نے اس حدیث کی شرح میں اسی آیت وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْن جو پیش کیا ہے اور امام غزالیؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔ لِاَنَّ الطِّبَاعَ مَجْبُوْلَۃٌ عَلَی التَّشَبُّہِ وَالْاِقْتِدَاءِ بَلِ الطَّبْعُ یَسْرِقُ مِنَ الطَّبْعِ مِنْ حَیْثُ لَا یَدْرِیْ۔ طبیعتیں ایک دوسرے کے اخلاق کو غیر شعوری طور جذب کر لیتی ہیں۔

جمال ہمنشیں در من اثر کرد

کیا خوب فرمایا ہے (حضرت) خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے حضرت تھانویؒ کی شان میں۔

نقش بتاں مٹایا دکھایا جمال حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو مرے دل بنا دیا
آہن کو سوز دل سے کیا نرم آپ نے
نا آشنائے درد کو بسمل بنا دیا
مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

(ملخصًا از کشکول معرفت ص396 تا 408)

نعت

نبی اکرم شفیع اعظم دکھے دلوں کا پیام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا نظر سے روپوش ہے کنارہ
نہیں کوئی ناخدا ہمارا خبر تو عالی مقام لے لو
قدم قدم پہ ہے خوف رہزن زمین بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن تم ہی محبت سے کام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
یہ کیسی منزل پہ آگے ہیں نہ کوئی اپنانہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو
یہ دل میں ارماں ہے اپنے طیب مزار اقدس پہ جا کے اک دن
سناؤں ان کومیں حال دل کا کہوں میں ان سے سلام لے لو

(از حکیم الاسلام حضرت مولانا حافظ قاری محمد طیب مرحوم نوّر اللہ مرقدہ)

(از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص ۴۴۴)

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کا شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں

نبوّت سے مشرّف گو سارے انبیاءؑ ہیں لیکن
نبوّت جس پر نازاں ہے وہ فخر الانبیاء تم ہوؐ

سلام بحضور خیر الانام ﷺ

الٰہی محبوب کل جہاں کو دل و جگر کا سلام پہنچے
نفَس نفَس کا درود پہنچے نظر نظر کا سلام پہنچے
بساط عالم کی وسعتوں سے جہانِ بالا کی رفعتوں سے
مَلک مَلک کا درود اترے بَشر بَشر کا سلام پہنچے
حضورؐ کی شام شام مہکے حضورؐ کی رات رات جاگے
ملائکہ کے حسین جلو میں سحر سحر کا سلا م پہنچے
زبان فطرت ہے اس پہ ناطق ببارگاہ نبی صادق
شجر شجر کا درود جائے حجر حجر کا سلام پہنچے
رسول رحمت کا بار احسان تمام خلقت کے دوش پے ہے
تو ایسے محسن کو بستی بستی نگر نگر کا سلام پہنچے
مِرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ میرے ہنر پر ہے ان کاسایہ
حضور خواجہ کو مِرے قلم کا مِرے ہنرکا سلام پہنچے
یہ التجا ہے کہ روز محشر گناہ گاروں پہ نظر ہو
شفیع امت کو ہم غریبوں کی چشم تر کا سلام پہنچے
نفیس: کی بس دعا یہی ہے فقیر کی اب صدا یہی ہے
سواد طیبہ میں رہنے والوں کو عمر بھر کا سلام پہنچے

(از شیخ المشائخ حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب الحسینی نوّراللہ مرقدہٗ)　　(از کتاب خصوصیات اسم محمدؐ ص445)

محبت کالازمی نتیجہ اتّباع ہے

آج میں عرض کرنا چاہتا ہوں (میں سے مراد شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ خطاب انہوں نے مؤرخہ 21جون1956ء کو کیا تھا) کہ محبت کالازمی نتیجہ اتّباع ہے انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کا بلا جبر واکراہ اتّباع کرتا ہے جس قدر محبت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر اتّباع زیادہ ہوتا ہے خوشی سے اتّباع محبت کا نتیجہ ہے محبوب کی ہر بات کا احترام کیا جاتا ہے۔اس کی دل پسند چیزوں کو عمل میں لایا جاتا ہے اس کے احکام کی تعمیل ضروری سمجھی جاتی ہے۔آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن (متفق علیہ)

سَید نا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اوراس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اَحَبُّ اسم تفضیل مذکّر کا صیغہ ہے اس سے بڑھ کر محبت کا کوئی درجہ نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ سے اس قسم کی محبت ہونی چاہیے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ کَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

(سورۃ بقرہ ع20 پ2)

ترجمہ: اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں

جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیے اور ایمان والوں کو تو اللہ سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اَشَدُّ اسم تفضیل مذکر کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ مطلب ہے کہ ایمانداروں کو اللہ تعالیٰ سے جو محبت ہے اس کے مقابلہ میں باقی کسی کی محبت نہیں ٹھہر سکتی محبت میں اَشَدْ ہونے کا ثبوت اتّباع رسول ﷺ سے ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات غیر مرئی ہے ہم نے اس کو نہیں دیکھا عام طور پر انسان غیر مرئی چیز سے براہ راست محبت نہیں کر سکتا اس سے محبت کے لیے مرئی نمونہ سامنے ہونا چاہیے حضور ﷺ اس قسم کا نمونہ ہیں۔ اس لیے فرمایا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (الایۃ) کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے تابعداری کرو تا کہ تم سے اللہ محبت کرے۔ (سورۃ آل عمران 4ع پ 3)

ہم حضور ﷺ کا اتباع کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اتباع محبت سے ہو گا حضور ﷺ کی محبت میں فنا ہونے سے اللہ کی محبت میں فنا ہونے کا درجہ حاصل ہو گا۔ اصل میں ہم محبت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے پیدا کرنا چاہتے ہیں حضور ﷺ کے اتباع میں بھی یہی جذبہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائیں۔ مُحِبّ اپنے محبوب کی ہر ادا پر فدا ہوتا ہے اور اس کی ہر خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً

ماں کو اپنے بچہ سے محبت ہوتی ہے اس محبت کی وجہ سے اس کے بس میں ہو تو وہ اس کی ہر خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جس طرح ایک جابر حاکم ایک بے بس محکوم سے اپنے ہر حکم کی تعمیل کرواتا ہے اسی طرح ماں سے بچہ ہر بات منوالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو حضور ﷺ سے اس قسم کی

محبت دل میں رکھنے کی توفیق عطا فرمائے حضور ﷺ سے ہم اس لیے محبت کریں گے کہ وہ رسول اللہ ہیں
میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ

گفتن و کردن فرقے دارد

یہ قالَ حال نہیں بنتا جب تک کامل کی صحبت نصیب نہ ہو کامل سے فیض حاصل کرنے کے لیے عقیدت، ادب اور اطاعت کی ضروت ہے۔

شیخ المشائخ حضرت زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کاملین میں سے تھے ایک دفعہ لنگر کا مال کشتی میں آ رہا تھا تو آپ کو کسی خادم نے آکر اطلاع دی کہ حضرت کشتی بھنور میں پھنس گئی ہے اور قریب الغرق ہے۔ فرمایا الحمدللہ، تھوڑی دیر بعد پھر کسی خادم نے عرض کی کشتی بھنور سے نکل کر صحیح سلامت کنارے پر پہنچ گئی آپ نے پھر فرمایا الحمدُللہ۔

کسی بے تکلف خادم نے عرض کیا کہ حضرت پہلی دفعہ تو اِنَّا لِلہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعون فرمانا چاہیے تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلہ فرمانا سمجھ میں نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ نہ میں نے پہلی دفعہ بھنور میں کشتی کے پھنس جانے پر الحمدُللہ کہا اور نہ دوسری دفعہ اس کے صحیح سلامت کنارے پر پہنچ جانے پر کہا میں نے ان دونوں صورتوں میں دیکھا کہ میرے دل کا جو تعلق اللہ کی ذات سے تھا اس میں خلل نہیں آیا میں نے اس نعمت پر دونوں دفعہ الحمدللہ کہا کہ اللہ تعالٰی نے میرے دل کو سازو سامان سے ہٹا کر اپنی محبت میں لگا رکھا ہے۔ یہ ہے ماسوا اللہ سے کٹ جانے کا نمونہ شیخ کامل کا عکس طالب صادق پر پڑتا ہے۔

حضرت زکریا ملتانیؒ کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے نے لنگر کا مال سارا اٹھوا دیا کسی خادم نے جب دریافت کیا تو فرمایا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو کامل تھے۔ ان کو اپنے نفس پر اعتماد تھا کہ وہ

سازوسامان میں نہیں پھنسے گا مجھے اپنے نفس پر اعتماد نہیں اس لیے اٹھوادیا ہے یہ کامل کا عکس ہے۔

گھڑا جب آوے میں ڈالا جاتا ہے تو پکتا ہے اسی طرح طالب صادق صحبت میں پکتا ہے لیکن کامل لاکھوں میں کوئی ہوتا ہے وہ نایاب نہیں کمیاب ضرور ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر رکھے ہوئے ہیں تصادم کے وقت پتہ چلتا ہے کہ کون سی چیز محبوب ہے اور کونسی چیز محبوب نہیں محبوب کو محبّ بحال رکھتا ہے اور غیر محبوب کو ہٹا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آنحضرت ﷺ سے ایسی محبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ان کے مقابلہ میں کسی کی محبت نہ ٹھہر سکے۔اٰمین یااِلٰہ العالمین (از مجلس ذکر حصّہ سوئم ص 151 تا 158)

ایمان کامل

یہ مجلس منعقد ہوئی 6 شوال 1375ھ مطابق 17 مئی 1956ء میں (سے مراد شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علی نوّر اللہ مرقدہٗ ہیں) ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ مجلس خوّاص کے لیے ہیں جن کا آپس میں اللہ اللہ کرنے میں اشتراک عمل ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اور آپ سب سے راضی ہو جائے۔ اور ہمیں دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچائے قیامت کے دن خونی رشتے کام نہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ (سورۃ عبس پ 30)

ترجمہ: اس دن آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہو گا جو اس کو اور طرف متوجہ ہونے نہ دے گا۔

دوسری جگہ فرمایا۔

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (سورۃ الزخرف ع6 پ25)

ترجمہ: تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے بجز پرہیز گاروں کے۔

اس دن رشتہ داری کی وجہ سے نہیں بلکہ رضائے الٰہی کی بنا پر جو تعلق ہو گا وہ کام آئے گا دنیا میں سب طمع کے یار ہیں۔ بے طمع کا یار فقط اللہ تعالیٰ ہے ہم نے اس کو کچھ نہیں دیا اور وہ ہم کو بے انتہا نعمتیں دیتا ہے۔ اس کے بعد (سَید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین) آنحضرت ﷺ بے طمع کے یار ہیں کہ جب تک ایک بھی کلمہ گو جہنم میں ہو گا اپنے مقام محمود پر چین سے تشریف نہ رکھیں گے۔ ان دونوں کے بعد اللہ والوں کو بے طمع کا یار دیکھا اپنے دونوں مربّیوں اور دوسرے اولیاء کرام کے ہاں یہی دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے طمع نہیں رکھتے ایک معزز شریف گھرانے کی عورت جو دراصل سِندھ کی رہنے والی تھی اور وہ کسی ضرورت کے بنا پر اجمیر شریف گئی ہوئی تھی وہاں سے اس نے ایک شخص کو حضرت امروٹیؒ کی خدمت میں بھیج کر درخواست کی کہ میں حاضر نہیں ہو سکتی آپ مجھے اللہ کا نام سکھانے کے لیے تشریف لایئے۔ حضرت وہاں تشریف لے گئے۔

میں نے حضرت امروٹیؒ کی خدمت میں کبھی ایک پیسہ نذرانہ پیش نہیں کیا اس لیے کچھ ہوتا ہی نہ تھا جب اللہ تعالیٰ کہیں سے 25 روپے بھیج دیتے تو ان کی خدمت میں پہنچ جاتا تھا وہ پھولے نہ سماتے اور فرماتے میرا بیٹا آگیا ہماری امّاں کو کہلا بھیجتے کہ احمد علی آیا ہے گیہوں کی روٹی پکا کر بھیجو مکھن بھیجو شہد بھیجو وہ سیّد اور میں امّتی۔ یہ محبت کیوں تھی اس لیے کہ میں لاہور سے اللہ کا نام سیکھنے جاتا تھا ایک دفعہ مکہ معظمہ سے کسی نے ایک چوغہ تحفہ بھیجا تھا میں نے اسے کھول کر بھی نہ دیکھا وہ لے جا کر حضرتؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اب ان کی محبت یاد آتی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب ایران فتح ہوا تو وہاں سے کچھ شہزادیاں مال غنیمت میں آئیں آپؓ نے وہ شہزادیاں سیدنا حضرت امام حسنؓ اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے حضور میں بھجوادیں اور فرمایا کہ یہ شہزادیاں شہزادوں کے ہی لائق ہیں خیر یہ تو تمہید ہی تھی میری آج کی تقریر کا عنوان ہے ایمان کامل۔ آنحضرت ﷺ نے ایمان کامل کی پہچان کرائی ہے۔

آپ ﷺ ارشاد ملاحظہ ہو

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِاسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے بغض رکھا اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے دینے سے ہاتھ روکا پس تحقیق اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو جب تک زندہ رکھے قرآن مجید پر عمل کرنے اور حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا سے ایمان کامل سے اٹھائے۔ اٰمین یااِلٰہ العالمین

اُحِبُّ الصَّالِحِیْن وَلَسْتُ مِنْھُمْ
لَعَلَّ اللّٰہُ یَرْزُقُنِی صَلَاحَا

پہلی علامت ایمان کامل کی

ایمان کامل والوں کو کسی سے کوئی طمع نہیں ہوتی کسی سے دوستی ہے تو اللہ کے لیے ذاتی غرض کوئی نہیں ہوتی۔ مثلاً کوئی رشتہ دار بے نماز ہے تو وہ اس سے اس لیے نہیں ملتے کہ وہ اللہ کا نافرمان ہے اگر وہ آج

اللہ کا فرمانبر دار بن جائے بُرائیاں چھوڑ دے اور نماز پڑھنے لگے تو وہ اس سے ملنے کے لیے تیار ہیں وہ کسی کو کچھ دیتے ہیں تو اللہ کے لیے دنیا کی واہ واہ اور نام و نمود پیش نظر نہیں ہوتی۔

نام و نمود ریاء ہے اور ریاء کو حضورؐ نے شرک اصغر (چھوٹا شرک) فرمایا ہے شیطان ایسا لعین ہے کہ وہ عمل صالح کو برباد کرنے کے لیے اس میں ریاء کا زہر ملا دیتا ہے۔ اخلاص ہو تو عبادت قبول ہوتی ہے اخلاص یہ ہے کہ اے اللہ تیرے لیے ہے اور غیر اللہ کے لیے نہیں ہے غیر اللہ کی نفی بھی ضروری ہے۔

دوسری علامت ایمان کامل کی

دوسری علامت کا ذکر حضور ﷺ کے اس ارشاد میں ہے۔

عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی یَکُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ (رواہ فی شرح السنۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔

یہاں بھی ایمان کامل کا ذکر ہے نہ کسی رسم و رواج اور برادری کی پرواہ ہو جو اللہ اور حضورؐ کی طرف سے آئے وہی محبوب، مقصود اور مطلوب ہو۔

یہ قاعدہ کلّیہ ہے کہ اس میں کوئی استثناء نہیں کہ انسان جس فن میں کمال حاصل کرنا چاہے اس فن کے کامل کی صحبت اختیار کرنی پڑے گی ادھر بھی یہی قاعدہ ہے

بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد — گفتن و کردن فرقے دارد

جب تک صحبت نہ ہو رنگ نہیں چڑھتا۔ اور قال حال نہیں بنتا۔ کسی نے کہا ہے

آنچہ از دل می خیزد　　　　　بر دل می ریزد

صحبت سے عقیدت، ادب اور اطاعت کے لحاظ سے فائدہ ہوتا ہے کامل گھول کر نہیں پلاتے وہ دل ہی دل میں کچھ ڈال دیتے ہیں۔ اوّل تو اولیاء اللہ کا ملنا مشکل ہے اگر مل جائیں تو ان سے ہر شخص فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ شعر

تہدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

عقیدت، ادن اور اطاعت ہو تو فیض ہوتا ہے۔ ورنہ

بے ادب محروم ماند از فضل ربّ

یہ سبق ہے علامتیں میں نے عرض کر دی ہیں۔ دیکھا کیجئے کہ ہم قرآن کا اِتّباع کرتے ہیں یا برادری محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا سے ایمان کامل کے ساتھ اٹھائے۔ اٰمین یٰارَبّ العالمین

(مجلس منعقدہ 13 شوال المکرم 1375ھ مطابق 24 مئی 1956ء)

دنیا میں مؤمن کو کس طرح رہنا چاہیے؟

میں (سے مراد شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علی لاہوری نوّر اللہ مرقدہٗ ہیں) آپ سے ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس ان احباب کے لیے ہے جن کا اللہ اللہ کرنے کا تعلق مجھ سے ہے ان احباب کی تعلیم وتربیت کے لیے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔

سرکاری مدارس میں نہ تعلیم ہوتی ہے نہ تربیت دینی مدارس میں تعلیم تو ہوتی ہے مگر تربیت نہیں ہوتی تعلیم سے ایک چیز سمجھ میں آجاتی ہے لیکن عملی رنگ نہیں چڑھتا تربیت سے قال حال بن جاتا ہے خطبہ جمعہ اور صبح کے درس میں قرآن مجید کی تعلیم ہوتی ہے اس مجلس میں جو کچھ عرض کرتا ہوں وہ اس جماعت کی

باطن کی اصلاح کے لیے مفید ہوتا ہے۔ بیعت لینے والے اور کرنے والے دونوں کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے بیعت لینے والے کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے پوچھ بیٹھے کہ میں نے اتنے بندوں کو جو تیرے دامن سے وابستہ کر دیا تھا تو نے ان کی کیا رہنمائی کی تو اپنے بچاؤ کے لیے کوئی تسلی بخش جواب دے سکے۔ اسی طرح بیعت کرنے والے کو بھی اگر قیامت کے دن پوچھا جائے کہ میں نے اپنے فلاں بندے سے جو تجھ کو وابستہ کر دیا تھا اس نے جو تیری رہنمائی کی تھی اس پر عمل کیا تھا تو اپنی صفائی دے سکے۔

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے دنیا میں مؤمن کو کس طرح رہنا چاہیے یہ ایک مستقل نظریہ ہے کہ مؤمن کو دنیا میں کس طرح رہنا چاہیے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۞ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ م بِالْعِبَادِ ۞ (سورۃ آل عمران ع2 پ3)

ترجمہ: لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے کہہ دے کیا میں تمہیں اس سے بہتر بتاؤں پرہیزگاروں کے لیے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاک عورتیں ہیں اور اللہ کی رضامندی ہے اور اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

فرماتے ہیں انسان کو خواہشات بڑی پیاری ہوتی ہے سب سے پہلے بیوی کا نام لیتے ہیں ۔ پھر بیٹے بڑے پیارے۔ بیوی بچے کو پہلے ہی تیار رکھتی ہے دفتر سے بابو صاحب آئے اور بچے کو سیر کرانے کے لیے باغ میں لے گئے عصر کی نماز بھی گئی بعض روایات میں عورتوں کو حبائل الشیاطین کہا گیا ہے جس طرح بھینسے کے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے تو وہ کہیں نہیں جا سکتا اسی طرح بیوی کا رسہ گلے میں ڈالا جائے تو وہ محبوب ہو جاتی ہے اور ماں روتی رہتی ہے بعض مائیں میرے پاس روتی ہوئی آتی ہیں ابھی چند دن ہوئے ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا خاوند عیّاش ہے میرے پانچ لڑکے ہیں سب سے بڑا لڑکا ہزار روپیہ تنخواہ پاتا تھا اب چھ سات مہینے ہوئے وہ بدبخت مر گیا ہے باقی چار بھی معقول تنخوائیں لیتے ہیں لیکن میں ان کی کمائی سے ایک پیسہ کی بھی روادار نہیں۔ میں نے ان پانچوں کو محنت مزدوری کر کے پڑھایا جب بڑے لڑکے سے کچھ مانگتی تھی تو وہ جواب دیتا کہ میں کچھ نہیں دوں گا میری بیوی دیتی ہے تو لے لو اگر کبھی اپنی محنت مزدوری کا ذکر کرتی ہوں تو سب یہی جواب دیتے ہیں کہ مائیں ایسا کرتی ہی ہیں تم نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ میں نے کہا صبر کرو پہلے بیٹوں کے لیے محنت مزدوری کرتی تھی اب اپنے لیے کر لو۔ اگر مرد مر جائے تو عورت اولاد کو کسی نہ کسی طرح خوش رکھتی ہے لیکن اگر عورت مر جائے تو مرد اولاد کو خوش نہیں رکھ سکتا۔

بیوی بچے بڑے پیارے ہوتے ہیں ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے آگے فرمایا کہ سونے چاندی کے ڈھیر بھی بڑے پیارے ہوتے ہیں آج کل تو موٹریں ہیں لیکن پہلے زمانہ میں سواری کے لیے گھوڑے ہوتے تھے اس لیے گھوڑوں کا بھی ذکر فرمایا۔ دودھ پینے کے لیے گائے بھینس چاہیے ان کے لیے کھیتی باڑی چاہیے۔ کھیتی کے لیے بیل چاہیے یہ سب انسان کی مرغوب طبع چیزیں ہیں ان سب کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَاط وَاللہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ

ترجمہ: یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔

یہ سب دنیا کا سازوسامان ہے اللہ کے ہاں بہتر بازگشت ہے بیوی اولاد اور برادری سب طمع کے یار ہیں بیوی کو کما کر دیتے جایئے تو خوش اگر نہ دیں تو مُنہ سُجالے گی بچے کو پیسے نہ دیں تو پھر دیکھئے کیا کرتا ہے روئے گا دولتیاں چلائیگا۔ اُوْصِیْ نفسی اَوَّلاً وَّ اِیَّاکُمْ بعدہ۔ پہلے اپنے نفس سے پھر آپ سے کہتا ہوں کہ ہمیں سمجھایا جارہا ہے کہ ان سب چیزوں کو مقصود بالذات نہ بنانا مقصود بالذات فقط اللہ کی ذات پاک ہو ٹھیک ہے بیوی چاہیے تاکہ خود روٹی پکانی نہ پڑے اور نماز میں ہرج واقع نہ ہو اولاد کی اس لیے خواہش ہونی چاہیے کہ ہمارے مرنے کے بعد دعاء مغفرت کرتے رہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اب آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان ملاحظہ ہو

عن ابن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ببعض جَسَدِیْ فقال کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اوعَابِرِ سَبِیْلٍ وَعُدْ نَفْسَکَ فی اَھْلِ الْقُبُوْرِ

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میرے جسم کے کسی حصہ کو پکڑا پھر فرمایا دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو مسافر ہے اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کر۔

اسباب دنیا بے شک بہم پہنچایئے لیکن یہی سمجھا جائے کہ ہم مسافر ہیں اسباب دنیا مقصود بالذات نہیں یہ سب کچھ یہیں چھوڑ کر جانا ہے۔ یہ تو حضورؐ کا ارشاد ہے اب اس کا نمونہ (سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) خود بن کر دکھاتے ہیں۔

عن ابن مسعودٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِہٖ فَقال اِبْن

مسعودٍ رضی اللہ عنہ یارَسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَّبْسُط لَک وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا وَمَااَنَا وَالدُّنْیَااِلَّا کَرَاکِبٍ نِاسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا

(کتاب الرّقاق مشکوٰۃ۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ: ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بوریے پر سوئے۔ سو کر اٹھے تو آپؐ کے جسم مبارک پر بوریے کے نشان تھے ابن مسعودؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! اگر آپؐ ہم کو حکم دیتے تو ہم آپ کے لیے بستر ہ بنادیتے اور آپؐ کے لیے آرام کے اسباب مہیّا کر دیتے آپؐ نے فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا مطلب میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی سوار کسی درخت کے نیچے ٹھہر کر سایہ سے فائدہ اٹھائے اور پھر چل دے اور درخت کو اپنی جگہ چھوڑ جائے۔

سب کچھ ہو لیکن دل میں خدا کے سوا کچھ نہ ہو۔

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
گرچہ غرق بدر یاست خشک پر بر خاست

میں نے پہلے قرآن مجید اور پھر احادیث عرض کیں قرآن مجید اصل ہے حدیث شریف میں اس کی تفصیل ہوتی ہے مقصود بالذات فقط اللہ کی ذات ہو جو چیز بھی اللہ کے نام سے ٹکرائے اس کو اڑا دیا جائے۔ مقصود اور غیر مقصود میں یہی فرق ہوتا ہے کہ تصادم کے وقت مقصود کو بحال رکھا جاتا ہے مثلاً گھر میں بیوی اور نوکرانی کی اگر ٹکر ہو تو نوکرانی کو نکال دیا جاتا ہے بیوی کو کوئی نہیں نکالتا۔ اب دیکھئے ساری دنیا کس طرح اللہ کے مقابلہ میں اڑتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ط اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ (سورۃ المجادلۃ ع3 پ28)

ترجمہ: آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اوران لوگوں سے بھی دوستی رکھتی ہو جو اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوں گووہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔

جن کو اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے وہ باپ کو چھوڑ دیتے ہیں مگر اللہ کو نہیں چھوڑتے اسی طرح بیٹوں ،بھائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں مگر اللہ کو ناراض نہیں کرتے جو باپ بیٹوں اور بھائیوں کو چھوڑ سکتا ہے اس کے لیے بیوی کو چھوڑنا مشکل نہیں۔وہ تو ہے ہی خیر چار بیویاں اور سولہ بیٹے ہوں اور وہ اللہ سے نہیں ٹکراتے تو ان سے ہماری نبھ جائے گی ۔فھو المراد۔ لیکن اگر ایک ہی بیوی ہو اور وہ اللہ سے ٹکرائے تو اس کو بھی اڑا دیا جائیگا ۔بیوی،اولاد اور برادری کئی کام خلاف شرع کرالیتی ہے اس آئینہ میں مسلمان کا منہ دیکھیئے۔اکثریت اسباب دنیا کو مقصود بنائے بیٹھی ہے قرآن کی تعلیم اوراللہ والوں کی صحبت سے ہو۔تو پھر اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کی پروا نہیں رہتی۔ قرآن کی تعلیم سے جرأت ایمانی پیدا ہوتی ہے۔دل ہے زمین، کلمہ طیبہ ہے بیج، چشمۂ آب حیات ہے قرآن۔ہادی ہے پانی دینے والا۔یہ نسخہ ہے اس سے یقیناً شفا ہو جائے گی۔

حاصل

یہ نکلا کہ مؤمن کو دنیا میں اس طرح رہنا چاہیے کہ اللہ کی رضاء مقصود ہو۔اس کے حاصل کرنے کے ذرائع کتاب وسنّت ہیں اللہ تعالیٰ ان ذرائع سے مجھے اورآپ کو فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ قرآن کی تعلیم اور صحبت سے ایمان میں قوّت پیدا ہو جاتی ہے صحبت کے متعلق اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ

یہ وہ ہیں جو رات دن یاد الٰہی میں شاغل رہتے ہیں ان کی زندگی بھی محمود اور موت بھی محمود۔اگر اللہ تعالیٰ کی

رضا کو مقصود بالذات نہ بنایا تو پھر دنیا میں بے چینی اور آخرت میں عذاب ہو گا۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى (الایۃ) (سورۃ طٰہٰ ع7 پ16)

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ (اٰمین یارب العالمین) (مجلس منعقدہ 20 شوال المکرم 1375ھ مطابق 31 مئی 1956ء)

فرائض عبدیّت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ ؕ

آپ اپنے پرودگار کی عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ آپ کو پیغام موت آجائے۔

انسان پر بندۂ خدا ہونے کی وجہ سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ سب عبدیت کے دائرہ میں آتی ہیں ذمہ داریوں سے میری مراد فرائض ہیں۔

عبدیت کی ذمہ داریاں دو قسم کی ہیں۔

(۱) وہ جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے مثلاً کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔

(۲) وہ جن کا تعلق مخلوق خدا سے ہے مؤمن ان ذمہ داریوں کو بھی خدا کا حکم سمجھ کر نبھاتا ہے۔ اس پر کوئی ایسی ذمہ داری نہیں جو خدا کی طرف سے عائد نہ کی گئی ہو وہ سب ذمہ داریاں اللہ کے لیے نبھاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (سورۃ البقرۃ ع10 پ1)

اور ماں باپ سے حُسن سلوک کرنا۔

والدین اگر کافر بھی ہوں تو ان سے حسن سلوک کا حکم ہے۔ سورۃ لقمان رکوع نمبر 2 پارہ 21 میں فرماتے ہیں۔
وَاِنْ جَاهَدَاکَ عَلٰى اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ ط فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا (الایۃ)

اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو تم ان دونوں کا کہنا نہ مانو اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہو۔

ہم کافر والدین کی بھی خدمت اس لیے کریں گے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ رشتہ داروں سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَاٰتِ ذَی الْقُرْبٰی حَقَّهٗ۔ (سورۃ بنی اسرائیل 3ع 15پ) اور قرابت والوں کو ان کے حق دے دو۔ رشتہ داروں سے ہم اس لیے حسن سلوک کریں گے کہ اللہ کا حکم ہے برادری کی اس لیے خدمت کریں گے کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم ہے۔ یہ تو قرآن ہے۔

آنحضرت ﷺ کے ارشادات قرآن کی تفسیر ہوتے ہیں وہ بھی سنیے۔ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رِحْمُهٗ وَصَلَهَا۔
ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو بدلہ دینے والا ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو توڑنے والے سے جوڑے۔

اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ماتحت ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے ہاں شادی پر ان کو بلائیں جو ہم کو نہیں بلاتے۔ لیکن اس موقعہ پر قرآن مجید کا یہ حکم بھی پیش نظر رہے۔ لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ط وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰهُ اللّٰهُ ط (سورۃ الطلاق 1ع 28پ)

چاہیے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔ اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو پس چاہیے

کہ وہ جتنا اس کو اللہ نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔

اگر دال روٹی کھلا سکتا ہے تو ضروری نہیں کہ گوشت روٹی کھلائے ماں، باپ، بیوی اولاد اور رشتہ داروں کے ساتھ معاملہ اللہ کی رضا کے ماتحت کرنا بھی عبدیت میں آئے گا۔ یہ خیال نہیں ہونا چاہیے کہ خدمت کا کچھ معاوضہ بھی ملتا ہے یا نہیں۔ ہمیں تو اپنی ذمہ داریاں نبھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو (اور سیاہ کار راقم الحروف کو اپنے تمام احباء واقرباء کے) اپنی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین یاالہ العالمین

یہ اللہ والوں کی زندگی ہے۔۔ اس کے مقابلہ میں دنیادارانہ زندگی یہ ہے کہ جو کوئی ان سے بولتا ہے اس سے بولتے ہیں جو نہیں بولتے وہ ان سے نہیں بولتے۔ انسان کے بے شمار دشمن ہیں جو اس کو اللہ کے دروازہ سے دور ہٹانے کے لیے ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں ان میں سے دو دشمن تو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں۔

(۱) نفس۔ اَفَرَأَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاه۔

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ یہ نفس ہے۔

(۲) شیطان۔ قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغۡوِیَنَّهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ۞ اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ

(سورۃ ص 5ع 23پ)

شیطان نے کہا۔ پس تیری عزّت کی قسم ہے کہ میں سب کو ضرور گمراہ کردوں گا مگر ان میں سے آپ کے مخلص بندے۔

یہ شیطان ہے جو ہمیں گمراہ کرنے کا ٹھیکہ لے کر آیا ہے جب تک ہم ان دونوں دشمنوں کو نہ پچھاڑیں گے دین کا رنگ نہیں چڑھ سکتا۔ ہم میں سے کئی ہیں جنہوں نے نفس کو خدا کا درجہ دے رکھا ہے اکثریت شیطان

کے پنجے میں آئی ہوئی ہے۔ان دونوں دشمنوں کو پچھاڑنے کے لیے کامل کی صحبت ضروری ہے عقیدت ادب اوراطاعت کے ذریعہ کامل تعلق ہو تو رنگ چڑھتا۔طالب صادق عاشق اور شیخ کامل معشوق ہوتا ہے طالبِ شیخ کی ہر ادا پر فریفتہ ہوتا ہے۔ حضرت امروٹی رحمہ اللہ علیہ جو شجرہ میں بائیں طرف ہیں ۔ان کا ایک زمیندار خادم تھا جس نے لنگر کے لیے کچھ زمین کی رجسٹری کرا کر قبضہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیا۔اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء نے حضرت سے عرض کی کہ آپ ہمیں زمین واپس کر دیں حضرت اندر تشریف لے گئے اندر سے رجسٹری اور دیا سلائی لائے اوران کے سامنے رجسٹری کو آگ لگا کر فرمایا جاؤ لے جاؤ یہی میر اقبضہ تھا۔زمیندار چپّہ چپّہ زمین پر لڑتے ہیں۔

والدین سے بھی زیادہ شیخ پیارا ہوتا ہے والدین تو عرش سے فرش پر لاڈالتے ہیں پہلے ہم عالم ملکوت میں تھے والدین ہمارے اس عالم ناسوت میں آنے کا سبب بنے حدیث شریف میں آتا ہے کہ حاملہ ہونے کے چار ماہ ماں کے پیٹ میں جب بچہ کی ساخت مکمل ہو جاتی ہے تو آسمان سے لا کر اس میں روح ڈال دیجاتی ہے شیخ کامل فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیتا ہے۔عبدیت کی ذمہ داریاں نبھانا فرض عین ہے ان میں بعض کا اللہ تعالیٰ اور بعض کا آنحضرت ﷺ سے تعلق ہے۔اس میں ایک شق بڑھا گیا ہوں کہ جو ہم سے توڑے گا ہم اس سے جوڑیں گے۔ورنہ برادری تو ایسی ہوتی ہے کہ ان کو اپنی رانوں کے گوشت کے کباب بھی بنا کر کھلائیں تو یہ راضی نہ ہو گی کوئی کہے گا نمک کم ہے کوئی کہے گا مرچ زیادہ ہے۔اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ کر جنت میں بھیجنے لگے تو کوئی جنت میں نہ جائے گا۔حضرات انبیاء علیہم السلام اوراولیائے کرام کی برادریاں ہی سب سے پہلے ان کی دشمن ہوتی ہیں۔نفسانیت مر جائے اور شیطان گر جائے تو سینہ میں ہدایت کا نور آتا ہے قوت ایمانی سے ان دونوں دشمنوں پر قابو پایا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے اورآپ کو مرتے دم تک

فرائض عبدیت نبھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اٰمین یااله العالمین۔ (ملخصاً مجلس ذکر حصہ سوئم ص۱۰۱تا۱۳۱)

ذکر سے کیا مراد ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْلِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۞

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فَاذْكُرُوْنِیْ کی تفسیر بالْاِطَاعَةِ سے فرمائی اوراَذْكُرْكُمْ کی تفسیر بِالْعِنَایَةِ سے فرمائی۔ یعنی تم ہم کو یاد کرو اطاعت سے ہم نہیں یاد رکھیں گے عنایت سے۔

(تفسیر بیان القرآن:1/86البقرہ152)

اس تفسیر سے یہ اشکال حل ہو جاتا ہے کہ کیا نعوذ باللہ حق تعالیٰ مخلوق کو بھول جاتے ہیں جبکہ ان کے لیے نسیان محال ہے پس اللہ تعالیٰ مجرمین کو بھی یاد رکھتے ہیں مگر عتاب کے ساتھ اور مقبولین کو یاد رکھتے ہیں عنایت کے ساتھ۔

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فَاذْكُرُوْنِیْ بِالطَّاعَةِ قَلْبًا وَقَالَبًا فَیَعُمَّ الذِّكْرُ بِاللِّسَانِ وَالْقَلْبِ وَالْجَوَارِحِ

(فَالْاَوَّلُ)اَلذِّكْرُ بِاللِّسَانِ اَلْحَمْدُ وَالتَّسْبِیحُ وَالتَّحْمِیْدُ وَقِرَاءَتُهٗ كِتَابِ اللہ تعالیٰ

(وَالثَّانِیْ)اَلْفِكْرُ فِی الدَّلَائِلِ الدَّالَةِ عَلَی التَّكَالِیْفِ وَالْوَعْدُ وَالْوَعِیْدِ وَفِی الصَّفَاتِ الْاِلٰهِیَّةِ وَالْاَسْرَارِ الرَّبَّانِیَّةِ

(وَالثَّالِثُ)اِسْتِغْرَاقُ الْجَوَارِحِ فِی الْاَعْمَالِ اَلْمَامُوْرِ بِهَا خَالِیَةً عَنِ الْاَعْمَالِ الْمُنْتَهِیّ عَنْهَا وَلِكُوْنِ الصَّلٰوةِ مُشْتَمِلَةٌ علی هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ سَمَّاهَا اللہ تعالیٰ ذِكْرًا فِی قَوْلِهٖ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللہِ وَقَالَ:اَهْلُ الْحَقِیْقَةِ حَقِیْقَةُ ذِكْرِ اللہِ تعالیٰ اَنْ یُّنْسٰی كُلُّ شَیْءٍ سِوَاهُ

(روح المعانی 19/2، البقرہ 151، داراحیاء التراث بیروت)

تم لوگ مجھ کو یاد کرو اطاعت سے یعنی قلب سے اور قالب سے بھی پس ذکر عام ہے خواہ زبان سے ہو یا قلب سے ہو یا جوارح سے۔

(فالاول) پس اوّل ذکر لسانی ہے جو شامل ہے تسبیح و تحمید و قراءت کلام اللہ وغیرہ پر۔

(والثانی) اور ثانی اللہ کی مخلوق میں غور و فکر کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اور ان کی ربوبیّت کے اسرار منکشف ہوں۔

(والثالث) اور تیسرا یہ کہ اپنے اعضاء سے اللہ تعالیٰ کے احکام بجالائے اور انکو نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ پس اللہ کا ذکر ان تینوں قسموں پر شامل ہے اہل حقیقت نے بیان فرمایا ہے کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو جائے اور ماسوی اللہ کی محبت مغلوب ہو کر کالعدم ہو جائے خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بصری بزم میں تنہا نظر آئے

اسی حقیقت کا نام تبتل شرعی ہے جیسا کہ بیان القرآن میں تحریر ہے کہ تبتّل نام ہے تعلق مع اللہ کا تعلق ماسوی اللہ پر غالب ہو جانا نہ کہ ترکِ تعلقات ضروریہ کا جیسا کہ جوگیان ہند اور جہلائے صوفیا نے سمجھا ہے۔

نوٹ: اسی حقیقت کا نام وحدت الوجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد غالب رہے اور ماسوی اللہ مغلوب رہے اور کالمعدوم رہے نہ کہ عدم حقیقی مراد ہے جیسا کہ گمان اہل جہل کا ہے انکی مثال دنیا میں آفتاب کے سامنے ستاروں کا وجود ہے جو کالعدم تو ہے لیکن حقیقتاً معدوم نہیں چنانچہ شب میں ستاروں کا پھر ظہور ہوتا ہے۔

ایک بزرگ کی حکایت

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ جب حق تعالیٰ مجھ کو یاد فرماتے ہیں تو مجھ کو پتہ چل جاتا ہے تو خادم نے عرض کیا کہ کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟ فرمایا کہ قرآن کے وعدہ اَذْکُرْ کُمْ پر میرا ایمان ہے چوں کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس وقت یاد کر رہا ہوں تو وعدہ قرآن کے مطابق کہ اللہ بھی ہم کو یاد فرما رہے ہیں۔ احقر کا شعر ہے

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

ذکر قلبی کا ایک خاص انعام

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بخاری و مسلم کی روایت سے یہ حدیث قدسی نقل کرتے ہیں۔

مَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَمَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْ مَّلَئِہٖ

(صحیح ابن حبان:2/ص35تا36(328)باب ماجاء فی الطاعات وثوابھا)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں۔

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مسلم کی روایت ذَکَرَھُمُ اللہُ فِیْمَنْ عندہٗ کی شرح میں فرماتے ہیں۔ أَیْ مُبَاھَاۃً وَّ اِفْتِخَارًا بِھِمْ بِالثَّنَاءِ الْجَمِیْلِ عَلَیْھِمْ وَبِوَعْدِ الْجَزَاءِ الْجَزِیْلِ لَھُمْ عِنْدَ الْمَلَائِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَاَرْوَاحِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔

(مرقاۃ المصابیح جلد5ص137(2261)باب ذکر اللہ عزّوجل والتقرب الیہ)

جماعت کے ذکر کرنے والوں کے بارے میں حدیث مذکور کی شرح یہ ہے کہ ایسے بندوں کا ذکر اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین اور اوراح انبیاء کے سامنے بطور مباحات اور فخر کے ثنائے جمیل اور وعدہ جزائے جزیل کے ساتھ

فرماتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ذکر پر کوئی انعام موعود نہ ہوتا تو یہی انعام کافی تھا کہ غلاموں کو مولیٰ یاد فرمائیں یہ مالک کا کتنا بڑا اکرم ہے پھر اس کے ہوتے ہوئے ذکر میں کسی اور ثمرہ کی تلاش سالک کو نہ ہونی چاہیے

ھٰذِہ ثمرۃٌ اُصلِیَّۃٌ لِلذِ کرلَوْ اسْتحضَرَھا لَا یَتَشَوَّشُ اَبَدًا

اگر ذاکر اصلی ثمرہ کو مستحضر رکھے تو کبھی تشویش میں مبتلا نہ ہو گا۔ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے۔

اس کا مزہ رئیس القرآء سیّدنا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوچھو۔

وعن انس رضی اللہ عنہ قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِاُبیّ بن کعب: اِنَّ اللہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَیْکَ الْقرآنَ قَال: اللہُ سَمَّانِیْ لَکَ؟ قَالَ نَعَمْ قَال وَقَدْ ذُکِرْتُ عندرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ؟ قَالَ نَعَمْ قال فَذَرَفَتْ عَیْنَاہُ

(مسند احمد بن حنبل 21/16(13286)مؤسسۃ الرسالۃ)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے رئیس القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے اوپر قرآن کی تلاوت کروں (وفی روایۃٍ سورۃ بیّنہ کی تلاوت کروں کیوں کہ حضرت ابی بن کعبؓ علماء یہود میں سے تھے اور سورہ بیّنہ میں اہل کتاب کا قصہ ہے) حضرت ابی بن کعبؓ نے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے پھر عرض کیا کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذکر کیا گیا ہوں ؟(حضرت ابی بن کعبؓ کا یہ پوچھنا استعجاباً تھا یا استلذاذاً تھا کذا فی المرقاۃ) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں یہ سن کر ان کی آنکھیں بہہ پڑیں یعنی اشکبار ہو گئیں۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آنسو بوجہ سرور وفرح کے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا یا اس خوف سے تھے اس عظیم نعمت کے شکر سے میں عاجز ہوں اور اس نعمت کے ساتھ ان کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ انہوں نے حفظ قرآں میں اور اس کی تجوید میں محبت شاقہ برداشت کر کے اس درجہ کمال حاصل کر لیا تھا کہ حضور ﷺ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ أَقْرَأُكُمْ أُبَیّ یعنی تم میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعبؓ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس سے امّت مسلمہ کو یہ تعلیم دینی ہے کہ لوگ ان سے رسم تلاوت سیکھیں جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اخذ فرمایا تھا اور اسی طرح سلف سے خلف اخذ کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعبؓ سے بہت سے تابعین رحمہم اللہ نے رسم قرأت کو اخذ کیا۔

ذکر کو شکر پر مقدم کرنے کی حکمت

ذکر کو شکر پر مقدم کرنے میں کیا حکمت ہے؟ علّامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا قَدَّمَ الذِّکْرَ عَلَی الشُّکْرِ لِأَنَّ فِی الذِّکْرِ اشتغالاً بِذَاتِهٖ تعالیٰ وَفِی الشُّکْرِ اِشتغَالا بِنِعْمَتِهٖ والا شتَغَالُ بِذَاتِهٖ تعالیٰ أُوْلٰی مِنَ الا شتغالِ بِنِعْمَتِهٖ (روح المعانی 2/19 البقرہ(152)

فَاذْكُرُوْنِیْ کے بعد اللہ تعالیٰ نے وَاشْکُرُوْالِیْ نازل فرما کر اپنے ذکر کو مقدم فرمادیا جس کی وجہ علّامہ آلوسیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ذکر کا حاصل اللہ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور شکر کا حاصل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں مشغول ہوتا ہے پس ظاہر ہے کہ منعم کے ساتھ مشغولی نعمتوں کی مشغولی سے افضل واہم ہے۔

بسودائے جاناں زجاں مشتغل
بذکر حبیب ازجہاں مشتغل
بیاد حق ازخلق گریختہ

چناں مست ساقی کہ مے ریختہ

محبوب حقیقی کی یاد میں وہ مزہ آیا کہ اپنی جان سے بے پرواہ ہوگئے اور سارے جہاں سے بھی حق تعالیٰ کی یاد میں مخلوق سے کنارہ کش ہیں۔اور ساقی پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ جام مے ہاتھ سے گر گیا یعنی منعم کی یاد کے غلبہ سے نعمتوں کی طرف التفات سے ذھول ہوگیا۔

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستان میں
رہے تو ساتھ تو صحراء میں گلشن کا مزہ پاؤں
(عرفان محبت)

تمہاری یاد کی لذّت پہ یہ دونوں جہاں قرباں
تیری مانند تیرے نام کی لذّت ہے لاثانی
ہر وادی ویراں میں گلستان نظر آیا
قرباں میں تیرے نام کی لذّت پہ خدایا
(اختر)

مجلس ذکر کے فوائد

سَیدنا حضرت ابوہریرہؓ اور سَیدنا حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ۔کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنے پاس والوں میں کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم:2/345باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن و علی الذکر)

خَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وہ فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں جو اہل ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں اس طرح سے ذاکرین کو فرشتوں کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے اوراس صحبت کی برکت سے فرشتوں کا ذوق طاعت وذوق تسبیح و تحمید اور ذوق تقرب الی اللہ اور تقدس اخلاقیات ذاکرین کے نفوس میں منتقل ہو سکتا ہے خاکی مخلوق کو نوری مخلوق کی یہ مصاحبت مجلس ذکر کا انعام عظیم ہیں۔ غَشِيَتهمُ الرَّحمَةُ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ذاکرین کو پیار کر لیتی ہے جس طرح ماں غلبۂ شفقت ور حمت سے بچے کو گود میں لیکر سینے سے لگا کر دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیتی ہے جبکہ وہ ایک سے بھی بچہ کو پکڑ سکتی ہے لیکن دونوں ہاتھ سے ڈھانپ کر اپنا سر اور گردن جھکا کر بچے کو بالکل ڈھانپ لیتی ہے جو تقاضائے رحمت مادر کی سراپا تصویر ہوتی ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مادراں را مہر من آمو ختم
چوں بود شمع کہ من آفر و ختم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے دنیاوالو اورماؤں کی محبت پہ ناز کرنے والو ماؤں کو محبت کرنا تو میں نے ہی سکھایاہے ان کی تمام ترمحبت میری ہی مخلوق ہے ان کے قلب و جگر کے اندر مادۂ رحمت کا خالق میں ہی ہوں پس میری رحمت کا کیاعالم ہو گا؟ اور میری شمع محبت کا کیاعالم ہو گا؟ پس غشِيَتهمُ الرّحمة کی تعبیر عاشقانہ ترجمہ کے ساتھ یہی ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ذاکرین کو پیار کرتے ہوئے غایت رحمت سے ڈھانپ لیتی ہے۔۔ نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ۔ اورذاکرین کے قلوب پر اللہ تعالیٰ سکینہ نازل فرماتے ہیں۔

سکینہ کی تفسیر

سکینہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذاکرین کے قلوب میں عطا ہوتا ہے۔أَيْ هِيَ نُوْرٌ يَسْتَقِرُّ فِي الْقَلْبِ وَبِهٖ يَثْبُتُ التَّوَجُّهُ اِلَى الْحَقِّ وَيَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيْشِ فَيَزْدَادُوا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ (روح المعانی 11 / 25) سکینہ ایک نور ہے جو قلب میں مستقل قائم رہتا ہے۔

شکر ہے درد دل مستقل ہو گیا
اب تو شاہد مرا دل بھی دل ہو گیا

(مولانا احمد صاحب)

جہاں رنگ و بو میں ہر طرف بس آب و گل پایا
مگر عاشق کے آب و گل میں ہم نے درد دل پایا

(احقر)

اس نور کی برکت سے توجہ الی الحق قائم رہتی ہے اور دربدر تانک جھانک سے آدمی نجات پا کر یکسو ہو جاتا ہے۔ایسے لوگوں کا ایمان عقلی استدلالی موروثی ترقی کر کے ایمان ذوقی حالی وجدانی بن جاتا ہے جس کو ولایت خاصّہ سے بھی صوفیاء تعبیر کرتے ہیں۔وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ۔یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین اور ارواح انبیاء والمرسلین کے سامنے ان کا تذکرہ بطور افتخار کے ثنائے جمیل اور وعدہ جزائے جزیل کے ساتھ فرماتے ہیں۔

اہل اللہ کا ذکر ملائکہ کے ذکر سے افضل ہے

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فتح الباری جلد 11 ص 213 پر

اِنَّ الذِّكْرَ الْحَاصِلَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ أَعْلٰى وَاَشْرَفُ مِنَ الذِّكْرِ الْحَاصِلِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ لِحُصُوْلِ ذِكْرِ الْاٰدَمِيِّيْنَ مَعَ كَثْرَةِ الشَّوَاغِلِ وَجُوْدِ الصَّوَارِفِ وَصُدُوْرِهٖ فِيْ عَالَمِ الْغَيْبِ بِخِلَافِ

اَلْمَلَائِکَۃِ فِیْ ذٰلِکَ کُلِّہٖ۔ (فتح الباری 11/213 باب فضل ذکر اللہ عزوجلّ)

انسان کا ذکر افضل ہے ملائکہ کے ذکر سے کیوں کہ ہزاروں افکار اور مصروفیات میں گھرا ہوا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتا اور ملائکہ کو ذکر کے علاوہ کوئی فکر اور مصروفیات نہیں ہے اور ملائکہ عالم شہادت میں یعنی حق تعالیٰ کو دیکھ کر یاد کرتے ہیں۔ اور انسان عالم غیب میں یاد کرتا ہے مولانا اسعد اللہ صاحب سہارنپوری نے خوب فرمایا۔

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں
لیکن اسعد آپ سے غافل نہیں

احقر راقم الحروف (سے مراد حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ ہیں) کا شعر ہے

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

مفہوم ذکر اللہ جَلَّ شانہٗ تفسیر روح المعانی کی روشنی میں

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ قف وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ (سورۃ آل عمران:135)

اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں (دوسروں پر) زیادتی ہو یا (کوئی گناہ کر کے خاص) اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو (معاً) اللہ تعالیٰ کی عظمت اور عذاب کو یاد کر لیتے ہیں۔ پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں۔ (یعنی اس طریقے سے جو معافی کے لیے مقرر ہے کہ دوسروں پر زیادتی کرنے میں ان اہل حقوق سے بھی معاف کرائے اور خاص اپنی ذات کے متعلق گناہ میں اس کی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ سے

معاف کرانا دونوں میں مشترک ہے اور واقعی اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو؟ رہا اہل حقوق کا معاف کرنا سو وہ لوگ اس کا اختیار تو نہیں رکھتے کہ عذاب سے بھی بچالیں اور حقیقی بخشش اسی کا نام ہے اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار نہیں کرتے اور وہ (ان باتوں کو) جانتے (بھی) ہیں کہ فلاں کام ہم نے گناہ کا کیا اور یہ کہ توبہ ضرور ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ غفّار ہے مطلب یہ کہ اعمال کی بھی درستی کر لیتے ہیں اور عقائد بھی درست رکھتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بروایت ترمذی ارقام فرماتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو ابلیس مع اپنے لشکر کے رونے لگا اور سر پر خاک ڈالنے لگا یہاں تک اس کے بری اور بحری لشکر سب جمع ہو گئے اور ان لوگوں نے کہا اے ہمارے سردار آپ کیوں روتے ہیں؟ اس نے کہا یہ آیت ایسی نازل ہوئی ہے کہ بنی آدم کو اس کا گناہ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ ابلیس کے لشکر نے کہا کہ ہم ان کو نفس کی ایسی خواہشات میں مبتلا کر دیں گے (بدعات میں) کہ جس سے وہ لوگ نہ توبہ کریں گے اور نہ استغفار کریں گے۔ اور اپنے کو حق پر سمجھیں گے پس ابلیس ان کی اس بات سے خوش ہو گیا۔ (آج اس دور میں اہل بدعت اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں اور بدعات کو نیکی سمجھتے ہیں اور اسی وجہ ان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

(روح المعانی جلد2 /274 آل عمران 135)

صدورِ معاصی کے بعد ذکر واللہَ سے کیا مراد ہے

صدور معاصی کے بعد ذَکَر اللہَ سے مراد حسب ذیل ہے۔

(1) تَذَکَّرُوْا حَقَّهُ الْعَظِیْمَ وَوَعِیْدَہٗ۔ اللہ تعالیٰ کا حق عظیم اور اس کی وعید یاد کرتے ہیں۔

(2) ذَکَرُوا الْعَرْضَ عَلَیْهِ۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی پیشی کو یاد کرتے ہیں۔

(3) ذَكَرُوْا سُؤَ لَهٗ عَنِ الذَّنْبِ يَوْمَ الْقِيمَةِ ۔اپنے گناہوں سے متعلق قیامت کے دن کے مؤاخذہ کو یاد کرتے ہیں۔

(4) ذَكَرُوْا نَهْيَهٗ تعالٰی ۔اللہ کے منع فرمانے کو یاد کرتے ہیں۔

(5) ذَكَرُوْا غُفْرَانَهٗ۔اللہ تعالیٰ کی شان مغفرت کو یاد کرتے ہیں۔

(6) ذَكَرُوْا جَمَالَهٗ فَاسْتَحْيُوْا۔ اللہ تعالیٰ کے جمال کو یاد کرکے شرمندہ ہو جاتے ہیں کہ ہم نے غیر اللہ کی طرف کیوں توجہ کی اور غیر اللہ سے کیوں دل لگایا۔ آفتاب کے ہوتے ہوئے فانی چراغوں سے دل کا بہلانا نورآفتاب کی ناشکری ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پیش نورِ آفتاب خوش مساغ
رہنمائی جستن از شمع و چراغ
گر خفاشے رفت در کور کبود
بازسلطان دیدہ را بارے چہ بود
بازاشہب راچو باشد خوئے موش
ننگ موشاں باشد وعار وحوش

نورِ آفتان کے سامنے شمع اور چراغ سے رانمائی حاصل کرنا خلاف ادب ہے

بے گماں ترک ادب باشد زما
کفر نعمت باشد و فعل ہوا

یقیناً یہ ترک ادب ہے اور کفر نعمت ہے اور نفسانی فعل ہے۔

اگر چمگادڑ ظلمت پرستی میں اور غلاظت میں چلا گیا تو تعجب نہیں لیکن سلطان دیدہ باز کو کیا ہو گیا کہ وہ غیر اللہ سے دل لگا کر چمگادڑ بن گیا۔یعنی مقرّب بارگاہ حق روحوں کی شان تو تفسیر روح المعانی میں یہ ہے

۔طَهَارَةُ الْاِسْرَارِ مِنْ دَنَسِ الْاَغْيَارِ (روح المعانی جلد 11 /86 التوبہ 110)

کہ ان کا باطن غیر اللہ کی نجاست سے پاک ہوتا ہے باز شاہی کے لیے چوہوں کی بری عادت زیب نہیں دیتی ورنہ وہ باز ننگ موش اور ننگ وحوش ہو گا۔

(7) ذَكَرُوْا جَلَالَهٗ فَهَابُوْا۔ اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت شان کو یاد کرتے ہیں ۔پس ہیبت زدہ ہو جاتے ہیں۔

زباں بے نگہ رکھ دی نگاہ بے زبان رکھ دی
ترے جلووں کے آگے ہمت شرح وبیان رکھ دی

(اصغر)

(1) ذَكَرُوْا ذَاتَهُ الْمُقَدَّسَةَ عَنْ جَمِيْعِ الْقَبَائِحِ (اصغر) وَا حَبُّوْا التَّقَرَّبَ إِلَيْهِ بِالْمَنَاسَبَةِ بِالتَّطْهِيْرِ مِنَ الذَّمَائِمِ

اور یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو اور محبوب رکھتے ہیں اس کی طرف تقرب کو بذریعہ اخلاق ذمیمہ کی طہارت سے کما قال الرومی رحمہ اللہ۔چوں شدی زیبا بدا ں زیبا رسی

ذکری فرقہ کا ابطال

ذکر کے مفاہیم مذکورہ کے پیش نظر فرقہ ٔ ذَکَرِیْ کا ابطال ثابت ہوتا ہے کیوں کہ یہ فرقہ اعمال ضروریہ کے بغیر صرف ذکر کو نجات کے لیے کافی سمجھتا ہے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اوقام فرماتے ہیں

۔لَیْسَ الْمُرَادُ مُجَرَّدُ ذِکْرِ اِسْمِہٖ عَزَّ اسْمُہٗ

ذکر مقبول کی علامت

ذکر مقبول کی علامت یہ ہے کہ معاصی سے استغفار کی توفیق ہو جائے جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ذَکَرُوْا اللّٰہَ کے بعد ارشاد فرماتے ہیں فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِہِمْ ۔یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قیامت کے مؤاخذہ کو یاد کر کے وہ گناہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے عزم علی التقویٰ کرتے ہیں۔

علم اور ذکر کا تعلق

فَسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن

اگر تم کو علم نہیں ہے تو اہل ذکر سے سوال کرو یعنی اہل علم سے۔

ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو اہل ذکر سے تعبیر فرما کر اہل علم کو ذکر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ علماء کی خاص شان اللہ تعالیٰ کی یاد ہے غفلت ایک سانس کو بھی نہ ہو۔

تم سا کوئی ہم دم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربط خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں اہل ذکر سے مراد علماء لکھا ہے۔اَلْمُرَادُ بِأَھْلِ الذِّکْرِ الْعُلَمَاءُ (روح المعانی 14/180 النحل 43)

اور قرینہ لَاتَعْلَمُوْنَ بھی اس کی تائید کرتا ہے جن سے سوال کیا جائے وہ اہل علم ہوں ورنہ بے علم سے سوال کرکے کیا پائے گا؟ اور حضرت فرماتے تھے کہ امام بخاریؒ نے ذکر کی حدیث پر بخاری شریف کو ختم فرمایا تا کہ علماء صرف پڑھنے پڑھانے پر ہی اکتفانہ کریں بلکہ ذکر کے اہتمام سے اپنے مالک کا قرب حاصل کریں۔

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسن کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی
فکر کے اہتمام سے ہوگی

حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر کا نفع اہل اللہ کے ساتھ تعلق سے پورا نصیب ہوتا ہے تلوار کاٹ تو کرتی ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

انعام ذکر

(1)اطمینان اور سکون قلب(2)شہوت کی مغلوبیت(3)حیات حقیقی حیات قلبی(4)دین پر ثبات اور استقامت اور ہمت میں ترقی اور مشکلات میں آسانی(5) قرب اور تعلق مع اللہ میں ہر آن ترقی

میں رہتا ہوں ہر وقت جنت میں گویا
مرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں
(مجذوب)

(6)عنایات الٰہیہ کی پیہم بارش

جو دل پر ہم ان کا کرم دیکھتے ہیں

تودل کو بہہ از جام جم دیکھتے ہیں

(7) حسن خاتمہ، دخول جنت

اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو قبول فرمائیں اور سب کو اس پر عمل نصیب فرمائیں۔ اٰمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ رحمۃُ اللعالمین محمدٍ وّاٰلِہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ (از کشکول معرفت ص293 تا295)

کثرت ذکر پر وعدہ فلاح

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞

اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔

صاحب جلالین نے تُفْلِحُوْن کی تفسیر تُفُوْزُوْن سے کی ہے یعنی ذکر کی برکت سے دونوں جہاں میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

علامہ ابوزکریا محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں فلاح کی متعلق ارشاد فرمایا ہے۔لَيْسَ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ كَلِمَةٌ مُفْرِدَةٌ كَالنَّصِيْحَةِ وَالْفَلَاحِ۔ اور نصیحت اور فلاح جیسا جامع لفظ عرب میں موجود نہیں اور فلاح کا مضمون بیان فرماتے ہیں کہ اَلْمُرَادُ بِالْفَلَاحِ جميع خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔لفظ فلاح سے دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں مراد ہیں۔

(شرح النووی علی مسلم ج3/ 39۔ باب بیان النصیحۃ۔ از کشکول معرفت ص343)

عاشقانہ ذکر کی تیز رفتاری اور جلد منزل رسی

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ

سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

یعنی غیر عارف ایک ماہ میں ایک دن کا راستہ طے کرتا ہے اور عارف باللہ ہر سانس میں حق تعالیٰ کے قرب خاص سے مشرف ہوتا ہے اسی لیے عارف باللہ کی دو رکعت غیر عارف کی سو100 رکعات سے افضل ہوتی ہیں۔

بعض لوگ ذکر کی کمیت سے محروم ہوتے ہیں یعنی ذکر ہی نہیں کرتے۔ اور بعض لوگ ذکر کی کمیّت تو پوری کر لیتے ہیں مگر ذکر کی کیفیت خاصّہ یعنی درد محبت سے ذکر کا اہتمام نہیں کرتے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عام می خوانند نامِ پاک

ایں اثر نہ کند چوں نہ بود عشقناک

عام لوگ ذکر کی تعداد تو پوری کر لیتے ہیں لیکن درد محبت کے ساتھ والہانہ اور عاشقانہ ذکر نہیں کرتے ایسے ذکر کا نفع اور اثر کامل نہیں ہوتا ذکر کی عاشقانہ کیفیت اللہ والوں کی صحبتوں سے حاصل ہوتی ہے۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ

اے اَسیران قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

مزہ دل میں پائے تو جھوم جائے

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا

ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے

والہانہ ذکر اور حالتِ ذکر میں وجد کا ثبوت

مشکوٰۃ کی روایت ہے۔ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ ۔یعنی اہل محبت بازی لے گئے جو والہانہ ذکر کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی 2/200 باب جمع الدعوات عن رّسول اللہؐ)

یہ ترجمہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل ذکر ص 21 میں کیا ہے احقر کو اشکال ہوا کہ شیخ نے اَلْمُفَرِّدُوْن کا ترجمہ والہانہ کہاں سے کیا جبکہ صحابہؓ کے دریافت کرنے پر کہ مُفَرِّدُوْن کون لوگ ہیں ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ أَلذَّاکِرِیْنَ اللہَ کَثِیْراً وَّالذَّاکِرَاتِ۔ پھر دل میں خیال ہوا کہ حضرت شیخ نے یہ ترجمہ دلالت التزامی سے فرمایا ہے کہ کیوں کہ کثرت ذکر کثرت محبت کو مستلزم ہے۔ مَنْ أَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ ۔

(شعب الایمان للبیہقی 1/388 باب فصل فی معانی المحبۃ)

جو شخص جس سے محبت کرتا ہے کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ پھر خیال ہوا کہ شروح حدیث کی طرف رجوع کیا جائے چناں چہ علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم جز نمبر 17 ص 4، کتاب الذکر میں اس حدیث کے لفظ اَلْمُفَرِّدُوْن کی شرح دوسری روایت سے پیش کرتے ہیں۔

وَجَاءَ فِیْ رِوَایَۃٍ ھُمُ الَّذِیْنَ اھْتَزُّوْا بِذِکْرِ اللہِ اَیْ لَھِجُوْا بِہٖ

مفردون وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں وجد کرتے ہیں۔

لَھِجَ یَلْھَجُ (از سمع) شیفتہ ہونا۔ أَیْ لَھِجُوْا بِہٖ ۔یعنی فریفتہ ہو جاتے ہیں اللہ پر لفظ نبوّت کی شرح لفظ نبوت سے نہایت ہی باعث مسرت ہوئی پھر مرقاۃ میں اس کی شرح تلاش کی۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اَلْمُفْرِدُوْنَ الَّذِیْن لَا لَذَّۃَ لَھُمْ اِلَّا بِذِکْرِہٖ وَلَا نِعْمَۃَ لَھُمْ اِلَّا بِشُکْرِہٖ مُفَرِّدُوْن

وہ لوگ ہیں کہ دنیا میں نہیں لذّت پاتے مگر اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر سے اور نہیں کوئی نعمت ان کو نظر آتی کائنات میں مگر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ۔

یہ وہ لوگ ہیں کسی وقت اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتے لَا یَنْسَوْنَ الرَّبَّ تعالیٰ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ وہ ہر وقت بذبان حال کہتے ہیں۔اِلٰھِیْ لَا طِیْبُ الدُّنْیَا اِلَّا بِذِکْرِکَ۔اے اللہ مجھ کو دنیا اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر آپ کے ذکر کے ساتھ۔ (مرقاۃ للمصابیح: جلد5 /37(2268) باب ذکر اللہ عزّ وجل والتقرب الیہ)

اللہ کے عاشقوں کا دن اللہ کے ذکر سے روشن ہوتا ہے احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

تجھ سے روشن ہیں جہاں درد کے شمس و قمر
اے امام دردِ دل اے راہ بر دردِ جگر
میرے دل کو روشنی دیتے نہیں شمس و قمر
کائنات دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر
اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن
اے ہماری کائنات دل کے خورشید و قمر

دل کے شمس وقمر سے مراد اللہ تعالیٰ کا نور ہے جو ذخر اللہ اور صحبت اہل اللہ سے عطا ہوتا ہے۔

ذکر سے حیات حقیقی عطاء ہوتی ہے

وعن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ ﷺ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔ (مشکوۃ المصابیح۔196)

وہ شخص جو اللہ کا ذکر کرتا ہے مثل زندہ کے ہے اور جو ذکر نہیں کرتا مثل مردہ کے ہے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فِی الحدیثِ الاِیْمَاءِ اِلٰی اَنَّ مُدَاوَمَۃَ ذِکْرِالحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ تُوْرِثُ الْحَیَاۃَ الْحَقِیْقَۃَ الَّتِیْ

لَا فَنَالَهَا۔ (مرقاۃ المصابیح ج5 ص135 (2263) باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ)

اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداوت حقیقی زندگی سے آشنا کرتی ہے جس کو کبھی فنا نہیں ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است برجریدہ عالم دوامِ ما

یعنی وہ شخص کبھی بھی نہیں مرتا جس کا دل حق تعالیٰ کے عشق سے زندہ ہو گیا جریدۂ عالم پر اس کا نقش غیر فانی ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنَاہُ کی تفسیر کرتے ہوئے باب الاشارۃ ص28، پارہ 8 پر ارقام فرمایا ہے۔

قَال ابنُ عطاءِ اَوَمَنْ مَیْتًا بِحَیَاۃِ نَفْسِہٖ وَمَوْتِ قَلْبِہٖ فَاَحْیَیْنَاہُ بِاِمَاتَۃَ نَفْسَہٖ وَحَیَاۃِ قَلْبِہٖ وَسَهَّلْنَا عَلَیْهِ سُبُلَ التَّوْفِیْقِ وَکَحَّلْنَاہُ بَانوارِ الْقُرْبِ فَلَا یَرٰی غَیْرَنَا وَلَا یَلْتَفِتَ اِلٰی سِوَانَا

(روح المعانی ج8 ص24 الانعام 128)

کیا وہ شخص جو مردہ تھا بہ سبب اپنی حیات نفس اور اپنی موت قلب کے پس ہم نے اس کو زندہ کر دیا اس کے نفس کی فنائیت اور اس کے قلب کی حیات سے اور آسان کر دیا ہم نے اس پر توفیق کے راستوں کو اور سرمہ لگا دیا ہم نے اس کی آنکھوں میں اپنے انوار قرب کا پس نہیں دیکھنا ہمارے غیر کو اور نہیں التفات کرنا ہمارے ماسوا کی طرف یہ آیت (امیر المؤمنین) سیّدنا حضرت عمرؓ یا سیدنا حضرت حمزہؓ یا سیّدنا حضرت عمّارؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے عَلٰی حسبِ روایات وَاَیًا مَا کَانَ، فَالْعِبْرَۃُ بِعُمُوْمِ اللَّفظِ لا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ ،فَیَدْخُلُ فِی ذٰلِکَ کُلُّ مَنِ انْقَادِلِاَمْرِ اللہ تعالیٰ۔ (روح المعانی: 8/ص149 الانعام 122)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کا سبب نزول کچھ بھی ہو بقاعدہ مسلمہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے

نہ کہ خصوص سبب کا پس داخل ہوں گے اس آیت کی بشارت میں وہ تمام لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالائیں گے۔

وَجَعَلْنَا لَھُمْ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے خاص بندوں کو ایسا نور (ایمان) عطا کرتے ہیں جو وہ مخلوق میں لیئے پھرتے ہیں اوران کا یہ نور باطن مخلوق کے تصرف سے محفوظ رہتا ہے

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہمان کئے ہوئے
روئے زمین کو کوچۂ جانان کئے ہوئے
(مجذوب)

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا ہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا ہے
(اختر)

ذکر اللہ سے انسانیت کی معراج

ایک بار مسجد نبوی ﷺ میں صحابہ کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھی بعض ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے تھے اور بعض خشک کھالوں والے اور بعض صرف ایک کپڑے والے یعنی ننگے بدن صرف ایک لنگی ان کے پاس تھی لیکن اللہ کے ذکر کی برکت سے عند اللہ ان کا مقام قبول اتنا بلند تھا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ ان کے حق میں حضور ﷺ پر حسب ذیل آیات نازل فرمائیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ۔ (سورۃ الکھف:28)

اے نبی (ﷺ) آپ اپنی ذات گرامی کو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجئے جو صبح وشام اپنے رب

کو پکارتے ہیں۔

حضوراقدس ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے پر اپنے دولت کدہ سے نکل کران لوگوں کی جستجو فرمائی ۔پس دیکھا کہ ایک جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہے آپ ﷺ ان کے پاس بیٹھ گئے اورارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری امّت میں ایسے لوگ پیدا فرمادیئے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ تم ہی لوگوں کے ساتھ میری زندگی ہے اور تمہارے ساتھی ہی میرا مرنا ہے یعنی میرے مرنے جینے کے ساتھی اوررَفیق تم ہی لوگ ہو۔احقر راقم الحروف(سے مراد حضرت شیخ شاہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ ہیں)کے دوشعر ہیں۔

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
تیرے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سَنگِ درپہ مرنا

صوفیاءنے اس حدیث سے استنباط کیاہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھناضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدہ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اوربرداشت سے نفس میں فنائیت اورتواضع پیدا ہوگی۔

اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اوررافت کو متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اوریہی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیے جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس مضمون کواہتمام

سے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔اَلَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ ۔سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ (فضائل ذکر مصنفہ حضرت شیخ الحدیثؒ)

اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذوق اور ذکر اللہ کا نفع کامل

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذوق پیدا ہوتا ہے اہل اللہ کی صحبت اور انکی جوتیاں سِیدھی کرنے سے جو کہ اعتقاد اور انقیاد کے ساتھ ہو کیوں کہ یہاں محض تقلید سے کام چلتا ہے چوں چَرا اس سے کام نہیں چلتا۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ

جیسے کوئی بچہ استاذ کے سامنے الف، ب لے کر بیٹھے اور استاذ کہے کہو الف اور کہو ب اور بچہ کہنے لگے کہ الف کی صورت ایسی کیوں ہوئی اور ب کی ایسی کیوں ہوئی۔ تو استاذ اس سے کہے گا کہ تو اپنے گھر کا راستہ لے۔ بات یہ ہے کہ ابتداہر امر کی تقلید محض ہے اور ارشاد فرمایا کہ بدون شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیح پڑھتا ہے کچھ نفع نہیں حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت: خود ذکر اللہ میں یہ صفت ہونی چاہیے تھی کہ وہ خود کافی ہو جایا کرتا صحبت شیخ کی کیوں قید ہے۔ فرمایا کہ کام بنائے گا تو ذکر اللہ ہی بنائے گا لیکن عادت اللہ یوں جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نرا ذکر کام بنانے کے لیے کافی نہیں اس لیے صحبت شیخ شرط ہے۔ جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کرسکتی گو کاٹ جب ہوگا تلوار سے ہوگا۔ (کلمات اشرفیہ ص183)

اگر کسی شیخ کامل کی صحبت نہ ہو تو ایسا شخص کبر جیسے مرض میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے چناں چہ

ایک صاحب تھانہ بھون آئے تھے حضرت نے ان کو ذکر کی تعلیم دی پہلے سے کبر کے مریض تھے تکبر اور بڑھ گیا جس کی علامت یہ ظاہر ہوئی کہ ہر ایک سالک کا احتساب شروع کر دیا۔ خانقاہ کے انتظام میں دخل دینے لگے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بہت ڈانٹا اور فرمایا کہ آپ کو کس نے خانقاہ کا مہتمم بنادیا اور فرمایا آپ کے مزاج میں تکبر ہے اس حالت میں آپ کے ذکر مفید نہ ہو گا۔ آپ کے لیے ذکر ملتوی کیا جاتا ہے۔

ترک کا لفظ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ خلاف ادب سمجھتا ہوں اس لیے ترک کے بجائے اِلتواء کا استعمال کیا ہے اور اب مادہ فاسدہ کا تنقیہ کیا جائے گا اور وہ یہ ہے کہ آپ ہر نماز کے نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کیا کیجئے۔ وضو خانہ کی نالی صاف کیا کیجئے۔ طالب اصلاح کو اپنے مصلح سے ایسا تعلق ہونا چاہیے جیسا کہ مریض کا طبیب سے تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر ضرورتاً طبیب کڑوی دوائی لکھ دیتا ہے تو طبعی ناگواری کے باوجود معالج سے ناراض نہیں ہوتا بلکہ دوائے تلخ کو اپنے لیے مفید سمجھ کر حلق سے اتار لیتا ہے اور طبیب کا ممنون رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس مضمون کو شرف قبول عطا فرمائیں اور میری اصلاح کا ذریعہ بنائیں اور امت مسلمہ کے لیے اس کا نفع عام اور تام فرمائیں۔ (احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ) اور سیاہ کار راقم الحروف کی بھی یہی دعا ہے اللہ محض اپنے لطف وکرم سے اس حقیر سی کوشش کو اپنی رضا کے لیے قبولیت سے نوازے۔ اٰمین ثم اٰمین یارب العالمین۔ (ملخصاً از کشکول معرفت ص343 تا375)

ذکر مقبول کی علامت

ذکر مقبول کی علامت یہ ہے کہ معاصی سے استغفار کی توفیق ہو جائے جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ذَکَرُوْا اللہَ کے بعد ارشاد فرماتے ہیں فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ۔یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قیامت کے

مواٗخذہ کو یاد کر دے وہ گناہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اور آئندہ کے لیے عزم علی التقویٰ کرتے ہیں۔

استغفار سے حقیقی سے مراد کیا ہے؟

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں۔

وَلَيْسَ الْمُرَادُ مُجَرِّدَ طَلَبِ الْمَغْفِرَةِ بل مَعَ التَّوْبَةِ وَالَّا فَطَلَبَ المَغْفِرَةِ مَعَ الْإِصْرَارِ كَالْاِسْتِهْزَاءِ بالرَبِّ جَلَّ شَانُہٗ وَمن هُنا قَالَتْ رَابِعَة اَلعَدَوِيَةُ استِغْفَارُ نا هٰذَا محتاج اِلَى اِسْتِغْفَارِ

(روح المعانی ج4ص 61،60 ال عمران 135)

خلاصہ: ترجمہ استغفار کامل سے مراد محض طلب مغفرت نہیں ہے بلکہ توبہ بھی ضروری ہے اور توبہ نام ہے ماضی پر ندامت اور مستقبل میں عزم علی التقویٰ اور فی الحال معصیت سے الگ ہو جانے کا۔

(شرح مسلم للنّووی ج2/346 باب بیان النقصان فی الایمان)

اسی سبب سے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ کے ساتھ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ (سورۃ ھود:3)

حضور اِستغفاریٰ

استغفار اور توبہ سے بندے کو جو قرب عطا ہوتا ہے وہ تسبیحات کے قرب سے زیادہ قوی ہوتا ہے ۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سورہ قدر کی تفسیر میں حدیث قدسی نقل کرتے ہیں۔ لَاَنِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ۔ (روح المعانی:30/196 القدر4)

گناہ گاروں کا رونا مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی آواز سے زیادہ محبوب ہے اس قرب خاص کی حقیقت کو اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔ اشعار ملاحظہ فرمائیں

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعتراف قصور ہے

ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے
اے جلیل اشک گناہ گار کے یک قطرہ کو
ہے فضیلت تیری تسبیح کے سو دانوں پر
تسلی ہم گناہ گاروں کا حاصل ہو گی احمد
بجھادیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

(عرفان محبت)

در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در منا جاتم بہ بین خونِ جگر
اے خدائے باعطا و باوفا
رحم کن ہر عمر رفتہ بر جفا
جانِ قربت دیدہ ردوری مدہ
یار شب را روز مجوری مدہ

(مولانا رومیؒ)

وَمَنۡ یَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰہُ قف وَلَمۡ یُصِرُّوۡا عَلٰی مَافَعَلُوۡا وَھُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ۔

(ترجمہ اوپر گزر چکا ہے ملاحظہ فرمالیں)

اصرار علی الذنب کی صحیح تعریف

تفسیر روح المعانی کی روشنی میں ۔اَلۡاِصۡرَارُ الشَّرۡعِیُّ القامۃُ علی القبیح بِدُوۡنِ الاِسۡتَغفارِ

وَالرُّجوعِ بِاالتَّوْبَۃِ۔ اوراصرار لغوی اَلثَّبَاتُ عَلَی الشیءِ۔ کسی چیز پر قائم رہنا۔اصرار شرعی سے مراد ہے کہ کسی گناہ پر اس طرح جم جانا کہ استغفار وتوبہ سے اسکی تلافی نہ کی جائے بعض لوگ نادانی سے سمجھتے ہیں کہ اگر توبہ باربار ٹوٹ جائے تووہ اصرار میں داخل ہے حالاں کہ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت صاحب مشکوٰۃ نے نقل کی ہے۔

عن أبی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ماقال:أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَفِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً۔ (جامع ترمذی 2/196 ابواب الدعوات)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے استغفار کرلیا وہ اصرار کرنے والوں میں نہیں ہے اگرچہ عود کرے وہ دن میں ستّر بار (گناہ کی طرف)

شرح ماأَصَرَّأَیْ مَادَامَ عَلٰی الْمَعْصِیَۃِ (مرقاۃ المصابیح ج5/248 باب الاستغفار واتوبہ)

یعنی اصرار کرنے کامفہوم یہ ہے کہ گناہ پر قائم نہ رہے۔مَانافیہ ہے۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا استغفار سے مراد استغفار کامل ہے بدون عزم علی التقویٰ نہیں ہوتا۔اسی لیے قرآن پاک میں اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ کے بعد تُوْبُوْا اِلَیْہِ بھی ہے وَھُمْ یَعْلَمُوْن یہ حال ہے اور معرض تعلیل میں ہے یعنی یہ لوگ ماضی پر دوام نہیں کرتے۔لاَنَّھُمْ یَعْلَمُوْنَ قُبْحَ فِعْلَھُمْ کیوں کہ اپنے معاصی کے انجام کو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دنیااورآخرت دونوں حیات تباہ ہوجاتی ہیں جس طرح مچھلی پانی سے دور ہوکر ہزاروں نعمتوں کے باوجود موت وحیات کی کشمکش میں مبتلاہوجاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دریائے قرب سے جوروح نافرمانی کے سبب دور ہوجاتی ہے وہ ہروقت پریشان رہتی ہے ہزاروں پری کے باوجود پریشانی نہیں جاتی۔

نگاہ اقربا بدلی مزاج دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر تو نہیں میرا تو کوئی شئ نہیں میری

استغفار و توبہ سے سلوک کس طرح طے ہوتا ہے ایک بزرگ کے اس شعر میں ملاحظہ کیجئے

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے گر کر اُٹھے اُٹھ کر چلے

گر کر جو پڑے رہتے ہیں وہی محروم منزل رہتے ہیں ورنہ اُٹھ اُٹھ کر چل پڑنے والے بھی کامیاب ہو جاتے ہیں۔ (ملخصًا کشکول معرفت ص362 تا367)

استقامت علی الدین اور حسن خاتمہ کی دعاء کے عجیب تفسیری لطائف

(شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ) نے ارشاد فرمایا کہ ہر نہی اپنے منہی عنہ کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بتا رہا ہے کہ قلب میں ازاغت و کجی کیا استعداد موجود ہے اور استعداد بھی ایسی کہ ازاغت صرف گناہ زنا اور شراب تک محدود نہیں رہتی بلکہ عقیدہ تک خراب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ نعوذ باللہ نبوت اور مہدویت تک کا دعویٰ کرنے لگتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ یہ دعا سکھلا رہے ہیں کہ اے ہمارے ربّ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دیجئے۔ بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا آپ کے جس کرم نے ہمیں ہدایت بخشی اسی کرم سے آپ ہم

کوازاغت بھی بخش دیجیئے۔عدم ازاغت کی درخواست میں طلب ہدایت کی درخواست موجود ہے ۔اورعطائے ہدایت اور بقائے ہدایت اورارتقائے ہدایت کی بھی درخواست ہے۔تاکہ ہمارا قلب ٹیڑھانہ ہونے پائے اوردل میں کجی گناہوں کی آتی ہے خصوصاًاس زمانہ میں بدنظری کے گناہ سے دل باالکل تباہ ہوجاتاہے۔کیونکہ بدنظری پر (حضرت سیدالکونین خاتم النبیین) سرورعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بددعاہے کہ۔لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ والمنظورَالیہ۔تونگاہ کی حفاظت نہ کرنے سے یہ شخص لعنت میں آگیااورلعنت کے معنی ہیں ۔اَلْبعدُ عن الرحمۃ۔جب رحمت سے دوری ہوئی تواللہ تعالیٰ کی حفاظت ہٹ گئی۔اِلَّا مَارَحِم ربی کاسایہ اس سے ہٹ گیااور نفس امّارہ کے شر سے بچنے کے لیے سوائے سایہ رحمت حق کے اور کوئی راستہ نہیں۔لہٰذا سایہ رحمت ہٹنے سے یہ شخص نفس امّارہ بالسُّوء کے باالکل حوالے ہوگیااب نفس اس سے جوگناہ کرادے وہ کم ہے کیونکہ السُّوء میں لام استغراق کاہے ابتدائے عالم سے قیامت تک گناہ کے حوالے ہوگیااب نفس اس سے جوگناہ کرادیے وہ کم ہے کیونکہ السُّوء میں میں لام استغراق کاہے ابتدائے عالم سے قیامت تک گناہ کے جواقسام وانواع ایجادہوں گے۔سب اس لام میں شامل ہیں پس اس کے گناہوں کی بھیانک ہوجائے گی جس کاوہ خود تصور نہیں کرسکتا تھالہٰذااے اللہ آپ کے جس کرم نے ہمیں ہدایت بخشی ہے اپنے کرم سے اس ہدایت کوباقی رکھئے اوراس میں ترقی بھی عطاء فرمائے۔عطاء کرم بھی فرمایئے بقاء کرم بھی فرمایئے اورارتقاء کرم بھی فرمایئے۔وَھَبْ لَنَا اور ہمیں ہبہ کردیجئے کون ساہبہ؟ جس میں ہمارانفع ہولَنَا میں لام نفع کاہے ۔مِنْ لَّدُنْکَ رحمۃ۔اپنے پاس والی رحمت اپنی خاص رحمت ہم کوہبہ کردیجئے۔یہاں رحمت عام کاسوال نہیں کیاجارہاہے کیونکہ شروع میں عدم ازاغت کاسوال کیاگیااس لیے یہاں وہ خاص رحمت مانگی جارہی ہے جوازاغت اورکجی سے قلب کومحفوظ فرمادے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں المراد بھٰذِہ الرحمۃِ الْاستِقَامَۃُ عَلَی الدِّیْنِ وَحَسَنُ الخاتمۃِ اور لفظ ہبہ کیوں مانگنا سکھایا گیا؟ کیونکہ استقامت علی الدین اور حسن خاتمہ وہ عظیم الشان نعمت ہے جس کی برکت سے جہنم سے نجات اور دائمی جنت نصیب ہو گی یہ ہماری محدود زندگی کے محدود اور ناقص مجاہدات وریاضات کا صلہ ہرگز نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو متنبہ فرمادیا کہ خبردار: میری اس رحمت خاصہ کو اپنے کسی عمل اور کسی مجاہدہ اور کسی ریاضت کا بدلہ نہ سمجھنا کیونکہ حسن خاتمہ میرا وہ عظیم انعام اور وہ غیر محدود رحمت ہے جو دائماً دخول جنت کا سبب ہے جس کا تم کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتے کیونکہ مثلاً اگر تم نے سو100 سال عبادت کی تو قانون اور ضابطہ سے سو100 سال تک تمہیں جنت میں رہنے کا جواز ہو سکتا تھا لیکن محدود عمل پر یہ غیر محدود انعام اور غیر فانی حیات کے ساتھ غیر فانی جنت عطا ہونا یہ صرف میری عطا اور میرا کرم ہے اور اس کرن کا سبب محض کرم ہے لہٰذا میری یہ رحمت خاصہ اور انعام عظیم لینے کے لیے لفظ ہبہ سے درخواست کرو۔ کیونکہ ہبہ بدوں معاوضہ ہوتا ہے اور ہبہ میں واہِبُ اپنے غیر متناہی کرم سے جو چاہے عطا فرمادے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وفی اختیار صِیْغۃِ الْھِبَۃِ اِیْمَاءٌ اِنَّ ھٰذِہِ الرَّحْمَۃ اے ذالک التوفیق للاستقامۃِ علی الحقِّ تفضلٌ محضٌ بدون شائِبۃ وجوب علیہ تعالیٰ شانہٗ

اور صیغہ ہبہ اختیار فرما کر حق تعالیٰ نے یہ اشارہ فرمادیا کہ یہ رحمت جس سے مراد وہ توفیق خاص ہے جس سے بندوں کو دین پر استقامت نصیب ہوتی ہے اور جو سبب ہے حسن کا خاتمہ یہ محض حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور آگے۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّاب۔ معرض تعلیل میں ہے کہ تم

کو ہم سے اس نعمت عظمیٰ کو ہبہ سے مانگنے کا کیا حق ہے اِنّکَ اَنْتَ الْوَھَّاب معنی میں لِانک اَنْتَ الْوَھَّاب کے ہے ہم آپ سے اس لیے مانگ رہے ہیں کیونکہ آپ بہت بڑے داتا اور بہت بڑے بخشش کرنے والے ہیں۔ (مواھب ربّانیہ ص290 تا292)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی ایک نشست میں شمار کر لیتے تھے کہ آپؐ سو سو دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے تھے۔ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ علی انّک اَنْت التَوّاب الغفور۔ (معارف الحدیث مسند احمد جامع ترمذی)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر آدمی خطاکار ہے (کوئی ایسا نہیں ہے جس سے کبھی کوئی خطا یا لغزش سرزد نہ ہوئی ہو) اور خطاکاروں میں وہ بہت اچھے ہیں کہ خطا وقصور کے بعد مخلصانہ توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جائیں۔

(معارف الحدیث، جامع ترمذی، ابن ماجہ، سنن دارمی)

حضرت ابو بکرؓ صدیق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بندہ (گناہ کر گے) استغفار کرے (یعنی سچے دل سے معافی مانگے) پھر وہ اگر دن میں ستر دفعہ بھی پھر وہی گناہ کرے تو (اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ گناہ پر اصرار کرنے والوں میں نہیں ہے۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داوٗد، معارف الحدیث)

حضرت زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے نے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ واستغفار کیا تو وہ بندہ ضرور بخش دیا جائے گا اگرچہ اس نے میدان جنگ سے بھاگنے کا گناہ کیا ہو۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔

استغفر اللہ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

(جامع ترمذی، سنن ابی داوٗد، معارف الحدیث) (از جوہر علم ص43)

جامِ توحید

تیرا آئینہ عالم رنگ بو ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
ہزاروں حجاب اور اس پر یہ عالم
کہ چرچا ترا جابجا کُوبہ کُو ہے
ثناخواں ترا دہر کا ذرہ ذرہ
سبھی کی زبان پر تری گفتگو ہے
جمال ازل قدرت مطلقہ کی
شہادت سے معمور ہر چارسُو ہے
تیرے فضل ورحمت نے بخشا سب کچھ
بس اب تو میری ایک آرزو ہے
کہ کردے مجھے ایسے بندوں میں شامل
کہ اشک سحرگاہ جن کا وضوء ہے
بجا شفیع حبیب دو عالم
کہ جو عالم کون کی آبرو ہے
شفیع گہنگار وخستہ بھی حاضر
باامید عفووکرم روبرو ہے

چند نعتیہ اشعار

وہ حضرت سرور کونین فخر نوع انسانی
رسول انس وجن آئینہ اخلاق ربانی
فرشتوں پر شرف جس کے سبب سے ابن آدم کو
ہوا جس کے رشک جناں یہ عالم فانی
وہ جس نے نوع انسان کو فرشتوں پر شرف بخشا
ہوا جس سے منّور عالم ناسوت ظلمانی
وہ جس نے امیوں کو علم و حکمت کی امامت دی
سکھائے جس نے چرواہوں کو آداب جہاں بانی
نظر وہ کیمیا کایا پلٹ دی جس نے قوموں کی
ہوئے شیر و شکر جو کل تلک تھے آگ اور پانی
قبائل اوس و خزرج کے جو صدیوں سے محارب تھے
ہوئے سب بھائی بھائی جو تھے کل تک دشمن جانی
لقب امّی علوم اوّلین وآخرین دردول
امام الانبیاء ومرسلین از فضل یزدانی

(از کشکول ص255)

طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

دعاؤں اور دواؤں سے علاج

(سَید الکونین حضرت خاتم النبیین) نبی اکرم ﷺ کا جسموں کا علاج فرمانا تین قسم کا تھا۔(۱) طبعی دواؤں سے جنہیں اجزائے جماداتی وحیوانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(۲) دوسرا روحانی اورالٰہی دعاؤں سے جو کچھ ادعیہ، اذکاراورآیات قرآنیہ ہیں۔(۳) تیسرا ادویہ مرکب ان دونوں قسموں سے مرکب ہے یعنی دواؤں سے بھی اور دعاؤں سے بھی۔

دعاؤں سے علاج

قرآن شریف سے بڑھ کر کوئی شئ اعم وانفع اوراعظم شفاء نازل نہیں ہوئی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ۔وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔اور ہم نے قرآن سے وہ نازل فرمایا جو مسلمانوں کے لیے شفاور حمت ہے۔

اب رہاامراض جسمانیہ کے لیے قرآن کریم کا شفاہونا تواسی وجہ سے ہے کہ اس کی تلاوت کے ذریعے برکت وتیمن حاصل کرنا بہت سے امراض وعلل میں نافع اوران کا دافع ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کوشفا قرآن پڑھ کر بھی نہ ہو اسے حق تعالیٰ کبھی شفانہ دے گا حدیث میں ہے کہ فاتحہ الکتاب (سورۃ فاتحہ) ہر مرض کی دواہے۔زہریلے جانور کے کاٹنے کا مجبون افسون اور مجنون ومعتوہ کا فاتحہ الکتاب سے علاج حدیثوں میں ثابت شدہ ومسلمہ ہے امیر المؤمنین سَیدنا حضرت علی مرتضٰی کرّم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے جو اب ماجہ میں مرفوعاًمروی ہے کہ۔خَيْرُ الدَّوَاءِ القرآن۔بہترین علاج قرآن ہے۔

معوذتین وغیرہ سے جو کہ اسمائے الٰہی سے ہیں ان سے طلب شفاء تو یہ بھی از قسم طب روحانی ہے

اگر وہ نیکوں اور متقیوں اور پرہیز گاروں کی زبان پر پوری ہمت اور توجہ سے جاری ہوں۔ چونکہ اس قسم کا شاذ ونادر ہے اس لیے لوگ طب جسمانی کی طرف دوڑتے ہیں اور اس سے غافل اور بے پرواہ رہتے ہیں معوذ تین سے مراد وہ ہے جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ سَید الانبیاء والمرسلین حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر اپنے اوپر دم فرمایا کرتے تھے اور بعض قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَد اور قُلْ یٰاَیُّھَاالْکٰفِرُوْن بھی مراد لیتے ہیں۔

علماء کرام نے تین شرطوں کے جمع ہونے کے وقت دعائے شفاء کے جائز ہونے پر اجماع کیا ہے۔ پہلی شرط یہ کہ وہ دعا کلام اللہ اور اس کے اسماء وصفات کے ساتھ ہو خواہ عربی زبان میں ہو یا کسی اور زبان میں۔ مگر یہ کہ ان کے معنی جانے جاتے ہوں اور اس اعتقاد سے ہو کہ مؤثر حقیقی حق تبارک وتعالیٰ ہی ہیں اور اس دعاء کی تاثیر اس کی مشیّت وتقدیر پر موقوف ہے۔

تعویذ کی سَند بھی احادیث سے ملتی ہیں سَیدنا حضرت اب مسعودؓ ان بچوں کو جو عقل رکھتے ان کو سکھاتے اور وہ بچے جو عقل و سمجھ نہیں رکھتے انہیں کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر گردن میں لٹکاتے علماء اسے جائز رکھتے ہیں۔ (مدارج النبوۃ)

نظر بد کے لیے جھاڑ پھونک

صحیحین میں امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت مروی کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے حکم دیا یا کسی کو حکم دیا کہ ہم نظر کے مرض میں جھاڑ پھونک کروالیا کریں۔ (زاد المعاد)

حضرت اسماء بن عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ ابن جعفر کو نظر لگ جاتی ہے کیا میں ان کے لیے جھاڑ پھونک کروالوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اگر کوئی چیز قضا پر سبقت

کر جاتی تو وہ نظر ہو سکتی تھی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (زاد المعاد)

فرمایا کہ اپنے مریضوں کا علاج صدقہ کے ذریعے سے کرو۔ (الترغیب والترتیب)

اور جب عائن (نظر لگانے والے) کو اپنی نظر لگ جانے کا اندیشہ ہو تو اسے یہ دعا پڑھ کر اس شر کو دور کرنا چاہیے دعا یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلَیْہِ۔ یعنی اے اللہ اس پر برکت فرما۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب سہیل ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں نظر لگائی کیا تم نے یہ دعائے برکت نہیں کی؟ یعنی۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ علیہ نہیں پڑھا۔ نیز فرمایا مَاشَاءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ سے بھی نظر دور ہو جاتی ہے۔ (زاد المعاد)

بد نظری کا نبوی ﷺ علاج

(سَید الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین) حضور اکرم ﷺ اس کا علاج مُعَوَّذَتَیْن سے فرماتے یعنی ان آیات وکلمات سے جن میں شر سے استعاذہ ہے جیسے معوّذتین۔ سورۃ فاتحہ، آیت الکرسی، وغیرہ علماء کہتے ہیں کہ سب سے اہم و اعظم دعا شفاء سورۃ فاتحہ، آیت الکرسی، اور معوّذتین کا پڑھنا ہے۔ اور نظر بد کے دفعیہ کے لیے یہ کہنا چاہیے مَاشَآءَ اللّٰہ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور اگر دیکھنے والا اس سے خوف زدہ ہے کہ اپنی ہی نظر کا ضرر اسے نہ پہنچے تو وہ یہ کہے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ علیہ۔ یہ نظر بد کو دور کر دے گا۔ حضور ﷺ تمام امراض جسمانی کے لیے رقیہ اور دعا کرتے تھے۔ مثلاً بخار، تپ لرزہ، مرگی، صداع، خوف ووحشت، بے خوابی، سموم ، ہموم، الم، مصائب، غم واندوہ، شدت و سختی، بدن میں درد، تکلیف، فقر وفاقہ، قرض، جلنا، درد دندان، حبس بول، احتلاج، نکسیر، وضع حمل کی تکلیف وغیرہ ان سب کی دعائیں اور تعویذ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں وہاں تلاش کرنا چاہیے۔ (مدارج النبوۃ)

حضور ﷺ کی خاص دعا نظر اور تمام بلاؤں اور مریضوں اور آفتوں کے لیے یہ تھی۔

اَذْهَبِ الْبَاْسِ رَبَّ النَّاس وَاشِف اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُ کَ شِفَآءً لَا یُغَادِرُ سَقَمَا

ترجمہ:اے لوگوں کے رب تکلیف کو دور فرما اور شفادے تو ہی شفا دینے والا ہے تیری شفاء کے سوا کوئی شفا نہیں ہے ایسی شفا دے جو ذرا بھی مرض نہ چھوڑے۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ کا عمل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے غم وافکار گھیر لیں اسے چاہیے کہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بکثرت پڑھا کرے۔ علماء عظام فرماتے ہیں کہ اس کلمے کے عمل سے بڑھ کر کوئی چیز مددگار نہیں ہے۔ (مدارج النبوۃ)

آیت الکُرسیٰ

حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی مصیبت و سختی میں آیت الکرسی اور سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی فریاد رسی کرے گا۔ (مدارج النبوۃ)

جامع الدعاء

سَیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ اور یقیناً میں اس کلمے کو جانتا ہوں کہ نہیں کہتا اسے ہر مصیبت زدہ مگر یہ کہ اس کلمے کی بدولت حق تعالیٰ سبحانہ اس سے اس کو نجات عطا فرما دیتا ہے وہ کلمہ میرے بھائی یونس علیہ السلام کا ہے کہ انہوں نے تاریکیوں میں ندا کی تھی۔ لَآاِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن ۔ترجمہ۔اے اللہ: آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ کی ذات پاک ہے بے شک میں خطاکار ہوں ۔اوراس حدیث کو ترمذی نے بھی ذکر

کیاہے۔ (مدارج النبوۃ)

دعائے فقیر

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پا آیا اس نے عرض کیا یارسول اللہ ؐ دنیا نے مجھ سے پیٹھ پھیرلی اور مجھ کو دنیا نے چھوڑ دیا ہے۔(سَید الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین حضور ﷺ نے فرمایا تجھ سے صلوٰۃ ملائکہ (یعنی) فرشتوں کی دعا) اوروہ تسبیح خلائق جس کی بدولت انہیں رزق دیا جاتا ہے کہاں گئی؟ پھر فرمایا طلوع فجر کے وقت اس دعا کو سو100 مرتبہ پڑھو۔سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡم وَبِحَمۡدِہٖ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ۔تو دنیا تیرے پاس پست وذلیل ہو کر آئے گی پھروہ شخص چلا گیا اور عرصے تک نہیں آیا پھروہ آیا اوراس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے پاس دنیا اتنی وافر آئی کہ میں نہیں جانتا اسے کہاں رکھوں۔

یہ نماز فجر کی سنت اور فرض کے درمیان بزرگوں نے پڑھی ہے اوراس کے ساتھ ایک تسبیح لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡم۔کی بھی پڑھیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تمام گناہوں کی مغفرت کا موجب ہوگا اور یہ وسعت رزق میں تنگی اور ہر طرح کے غم اور پریشانی پیدا ہوتی ہے۔

(مدارج النبوۃ)

دردسر کی دعاء

حمیدی بروایت یونس بن یعقوب عبداللہ سے دردسر کی دعا نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ دردسر میں اپنے اس ارشاد سے تعوّذ فرماتے تھے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الۡکَبِیۡرِ وَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ الۡعَظِیۡم مِنۡ کُلِّ عِرۡقٍ لَغَاذٍ وَّمِنۡ شَرِّ حَرِّ النَّارِ۔

ترجمہ: خدا کے نام کے ساتھ جو بڑا ہے اور میں پناہ چاہتا ہوں اللہ بزرگ کی ہر رگ اچھلنے والے کی اور آگ کی گرمی کے نقصان سے۔

ہر درد و بلا کی دعا

حضرت ابان بن عثمان اپنے والد امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو کوئی تین مرتبہ شام کے وقت۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم۔

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جس کے ساتھ نقصان نہیں پہنچا سکتی کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں اور وہ سنتا اور جانتا ہے۔

پڑھے تو صبح تک کوئی ناگہانی بلا و مصیبت نہ پہنچے گی اور جو شخص اسے صبح کے وقت پڑھے تو شام تک اسے کوئی ناگہانی بلا و مصیبت نہ پہنچے گی۔

دعائے طعام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کھانا سامنے آنے کے بعد پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ خَیْرِ الْاَسْمَاءِ فِی الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ لَا یُضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ دَاءٌ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْهِ رَحْمَةً وَّشِفَاءً

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جو سب ناموں سے بہتر ہے زمین اور آسمان میں نہیں نقصان دیتی ہے اس کے نام کے ساتھ کوئی بیماری اے اللہ کر دے اس میں شفا اور رحمت۔۔ اس کو کوئی چیز ضرر نہ پہنچائے گی۔

دانت کے درد کی دعا

بیہقی عبد اللہ بن روحہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درد دانت کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے رخسار پر جس میں درد تھا رکھ کر سات مرتبہ پڑھا۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھَبْ عَنْہُ مَایَجِدُ وَفَحَشَہٗ بِدَعْوَۃِ نَبِیِّکَ الْمَسْکِیْنَ الْمُبَارَکَ عِنْدَکَ۔

ترجمہ: اے اللہ جو تکلیف یہ شخص محسوس کر رہا ہے اس کو اور اس کی سختی کو دور فرما دیجئے اپنے نبی مسکین کی دعا سے جو آپ کے نزدیک بابرکت ہے۔

دست مبارک اٹھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کے درد کو رفع فرما دیا۔ (مدارج النبوۃ)

دواؤں سے علاج

حضور اکرم ﷺ طبّی دواؤں کے ذریعے بھی اکثر مرضوں میں علاج کرتے تھے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی طِب وحی کے ذریعے حاصل ہوتی تھی اگرچہ بعض مواقع میں قیاس واجتہاد اور تجربہ بھی ہو گا۔ یہ کوئی بعید نہیں لیکن ادویہ روحانیہ پر انحصار کرنا اس بنا پر تھا کہ وہ اتم واعلیٰ اور اخص واکمل ہیں۔

امراض وعلاج

حضور اقدس ﷺ کی سنت طیّبہ یہ تھی کہ آپ اپنا اور اپنے اہل وعیال اور صحابہ کرام کا معالجہ فرمایا کرتے تھے اور آپ کی زیادہ تر ادویہ مفردات پر مشتمل تھیں۔

پیٹ میں کھانے کا انداز

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی نے پیٹ سے زیادہ برتن کبھی پر نہیں کیا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جن سے اس کی کمر سیدھی رہے اگر ضروری زیادہ کھانا ہو تو پھر تہائی حصہ کھانا کھانا چاہیے اور تہائی

حصہ پانی کے لیے وقف ہے اور تہائی حصہ سانس کے لیے۔ (مسند زادالمعاد)

مریض کی غذا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مریضوں کو کھانے پر مجبور نہ کرو کیونکہ اللہ عزّوجل انہیں کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (جامع ترمذی، ابن ماجہ، زادالمعاد)

حرام چیز میں شفا نہیں ہے

اور سنن میں مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے دوا میں شراب ڈالنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ مرض ہے علاج نہیں۔ یہ روایت ابو داؤد اور ترمذی نے نقل کی ہے۔ (زادالمعاد)

نیز نبی کریم ﷺ سے منقول ہے آپ نے فرمایا جس نے شراب سے علاج کیا اسے اللہ شفا نہ دے گا۔ (زادالمعاد)

مرض میں دودھ کا استعمال

امّ المؤمنین سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دودھ کا ثرید (دودھ میں روٹی بھیگی ہوئی یا اور کوئی غذا) مریض کے قلب کو قوّت دیتا ہے اور غم دور کرتا ہے۔ جب کبھی آپؐ سے عرض کیا جاتا کہ فلاں کو درد ہے اور وہ کھانا نہیں کھاتا تو آپؐ فرماتے تلبینہ (دودھ آمیز غذا) بنا کر اسے پلانا چاہیے۔ اور فرماتے قسم سے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ تمہارے پیٹ کو اس طرح دھو دیتا ہے کہ جیسے تم اپنے چہروں کو میل سے صاف کر دو۔ (زادلمعاد)

شہد کی تاثیر

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص ہر مہینے

میں تین دن صبح کے وقت شہد چاٹ لے پھر وہ کسی بڑی مصیبت وبلا میں مبتلا نہیں ہوتا۔ (ابن ماجہ، بیہقی، مشکوٰۃ)

قرآن وشہد میں شفا

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو شفا دینے والی چیزوں کو اپنے اوپر لازم کر لو (یعنی ان کا استعمال ضرور کیا کرو) ایک تو شہد دوسرے قرآن۔

(ابن ماجہ، بیہقی، مشکوٰۃ)

مرض لگنا اور فال بد

حضرت سعد بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ہامّہ، بیماری لگنا اور شگونِ بد کوئی چیز نہیں ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

کلونجی کی تاثیر

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ کلونجی سے ہر بیماری سے شفا ہے مگر موت سے نہیں۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

منتروں کا استعمال

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک منتروں میں شرک نہ ہو کوئی حرج نہیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

روغن زیتون

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذات الجنب کی بیماری میں روغن زیتون اور ورس (ایک بوٹی) کی تعریف کی ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

دوا میں حرام چیز کی ممانعت

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم دوا سے بیماری کا علاج کرو لیکن حرام چیز سے علاج نہ کرو۔

(ابو داوٗد، مشکوٰۃ)

ضعف قلب کا علاج

سنن ابی داوٗد میں حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ انہیں حضرت سعیدؓ سے روایت پہنچی ہے فرمایا کہ میں بیمار ہو گیا تھا جناب رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے آپؐ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کی آپؐ نے فرمایا تجھے دل کا مرض ہے مدینے کی سات عجوہ کھجوریں ان کی گٹھلیاں نکال کر استعمال کرو۔ (اس مرض میں کھجور ایک عجیب خاصیت رکھتی ہے۔ خصوصاً مدینہ طیبہ کی عجوہ کھجور یہ وحی سے متعلق ہے۔ (زادالمعاد)

صحیحین میں حضرت عامر بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ انہیں اپنے والد سے روایت پہنچی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو صبح کو ان میں سے سات کھجوریں کھالے اس روز کوئی زہر یا جادو نقصان نہ دے گا۔

مرگی

نبی کریم ﷺ اکثر اوقات آفت زدہ کے کان میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًاوَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَاتُرْجَعُوْن ط اورآیت الکرسی سے بھی اس کا علاج کیا جاتا تھا اور آفت زدہ کو بھی اس کا ورد رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے اور مُعوّذ تین پڑھنے کو بھی فرمایا کرتے تھے۔

(زادالمعاد)

مکھّی

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے کر نکال دو کیونکہ اس کے ایک پَر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا۔ (صحیحین، زادالمعاد) (از کتاب اُسوۂ رسول اکرمؐ ص 471تا480)

مختلف قطعات

دُرّ فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

(اکبر الہ آبادی مرحوم)

جس خاک پہ ہو نقش کف پائے محمدؐ
اس خاک کے نیچے فضائل کا دفینہ
وہاں کی زمین عرش سے بھی ہے اعلیٰ
جہاں دفن ہیں تاجدار مدینہ

(نسیم احمد آفریدی امروہوی)

ہر ذرّہ وہاں کا ہے واجب التعظیم
گلی گلی ہے مدینہ کی شاہرہ رسول
خدا نے شرف ہے مدینہ کو بخشا
کہ اک اک گلی رشک جنت بنا دی

(حمید صدیقی لکھنوی)

وہ دانائے رسل مولائے کل ختم الرسل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سِینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

(علامہ اقبال مرحوم)(از کتاب سیرۃ خلفاء اربعہ ص214 تا215)

نبوّت سے مشرّف گو سارے انبیآءؑ ہیں لیکن
نبوّت جس پہ نازاں ہے وہ فخر الانبیا تم ہوﷺ

(خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

یہ شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کس ادا پر جان دوں تو ہی بتا اے جانِ جاں
جس ادا کو دیکھتا ہوں حُسن کی تصویر ہے

اہل خانہ کے لیے انتظام

آپ ﷺ کی مِلک میں دودھ والی اونٹنیاں اور دودھ والی بکریاں تھیں جن کے دودھ سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے غذا حاصل کرتے۔ آپ ﷺ کے پڑوسی تھے جن کے یہاں منیحہ کے طور پر ہدیہ کیئے ہوئے جانور تھے جن کا دودھ وہ آپ ﷺ کے لیے بھیجتے تھے آپ ﷺ اسے کھاتے اور نوش فرماتے۔

دستر خوان پر

آپ ﷺ ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے اور کبھی خِوان پر کھانا نوش نہیں فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ولیمہ کی دعوت کو قبول فرماتے اور بیماروں کی عیادت فرماتے۔ ؟؟؟؟ میں تشریف لے جاتے اپنے صحابہ کرام کا خیال رکھتے جب وہ آپ کی مجلس سے غائب ہوں اور پوچھتے کہ فلاں کا کیا حال ہے؟

آپ ﷺ کا تولیہ آپ ﷺ کے قدم کا تلوہ ہوتا۔

آپ ﷺ نے گیہوں کی روٹی اور جو کی روٹی لگاتار تین دن سیر ہو کر کبھی نوش نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ اللہ عزّوجل کے پاس آپ ﷺ پہنچ گئے۔ یہ مجاہدہ اپنے نفس پر ایثار کی وجہ سے تھا۔ نہ پانے کی وجہ سے اور بخل کی وجہ سے نہیں تھا۔

مساوات

آپ ﷺ کی ملک میں غلام بھی تھے باندیاں بھی تھیں کھانے میں لباس میں آپ ﷺ ان سے برتری نہیں فرماتے تھے۔

مصروفیات

آپ ﷺ کا کوئی وقت اللہ عزّوجل کے لیے عمل اور اپنی ذاتی مشغول کے علاوہ میں گزرتا تھا۔

جنگل میں

آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام کے باغات کی طرف نکلتے وہاں سے کھاتے اور لکڑیاں اٹھا اٹھا کر لاتے۔

سلطان و گدا برابر

آپ ﷺ کسی مسکین کو اس کے فقر کی وجہ سے اور اس کی معذوری کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھتے تھے اور کسی

بادشاہ سے اس کی سلطنت کی وجہ سے ڈرتے نہیں تھے اُسے اور اِسے دونوں کو اللہ عزّوجل کی طرف ایک ہی انداز میں دعوت دیتے تھے۔ آپ ﷺ مؤمنین میں سے کسی کے لیے بُرا کلمہ نہیں فرماتے تھے مگر اللہ عزّوجل اس کلمہ کو اس مؤمن کے کے لیے کفارہ اور رحمت بنادیتے اور نہ آپ ﷺ کسی خاتون پر اور نہ کبھی کسی خادم پر لعنت فرماتے۔

دعا ہی دعا

آپ ﷺ سے جب سوال کیا جاتا کہ کسی پر آپ بددعا فرمائیں تو آپ ﷺ اس پر بددعا کے بجائے اس کے لیے دعا فرماتے اور اپنے دست مبارک سے نہ کسی خاتون کو آپ ﷺ نے کبھی پیٹا اور نہ کبھی کسی خادم کو پیٹا۔

اعانت

آپ ﷺ کے پاس آزاد یا غلام یا باندی میں سے کوئی نہ پہنچتا مگر آپ ﷺ اس کے ساتھ اس کی حاجت پوری کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے۔

فرش زمین ہی بستر

آپ ﷺ نے کبھی بستر کو عیب دار نہیں بتایا اگر آپ ﷺ کے لے انہوں نے بستر بچھا دیا تو اس پر لیٹ گئے اور اگر آپ ﷺ کے لیے بستر بچھا ہوا نہیں ہے تو زمین پر بیٹھ جاتے اور زمین پر لیٹ جاتے۔

اوصاف جمیلہ تورات اور انجیل میں

اللہ نے تورات میں آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کے وصف بیان فرمائے پھر فرمایا کہ محمد رسول اللہ میرے مختار بندے ہیں ، نہ وہ سخت ہیں نہ سخت کلام کرنے والے ہیں نہ بازار میں شور مچانے

والے ہیں اور برائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے بلکہ عفو و درگزر کا معاملہ فرماتے ہیں۔

آپ ﷺ کی جائے پیدائش مکہ اور آپ ﷺ کی حکومت شام میں ہوگی اور آپ ﷺ اپنے جسم کے درمیان پر لنگی باندھیں گے۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی قرآن اور علم کی طرف دعوت دینے والے ہوں گے آپ ﷺ اپنے اطراف ہاتھ، پیر، منہ کو وضوء میں دھونے والے ہوں گے اور اسی طرح آپ ﷺ کے اوصاف انجیل میں بیان کئے گئے ہیں۔

دل جوئی

آپ ﷺ جس سے ملتے سلام میں ابتداء فرماتے۔ اور جو آپ ﷺ کے ساتھ کسی ضرورت کی وجہ سے کھڑا ہوتا، تو آپ ﷺ اس کے ساتھ کھڑے رہتے یہاں تک کہ وہی لوٹ جاتا۔

پیار

آپ ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ میں جب کسی سے ملتے تو اس سے مصافحہ فرماتے پھر اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اپنی انگلیاں مبارک اس کی انگلیوں میں ڈالتے پھر اپنی مٹھی سے اس کا ہاتھ زور سے پکڑتے۔

ذکر اللہ

آپ ﷺ کا قیام اور قعود نہ ہوتا مگر اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی ہوتا۔

حاجت مندوں سے کتنا پیار

آپ ﷺ کے پاس کبھی کوئی شخص آکر بیٹھا اس حال میں کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوں تو آپ ﷺ اپنی نماز کو مختصر فرمادیتے اور اس شخص کی طرف متوجہ ہوتے اور پوچھتے کہ کیا آپ کی کوئی حاجت ہے؟ پھر وہ اپنی حاجت سے فارغ ہو کر چلا جاتا تو دوبارہ آپ ﷺ اپنی نماز میں مشغول ہو جاتے۔

متواضعانہ ہیئت

آپ ﷺ کے اکثر بیٹھنے کا انداز یہ ہوتا کہ آپ ﷺ اپنی دونوں پنڈلیاں کھڑی کر دیتے اوران کو اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیتے جس کو عربی میں حبوہ باندھنا کہا جاتا ہے۔

مجلس میں

آپ ﷺ کے اکثر بیٹھنے کی جگہ صحابہ کرام کی مجلس میں کوئی معروف نہیں تھی اس لیے آپ ﷺ جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں بیٹھ جاتے اور کبھی آپ ﷺ کو اپنے دونوں پیر مبارک لمبے کئے ہوئے دیکھا نہیں گیا جس سے اپنے صحابہ کرام پر آپ ﷺ تنگی فرمارہے ہوں سوائے اس کے کہ جگہ کشادہ ہو۔ آپ ﷺ کا اکثر بیٹھنا قبلہ رو ہوتا تھا۔

آنے والے کا اکرام

آپ ﷺ ہر آنے والے کا اکرام فرماتے یہاں تک کہ اپنی چادر مبارک اس کے لیے بچھادیتے ایسے شخص کے لیے بھی کہ جس کے اورآپ ﷺ کے درمیان کوئی قرابت نہ ہوتی نہ رضاعت کی رشتہ داری ہوتی۔ اس کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھادیتے تھے۔ اورآپ ﷺ ہر آنے والے پر تکیہ کا ایثار فرماتے جو آپؐ کے نیچے ہوتا تھا۔ پھر اگر وہ اس کو قبول کرنے سے انکار بھی کرتا تو آپؐ اس پر اصرار فرماتے یہاں تک کہ وہ اس کو قبول کرلے آپ ﷺ کے پاس بیٹھنے والوں میں سے ہر شخص کو پوری پوری بشاشت عطا فرماتے تھے یہاں تک کہ وہ سمجھتا کہ تمام لوگوں میں وہ سب سے زیادہ آپ ﷺ کے یہاں معزز ہے۔

بُلانے کا انداز

آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام کو کنیت سے یاد فرماتے اور اُن کے اکرام کے لیے اور ان کے دل کھینچنے کے لیے کنیت کے ساتھ انہیں بلاتے اور جن کی کنیت نہ ہوتی انہیں اپنی طرف سے کنیت عطا فرماتے۔ آپ ﷺ ان خواتین کو بھی جن کی اولاد نہ ہوتی انہیں بھی اپنی طرف سے کنیت عطا فرماتے اور جن کی اولاد ہوتی انہیں کنیت سے یاد فرماتے اور بچوں بچیوں کی دل جوئی کے لیے اور ان کا دل لبھانے کے لیے آپ ﷺ کنیت کے ساتھ انہیں خطاب فرماتے۔

رضاو غضب

آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ غصہ سے دور اور ان میں سب سے جلد راضی ہو جانے والے تھے۔ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ شفیق تھے اور سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچانے والے تھے۔ اور سب سے زیادہ خیر اور بھلائی کا برتاؤ فرمانے والے تھے۔

اختتام مجلس

آپ ﷺ جب اپنی مجلس سے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ سبحانک اللّٰھم وَبحمد ک اشھد ان لاالہ اِلّاانت اَستَغفِرُ ک وَاَتُوبُ اِلیک۔ پھر فرماتے کہ یہ کلمات جبرئیلؑ امین نے مجھے سکھلائے ہیں۔

انداز تخاطب

آپ ﷺ مختصر کلام فرماتے آسان کلام فرماتے کلام کو دو دفعہ یا اس سے بھی زیادہ دہراتے تاکہ سننے والا سمجھ سکے۔ آپ ﷺ کا کلام پروئے ہوئے موتیوں کی طرح ہوتا اور آپ ﷺ ہر بُرے کلام سے اعراض فرماتے اور ان سے بھی جو عرف میں بری سمجھی جاتی ہیں جب وہ اثنائے کلام میں آتیں تو آپ ﷺ

کنایہ کے انداز میں اس کا ذکر فرماتے اور آپ ﷺ جب سلام فرماتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے۔

روتے ہی رہتے تھے

آپ ﷺ کی آنکھ مبارک بکثرت آنسوؤں سے تر رہتی اور بہتی رہتی۔ ایک دفعہ سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ نماز میں روتے رہے۔ ہچکیاں لیتے رہے اور پڑھتے رہے یارب! تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ تو انہیں عذاب نہیں دے گا اس حال میں کہ میں ان میں سے ہوں اور اس حال میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں ؟ اور یارب! ہم تجھ سے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کے صحابہ کرام کی ہنسی آپ ﷺ کے یہاں تبسم ہوتی آواز بغیر، آپ ﷺ کی توقیر اور آپ ﷺ کی اقتداء میں اور صحابہ کرام جب آپ ﷺ کی مجلس میں ہوتے تو گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

تبسم زیادہ سنجیدگی کم

آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ تبسم فرمانے والے تھے جب تک کہ قرآن نازل نہ ہو رہا ہو یا قیامت کا ذکر نہ فرما رہے ہوں یا وعظ اور نصیحت کا خطبہ نہ دے رہے ہوں۔ آپ ﷺ کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تو اس امر کو اللہ عزوجل کے سپرد فرمادیتے۔ لا حول ولا قوۃ الّا باللہ فرماتے اور ضلالت اور گمراہی سے دور رہنے کا اللہ سے سوال فرماتے۔

بڑے طبق میں سب مل کر اکھٹے کھاؤ

آپ ﷺ کو سب سے محبوب کھانا وہ ہوتا جس پر بہت سے ہاتھ پڑ رہے ہوں۔

متواضعانہ جلوس

آپ ﷺ کے کھانے کے لیے بیٹھنے کا اکثر انداز یہ ہوتا کہ آپ ﷺ اپنے دونوں گھٹنے مبارک اپنے دونوں قدم کے درمیان جمع فرمادیتے جس طرح کہ قعدہ میں مصلی بیٹھتا ہے لیکن فرق یہ ہوتا کہ گھٹنا گھٹنے کے اوپر ہوتا اور قدم قدم کے اوپر ہوتا۔ اور آپ ﷺ فرماتے کہ میں صرف اللہ کا عاجز بندہ ہوں جیسا غلام کھاتا اس طرح میں کھاتا ہوں۔

گرم طعام

آپ ﷺ گرم کھانا نوش نہیں فرماتے تھے کہ اس میں برکت نہیں تم اسے ٹھنڈا کر لیا کرو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ آگ نہیں کھِلا رہے ہیں۔

لقمہ کیسے لیتے؟

آپ ﷺ اپنے سامنے سے کھاتے اور اپنی تین انگلیاں مبارک سے کھاتے اور کبھی چوتھی سے بھی مدد لیتے۔ دو انگلیوں سے کبھی کھانا نوش نہیں فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دو انگلیوں سے کھانا شیطانی حرکت ہے۔

جَو کی روٹی

آپ ﷺ بغیر چھنے ہوئے جَو کی روٹی نوش فرماتے اور وہ کبھی حلق مبارک میں اٹک جاتی تو پانی کے ایک گھونٹ سے حلق سے نیچے اتارتے۔

ککڑی، کھجور، انگور

آپ ﷺ ککڑی کو رطب کے ساتھ نوش فرماتے اور ککڑی کو نمک کے ساتھ نوش فرماتے اور تمام پھلوں میں آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تازہ کھجوریں اور انگور تھا۔

روٹی اور خربوزہ یا تازہ کھجور

آپ ﷺ خِرْبز خربوزہ کو روٹی کے ساتھ اور میٹھی چیز کے ساتھ نوش فرماتے اور کبھی اسے رطب تازہ کھجور کے ساتھ نوش فرماتے اور دونوں ہاتھ استعمال فرماتے۔

انگور

آپ ﷺ انگور کا کنارہ توڑ کر پھر اسے نوش فرماتے جس سے اس کے پانی کے قطرے داڑھی مبارک پر گرتے جو موتی کی طرح چمکتے۔

اسودین

آپ ﷺ کا اکثر کھانا کھجور اور پانی ہوتا۔

کھجور اور دودھ

آپ ﷺ کھجور کو دودھ کے ساتھ جمع فرماتے اور ان دنوں کا نام اطیبان رکھتے، دو عمدہ چیزیں

گوشت

آپ ﷺ کا سب سے پسندیدہ کھانا گوشت تھا اور فرماتے یہ سماعت کو بڑھاتا ہے اور یہ گوشت دنیا اور آخرت میں تمام کھانوں سے بڑھا ہوا ہے سَیّد الطعام ہے۔

غُرباء کی دعوت

آپ ﷺ کسی باندی اور غریب کی دعوت قبول کرنے سے انکار نہیں فرماتے تھے۔

کُلُّہٗ لِلّٰہِ

آپ ﷺ اپنے رب کے لیے غصّہ فرماتے، اپنی ذات کے لیے غصّہ نہیں فرماتے تھے۔

حق کا نفاذ

آپ ﷺ حق کو نافذ فرماتے اگرچہ اس کی وجہ سے آپ ﷺ کی ذات عالی کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو ضرر پہنچ رہا ہو۔

کدو اور گوشت

آپ ﷺ گوشت اور آلکدو کا ثرید نوش فرماتے اور آپ ﷺ آلکدو پسند فرماتے اور فرماتے یہ یونس علیہ السلام کا درخت ہے آپ ﷺ فرماتے اے عائشہ جب تم دیگچی پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈال دیا کرو اس لیے کہ یہ پریشان دل کو قوت پہنچاتا ہے۔

فاقہ

آپ ﷺ اپنے پیٹ مبارک پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھتے تھے اور اپنے صحابہ سے اس کو چھپاتے تھے۔

جو آگیا نوش فرمالیا

آپ ﷺ ماحضر کو نوش فرماتے اور جو ملتا جو سامنے آتا، اسے رد نہیں فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کسی حلال چیز کے کھانے سے پرہیز نہیں فرماتے تھے اگر کھجور پاتے روٹی کے بغیر

تونوش فرماتے۔ اگر بُھنا ہوا گوشت پاتے تو کھالیتے اور اگر حلوہ یا کوئی میٹھی چیز یا شہد پاتے تو نوش فرماتے۔

پرندے اور مرغی

آپ ﷺ مرغی کا گوشت کھاتے، اور شکار کئے ہوئے پرندے کا گوشت کھاتے لیکن اسے خریدتے نہیں تھے اور خود شکار نہیں فرماتے تھے۔ لیکن یہ پسند فرماتے تھے کہ کوئی شکار کرے اور آپ کے پاس لایا جائے اور آپ نوش فرمائیں۔ اور جب گوشت کھاتے تو اپنے سر مبارک کو اس کی طرف نیچے جھکاتے نہیں تھے بلکہ اس کو اپنے منہ کی طرف اونچا کرتے پھر اسے دانتوں سے توڑتے

گھی اور پنیر

آپ ﷺ پنیر اور گھی نوش فرماتے اور آپ ﷺ بکری میں سے اس کا شانہ اور دستہ پسند فرماتے۔ امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو دستہ کو گوشت تمام گوشتوں میں زیادہ محبوب تو نہیں تھا لیکن آپ ﷺ کو گوشت کبھی کبھار میسر آتا تھا۔ اور آپ ﷺ کی طرف یہ جلدی لایا جاتا تھا اس لیے کہ یہ آسانی سے پک جاتا تھا۔

عجوہ

آپ ﷺ پکی ہوئی دیگچی میں سے کدو پسند فرماتے اور کھجور میں سے عجوہ پسند فرماتے اور عجوہ کے بارے میں برکت کی دعا فرماتے۔ اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ عجوہ جنت میں سے ہے اور یہ زہر اور جادو سے شفا دینے والا ہے۔

سبزیاں

آپ ﷺ سبزیوں میں سے ہِندباء اور شُمرہ اور رِجلہ کو پسند فرماتے۔ آپ ﷺ بکری میں سے

سات چیزیں نوش نہیں فرماتے تھے، نَر کا ذکر اور خصیے اور حیا یعنی مادہ کی شرمگاہ اور خون اور مثانہ اور پتہ اور غدود اور اپنے علاوہ کے لیے بھی آپ ﷺ ان چیزوں کا کھانا ناپسند فرماتے تھے۔

بدبُودار غذائیں

آپ ﷺ لہسن نہیں کھاتے تھے اور نہ پیاز اور گندنا کھاتے۔ لیکن کسی کھانے کی چیز کو بُرا نہیں بتلاتے تھے۔

متاع دنیا میں سے

آپ ﷺ کے یہاں غراء نامی ایک بڑا پیالہ تھا جس کے چار کڑے تھے جس کو چار آدمی مل کر اٹھاتے تھے اور اناج ناپنے کا صاع تھا اور اسی کام کے لیے ایک مُد تھا اور چارپائی تھی جس کے پائے ساگوان کی لکڑی کے تھے آپ ﷺ کے یہاں ایک چوکور کھلا ہوا برتن تھا جس میں آپ ﷺ آئینہ اور کنگھی اور دو قینچیاں اور مسواک رکھتے تھے

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اور بکریاں

آپ ﷺ کی مِلک میں استعمال کے لیے دی ہوئی بکریاں تھیں جنہیں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی دایہ چرایا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ کو تِلی اور گوہ ناپسند تھا لیکن اسے بھی حرام نہیں فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کھانے کو اپنی انگلی مبارک سے چاٹ لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ کھانے میں سے جو آخری حصہ رہ جائے وہ سب سے زیادہ برکت والا ہوتا ہے۔

انگلیاں چاٹنا سنت ہے

آپ ﷺ اپنی انگلیاں اتنی چاٹتے کہ وہ سرخ ہو جاتیں۔

چاٹنے میں حکمت

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے ہاتھ تولیہ سے نہیں پونچھتے تھے جب تک کہ اپنی انگلیاں ایک ایک کر کے چاٹ نہ لیتے اور فرماتے کہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کونسی انگلی میں برکت ہے۔

گوشت کی بُو

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب گوشت اور روٹی کھاتے تو اسی موقع پر اچھی طرح ہاتھ دھوتے پھر بقیہ پانی سے اپنے چہرہ انور کو پونچھ لیتے۔

مفردات پسند تھے

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم برتن میں سانس نہیں لیتے تھے بلکہ اسے تھوڑا دور فرما دیتے تھے پھر سانس لیتے۔ ایک دفعہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں دودھ اور شہد ملا ہوا تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کے پینے سے انکار فرمایا اور فرمایا دو پینے کی چیزیں ایک ہی پینے کی چیز میں ملا دیں اور دو سالن ایک ہی برتن میں ملا دیئے؟ پھر فرمایا کہ میں اسے حرام نہیں کہتا لیکن مجھے فخر ناپسند ہے اور زائد دینا کا حساب ناپسند ہے۔ اور میں میرے رب عزوجل کے سامنے تواضع کو پسند کرتا ہوں اس لیے کہ مَنۡ تَواضع لِلّٰہِ رَفَعَہٗ۔ جو اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ اسے بلند فرماتے ہیں۔

کس درجہ باحیاء

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جوان لڑکی سے بھی زیادہ اپنے گھر میں حیاء کے ساتھ رہتے تھے نہ ان سے کسی کھانے کی چیز کا سوال فرماتے نہ ان کے سامنے کھانے کی چیز کی اشتہاء جتاتے وہ آپ کو کھلاتے تو آپؐ کھالیتے جو آپ کو دیتے آپ قبول فرماتے اگرچہ وہ معمولی سی چیز ہو۔

اپنی خدمت آپ

اکثر اوقات آپ ﷺ بنفس نفیس خود کھڑے ہو کر کھانے اور پینے کی چیزیں لیتے۔

(از کتاب جمال محمدیؐ جبل نور پر ص ۶ تا۱۹)

حضرت خاتم النبیین فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف

س:۔ سرکار دوعالم ﷺ کا حلیہ شریف کیسا تھا؟

ج:۔ ہماری روحوں کے بادشاہ کا قد مبارک دیکھنے میں درمیانی تھا۔نہایت مناسب مگر یہ معجزہ تھا کہ جب چند آدمیوں کے ساتھ چلتے تو سب سے اونچے معلوم ہوتے تھے۔

سر مبارک: کلاں وبزرگ، سرداری کا تاج، عقل وتدبر کا پیکر۔

بدن مبارک: گٹھا ہوا، خوب صورت، سجاوٹ کے ساتھ بھرا ہوا خوبصورتی گھپی ہوئی جتنا کوئی غور کرتا خوب صورتی زیادہ معلوم ہوتی تھی۔بدن مبارک پر بال بہت کم، چمک زیادہ، سر مبارک کے بال سیاہ چمکدار کسی قدر گھونگریالے، بالوں میں تیل یا مشک جیسی چیزوں کا بھی استعمال فرماتے تھے، کچھ عمر کی رسِیدگی، کچھ خوشبو وغیرہ کے استعمال سے بالوں میں کس قدر ہموارپن آ گیا تھا۔

ریش مبارک: گھنی خوبصورتی کے ساتھ بھرپور ریش اور سر مبارک میں گنتی کے کچھ بال سفید ہو گئے تھے۔بعضوں نے تعداد بھی بتائی ہے کہ ریش مبارک اور سر میں 20 بال سفید تھے۔

مقدس پیشانی: کشادہ اور روشن گویا آفتاب کا کنارہ بلکہ حُسن وجمال کا سجدہ گاہ۔

بھوئیں: گنجان دراز اور باریک ان کی نازک خمیدگی قوس قزح کے لیے باعث صدرشک جن کے بیچ میں کشادگی۔یعنی اقبال اور برکتوں کی کھلی دلیل ان دونوں کے بیچ میں ایک رگ تھی جو غصّہ کے وقت اُبھر جاتی

اور پھڑکتی تھی۔

مبارک آنکھیں: بڑی بڑی تھیں موتی چور، جن کے سرخ ڈورے جمال کے ساتھ جلال کی شان بھی دوبالا کرتے تھے۔ پتلی سیاہ، بھرہ گویا نو کے آبگینے پر سیاہ مخمل کی بند کی یا موتی کی آبدار سطح پر رخ حور کا کالا تِل پلکیں گنجان اور سیاہ اور تلوار جیسے خم کے ساتھ دراز۔

رنگ: سفید سرخی گھپی ہوئی جس میں رونق اور چمک حُسن کو دوبالا کر دینے والی۔

مبارک رخسارے: نرم سرخی مائل گویا چاند پر گلاب کی سرخی ہموار اور ہلکے نہ گوشت لٹکے ہوئے۔

مقدس ناک: بلندی مائل مگر زیادہ اونچی نہ تھی کہ بد نما معلوم ہوتی اس پر چمک اور نور کی عجیب بلندی تھی کہ پہلے پہل دیکھنے والا اونچی سمجھتا مگر غور سے معلوم ہوتا کہ نوراور بانسا خوب صورتی کے ساتھ اوپر اٹھا ہوا۔

دہن مبارک: مناسب طور پر کشادہ، پاکیزگی اور فصاحت کا دیباچہ۔

دندان مبارک: باریک آبدار اور روشن جمکدار، سامنے کے دانت ایک دوسرے سے کسی قدر چھیدے مسکراہٹ کے وقت ایسا معلوم ہوتا کہ اولوں کی لڑی سے نازک نقاب ہٹ گیا۔ گفتگو کے وقت معلوم ہوتا کہ تاروں کی کرنیں دندان مبارک سے پھوٹ کر شوخیاں کر رہی ہیں۔

شاندار چہرہ انور: چودھویں رات کا چاند نہیں چاند بھی اس سے شرمندہ ہوتا۔ خدا کی قسم چاند سے بہت پیارا کتابی تھا۔ یعنی چہرہ انور نہ بالکل گول نہ بالکل لمبا بلکہ دونوں کے درمیان تھا مگر کسی قدر گولائی لیے ہوئے وجاہت سے بھرا ہوا، خاموشی کے وقت ہیبت اور عظمت ٹپکتی دیکھنے والا مرعوب ہو جاتا۔ گفتگو کے وقت موتی برستے پیاری بول چال دل میں جگہ کر لیتی محبت کا بیج بو دیتی، خیال ہوتا موتیوں کی بارش ہو رہی ہے۔

پاکیزہ گردن: سانچے میں ڈھلی ہوئی ایسی صاف کہ مرمر کی صفائی اس کے سامنے ہیچ، ایسی سپید کہ چاندی کی خوبصورت سفیدی اس سے شرمندہ۔ دونوں شانوں کے بیچ میں خاتم نبوت یعنی نبوت کی مہر۔

خزانہ معرفت: یعنی سینۂ مبارک: چوڑا اور بھرا ہوا، شکم مبارک اور سینہ برابر نہ آگے بڑھا ہوا۔ سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر کسی قدر بال تھے۔ باقی سینہ اور شکم بالوں سے صاف صرف سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی باریک سی ایک دھاری تھی۔

شانے: بھاری، پر گوشت اور ایک دوسرے سے فاصلہ پر۔

کلائی: دراز اور چوڑی جیسے شیر کی بلکہ اس سے بھی قوی اور مضبوط۔

ہتھیلیاں: گداز پر گوشت چوڑی، ایسی نرم کہ ریشم اور حریر بھی ان کے سامنے مات، ایسی خوشبو کہ عِطر شرمندہ۔

اعضاء کے جوڑ: اور ان کی ہڈیاں، بڑ چوڑی اور مضبوط۔

پائے مبارک: پر گوشت، زیبائش کے ساتھ ہموار ایسے صاف کہ پانی کے قطرے ان پر ٹھہرنے سے لرزاں۔ ایسے سُتھرے کہ بلور ان پر سُو جان سے قربان، جو وقت اور تیزی سے اٹھتے اور کشادگی، پھرتی و متانت کے ساتھ رکھے جاتے تھے۔

ایڑی مبارک: مناسبت کے ساتھ درازی کی خوبصورتی سے آراستہ پسندیدگی کا مظہر۔

پسینہ اور لعاب: کی خوشبو مشک و عنبر کی خوشبو کو بھی مات کرتی تھی۔ لعاب مبارک عاشقان محمدی اپنی ہتھیلیوں پر لیتے اور پھر گویا مشک کی لوٹ ہوتی جس کو جھپٹ جھپٹ کو لوگ چہرے اور سر پر ملتے۔ پسینہ مبارک کا کوئی قطرہ مل جاتا تو عطر کی طرح رکھتے۔

بول وبراز: کو زمین نگل جاتی تھی غلطی سے ایک شخص نے حضورؐ کا بول پی لیا تھا جو شب کے وقت پیالہ میں کیا گیا تھا۔ اورابھی زمین پر نہ پڑا تھا ہمیشہ اس شخص کے بدن سے خوشبو آتی تھی۔

رفتار مبارک: تیز ہوتی، قدم مبارک کسی قدر کشادہ، زمین پر آہستہ پڑتا مگر اس کا اٹھنا قوت کے ساتھ ہو، نہ متکبروں کی سی اکڑ نہ پوستیوں جیسے بے جان نگاہ نیچی رہتی ایسا معلوم ہوتا۔ گویا ڈھال میں اتر رہے ہیں یعنی کسی قدر آگے کو جھکے ہوئے۔

مہر نبوت: س۔ مہر نبوت کہاں تھی۔

ج۔ دنوں شانوں کے بیچ میں بائیں طرف سخت ہڈی کے قریب۔

س۔ اس کی شکل کیا تھی۔

ج۔ مَسہ کی طرح خوبصورتی کے ساتھ گوشت مبارک اُبھرا ہوا تھا جو بدن کی عام رنگت سے کسی قدر زیادہ سرخی لیئے ہوئے تھا اس کی شکل کچھ بندھی مٹھی کے مشابہ تھی۔ چاروں طرف بڑے بڑے تِل تھے جو بڑائی کی وجہ سے مَسوں کے برابر معلوم ہوتے تھے اور گرداگرد بال تھے۔

س۔ مہر نبوت کس قدر بڑی تھی۔

ج۔ کبوتر کے بیضہ یا سیج بند کی گھنڈی کی برابر۔

مزید تفصیل مہر نبوت کی یہ مہر نبوت آنحضرت ﷺ کی نبوت کی خاص نشانی تھی جس کا ذکر کتب سابقہ اورانبیاء سابقینؑ کی بشارتوں میں تھا علما بنی اسرائیل اسی علامت کو دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ حضور پر نورؐ وہی نبی آخر الزمان ہیں کہ جن کی انبیاء سابقین نے بشارت دی۔ اور جو علامت (مہر نبوت) بتلائی تھی وہ آپؐ میں موجود ہے گویا مہر نبوت آپکی نبوت کے لیے من جانب اللہ تعالیٰ کی مہر اور سَند تھی۔

(دیکھو دارج النبوۃ ص ۲۱ ج ۱۔ از سیرۃ العلمین حصہ سوئم ص ۳۷۲)(از کتاب تاریخ اسلام حصہ سوئم ص 3 تا ص 10)

یہ ایک شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

فَاقَ النَّبِیینَ فِی خَلْقٍ وَفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوہ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمٖہٖ

ترجمہ: آنحضرت ﷺ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں میں تمام انبیاء علیہم السلام سے فائق ہیں نیز علم وبزرگی اور سخاوت بھی دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام آپؐ کے ہمسر نہیں ہیں۔

شرح: اس میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اخلاق عالیہ اور صفات کاملہ کا ایک نہ ایک بلند ترین معجزانہ نمونہ پیش کیا کسی نے صبر، کسی نے ایثار، کسی نے قربانی، کسی نے جوش توحید، کسی نے ولولۂ حق، کسی نے تسلیم ورضا، کسی نے عفت وپاکدامنی، کسی نے زہد وقناعت، کسی نے حکومت وسلطنت، مگر کوئی نبی ایسا نہیں مبعوث کیا گیا جو بیک وقت ان تمام اوصاف سے متصف کر کے افضل الانبیاء وخاتم الانبیاء بنادیا

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

علم، عمل، خلق وخُلق، دماغ وکیریکٹر، ارتقاء، ذہنی وارتقاء عملی تمام ظاہر وباطنی کمالات کا نمونہ آنحضرت (سَید الانبیاء والمرسلین) ﷺ کی ذات مبارک نے پیش کیا عالم انسانی اسکی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے (اور قیامت اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہے گی) حضور ﷺ کی زندگی صفات محمود، خصائل حمیدہ، اخلاق فاصلہ، اور صفات جمیلہ کا مجموعہ ہے کونسا جلوہ ہے جو یہاں دعوت نظارہ نہ دیتا ہو کونسی ادا ہے جو دل نہ کھینچتی ہو۔

یہ شعر ملاحظہ فرمائیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کس ادا پر جان دوں تو ہی بتا اے جانِ جاں
جس اَدا کو دیکھتا ہوں حسن کی تصویر ہے

معلوم ہوا کہ سابق حضرت انبیاء علیہم السلام کے اندر الگ الگ جو اوصاف پائے جاتے تھے وہ سارے کے سارے بکمال وجمال آنحضور ﷺ کے ان موجود تھے۔

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

(از کتاب جواہر علم ص179 تا180)

یٰارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

نبوت سے مشرّف گو سارے انبیاءؑ ہیں لیکن
نبوّت جس پہ نازاں ہے وہ فخر الانبیاء تم ہوؐ

(از خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

ریش مبارک یعنی داڑھی مبارک

ریش مبارک آپ ﷺ کی گھنی تھی۔ آپ اُسے بالکل کترواتے نہ تھے البتہ مونچھیں کترواتے تھے مگر گاہ بگاہ جو بال زائد ہو جاتے تھے ان کو کترا دیتے تھے تاکہ صورت بدنمانہ معلوم ہو۔ چونکہ تمام حضرت انبیاء والمرسلین علیہم السلام کی سنت تھی۔ معاذاللہ معاذاللہ ملکی اور قومی رواج کی بناپر نہ تھی جیسا کہ بعض گمراہوں اور نادانوں کا خیال ہے داڑھی صرف سنت محمدیہ اور طریقہ اسلام ہی نہیں بلکہ تمام پیغمبروں (جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے) کی سنت ہے کہ حدیث میں آیاہے من سُنن

المرسلین۔یعنی داڑھی تمام انبیاء علیہم السلام ومرسلین کی سنت ہے۔

غرض یہ کہ داڑھی کل انبیاء ومرسلین اور تمام صحابہ وتابعین اور تمام علماء ربّانیین کی سنت مستمرّہ ہے اور شعار اسلام میں سے ہے۔اور داڑھی نہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے اور شعار اسلام کی علی الاعلان بے حرمتی ہے۔اور داڑھی کا مزاح اُڑانا کفر ہے اس لیے کہ داڑھی کی مزاح اُڑانا تمام انبیاء ومرسلین کا استھزاء وتمسخر ہے اور تمام شریعتوں کے ایک مسلمہ حکم کی توہین ہے اور تمام صحابہ وتابعین اور چودہ صدی کے تمام علماء وصلحاء اور اولیاء اور سلاطین اسلام کی تحمیق اور تجہیل ہے داڑھی کا مزاح اڑانے والے یہ نہیں سمجھتے کہ پچاس 50 قبل ان کے سلسلہ کے تمام آباؤاجداد داڑھی رکھتے تھے۔کہ اس مسخرہ کے نزدیک اس کے تمام آباواجداد حماقت کا سائن بورڈ لگائے ہوئے تھے۔اللہ تعالیٰ ان نادانوں کو عقل دے آمین۔

(سیرۃ المصطفٰی حصہ سوئم ص374تا376)

الغرض آپ ﷺ کا جسم اطہر اور چہرہ انور تمام ظاہری اور باطنی محاسن سے مزین تھاسوائے (مسکرانے) کے کبھی آپ کھل کھلا کر نہیں ہنسے۔حدیث میں ہے کہ صورت اور سیرت میں آپ ﷺ سب سے زیادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ (سیرۃ المصطفٰی حصہ سوئم ص374)

لباس نبوی ﷺ

آنحضرت ﷺ کا لباس نہایت سادہ اور معمولی ہوتا تھا فقیرانہ اور درویشانہ زندگی تھی۔عام لباس آپ کا تہمد اور چادر اور کرتہ اور جبہ اور کمبل تھا۔جس میں پیوند لگا ہوتا تھا۔آپ ﷺ کو سبز لباس پسند تھا آپؐ کی پوشاک عموماً سفید ہوتی تھی۔

چادر: یمنی چادر جس پر سبز اور سرخ خطوط ہوں۔آپ کو بہت مرغوب تھی۔جو بُرد یمانی کے نام سے

مشہور تھی۔ خالص سے سرخ سے منع فرماتے۔

ٹوپی: سر مبارک سے چمٹی ہوئی ہوتی تھی اونچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں فرمائی ابو کبشہ اغاری سے مروی ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ٹوپیاں چپٹی سر سے لگی ہوئی ہوتی تھیں۔

عمامہ: آنحضرت ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام رکھتے تھے فرماتے ہیں کہ ہم میں اور مشرکین میں بھی فرق ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ عمامہ باندھتے تو شملہ دو شانوں کے درمیان لٹکا لیتے۔ اور کبھی دائیں جانب بائیں جانب ڈال لیتے اور کبھی تحت الحنک تھوڑی کے نیچے لپیٹ لیتے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے جنگ بدر اور جنگ حنین میں میری امداد کے لیے فرشتے اتارے جو عمامے باندھے ہوئے تھے جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ (بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰئِکَةِ مُسَوِّمِیْن)

پاجامہ: حدیث میں ہے کہ آپؐ نے منٰی کے بازار میں پاجامہ بِکتا ہوا دیکھا دیکھ کر اسے پسند فرمایا اور فرمایا کہ اس میں بہ نسبت ازار کے تستر زیادہ ہے۔ اور اس کو خرید فرمایا لیکن استعمال کرنا ثابت نہیں قمیص پیراہن آپؐ کو بہت محبوب تھا سینہ پر اس کا گریبان تھا کبھی کبھی اس کی گھنڈیاں کھلی ہوئی ہوتی تھیں۔

لنگی: آپؐ کے تمام کپڑے ٹخنوں سے اوپر رہتے تھے بالخصوص آپؐ کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہوتا تھا۔

موزے: بھی استعمال فرماتے تھے اور ان پر مسح فرماتے۔

گدا: آپؐ کا گدا ایک چمڑے کا ہوتا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی۔ اور بسا اوقات حضور پرنور ﷺ ایک بوریئے پر سویا کرتے تھے۔ حصیر (بوریا) آپ ﷺ کا بستر تھا۔

انگوٹھی: دست مبارک میں چاندی کی انگوٹھی بھی استعمال فرماتے تھے آنحضرت ﷺ نے جب قیصر روم

اور نجاشی شاہ حبشہ وغیرہ کو دعوت اسلام کے خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا کہ سلاطین بدوں مُہر کے کوئی تحریر قبول نہیں کرتے۔اس لیے آپؐ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس میں تین سطروں میں اوپر نیچے محمد رسول اللہ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) لکھا ہوا تھا۔

نعلین مبارک: چپل کے طرز کے ہوتے تھے کہ جس میں نیچے صرف ایک تلا ہوتا تھا اور اوپر دو تسمے لگے ہوتے تھے جس میں انگلیاں ڈال لیتے تھے۔

(زرقانی ج5 ص45، سیرۃ المصطفٰی حصہ سوم ص382 تا383)

خرقہ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

قال اللہ تعالیٰ: یٰاَیُّھَاالْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ ۔قال اللہ تعالیٰ: یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ۞قُمْ فَاَنْذِرْ۞وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ۞

اے برادر در لباس صوف باش
باصفتہائے خدا موصوف باش

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس صوف کا ایک کالا کمبل بھی تھا۔جس میں پیوند لگے ہوئے تھے۔جس کو خرقہ (گدڑی) کہتے ہیں صوف کا کالا کمبل جس میں پیوند لگے ہوئے ہوں یہ انبیاء کرامؑ کی سنّت ہے جو اولیاء اللہ اور درویشوں کو رواثت میں ملا ہے افسوس اور ہزار افسوس کہ یہ سنت اب دنیا سے رخصت ہوئی صوفی کو صوفی اس لیے کہا جاتا ہے کہ جو صوف کا کمبل انبیاء کرامؑ کی سنّت پر عمل کرنے کے لیے پہنتا ہو اور دنیا کو تین طلاق مغلظہ بائنہ دے کر بے فکر ہو گیا ہو اور حُلہ شاہی اور امیری کو اس خرقہ درویشی کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتا ہو۔

گرچہ درویشی بود سخت اے پسر
ہم زدرویشی نہ باشد خوب تر

قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ کَانَتِ الْانبیاءُ علیہ السلام یَرْکَبُوْنَ الْحمُرَ وَیَلْبَسُوْنَ الصُّوْفَ وَیَحْتَلِبُوْنَ الشاۃَ رواہ الطیالسی

وَعَنْہُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال کَانَ عَلٰی موسیٰ علیہ السلام یَوْمَ کَلَّمَہٗ رَبَّہٗ کِسَاءَ صُوْف وَ کُمَّتُہٗ صُوفٍ وَجُبَّۃ صُوْفٍ وَسراویلَ صُوفٍ وَکَانَتْ نَعْلَاہٗ مِنْ حِمَارِمَیِّتٍ (رواہ الترمذی وقال غریبٌ والحاکم وصححہ علی شرط البخاری) (زرقانی ج5ص16)

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاءؑ گدھوں پر سواری کرتے تھے اور صوف کالباس پہنتے تھے اور بکریوں کا دودھ دوھتے تھے۔ اس روایت کو ابوداؤد طیالسی نے روایت کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس روز موسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ جل شانہٗ سے ہم کلام ہوئے۔ اس روز ان کا کمبل صوف کا تھا اور ٹوپی بھی صوف کی تھی۔ اور جُبّہ بھی صوف کا تھا اور پاجامہ بھی صوف کا تھا اور نعلین مردہ گدھے کی کھال کے تھے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا غریب الاسناد ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا اور یہ کہا کہ یہ حدیث شرط بخاری پر صحیح ہے۔

ابوبردہ بن ابی موسیٰ اشعری راوی ہیں کہ ایک دن امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ نے صوف کا ایک موٹا کمبل جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور ایک موٹا تہمد نکال کر ہم کو دکھلایا اور یہ کہا کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات ان دو کپڑوں میں ہوئی۔ امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کا مقصد آپؐ کی سادگی اور تواضع اور شان درویشی وفقیری کو بتلانا تھا کہ حضور پُرنورؐ کی زندگی ایسی تھی۔

(رواہ البخاری فی الخمس واللباس ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ زرقانی ج5ص25)

حق تعالیٰ شانہٗ کے اس سراپالطف خطاب یعنی یاَاَیُّھَاالْمُزَّمِّلُ اوریاَیُّھَا الْمُدَثِّرُ میں اشارہ اس طرف ہے کہ بارگاہ خداوندی میں کمبل اور گدڑی غایت درجہ محبوب تھا کہ اس لباس کے عنوان سے حضور پُرنور کو خطاب فرمایا۔اس لیے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرّہ نے لکھاہے کہ اولیاء کرام کے نزدیک سورہ مزّمل کوسورۃ الخرقہ کہتے ہیں جس میں خرقہ (گدڑی) کے آداب اور شرائط کاذکر ہے۔(دیکھو تفسیر عزیزی)

لباس نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لباس ابراہیمیؑ واسماعیلیؑ تھا

معاذاللہ معاذاللہ قومی اوروطنی لباس نہ تھا

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے یہ لباس اوریہ معاشرہ معاذاللہ معاذاللہ قومیت یاوطنیت کے اتباع کے ارادے سے نہ تھا۔بلکہ وحی ربّانی اورالہام یزدانی کے اتباع سے تھاعرب میں قدیم سے حلہ یعنی چادر اورتہ بند کادستور چلاآرہاتھا۔

سیّدناحضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کایہی لباس تھاجیساکہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آذربائیجان کے عربوں کوحلہ پہننے کی یہ کہہ کرترغیب دی کہ وہ تمہارے باپ اسماعیل علیہ السلام کالباس ہے۔

امّابعد فاتزرواوارتدواعلیکم بِلباسِ اَبیکم اسماعیل اِیّاکُمْ والتنعم وزی العجم

ازاراورچادر کوپہنواوراپنے باپ اسماعیل کے لباس کولازم پکڑو۔

معاذاللہ اللہ کانبی لباس یامعاشرہ میں قوم کامقلد اورتابع بن کرنہیں آتا۔اللہ کی وحی اوراس کے حکم سے قوم کے عقائد اوراخلاق واعمال اورعبادات اورمعاملات سب کے متعلق ہدایتیں اوراحکام جاری کرتاہے یہاں تک کہ بول وبراز کے آداب بھی سکھاتاہے۔معاش اورمعاد کاکوئی شعبہ ایسانہیں کہ جس کے

متعلق اللہ کے رسول کے پاس کوئی غیبی اشارہ اورالہام باطنی نہ ہو یہ ناممکن ہے کہ نبی عام لوگوں کے رسم ورواج کی پیروی کرے۔ آنحضرت ﷺ نے لباس کے متعلق بھی احکام جاری فرمائے کہ فلاں جائز ہے اور فلاں حرام یہاں تک کہ مسلمان اور کافر کے لباس میں امتیاز ہو گیا۔

اور بیشمار احادیث نبویہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والصّلوٰۃ والتسلیم نے کافروں کی تشبیہ کی ممانعت کی ہے اوران کی مخالف کا حکم دیااور جس لباس سے تکبر اور تفاخر اوراسراف اور تنعم مترشح ہو تاہو اس کو ممنوع قرار دیا۔ اوراس لباس کو بھی ممنوع قرار دیاجو دشمنانِ خدا سے مشابہت کا سبب بنے۔ مشرکین حرید اور دیبا کو استعمال کرتے تھے۔ آپؐ نے اس کے استعمال سے منع فرمایا، مشرکین ازار کو بطور تکبّر ٹخنوں سے نیچا گھسیٹتاہوا پہنتے تھے آپؐ نے اس کو ناجائز قرار دیا۔ زرین برزق لباس کے استعمال کو ممنوع قرار دیا کہ تکبّر اور تنعم اوراصراف کا شائبہ نہ رہے مشرکین ٹوپیوں پر عمامہ نہیں باندھتے تھے آپؐ نے حکم دیا۔ فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس۔ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم عمامہ ٹوپیوں پر باندھتے ہیں۔

اس طرح آپ نے مسلمانوں اور کافروں کے لباس میں تفرقہ قائم فرمایااور صحیحین میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

خالفواالمشرکین اوفرواللحی واحفواالشوارب

کافروں کی مخالفت کرو۔ داڑھیوں کو بڑھاؤاور مونچھوں کو کم کرو۔

یعنی اپنی صورت اور ہیئت کافروں کی سی نہ بناؤ تمہاری وضع قطع کافروں سے جدا رہنی چاہیے۔

مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ شخص اسی قوم میں شمار ہو گا۔

علّامہ قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حدیث مَنْ تَشَبَّہَ سے لباس ظاہری امور میں مشابہت اختیار کرنا مراد ہے معنوی اخلاق کی مشابہت کو تشبہ نہیں کہتے بلکہ اسے تخلق کہتے ہیں۔ اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ ھٰذِہٖ مِنْ ثِیَابِ الْکُفّارِ فَلا تَلْبِسْھَا۔ یہ کافروں جیسے کپڑے ہیں پس انکو نہ پہننا

پس ثابت ہو گیا کہ حضور پر نور ﷺ کا لباس اور آپ کی وضع تمام تر وحی الٰہی کے تابع تھی۔ قوم وطن کے اتباع میں نہ تھی۔ حضور پر نور ﷺ اگر الفرض والتقدیر لندن یا جرمن میں بھی مبعوث ہوتے تو وہاں بھی لندن کے وحشیوں کی وہی اصلاح فرماتے جو کہ مکہ کے وحشیوں کی فرمائی۔ اور ان کی شہوت پرستی کو خدا پرستی سے اور ان کی بے پردگی کو پردہ سے اور ان کی بے حیائی کو عفت و عصمت اور حیا اور شرم سے بدل ڈالتے۔ لہٰذا کسی نادان کا یہ گمان اور یہ خیال کرنا کہ معاذاللہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم لندن یا جرمن میں مبعوث ہوتے تو مغربی رسم ورواج کے تابع ہوتے تو یہ ایک مرعوبانہ اور محکومامہ اور غلامانہ اور احمقانہ ذہنیت کا کرشمہ ہے جس کی حقیقت ایک مجنونانہ بڑ سے زیادہ کچھ نہیں۔ اللہ کی وحی کے تابع ہوتا ہے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ۔ معاذاللہ نبی قوم اور وطن کے تابع نہیں ہوتا بلکہ قوم کو اپنی اتّباع کی دعوت دیتا ہے اور صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ) میں ان کو رنگتا ہے۔

صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً وَّنَحْنُ لَہٗ عَابِدُوْن

صِبۡغَۃَ اللہ اوراللہ کے رنگ میں مسلمان کی زندگی کا رنگ جانا بنیادی طور سے اس پر موقوف ہے کہ اللہ کے دشمنوں کے طور وطریق ان کی وضع قطع اور لباس سے ہی پرہیز کیا جائے تاکہ زندگی کے ہر شعبہ میں کفر سے برأت اور کافروں سے اجتناب ظاہر ہو۔اورایمانی رنگ مؤمن کی زندگی میں ہر طرح اور ہر جانب سے جھلکتا نظر آئے۔

مسئلہ تشبہ باالکفار پر ایک اجمالی نظر

بحمدہٖ تعالیٰ جب یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ سَید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین حضرت ﷺ کا لباس (مبارک) ازاراور جُبّہ اوراور عمامہ اور ظاہری وضع قطع یہ سب اپنے جد امجد سیّدنا حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتداء میں تھا۔معاذاللہ مشرکین مکہ اور قوم اوروطن کی اتباع اور مشابہت میں نہ تھا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طالبان حق کی تنبیہ کے لیے مسئلہ تشبہ کی حقیقت پر کچھ مختصر سا کلام کر دیا جائے کیونکہ مسئلہ تشبہ اسلام کے ان اہم ترین مسائل میں سے ہے کہ جن پر اسلام کے بہت سے احکام قابل تسلیم نہ رہیں گے یہ وجہ ہے کہ جولوگ مغربی تہذیب کے دلدادہ اور شیدائی ہیں اوراسلامی احکام کی حدود وقیود سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ان سب کا پہلا حملہ اسلام کے اسی مسئلہ تشبہ پر ہوتا ہے اوروہ اپنی تمام ترسعی اس کے مٹانے میں صرف کرتے ہیں تاکہ آئندہ کے لیے راستہ صاف ہو جائے اوردعوی اسلام کے ساتھ مغربی تمدن میں کوئی رکاوٹ نہ رہے زبان کے اعتبار سے مسلمان کہلائیں ۔اور معاشرہ اور تمدن اوروضع وقطع اور ہیئت اور لباس میں انگریز بنے رہیں۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

شریعت اسلامیہ میں چونکہ تشبہ بالکفار کامسئلہ خاص اہمیت رکھتا ہے جو بے شمار آیات اوراحادیث

سے ثابت ہے اس لیے تفسیر اور حدیث اور فقہ اور علم العقائد کی کوئی کتاب مسئلہ تشبہ کے بیان سے خالی نہیں حضرات فقہاء متکلمین نے مسئلہ تشبہ کو باب الارتداد میں بیان کیا ہے کہ مسلمان کن چیزوں کے ارتکاب سے مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک تشبہ باالکفار بھی ہے اور اس کے درجات اور مراتب ہیں ہر ایک کا حکم جُدا ہے۔

ساتویں صدی کے عالم جلیل شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ حرانیؒ متوفیٰ 728ھ نے اسی مسئلہ تشبہ کی حقیقت واضح کرنے کے لیے اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم کے نام سے ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائی جس میں مسئلہ تشبہ کے مختلف پہلوؤں پر کتاب وسنت اور عقل اور نقل کی روشنی میں کلام فرمایا اور کتاب وسنت کے نصوص سے یہ واضح کر دیا کہ دینی ودنیوی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ جہاں شریعت غرّا اور ملت بیضاء نے کفر اور شرک کی نجاست اور ظلمت کی مشابہت سے حفاظت کا اپنے دوستوں کو حکم نہ دیا ہو اور یہ ثابت کر دیا کہ صراط المستقیم کا اقتضاء یہی ہے کہ مغضوب علیہم اور ضالین کے مشابہت سے احتراز کیا جائے۔

اب اس انگریزی اور مغربی دور میں پھر یہ فتنہ رونما ہوا اور علماء دین نے اپنی پوری توجہ اس پر صرف کی مگر اس پُر فتن دور میں مسئلہ تشبہ پر کوئی ایسی جامع کتاب نہیں لکھی گئی کہ جس میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر منظم اور مرتب اور مدلل اور مسلسل کلام کیا گیا ہو۔ اور ساتھ ہی ساتھ مشککین کے شکوک اور موسوسین کے وساوس اور اوہام کا ایسا ازالہ اور قلع قمع کر دیا گیا ہو۔ کہ جس کے بعد کسی کو لب کشائی کی گنجائش باقی نہ رہے۔ سو الحمد للہ یہ فریضہ دینی ہمارے محب محترم عالم ربّانی فاضل لاثانی حضرت مولانا قاری حافظ محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند حفظہ اللہ تعالیٰ واطال اللہ حیاتہٗ ذُخراً للمسلمین آمین

یا ربّ العالمین کے قلم حکمت رقم سے ادا ہوا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیراً۔

موصوف نے التَّشَبُّہُ فِی الاسلام کے نام سے دو حصوں میں ایک کتاب تحریر فرمائی۔ یہ مسئلہ تشبّہ کی تحقیق و تدقیق میں بے نظیر اور بے مثال کتاب ہے۔ اور بلاشبہ وہ اپنا شبیہ و مثیل نہیں رکھتی۔ حضرت حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب قدس اللہ سرّہ کتاب مذکورہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ اس احقر نے رسالہ ہذا کو حرفاً حرفاً دیکھا ایک ایک حرف کے ساتھ قلب میں سرور اور آنکھوں میں نور بڑھتا جاتا تھا تشبہ کا مسئلہ ایسا مکمل و مدلل لکھا ہوا میں نے نہیں دیکھا۔ جن لطائف تک ذہن جانے کا احتمال تک نہ تھا وہ منصہ ظہور پر آ گئے۔ بعید سے بعید شبہات تک کا قلع قمع کر دیا گیا اللہ تعالیٰ رسالہ کو نافع اور مقبول فرما کر ان کلم الطیب کے عموم میں داخل فرمائے جن کی شان میں الیہ یصعد الکلم الطیّب وارد ہے اور صاحب رسالہ کو اس جماعت میں داخل فرمائے جس کی شان میں ھدوالی الطیب من القول وَھُدُوْا الیٰ صراط الحمید وارد ہے۔ انتھٰی

اب میں (سے مراد حضرت علاّمہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں) مختصر طور پر اہل اسلام کی خدمت میں مسئلہ تشبّہ کی حقیقت عرض کرتا ہوں اور اس کے حسن کو واضح کرتا ہوں امید ہے کہ اہل اسلام اس کو غور سے پڑھیں گے۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَااسْتَطَعْتُ وَمَاتَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

تشبہ کی حقیقت

حق تعالیٰ شانہٗ نے زمین سے لیکر آسمان تک خواہ حیوانات ہوں یا نباتات یا جمادات سب کو ایک ہی مادہ سے پیدا کیا اور سب کو ایک ہی خوان وجود سے حصہ ملا۔ مگر باوجود اس کے ہر چیز کی صورت اور شکل

علیحدہ بنائی تا کہ ان میں امتیاز قائم رہے۔اور ایک دوسرے سے پہچانا جائے کیونکہ امتیاز کا ذریعہ صرف یہی ظاہری شکل وصورت اور ظاہری رنگ وروپ ہے۔انسان اور حیوان میں ،شیر میں اور گدھے میں ، گھاس اورزعفران میں ۔جو امتیاز ہے وہ صرف اسی ظاہری شکل وہیت کی بنا پر ہے اگر کسی نوع کا کوئی فرد اپنی خصوصیات اور امتیازات کو چھوڑ کر دوسری نوع کی امتیازات و خصوصیات اختیار کرلے تو اسکو پہلی نوع کا فرد نہ کہیں گے بلکہ وہ دوسری نوع کا فرد کہلائے گا۔اگر کوئی مرد مردانہ خصوصیات اور امتیازات کو چھوڑ کر زنانہ خصوصیات کو اختیار کرے۔عورتوں ہی کا لباس پہننے لگے اور انہیں کی طرح بولنے لگے حتٰی کہ اس مرد کی تمام حرکات وسکنات عورتوں ہی جیسی ہو جائیں تو وہ شخص مرد نہ کہلائے گا بلکہ ہجڑا کہلائے گا۔حالانکہ اس کی حقیقت رجولیت میں کوئی فرق نہیں آیا صرف لباس اور ہیت کی تبدیلی ہوئی ہے۔پس معلوم ہوا کہ اگر مادّی عالم میں ہر نوع کی خصوصیات اور امتیازات کی حفاظت نہ کی جائے اور التباس اور اختلاط کا دروازہ کھول دیا جائے۔تو پھر اس نوع کا وجود باقی نہ رہے گا۔

اختلافِ اقوام واُمم

اسی طرح اقوام اور اُمم کے اختلاف کو سمجھو کہ مادّی کائنات کی طرح دنیا کی قومیں اپنے معنوی خصائص اور باطنی امتیازات کے ذریعے ایک دوسرے سے ممتاز اوور جدا ہیں ۔ مسلم قوم،ہندو قوم،عیسائی قوم،یہودی قوم،باوجودیکہ ایک باپ کی اولاد ہونے کے مختلف قومیں بن گئیں ۔مذھب اور ملّت کے اختلاف کے علاوہ۔اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم کا تمدّن اور اس کی تہذیب اور اس کا معاشرہ اور اس کا طرز لباس اور طریق خوردونوش دوسرے سے جدا ہے۔اور باوجودیکہ ایک خدا کے ماننے کی ہر ایک کی عبادت کی صورت اور شکل علیحدہ ہو گی عبادات کی انہیں خاص خاص شکلوں اور صورتوں کی وجہ سے ایک

(بفضلہٖ تعالیٰ) مسلم اور موحد مشرک اور بت پرست، سے علیحدہ ہے اور ایک عیسائی ایک پارسی سے جدا ہے۔

غرض یہ کہ قوموں میں امتیاز کا ذریعہ سوائے ان قومی خصوصیات کے اور کیا ہے جب تک ان مخصوص شکلوں اور ہیئتوں کی حفاظت نہ کی جائے تو قوموں کا امتیاز باقی نہیں رہ سکتا۔ پس جب کسی قوم کی مذھبی اور معاشرتی خصوصیات باقی ہیں اس وقت تک وہ قوم بھی باقی ہے اور جب کسی قوم نے اپنی خصوصیات اور اشکال کو چھوڑ کر دوسری قوم کی خصوصیات کو اختیار کر لیا اور یہ قوم دوسری قوم کے ساتھ مختلط اور مشبّہ ہو گی تو سمجھو کہ یہ قوم اب فنا ہو گی اور اب صفحۂ ہستی پر اس کا کوئی ذاتی وجود باقی نہیں رہا۔

تشبّہ کی تعریف

اب اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد تشبّہ کی تعریف سنیئے تا کہ آپ تشبّہ کی قباحتوں اور مضرتوں کا اندازہ لگا سکیں۔

1. اپنی حقیقت اور اپنی صورت اور وجود کو چھوڑ کر دوسری قوم کی حقیقت اور اس کی صورت اور اس کے وجود میں مدغم ہو جانے کا نام تشبہ ہے۔

2. یا الفاظ دیگر: یا اپنی ہستی کو دوسرے کی ہستی میں فنا کر دینے کا نام تَشَبُّہ ہے۔

3. یا: اپنی ہیئت اور وضع کو تبدیل کر کے دوسری قوم کی وضع اور ہیئت اختیار کر لینے کا نام تشبہ ہے۔

4. یا: اپنی شان امتیازی کو چھوڑ کر دوسری قوم کی شان امتیازی کو اختیار کرنے کا نام تشبّہ ہے۔

5. یا: اپنی اور اپنوں کی صورت اور سیرت کو چھوڑ کر غیروں اور پرائیوں کی صورت اور سیرت کو اپنا لینے کا نام تشبّہ ہے۔

اس لیے شریعت حکم دیتی ہے کہ مسلمان قوم دوسری قوموں سے ظاہری طور پر ممتاز اور جدا ہونی چاہیے لباس میں بھی ممتاز ہونی چاہئے اور وضع قطع میں بھی اس لیے ظاہری علامت کے علاوہ خاص جسم کے اندر بھی کسی علامت کا ہونا ضروری ہے۔ سو وہ ختنہ اور داڑھی ہے اور وہ ظاہری علامت لباس ہے، بغیر ان دو علامتوں کے شناخت نہیں ہو سکتی۔ نہ تو صرف داڑھی کافی ہے اس لیے لڑکوں کی داڑھی نہیں ہوتی ان کی شناخت کس طرح ہو گی۔ نیز بعض قومیں داڑھی نہیں رکھتی ہیں ان کی شناخت سوائے لباس کے کسی چیز سے نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوا کہ اسلامی امتیاز کے لیے لباس اور داڑھی دونوں کی ضرورت ہے منع تشبّہ کے حکم کا منشا، معاذاللہ تعصب اور تنگ نظری نہیں بلکہ غیر اور حمیّت ہے جس سے مقصد ملّت اسلامیہ اور امّت مسلمہ کو غیروں کے التباس اور اشتباہ کی تباہی سے بچانا ہے اس لیے کہ جو قوم اپنی خصوصیات اور امتیازات کی محافظ نہ ہو وہ کوئی آزاد اور مستقل قوم کہلانے کی مستحق نہیں۔

تشبّہ بالکفّار کا حکم

(۱) تشبّہ بالکفّار اعتقادات اور عبادات میں کفر ہے اور مذہبی رسومات میں حرام ہے۔

(۲) جیسا کہ نصاریٰ کی طرح سینہ پر صلیب لٹکانا اور ہنود کی طرح زنّار باندھ لینا یا پیشانی پر قشقہ لگا لینا۔ ایسا تشبہ بلاشبہ حرام ہے جس میں اندیشہ کفر کا ہے اس لیے علی الاعلان شعائر کفر اختیار کرنا اس کے رضاء قلبی کی علامت ہے۔ اور تشبّہ کی یہ قسم ثانی اگرچہ قسم اوّل سے درجہ میں ذرا کم ہے مگر پیشاب اور پاخانہ میں فرق ہونے سے کیا کوئی پیشاب کا پینا گوارا کرے گا۔ ہرگز نہیں اور عبادات اور مذہبی رسومات اور عیدین میں کفار کی مشابہت کی ممانعت اشارات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ وکثیرہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ حافظ اب تیمیّہ نے اقتضاء الصراط المستقیم نے (میں) بالتفصیل اور ان تمام آیات اور روایات کو بیان کیا ہے۔

(۳) اور معاشرہ اور عادات اور قومی شعائر میں تشبّہ مکروہ تحریمی ہے مثلاً کسی قوم کا وہ مخصوص لباس استعمال کرنا جو خاص ان ہی کی طرف منسوب ہو۔ اور اس کا استعمال کرنے والا اسی قوم کا ایک فرد سمجھا جانے لگے جیسے نصرانی ٹوپی (یعنی ہیٹ) اور ہندوانہ دھوتی اور جوگیانہ جوتی یہ سب ناجائز اور ممنوع ہے اور تشبہ میں داخل ہے بالخصوص جبکہ بطور تفاخر یا انگریزوں کی وضع بنانے کی نیت سے پہنی جائے۔ اور بھی زیادہ گناہ ہے جوگیوں اور پنڈتوں کی وضع قطع اختیار کرنے کا جو حکم ہے وہی انگریزی وضع قطع اختیار کرنے کا حکم ہے۔

اور علی ہذا کافروں کی زبان اور ان کے لب ولہجہ اور طرز کلام کو اس لیے اختیار کرنا کہ ہم بھی انگریزوں کے مشابہ بن جائیں اور ان کے زمرہ میں داخل ہو جائیں تو بلاشبہ یہ ممنوع ہو گا۔ ہاں اگر انگریزی زبان سیکھنے سے انگریزوں کی مشابہت مقصود نہ ہو بلکہ محض زبان سیکھنا مقصود ہو کہ کافروں کی غرض سے آگاہ ہو جائیں اور ان سے تجارتی اور دنیاوی امور میں خط وکتابت کر سکیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۴) اور ایجادات اور انتظامات اور اسلحہ اور سامان جنگ میں غیر قوموں کے طریقے لے لینا جائز ہے جیسے توپ اور بندوق اور ہوائی جہاز اور مشین گن وغیرہ وغیرہ۔ (اور جدید اسلحہ اس زمانہ میں جو انہوں نے ایجاد کی ہیں مثلاً راکٹ، طیارہ شکن میزائل اور میزائل وغیرہ وغیرہ) یہ درحقیقت تشبّہ بھی نہیں شریعت اسلامیہ نے ایجادات کے طریقے نہیں بتلائے۔ ایجادات اور صنعت اور حرفت کو لوگوں کی عقل اور تجربہ اور ضرورت پر چھوڑ دیا البتہ اس کے احکام بتلائے کہ کونسی صنعت اور حرفت جائز ہے اور کس حد تک جائز ہے اور کس طریق سے اس کا استعمال جائز ہے اسلام میں مقاصد کی تعلیم ہے غیر مقاصد کی تعلیم نہیں۔ اسلام ایجادات نہیں سکھاتا ہاں یہ بتلاتا ہے کہ ایجاد ایسی نہ ہو کہ جس سے تمہارے دین میں خلل آجائے یا جان کا خطرہ ہو۔ یہ ان ایجادات کا حکم ہے جن کا بدل مسلمانوں کے پاس نہیں اور جو ایجاد ایسی ہو کہ جس کا بدل مسلمانوں

کے یہاں بھی موجود ہو تو اس میں تشبّہ مکروہ ہے جیسے حدیث میں ہے کہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فارسی کمان کے استعمال سے منع فرمایا اس لیے کہ اس کا بدل مسلمانوں کے پاس عربی کمان موجود تھی اور دونوں کی منفعت برابر تھی صرف ساخت کا فرق تھا۔

اسلام میں تعصب نہیں غیرت ہے پس جو چیز مسلمان کے پاس بھی ہے اور کفّار کے پاس بھی ہے صرف وضع قطع کا فرق ہے تو ایسی صورت میں اسلام نے تشبّہ بالکفار سے منع کیا ہے کہ اس میں علاوہ گناہ کے ایک بے غیرتی تو یہ ہے کہ بلاوجہ اور بلاضرورت اپنے کو دوسری قوموں کا محتاج اور تابع بنائیں مگر آج کل مسلمانوں میں غیرت نہیں رہی کہ یہ اپنے گھر سے بے خبر ہو کر بلکہ یوں کہیے کہ اپنے گھر کو آگ لگا کر دوسروں کی عادات اور معاشرت کا اتباع کرنے لگے۔ہاں جن نئی ایجادات اور جدید اسلحہ کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود نہیں مسلمانوں کے لیے ان نئی ایجادات اور جدید اسلحہ کا استعمال اپنی ضرورت اور راحت اور دفع حاجت کے لیے جائز ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس استعمال سے نیت اور ارادہ کافروں کی مشابہت نہ ہو محض اپنے فائدہ کے لیے جدید اسلحہ اور نئی ایجادات کا استعمال شرعاً جائز ہے۔ مگر تشبّہ باالکفار کے ارادہ اور نیت سے ان کے ستعمال کو شریعت پسند نہیں کرتی۔ اسی طرح کسی جائز چیز کا استعمال کافروں کی مشابہت کی نیت اور ارادے سے اور دشمنان دین کی تشبّہ کے قصد سے اس امر کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں کافروں کی طرف میلان اور رغبت خاص طور پر مرکوز خاطر ہے۔ پس جس طرح تم کو اپنے دشمنوں کی مشابہت اور ان کا تشبّہ گوارا نہیں تو اسی طرح خداوند قدوس کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے دوست اور نام لیوا (یعنی مسلمان) اس کے دشمنوں (یعنی کافروں) کی مشابہت اختیار کریں یا ان کے تشبّہ کی نیت اور ارادے سے کوئی کام کریں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے

وَلَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّار

تشبّہ بالکفّار کی ممانعت کی وجہ

دین اسلام ایک کامل اور مکمل مذہب ہے اور تمام ملّتوں اور شریعتوں کا ناسخ بن آیا ہے وہ اپنے پیرؤں کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ناقص اور منسوخ ملّتوں کے پیرؤں کی مشابہت اختیار کی جائے غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے۔ جس طرح ہر ملّت اور ہر امّت کی حقیقت جُدا ہے اسی طرح ہر ایک کی صورت اور ہیئت بھی جُدا ہے دنیا میں صورت اور شکل ہی امتیاز کا ذریعہ ہے۔ ایک قوم سے اسی ظاہری معاشرہ کی بنا پر ممتاز اور جُدا سمجھی جاتی ہے۔ جب ایک قوم دوسری قوم کی خصوصیات اور امتیازات اور اس کی صورت اور ہیئت کو اختیار کرلیتی ہے تو اس کی اپنی ذاتی قومیت فنا ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ اپنی قومیت اور اپنی شخصیت کو دوسرے کی قومیت اور شخصیت میں فنا کر دینا سراسر غیرت کے بھی خلاف ہے۔

اسلام ایک کامل مذھب ہے جس طرح وہ اعتقادات اور عبادات میں مستقل ہے کسی کا تابع اور مقلّد نہیں ۔ اسی طرح اسلام اپنے معاشرہ اور عادات میں بھی مستقل ہے کسی دوسرے کا تابع اور مقلّد نہیں ۔کسی حکومت میں یہ جائز نہیں کہ اس کی سلطنت کی فوج دشمنوں کی فوج کی وردی استعمال کرسکے یا اپنے فوجی دستہ کے ساتھ دشمن حکومت کا جھنڈا استعمال کرسکے۔ جو سپاہی ایسا رویہ اختیار کرے گا۔ وہ قابل گردن زنی سمجھا جائے گا۔ اسی طرح حزب اللہ، مسلمانوں کو یہ اجازت نہ ہو گی کہ حزب الشیطان کی ہیئت اختیار کریں جس سے دیکھنے والوں کو اشتباہ ہوتا ہو۔ یا فرض کرو کہ کوئی جماعت حکومت سے برسر بغاوت ہوا۔ اور وہ جماعت اپنا کوئی امتیاز لباس یا نشان بنائے تو حکومت اپنے وفاداروں کو ہرگز ہرگز اس باغی جماعت کی تشبہ کی اجازت نہیں دے گی۔

حیرت کا مقام ہے کہ ایک برطانوی جرنیل کو تو یہ حق حاصل ہو کہ وہ جرمنی یا روسی وردی کے استعمال کو جرم قرار دیدے کیونکہ وہ برطانیہ کا دشمن ہے مگر اللہ کے رسولؐ کو یہ حق نہ ہو کہ وہ دشمنان خدا کی وضع قطع کو جرم قرار دے کیوں نہیں۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ جو خدا کے دشمنوں کے مشابہ بنے گا اور انہی جیسا لباس اور ان کی وردی پہنے گا تو بلاشبہ، دشمنانِ خدا کی فوج سے سمجھا جائے گا۔

اسلام نور مطلق ہے
اور کفر ظلمت ہے
اسلام حق ہے
اور کفر باطل ہے
اسلام حسن مطلق اور جمال مطلق ہے
اور کفر قبح مطلق ہے
اسلام روزِ روشن ہے
اور کفر شب تاریک ہے
اسلام عزّت ہے
اور کفر ذِلّت ہے

لہٰذا اسلام اپنے پیرؤوں کو ظلمت اور ذلّت اور باطل کا لباس پہننے کی اور ان کے ہم شکل بننے کی اجازت نہیں دیتا تا کہ التباس نہ ہو۔ پس جس طرح اسلام کی حقیقت کفر کی حقیقت سے جُدا ہے اسی طرح اسلام یہ چاہتا ہے کہ اس کے پیرؤوں کی صورت و شکل و لباس بھی اس کے دشمنوں سے جدا اور علیحدہ ہو۔

خلاصہ کلام

یہ کہ شریعت میں تشبّہ بالغیر کی ممانعت کسی تعصب پر مبنی نہیں بلکہ غیرت اور حمیّت اور تحفظ خوداختیاری پر مبنی ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک قوم نہیں کہلاسکتی جب تک اس کی خصوصیات اور امتیازات پائدار مستقل نہ ہوں ۔اسی طرح ملّت اسلام اور امّت اسلامیہ کو کفر اور الحاد اور زندقہ سے محفوظ رکھنے کاذریعہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اسلامی خصوصیات اور امتیازات کو محفوظ رکھاجائے اور تشبہ بالکفار سے اس کو بچایاجائے کیونکہ تشبہ کے معنی اپنی ہستی کو دوسرے میں فنا کر دیناہے۔

قَالَ اللہ تعالٰی یَاَیُّہَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡالَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا (سورۃ ال عمران آیۃ نمبر156)

اے ایمان والو! کفر کرنے والوں کے مشابہ اور مانند نہ بنو۔مؤمن (خدا کے دوست) کوخدا کے دشمن (کافر) سے جُدا اور ممتاز رہنا چاہیے حکومت کے وفادار کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ حکومت کے دشمنوں اور باغیوں کے مشابہ اوران کا ہم رنگ اور ہم لباس بنے

اسلامی لباس

قَالَ اللہُ تَعَالٰی وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ذٰلِکَ خَیۡرٌ ذٰلِکَ مِنۡ اٰیَاتِ اللہِ لَعَلَّہُمۡ یَذَّکَّرُوۡن

کسی فعل اور عمل کو اسلامی کہنے کی دوصورتیں ہیں۔ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ نے خود اس کام کو کیاہو۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ آپؐ نے اس کی اجازت دی ہو اوراس سے منع نہ فرمایا۔

پس جس امر سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایاہو وہ امر غیر اسلامی ہو گا۔اور جس کوخود کیاہو یااس کی اجازت دی ہو وہ امر اسلامی کہلائے گا۔

مثلاً جَو کی روٹی کھانا آپؐ کی سنت فعلی ہے اس پر عمل کرنا اعلیٰ اورافضل ہے اور خمیری روٹی

اور بُریانی اور مرغ کا استعمال جائز ہے کیونکہ لذائذ اور طیبات کی شریعت سے اجازت ثابت ہے اور کتے اور خنزیر اور شراب کا استعمال غیر اسلامی ہو گا کیونکہ شریعت میں ان چیزوں کی ممانعت آئی ہے۔

اسی طرح لباس کو سمجھو کہ جو لباس آنحضرت ﷺ نے خود استعمال کیا مثلاً کُرتا، اور لُنگی اور چادر اور جُبّہ اور عمامہ وہ لباس اسلامی ہے اور جو لباس آنحضرت ﷺ نے خود استعمال نہیں کیا مثلاً پاجامہ اور سلیم شاہی جوتہ اور اچکن اور صدری لیکن آپؐ کی شریعت سے ان کی اجازت ثابت ہے ممانعت نہیں فرمائی۔ جیسے ریشمی کپڑوں اور زعفرانی رنگ اور ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پاجامہ پہننے کی ممانعت فرمائی تو یہ ریشمی اور زعفرانی لباس غیر اسلامی لباس کہلائے گا۔ اسی طرح قرآن وحدیث سے اعداءُ اللہ دشمنان خدا یعنی کافروں کے تشبّہ سے ممانعت ثابت ہے اس لیے کافروں جیسا لباس پہننا جس سے دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص یہودی ہے یا نصرانی ہے یا مجوسی ہے یا ہندو ہے بلاشبہ ایسا لباس غیر اسلامی ہو گا۔ گاندھی کی دھوتی اور انگریزی ٹوپ اور پتلون اور کرزن فیشن کا ایک ہی حکم ہے یہاں اہل فیشن کے اس شبہ کا بھی حل ہو گیا۔ کہ جو علماء پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر کوٹ و پتلون غیر اسلامی لباس ہے تو علماء کے لیے لمبے لمبے کُرتے اور اچکنیں اور سلیم شاہی جوتے بھی غیر اسلامی لباس ہوں گے کیونکہ حضور پر نور ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ سے اس قسم کا لباس اور اس قسم کا معاشرہ تاریخ اور سیرت سے کہیں ثابت نہیں۔

جواب یہ ہے کہ جس چیز کی حضور پر نور ﷺ نے قولاً یا فعلاً اجازت دی ہو وہ سب شرعی اور اسلامی کہلائے گی حضور پُر نور ﷺ نے اس قسم کے کُرتے اور اچکنیں اور جوتے اگرچہ نہیں پہنے اور اس قسم کے کھانے اور پلاؤ اور زردے اور کوفتے اور شامی کباب نوش نہیں فرمائے لیکن اس قسم کے توسعات اور تنعمات حاصل کرنے کی آنحضرت ﷺ نے اجازت دی ہے۔ بشرطیکہ وہ حدود شرعیہ میں داخل رہیں

۔اوراس قسم کے توسعات اور تنعمات اور عیش و عشرت کے سامان خلافت راشدہ کے زمانے میں ظاہر ہوئے۔اور جو اسباب راحت حدود شرعیہ میں تھے ان پر صحابہ کرامؓ نے انکار نہیں فرمایا اِلّا یہ کہ جن خاص حضرات پر زُہد کا خاص رنگ تھا تو باریک کپڑے پہننے اور درہم ودینار کے جمع کرنے سے بھی منع فرماتے تھے۔

خلاصہ کلام = یہ کہ جو لباس اور جو کھانا اور پینا اور جو وضع و قطع اور جو معاشرہ حدود شرعیہ کے اندر رہے گا۔وہ اسلامی کہلائے گا اور جو لباس اور جو کھانا اور جو وضع و قطع حدود شرعیہ سے خارج ہو گی وہ غیر اسلامی کہلائے گی۔

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ

(ملخصًا از سیرۃ المصطفٰی حصہ سوئم ص385 تا421)

یٰارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھِم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمْ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۞

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر 56 پارہ 22)

ترجمہ: اللہ اوراس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر اے ایمان والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

فوائد تفسیر عثمانی ص567 حاشیہ نمبر 5

صلوٰۃ النبی کا مطلب ہے نبی کی ثناو تعظیم رحمت وعطوفت کے ساتھ پھر جس کی طرف صلوٰۃ منسوب ہو گی اسی کی شان ومرتبہ کے لائق ثناءو تعظیم اور رحمت وعطوفت مراد لیں گے۔جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر

بیٹاباپ پر اور بھائی بھائی پر مہربان ہے یا ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اس نوعیت کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جُداگانہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو۔ اللہ بھی نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت وشفقت کے ساتھ آپ کی ثناء اوراعزاز واکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اوررحمت وتکریم اپنی شان ومرتبہ کے موافق ہوگی۔ آگے مؤمنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ ورحمت بھیجو۔ اس کی حیثیت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہیے۔ علماء نے کہا کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مؤمنین کی صلوٰۃ دعاء کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یٰارسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے۔ السّلام علیک اَیُّھَا النبیّ ورحمۃ اللہ وبَرکاتُہ اور صلوٰۃ کا طریقہ بھی ارشاد فرمادیجئے جو نماز میں پڑھا کریں آپؐ نے یہ درود شریف تلقین کیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّد کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد۔

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبیؐ پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو۔ نبیؐ نے بتلادیا کہ تمہارا بھیجنا یہ ہی ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابدالآباد تک نبیؐ پر نازل فرماتا رہے۔ کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد ونہایت نہیں ہے یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر

جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز وناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دی جائیں۔ گویا کہ ہم نے بھیجی حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہ ہی اکیلا ہے کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سیّد الانبیاء کی بارگاہ میں ان کے رُتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں مانگنے والے پر اب جس کا جتنا جی چاہے اتنا حاصل کر لے۔

تنبیہ: صلوٰۃ علی النبی کے متعلق مزید تفصیلات ان مختصر فوائد میں نہیں سما سکتی۔ شروح حدیث مطالعہ کی جائیں۔ اور اس باب میں شیخ شمس الدین سخاوی کا رسالہ "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" قابل دید ہے ہم نے شرح مسلم میں بقدر کفایت لکھ دیا ہے۔ فالحمد علی ذٰلک

(فوائد تفسیر عثمانی ص567 حاشیہ نمبر5 تا ص568)

یٰارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

احادیث

درفضائل درود شریف

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (رواہ مسلم وابوداؤد وابن حبان فی صحیحہ وغیرھم کذا فی الترغیب)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس پر دس دفعہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

ف: اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے تو ایک ہی درود اور ایک ہی رحمت ساری دنیا کے لیے کافی ہے چہ

جائیکہ ایک دفعہ درود پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس رحمتیں نازل ہوں اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت درود شریف کی ہو گی۔ کہ اس کے ایک دفعہ درود شریف پڑھنے پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے دس رحمتیں نازل ہوں۔ پھر کتنے خوش قسمت وہ اکابر جن کے معمولات میں روزانہ سوالاکھ درود شرف کا (پڑھنے) کا معمول ہو، جیسا کہ میں نے اپنے بعض خاندانی اکابر کے متعلق سُنا۔

علامہ سخاویؒ نے عامر بن ربیعہؓ سے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود شریف بھیجتا ہے اللہ جلّ شانہٗ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے تمہیں اختیار ہے جتنا چاہے کم بھیجو جتنا چاہے زیادہ بھیجو۔ اور یہی مضمون عبد اللہ بن عمروؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے اور اس میں اضافہ ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے دس دفعہ درود بھیجتے ہیں۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

وَعَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلْیُصَلِّ عَلَیَّ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً صَلَّی اللّٰہ علیه عشراً وفیه روایَۃً مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً صَلَّی اللّٰہُ علیه عشراً وفِیْ روایۃٍ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃ صلوٰۃ وّاحدۃٍ صلی اللّٰہ علیه عَشْراً وفِیْ روایۃٍ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صلوٰۃ واحدۃً صلی اللّٰہ علیه عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحَطَّ عنه عَشر سیاتٍ وّرَفَعَہٗ بِھَا عَشَرَ درجات۔

(رواہ احمد والنسائی واللفظ لہٗ وابن حبّان فی صحیحہ کذا فی الترغیب)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ آوے اس کو چاہیے کہ مجھ پر درود بھیجے اور جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ جلّ شانہٗ اس پر دس دفعہ درود بھیجے گا۔ اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے درجے بلند کرے گا۔

ف:۔ علامہ منذری نے ترغیب حضرت براءؓ کی روایت سے بھی یہی مضمون نقل کیا گیا اور اس میں اتنا اضافہ

ہے کہ یہ اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے بقدر ہو گا اور طبرانی کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جلّ شانہٗ اس پر سو دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کی پیشانی پر بَرَاۗءَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ وَبَرَاۗءَۃٌ مِّنَ النَّار لکھ دیتے ہیں یعنی یہ شخص نفاق سے بھی بری اور جہنم سے بھی بری ہے اور قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے۔

علامہ سخاویؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے اور جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جلّ شانہٗ اس پر سو دفعہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر سو دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر ہزار دفعہ درود بھیجیں گے۔ اور جو عشق و شوق میں اس پر زیادتی کرے گا میں اس لیے قیامت کے دن سفارشی ہوں گا اور گواہ۔

سیّدنا حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ بہت ہی بشاش تشریف لائے چہرہ انور پر بشاشت کے اثرات تھے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے چہرہ انور پر آج بہت ہی بشاشت ظاہر ہو رہی ہے حضور ﷺ نے فرمایا صحیح ہے میرے پاس میرے ربّ کا پیام آیا ہے جس میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے یوں فرمایا کہ تیری امّت میں سے جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا۔ اور دس سیئات اس سے مٹائیں گے اور دس درجے اس کے بلند کریں گے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُ هُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً

(رواہ الترمذی وابن حِبّان فی صحیحہ کلاھما مِن رُوایۃ موسیٰ بن یعقوب کذا فی الترغیب وَبَسَطَ السخاوی فی القول البدیع الکلام علی تخریجہ)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ بلاشک قیامت میں لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہو گا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے۔

ف:۔ علامہ سخاوی نے قول بدیع میں الدر المنظوم سے حضور ؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تم میں کثرت سے درود پڑھنے والا کل قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہو گا۔ سیّدنا حضرت انس ؓ کی حدیث سے بھی یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قیامت میں ہر موقع پر مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والا ہو گا۔ زاد السعید میں سیّدنا حضرت انس ؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر درود کی کثرت کرے گا وہ عرش کے سایہ میں ہو گا۔

علامہ سخاوی ؒ نے ایک حدیث میں حضور اقدس ؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تین 3 آدمی قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کسی چیز کا سایہ نہ ہو گا ایک وہ شخص جو کسی مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹائے۔ دوسرا وہ جو میری سُنت کو زندہ کرے تیسرے وہ جو میرے اوپر کثرت سے درود بھیجے۔

علامہ سخاوی ؒ نے قوّت القلوب سے نقل کیا ہے کہ کثرت کی کم سے کم مقدار تین سو 300 مرتبہ ہے اور حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ بھی اپنے متوسلین کو تین سو 300 مرتبہ بتایا کرتے تھے۔ علامہ سخاوی ؒ نے حدیث بالا اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حدیث بال کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث میں واضح دلیل ہے اس بات پر کہ قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کے قریب سب سے زیادہ حضرات محدثین ہوں گے اس لیے کہ یہ حضرات سب سے زیادہ درود پڑھنے والے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو عبید ؓ نے بھی کہا ہے کہ اس فضیلت کے ساتھ حضرات محدثین مخصوص ہیں۔ اس لیے کہ

جب وہ حدیث نقل کرتے ہیں یا لکھتے ہیں تو حضور اقدس ﷺ کے پاک نام کے ساتھ درود شریف ضرور ہوتا ہے اسی طرح سے خطیب نے ابو نعیم سے بھی نقل کیا ہے کہ یہ فضیلت محدیثین کے ساتھ مخصوص ہے علماء نے لکھاہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ احادیث پڑھتے ہیں یا نقل کرتے ہیں یا لکھتے ہیں تو حضوراقدس ﷺ کے پاک نام کے ساتھ کثرت کے سے درود لکھنے یاپڑھنے کی نوبت آتی ہے۔ محدثین سے مراد اس موقعہ پر ائمہ حدیث نہیں بلکہ وہ سب حضرات اس میں داخل ہیں جو حدیث پاک کی کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہوں چاہے عربی میں ہو یا اردو میں۔

حضرات محدثین مفسرین فقہاء وغیرہم مصنفین کی فضیلت مندرجہ ذیل حدیث سے بھی معلوم ہوئی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

زادالسعید میں طبرانی سے حضوراقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیاہے کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجے کسی کتاب میں (یعنی لکھے) ہمیشہ فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے جب تک میرانام اس کتاب میں رہے گا۔ اور طبرانی ہی سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیاہے کہ جو شخص صبح کو مجھ پر دس بار درود بھیجے اور شام کو دس بار قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت ہو گی۔ اورامام متفری سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیاہے کہ جو کوئی ہر روز سو100 بار مجھ پر درود بھیجے اس کی سو100 حاجتیں پوری کی جائیں گی تیس دنیا کی اور باقی آخرت کی۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبيبک خير الخلق كلّهم

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اِنَّ لِلهِ مَلٰئِكَةً سَيَّا حِيْنَ يُبَلِّغُوْنِىْ عن اُمَّتِیْ السَّلامَ۔

(رواہ النسائی وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب زاد فی القول البدیع احمد والحاکم وغیرھما وقال الحاکم صحیح الاسناد)

ابن مسعودؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ جَلَّ شانہٗ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو (زمین میں) پھرتے رہتے ہیں اور میری امّت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

ف:۔ اور بھی متعدد صحابہ کرامؓ سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔ علامہ سخاوی نے امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے کی روایت سے بھی یہی مضمون نقل کیا ہے کہ اللہ جَلَّ شَانہٗ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں جو میری امّت کا درود مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے بھی حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھ پر درود پڑھا کرو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔

یٰارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

عَنْ عَمَّارِبْنِ یَاسِرٍ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ وَکَّلَ بقبری ملکاً اعطاہ اللّٰہُ اَسْمَاعَ الخلائق فلا یُصَلِّیْ عَلَیَّ اَحَدٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمۃِ اِلَّا اَبْلَغنِیْ بِاسمِہٖ واسم اَبیہ ھٰذا فلانٌ بنُ فلانٍ قَدْصَلّٰی عَلَیْکَ۔ (رواہ البزار کذا فی الترغیب وذکر تخریجہ السخاوی فی القولِ البدیع)

حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ جَلَّ شانہٗ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لیکر درود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر درود بھیجا ہے۔

ف:۔ علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر درود بھیجا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ پھر اللہ جل شانہٗ اس کے ہر درود کے بدلہ

میں اس پر دس مرتبہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں۔
ایک جگہ سَیدنا حضرت انسؓ کی حدیث سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص میرے اوپر جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب میں درود بھیجے اللہ جَلّ شانہٗ اس کی سو 100 حاجتیں پوری کرتے ہیں اور اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو اسکو میری قبر میں مجھ تک ایسی طرح پہنچاتا ہے جیسے تم لوگوں کے پاس ہدایا بھیجتے جاتے ہیں۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّهم

عن اَبی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ صلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ وبسط السخاوی فی تخریجہ)

حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔
ف:۔ علامہ سخاوی نے قول بدیع میں متعدد روایات سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ جو شخص دور سے درود بھیجے فرشتہ اس پر متعین ہے کہ حضور ﷺ تک پہنچائے اور جو شخص قریب سے پڑھتا ہے حضور اقدس ﷺ اس کو خود سنتے ہیں۔
جو شخص دور سے درود بھیجے اس کے متعلق تو پہلی روایات میں تفصیل سے گزر ہی چکا ہے کہ فرشتے اس پر متعین ہیں کہ حضور ﷺ تک پہنچادیں اس حدیث پاک میں دوسرا مضمون کہ جو قبر اطہر کے قریب درود پڑھے اس کو حضور اقدس ﷺ بنفس نفیس خود سنتے ہیں بہت ہی قابل فخر، قابلِ عزّت، قابل لذّت چیز ہے۔ علامہ سخاوی نے قول بدیع میں سلیمان بن سحیم سے نقل کیا ہے کہ میں نے خواب میں

حضوراقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت کی میں نے دریافت کیایارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: یہ جولوگ حاضر ہوتے ہیں اورآپ پر سلام کرتے ہیں آپؐ اس کو سمجھتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایاہاں سمجھتاہوں اوران کے سلام کاجواب بھی دیتاہوں۔

ابراہیم بن شیبانؒ کہتے ہیں کہ میں حج سے فراغ پر مدینہ منورہ حاضر ہوااورمیں نے قبر شریف کے پاس جاکر سلام عرض کیاتومیں نے حجرہ شریف کے اندر سے وعلیک السلام کی آواز سنی۔

ملاعلی قاریؒ کہتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ درود شریف قبراطہر کے قریب پڑھنا افضل ہے دور سے پڑھنے سے اس لیے کہ قرب میں خشوع خضوع اور حضور قلب حاصل ہو تاہے۔وہ دور میں نہیں ہو تا۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھِم

اس روایت میں حضوراقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں لکھاہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اوراسکی تصدیق کرتے ہیں کہ حضوراقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اورآپ کے بدن اطہر کوزمین نہیں کھاسکتی اوراس پر اجماع ہے۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ حِیْنَ یُصَبِّحُ عشراً اَدْرَکَتْہُ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (رواہ الطبرانی باسنادین احدھما جیّد لکن فیہ انقطاع کذافی القول البدیع)

حضرت ابوالدرداءؓ نے حضوراقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کاارشاد نقل کیاہے کہ جو شخص صبح اورشام مجھ پر دس دس مرتبہ درود شریف پڑھے اس کو قیامت کے دن میری شفاعت پہنچ کررہے گی۔

ف:۔علامہ سخاویؒ نے متعدد احادیث سے درود شریف پڑھنے والے کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت حاصل

ہونے کا مژدہ نقل کیا ہے۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے جو مجھ پر درود پڑھے قیامت کے دن میں اس کا سفارشی بنوں گا۔ اس حدیث پاک میں کسی مقدار کی بھی قید نہیں۔

حضرت رویفع بن ثابت کی روایت سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص یہ درود شریف پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْہُ الْمُقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔

علامہ سخاویؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کیا ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ جَلَّ شانُہٗ اس کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو مجھ تک درود پہنچائے اور اس کے دنیا و آخرت کے کاموں کی کفایت کر دی جاتی ہے۔ اور میں قیامت کے دن اس کا گواہ یا سفارشی بنوں گا۔ یا کا مطلب یہ ہے کہ بعض کے لیے سفارشی اور بعض کے لیے گواہ مثلاً اہل مدینہ کے لیے گواہ اور دوسروں کے لیے سفارشی یا فرمانبرداروں کے لیے گواہ اور گناہگاروں کے لیے سفارشی وغیرہ۔ ذٰلک کما قالہ السخاویؒ۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنَّہٗ قال اَیُّمَا رَجُلٍ مّسلمٍ لَمْ یَکُنْ عِنْدَہٗ صَدَقَۃٌ فَلْیَقُلْ فِی دُعَائِہٖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَصَلِّ علی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالمؤمنٰت وَالْمُسلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ فَاِنَّھَا زَکوٰۃٌ وقال لَاتشبَعُ المؤمنُ خیراً حتّٰی یکونَ منتھاہ الجنَّۃُ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب وبَسط السخاوی فی تخریجہٖ وغیرہ)

حضرت ابو سعید الخذریؓ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس کے پاس صدقہ کرنے کو کچھ نہ ہو (اللّٰھمّ صلِّ سے اخیر تک) اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ پر جو تیرے بندے ہیں۔ اور تیرے رسول ہیں اور رحمت بھیج مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں پر اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں پر پس یہ دعاء اس کے لیے زکوٰۃ یعنی صدقہ ہونے کے قائم مقام ہے اور مؤمن کا پیٹ کسی خیر سے کبھی نہیں بھرتا یہاں تک وہ جنّت میں پہنچ جائے۔

علامہ سخاویؒ نے لکھاہے کہ حافظ ابن حبانؒ نے اس حدیث پر یہ فصل باندھی ہے اس چیز کا بیان کہ حضور اقدس ﷺ پر درود پڑھنا صدقہ نہ ہونے کی صورت میں صدقہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ علماء میں اس بات میں اختلاف ہے کہ صدقہ افضل ہے یا حضور اقدس ﷺ پر درود۔ بعض علماء نے کہاہے کہ حضور ﷺ پر درود صدقہ سے بھی افضل ہے اس لیے کہ صدقہ صرف ایک فریضہ ہے اور درود شریف ایسا فریضہ ہے جو بندوں پر فرض ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ شانہ' اور اس کے فرشتے بھی اس عمل کو کرتے ہیں ۔(مگر) علامہ سخاویؒ خود اس کے موافق نہیں ہیں۔

علامہ سخاویؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیاہے کہ مجھ پر درود بھیجا کرو اس لیے کہ مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لیے زکوٰۃ ہے (صدقہ) کے حکم میں ہے ۔ایک اور حدیث سے نقل کیاہے کہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کہ وہ تمہارے لیے زکوٰۃ (صدقہ) ہے نیز حضرت علیؓ کی روایت سے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل ہے کہ مجھ پر تمہارا درود بھیجنا تمہاری دعاؤں کو محفوظ کرنے والا ہے تمہارے ربّ کی رضا کا سبب ہے۔ اور تمہارے اعمال کی زکوٰۃ ہے یعنی ان کو بڑھانے والا اور پاک کرنے والا ہے۔

حدیث پاک کا آخری ٹکڑا کہ مؤمن کا پیٹ نہیں بھرتا اس کو صاحب مشکوٰۃ نے فضائل علم میں نقل کیا ہے اور صاحب مرقات وغیرہ نے خیر سے علم مراد لیا ہے اگرچہ خیر کا لفظ عام ہے اور ہر خیر کی چیز اور ہر نیکی کو شامل ہے اور مطلب ظاہر ہے کہ مؤمن کا پیٹ نیکیاں کمانے سے کبھی نہیں بھرتا وہ ہر وقت اس کوشش میں رہتا ہے کہ جو نیکی بھی جس طرح اس کو ملجائے وہ حاصل ہو جائے۔ اگر اس کے پاس مالی صدقہ نہیں ہے تو درود شریف ہی سے صدقہ کی فضیلت حاصل کرے اس ناکارہ کے نزدیک خیر کا لفظ علی العموم ہی زیادہ بہتر ہے کہ وہ علم اور دوسری چیزوں کو شامل ہے لیکن صاحب مظاہر حق نے بھی صاحب مرقات وغیرہ کی اتباع میں خیر سے علم ہی مراد لیا ہے اس لیے وہ تحریر فرماتے ہیں ہرگز نہیں سیر ہوتا مؤمن خیر سے یعنی علم سے یعنی اخیر عمر تک طلب علم میں رہتا ہے اور اس کی برکت سے بہشت میں جاتا ہے۔ اس حدیث میں خوشخبری ہے طالب علم کو کہ دنیا سے با ایمان جاتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اور اس درجہ کو حاصل کرنے کے لیے بعض اہل اللہ اخیر عمر تلک تحصیل علم میں مشغول رہے ہیں باوجود حاصل کرنے کے بہت سے علم کے اور دائرہ علم کا وسیع ہے جو کہ مشغول ہو۔ ساتھ علم کے اگرچہ ساتھ تعلیم و تصنیف کے ہو حقیقت میں ثواب طلب علم اور تکمیل اس کی کا ہی ہے۔ اسکو (حق)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

احادیث خاص خاص درود کے فضائل کے بیان میں

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّکْتَالَ بِالْمِکْیَالِ الْاَوْفٰی اِذَا صَلّٰی عَلَیْنَا اَھْلَ الْبَیْتِ فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

(رواہ ابوداؤد وذکرہ السخاوی بطرق عدیدۃ)

حضرت ابوہریرہؓ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ جب وہ درود پڑھا کرے ہمارے گھرانے پر تو اس کا ثواب بہت بڑے پیمانہ میں ناپا جائے تو وہ ان الفاظ سے درود پڑھا کرے (اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ سے اخیر تک)

ترجمہ:۔ اے اللہ درود بھیج محمد پر جو نبی اُمّی ہیں اور ان کی بیویوں پر جو سارے مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آپؐ کی آل اولاد پر اور آپ کے گھرانے پر جیسا کہ درود بھیجا آپ نے آل ابراھیم پر بیشک آپ ہی سزاوار حمد ہیں بزرگ ہیں۔

ف:۔ نبی اُمّی حضور اقدس ﷺ کا خاص لقب ہے اور یہ لقب آپؐ کا تورات انجیل اور تمام کتابوں میں جو آسمان سے اتریں ذکر گیا گیا ہے۔ (کذا فی المظاہر)

آپ ﷺ کو نبی امّی کیوں کہا جاتا ہے؟ اس میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں۔ جن کو شروح حدیث مرقات وغیرہ میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ اُمّی اَن پڑھ کو کہتے ہیں کہ جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو اور چونکہ اہم ترین معجزہ ہے کہ جو شخص لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو وہ ایسا فصیح و بلیغ قرآن پاک لوگوں و پڑھائے غالباً اسی معجزہ کی وجہ سے کتب سابقہ میں اس لقب کا ذکر کیا ہے۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست
کتب خانہ چند ملت بشست

جو یتیم کہ اس نے پڑھنا بھی نہ سیکھا اس نے کتنے ہی مذہبوں کے کتب خانے دھو دیئے یعنی منسوخ کر دیئے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھِم

حضرت اقدس شیخ المشائخ حضرت ولی اللہ صاحب حرز ثمّین ص 13 پر تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد

نے ان الفاظ کے ساتھ درود پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِیِّ وَاٰلِهٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ۔میں نے خواب میں اس درود شریف کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت پڑھا تو حضور ﷺ نے اسکو پسند فرمایا۔

اس کا مطلب ہے کہ بہت بڑے پیمانہ میں ناپا جائے یہ ہے کہ عرب میں کھجوریں غلّہ وغیرہ پیمانوں میں ناپ کر بیچا جاتا تھا جیسا کہ ہمارے شہروں میں یہ چیزیں وزن سے بکتی ہیں تو بہت بڑے پیمانہ کا مطلب گویا بہت بڑی ترازو ہوا۔ اور گویا حدیث پاک کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے درود کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تولا جائے اور ظاہر ہے بہت بڑی ترازو میں وہی چیز تولی جائے گی جس کی مقدار بہت زیادہ ہو گی۔ تھوڑی مقدار چیزوں میں بھی نہیں جاسکتی۔ ملّا علی قاریؒ نے اوراس سے قبل علّامہ سخاویؒ نے یہ لکھا ہے کہ جو چیزیں تھوڑی مقدار میں ہوا کرتی ہیں وہ ترازوں میں تلا کرتی ہیں اور جو بڑی مقدار میں ہوا کرتی ہیں۔ وہ عام طور سے پیمانوں ہی میں ناپی جاتی ہیں۔ ترازوؤں میں ان کا آنا مشکل ہوتا ہے علامہ سخاوی نے حضرت ابو مسعودؓ سے بھی حضور ﷺ کا یہی ارشاد نقل کیا ہے اور امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث سے بھی یہی نقل ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس دورد بہت بڑے پیمانہ سے ناپا جائے جب وہ ہم اہل بیت پر درود بھیجے تو یوں پڑھا کرے۔

اللھم اجعل صلوٰتک وبرکاتک علی محمدن النبیی وَاَزواجه اُمّھات المؤمنین وَذُرِّیتهٖ واھل بیتهٖ کَمَاصَلَّیْتَ علی اٰل ابراھیم اِنّک حمید مجید

اور حضرت حسن بصریؒ یہ نقل کیا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ حضور اقدس ﷺ کے حوض سے بھرپور پیالہ پیوے وہ یہ درود پڑھا کرے۔

اَللّٰھمّ صَلِّ علٰی محمّدوَّعَلٰی اٰلہٖ واَصحابہٖ وَاَولادِہٖ وَاَزواجِہٖ وَذُرِّیتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْھارِہٖ واَنْصَارِہٖ وَاَشْیَاعِہٖ ومُحِبِیّہٖ واُمّتِہٖ وَعَلینا معھم اجمعین یااَرحم الرّاحمین۔

اس حدیث کو قاضی عیاض نے بھی شفاء میں نقل کیا ہے۔

یٰارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

عن رُوَیْفع بن ثابِتُ الانصاری علیہ الرحمۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مَنْ قَال اَللّٰھمّ صَلِّ عَلٰی محمّدٍ وَّاَنْزِلْہُ المقعدَ الْمُقَرّبَ عِنْدِکَ یومَ القیمَۃِ وَجَبَتُ لَہٗ شفاعتی۔

(رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط وبعض اسانید ھم حسن کذا فی الترغیب)

حضرت رُوَیفع رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں جو شخص اس طرح کہے اَللّٰھُمّ صَلِّ عَلٰی محمّدوَّاَنْزَلْہُ المقعدَ الْمُقَرّبَ عِنْدِکَ یومَ القیمَۃِ وَجَبَتُ لَہٗ شفاعتی۔ اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

علماء کے مقعد مقرب یعنی مقرب ٹھکانے میں مختلف اقوال ہیں۔ علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ محتمل ہے کہ اس سے وسیلہ مراد ہو یا مقام محمود یا آپؐ کا عرش پر تشریف رکھنا یا آپ کا وہ مقام عالی جو سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

حرز ثمین میں لکھاہے کہ مقعد کو مقرب کے ساتھ اس لیے موصوف کیاہے کہ جو شخص اس میں ہوتاہے وہ مقرب ہوتاہے اس وجہ سے گویا اس مکان ہی کو مقرب قرار دیا۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ مقعد مقرب سے مراد مقام محمود ہے اس لیے کہ روایت میں یوم القیمۃ کا لفظ آیاہے یعنی وہ ٹھکانہ جو جنت میں مقرب ہو اس بنا پر اس سے مراد وسیلہ ہو گا جو جنت کے درجات میں سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ بعض علماء نے کہاہے کہ حضور اقدس ﷺ کے دو مقام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک تو وہ مقام ہے جبکہ حضور اقدس ﷺ شفاعت کے

میدان میں عرش معلّیٰ کے دائیں جانب ہوں گے جس پر اوّلین وآخرین سب کو رشک ہو گا۔ اور دوسرا آپؐ کا مقام جنت میں جس کے اوپر کوئی درجہ نہیں۔

ہم میں سے کونسا ایسا ہے جو بڑے بڑے گناہ کا مجرم نہیں اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جیسا سفارشی جو اللہ کا حبیب سارے رسولوں اور تمام مخلوق کا سردار وہ کیسی آسان چیز پر اپنی سفارش کا وعدہ اور وعدہ بھی ایسا مؤکد کہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اس کی سفارش واجب ہے پھر بھی اگر کوئی شخص اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو کسی قدر خسارے کی بات ہے۔ لغویات میں اوقات ضائع کرتے ہیں فضول باتوں بلکہ غیبت وغیرہ گناہوں میں قیمتی اوقات کو برباد کرتے ہیں۔ ان اوقات کو درود شریف میں اگر خرچ کیا جائے تو کتنے فوائد حاصل ہوں۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

فَاقَ النَّبِیِّین فِیْ خَلْقٍ وَفِیْ خُلُقٍ وَلَمْ یُدانُوہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلا کَرَمٍ

عن ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ قَالَ جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّاھُوَ اَھْلُہٗ اَتْعَبَ سبعین کَاتِبًا وَاَلْفَ صَبَاحٍ۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط کذا فی الترغیب وبسط السخاوی فِی تخریجہ ولفظہٗ اَتعَبَ سبعین ملکا اَلفَ صباحٍ)

حضرت ابن عباسؓ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل کرتے ہیں جو شخص یہ دعاء کرے۔ جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّاھُوَ اَھْلُہٗ۔۔ ترجمہ: اللہ جَلَّ شانہٗ جزادے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہم لوگوں کی طرف سے جس بدلے کے وہ مستحق ہیں تو اس کا ثواب ستر 70 فرشتوں کو ایک ہزار دن تک مشقت میں ڈالے گا۔

ف:۔ نزہۃ المجالس میں بروایت طبرانی حضرت جابرؓ کی حدیث سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح وشام یہ درود شریف پڑھا کرے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ اصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَجْزِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔ وہ اس

کاثواب لکھنے والوں کوایک ہزار دن تک مشقت میں ڈالے رکھے گا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ہزار دن تک اس کاثواب لکھتے لکھتے تھک جائیں گے۔ بعض علماء نے جس بدلے کے وہ مستحق ہیں کی جگہ جوبدلہ اللہ کی شان کے مناسب ہے لکھاہے ۔یعنی جتنابدلہ عطاکرناتیری شایان شان ہووہ عطافرمااوراللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب باالخصوص اپنے محبوب کے لیے ظاہر ہے کہ بے انتہاہو گا۔

حضرت حسن بصریؒ سے ایک طویل درود شریف کے ذیل میں نقل کیاگیاہے کہ وہ اپنے درود شریف میں یہ الفاظ بھی پڑھاکرتے تھے۔وَاجۡزِہٖ عَنَّاخَیۡرَمَاجَزَیۡتَ نَبِیًّاعَنۡ اُمَّتِہٖ۔اے اللہ حضورؐ کوہماری طرف سے اس سے زیادہ بہتر بدلہ عطافرمایئے جتناکسی نبی کواس ی امّت کی طرف سے عطافرمایا۔

ایک اور حدیث میں نقل کیاگیاہے جو شخص یہ الفاظ پڑھے۔اَللّٰھمّ صَلِّ علی محمدٍوَّعَلٰی اٰلِ محمّدٍ صَلوٰۃً تکون لک رِضَاوّلَحِقہٖ اَدَاءًوّاَعۡطِہِ الۡوَسِیۡلَۃَ وَالمَقام المحۡمُود الَّذِیۡ وَعَدۡتَّہٗ واجۡزِہٖ عَنَّامَاھُوَااَھۡلُہٗ وَاجۡزِہٖ عَنّامِن اَفۡضَلِ مَاجَزَیۡتَ نَبِیًّاعن اُمَّتِہٖ وَصَلِّ عَلٰی جمیع اِخۡوَانِہٖ مِن النَبِیّین والصالحین یَااَرۡحَمَ الرَّاحمین۔جو شخص سات جمعوں تک ہر جمعہ کوسات مرتبہ اس درود کوپڑھے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَائِمًااَبَدًااعلی حبیبک خیرالخلق کلّھمٖ

سَید الکونین حضرت خاتم النبیین فخر دوعالم ﷺ کی خواب میں زیارت

حضوراقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی تمنّا کون سامسلمان ایساہو گاجس کونہ ہولیکن عشق ومحبت کی بقدراس کی تمنائیں بھی بڑھتی رہتی ہیں۔اوراکابرومشائخ نے بہت سے اعمال اور بہت سے درودوں کے متعلق اپنے تجربات تحریر کیے ہیں کہ ان پر عمل سے سَید الکونین ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔(اے

اللہ محض اپنے لطف و کرم سے میں عاجز سیاہ کار راقم الحروف کو بھی سَید الانبیآء والمرسلین حضرت خاتم النبیین ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب فرما۔ اٰمین ثم اٰمین یٰارب العالمین) علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں خود حضوراقدس ﷺ کا بھی ایک ارشاد نقل کیاہے۔ مَنْ صَلّٰی عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَعَلٰی جَسَدِہٖ فِی الْاَجْسَادِ وَعَلٰی قبرِہٖ فِی الْقُبُوْرِ۔ جو شخص روح محمد ﷺ پر ارواح میں اورآپ کے جسد اطہر پر بدنوں میں اورآپ کی قبر مبارک پر قبور میں درود بھیجے گا وہ مجھے خواب میں دیکھے گا۔ اور جو مجھے خواب میں دیکھے گا وہ قیامت میں دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی سفارش کروں گا۔ اور جس کی میں سفارش کروں گا وہ میری حوض سے پانی پیئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کے بدن کو جہنم پر حرام فرمادیں گے ۔علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ ابو القاسم بستیؒ نے اپنی کتاب میں یہ حدیث نقل کی ہے مگر مجھے اب تک اس کی اصل نہیں ملی۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں جو شخص یہ ارادہ کرے کہ نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھے وہ یہ درود پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّیَ علیہ اللھم صَلِّ علی محمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ جو شخص اس درود شریف کو طاق کے عدد کے موافق پڑھے گا وہ حضوراقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کرے گا۔ اوراس پر اس کا اضافہ بھی کرنا چاہیے۔ اَللّٰھمّ صَلِّ عَلٰی روحِ محَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ اللھُمَّ صَلِّ علی جَسَدِ محمّدٍ فِی الْاَجْسَادِ اللھم صَلِّ علی قبرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ

حضرت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ زادالسعید میں تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ لذیذ اور شیریں تر خاصیت درود شریف کی یہ کہ اس کی بدولت عشاق کو خواب میں حضور اقدس پر نور ﷺ کی دولت زیارت میسر ہوتی ہے۔

شیخ الحدیث عبدالحق محدث دہلویؒ نے کتاب ترغیب اہل السعادات میں لکھا ہے کہ جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ 11 بار آیت الکرسی اور گیارہ 11 بار قُلْ ھُواللہ احد اور بعد سلام سو100 بار یہ درود شریف پڑھے انشاءاللہ تین جمع نہ گذرنے پائیں گے کہ زیارت نصیب ہو گی۔ وہ درود شریف یہ ہے

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَبِیِّ الأُمِیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ

دیگر شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ جو شخص دررکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس 25 بار قل ھواللہ احد اور بعد سلام کے یہ درود شریف ہزار1000 مرتبہ پڑھے دولت زیارت نصیب ہو وہ (درود شریف) یہ ہے۔ صلّی اللہ عَلَی النَّبِی الْاُمِیِّ۔ دیگر نیز شیخ موصوف نے لکھا کہ سوتے وقت ستّر70 بار اس درود شریف کو پڑھنے سے زیارت نصیب ہو گی۔

یہ درود شریف دلائل الخیرارت میں لکھا ہوا ہے الفاظ کی تصحیح کے لیے وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سیّدنا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوارِکَ وَمَعْدَنِ اَسْرارِکَ وَلِسَانِ حُجَّتِکَ وَعُرُوْس مَمْلُکَتِکَ وَاِمَامِ حَضْرَتِکَ وَطِرازِ مُلْکِکَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِکَ وَطَرِیْقِ شَرِیْعَتِکَ اَلْمتلَذِّذِ بِتَوْحِیْدِکَ اِنْسَانُ عَیْنِ الْوُجُوْدِ وَالسَّبَبُ فِیْ کُلِّ مَوجود عَیْنُ اَعْیَانِ خَلْقِک الْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُّوْرِضِیَاءِکَ صَلوٰۃ تَدُوْم بِدوَلیک وَتبقٰی بِبَقَاءِ ک لَا منتھٰی لَھَا دُوْنَ عِلْمِکَ صَلوٰۃ تُرْضِیْکَ وَتَرْضِیْہٖ وَتَرْضٰی بِھَا عَنَّا یارَبِّ العالمین

دیگر اس کو بھی سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لیے شیخ نے لکھا ہے۔ اللّٰھمَّ رَبَّ الْحَلِّ وَالْحرامِ رَبَّ الْبَیْتِ الْحرَامِ وَرَبَّ الرُّکْنِ وَالْمقام اَبْلَغْ لرُوْحِ سیّدنا و مولانا مُحَمَّدٍ مِنَّا السَّلامَ۔ مگر بڑی شرط اس

دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پُر ہونا اور ظاہری و باطنی معصیتوں سے بچنا ہے۔

انتھی

تنبیہ :۔ خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہو جانا بڑی سعادت ہے۔ لیکن دو ۲ امر قابل لحاظ ہیں۔

امر اوّل :۔ وہ جس کو حضرت تھانویؒ نوّر اللہ مرقدہٗ نے نشر الطیب میں تحریر فرمایا۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ جس کو بیداری میں یہ شرف نصیب نہیں ہوا اس کے لیے بجائے اس کے خواب میں زیارت سے مشرف ہو جانا سرمایہ تسلی اور فی نفسہٖ ایک نعمت عظمٰی دولت کبریٰ ہے اور اس سعادت میں اکتساب کو اصلاً دخل نہیں محض موہوب ہے۔ ولنعم ماقیل

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ترجمہ: کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے کہ یہ سعادت قوّت بازو سے حاصل نہیں ہوتی ہے جب تک اللہ جَلَّ شانہٗ کی طرف سے عطا اور بخشش نہ ہو۔ ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہو گئیں۔

البتہ غالب یہ ہے کہ کثرت سے درود شریف و کمال اتّباع سنت و غلبہ محبت پر اس کا ترتب ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ لازمی اور کلی نہیں اس لیے اس کے نہ ہونے سے مغموم و محزون نہ ہونا چاہیے کہ بعض کے لیے اسی میں حکمت و رحمت ہے عاشق کو رضا محبوب سے کام خواہ وصل ہو تب، ہجر ہو تب۔

قال العارف شیرازی

فراق ووصل چہ باشد رضادوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر اُوتمنّائے

ترجمہ :۔ عارف شیرازی فرماتے ہیں فراق و وصل کیا ہوتا ہے محبوب کی رضا ڈھونڈ کہ محبوب سے اس کی

رضا کے سوا تمنّا کرنا ظلم ہے۔

امر ثانی:۔ قابل تنبیہ یہ ہے کہ جس شخص نے حضور اقدس ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے یقیناً اور قطعاً حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی۔ روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے اور محقق ہے کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا نہیں فرمائی کہ وہ خواب میں آکر کسی طرح اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ ہونا ظاہر کرے۔ اس لیے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اس کے باوجود اگر نبی کریم ﷺ کو اپنی اصلی ہیئت میں نہ دیکھے یعنی حضور ﷺ کو ایسی ہیئت اور حلیہ میں دیکھے جو شان اقدس کے مناسب نہ ہو تو وہ دیکھنے والے کا قصور ہوگا۔ جیسا کہ کسی شخص کی آنکھ پر سرخ یا سبز یا سیاہ عینک لگادی جائے تو جس رنگ کی آنکھ پر عینک ہوگی اسی رنگ کی سب چیزیں نظر آئیں گیں۔ اسی طرح بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

وہ احادیث مبارکہ جن میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھنے کی وعیدیں وارد ہوئیں ہیں نقل کی جاتی ہیں۔

عن علی رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنده فَلَمْ یَصَلِّ عَلَیَّ۔

(رواہ النسائی والبخاری فی تاریخہ والترمذی وغیر ھم بسط طرقہ السخاوی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

ف:۔ علامہ سخاویؒ نے کیا ہی اچھا شعر نقل کیا ہے

مَنْ لَّمْ یُصلِ علیه اِنْ ذُکِرَ اِسْمُهٗ
فَهُوَ البَخِیْلُ وَزِدْهُ وَصْفَ جَبَانٖ

ترجمہ:۔ جو شخص حضور اقدس ﷺ پر درود نہ بھیجے جس وقت کہ حضورؐ کا پاک نام ذکر کیا جارہا ہو پس وہ پکا بخیل ہے۔ اور اتنا اضافہ کر اس پر کہ وہ بُزدل نامرد بھی ہے۔

حدیث بالا کا مضمون بھی بہت سی احادیث میں بہت سے صحابہؓ سے نقل کیا گیا ہے۔

علامہ سخاویؒ نے سیّدنا حضرت امام حسنؓ کی روایت سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آدمی کے بخل کے لیے یہ کافی ہے کہ میرا ذکر اس کے سامنے کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ سیّدنا امام حُسینؓ سے بھی حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے وہ شخص بخیل ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ سیّدنا حضرت ابوہریرۃؓ کی حدیث سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ بخیل اور پورا بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ سیّدنا حضرت انسؓ سے بھی حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ وہ شخص بخیل ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ سیّدنا حضرت ابوذر غفّاریؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا میں تم کو سب سے زیادہ بخیل آدمی بتاؤں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ شخص سب سے زیادہ بخیل ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

عن قتادۃ رضی اللہ عنہ مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنَ الْجِفَآءِ اَنْ اُذْکُرَ عِنْدَ رَجُلٍ فلا یُصلّی عَلَیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اخرجہ النمیری رواتہ ثقات قالہ السخاوی)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ بات ظلم ہے کہ کسی آدمی کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ

مجھ پر درود نہ بھیجے۔

ف:۔ یقیناً اس شخص کے ظلم میں کیا تردد ہے جو نبی کریم ﷺ کے اتنے احسانات پر بھی نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھے۔ حضرت گنگوہی قدّس سرّہٗ کی سوانح عمری تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ حضرت عموماً متوسلین کو درود شریف پڑھنے کی تعلیم فرماتے تھے کہ کم سے کم تین سو 300 مرتبہ روزانہ پڑھا جائے اور اتنا نہ ہو سکے تو ایک تسبیح میں تو کمی نہ ہونی چاہیے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا بہت بڑا احسان ہے پھر آپؐ پر درود بھیجنے میں بخل ہو تو بڑی بے مُروّتی کی بات ہے اور درود شریف میں زیادہ تر پسند وہ تھا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد وہ الفاظ صلوٰۃ وسلام جو احادیث میں منقول ہیں۔ علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ جفا سے مراد بِرّ وصِلہ کا چھوڑنا ہے اور طبعیت کی سختی اور نبی کریم ﷺ سے دوری پر بھی اطلاق کیا جائے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال مَا جَلَسَ قومٌ مجلسًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ تعالیٰ فیه وَلَمْ یُصَلُّوا عَلٰی نَبِیِّهِمْ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِلَّا کان عَلَیْهِمْ مِنَ اللّٰہِ تِرَۃً یوم القیمَۃِ فَان شآء عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شآءَ غَفَرَلَهُمْ۔ (رواہا احمد وابو داؤد وغیرھما بسطہ السخاویؒ)

سیّدنا ابو ہریرہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے اور اس مجلس میں اللہ کا ذکر اور اس کے نبی پر درود نہ ہو تو یہ مجلس ان پر قیامت کے دن ایک وبال ہو گی پھر اللہ کو اختیار ہے کہ ان کو معاف کر دے یا عذاب دے۔

ف:۔ ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں کہ جو قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے پھر وہ اللہ کے ذکر اور نبی پر درود سے پہلے مجلس برخاست کر دیں تو ان پر قیامت تک حسرت رہے گی۔

حضرت جابرؓ سے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے جب کسی مجلس سے بغیر اللہ کے ذکر اور حضور ﷺ پر درود کے اٹھیں تو ایسا ہے جیسے کسی سڑے ہوئے مردار جانور پر سے اٹھے ہوں یعنی ایسی گندگی محسوس ہوگی جیسے کسی سڑے ہوئے جانور کے پاس بیٹھ کر دماغ سڑ جاتا ہے۔

یٰارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

عن فضالة بن عبید قال بینما رسول اللہ ﷺ قاعدٌ اِذْ دَخَلَ رجلٌ فَصَلّٰی فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اغفِرْلِیْ وارْحَمْنِیْ فَقَالَ رسولُ اللہ ﷺ عَجِلْتَ اَیُّھَا المصلی فَاِذَا صَلَّیْتَ فَقعدتَّ فَاحْمَدِ اللہَ بِمَا ھُوَ اَھْلُهٗ وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُهٗ قال ثم صَلّٰی رجلٌ اٰخِرَ بَعدَ ذٰلِکَ فَحَمِدَ اللہِ وصلّی علی النّبی ﷺ فقال لَهُ النَّبی ﷺ اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ اُدْعُ تُجَبْ (رواہ الترمذی وروی ابوداؤد والنسائی نحوہٗ کذا فی المشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ حضرت فضالہؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرماتھے ایک صاحب داخل ہوئے اور نماز پڑھی پھر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ کے ساتھ دعاء کی۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اور نمازی جلدی کر دی جب تو نماز پڑھے تو اوّل اللہ جَلَّ شانہٗ کی حمد کر جیسا کہ اس کی شان کے مناسب ہے پھر مجھ پر درود پڑھ پھر دعاء مانگ۔ حضرت فضالہ کہتے ہیں پھر ایک اور صاحب آئے انہوں نے اوّل اللہ جَلَّ شانہٗ کی حمد کی اور حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجا حضور ﷺ نے ان صاحب سے یہ ارشاد فرمایا۔ اے نمازی اب دعاء کر تیری دعاء قبول کی جائے گی۔

ف:۔ یہ مضمون بھی بکثرت روایات میں ذکر کیا گیا ہے علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ درود شریف دعا کے اوّل میں، درمیان میں، اخیر میں ہونا چاہیے۔ علماء نے اس کے استحباب پر اتفاق نقل کیا ہے کہ دعاء کی ابتداء اللہ تعالیٰ شانہٗ کی حمد وثناء پھر حضور اقدس ﷺ پر درود سے ہونی چاہیے۔ اوراسی طرح اسی پر ختم

ہونا چاہیے۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ فرماتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ دعاء آسمان اورزمین کے درمیان معلق رہتی ہے اوپر نہیں چڑھتی یہاں تک کہ حضور ﷺ پر درود پڑھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب تو دعاء مانگا کرے تو اپنی دعا میں حضور ﷺ پر درود بھی شامل کیا کر اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ پر درود تو مقبول ہے ہی اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے کرم سے یہ بعید ہے کہ وہ کچھ کو قبول کرے اور کچھ کو رد کردے۔ اور بھی متعدد احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ دعارُکی رہتی ہے جب تک کہ حضور ﷺ پر درود نہ بھیجے۔

سیّدنا حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیّد الکونین حضرت خاتم النبیین حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور یوں ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو کوئی حاجت اللہ تعالیٰ شانہٗ سے یا کسی بندے سے پیش آجائے تو اس کو چاہیے وہ اچھی طرح وضوء کرے اور دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ جَلَّ شَانُہٗ پر حمد و ثناء کرے اور نبی ریم ﷺ پر درود بھیجے پھر یہ دعاء پڑھے۔

لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْم سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمِ مَغْفِرتک والغنیمة منن کل بروالسلامة من کل ذنب لاتدع لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھُمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن۔

ترجمہ:۔ نہیں کوئی معبود بجز اللہ کے جو بڑے حِلم والا اور بڑے کرم والا ہے ہر عیب سے پاک ہے اللہ جو ربّ ہے عرش عظیم کا تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو رب ہے سارے جہانوں کا اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ان چیزوں کا جو تیری رحمت کو واجب کرنے والی ہوں اور مانگتا ہوں تیری مغفرت کی مؤکدات کو(یعنی ایسے اعمال کہ جن سے تیری مغفرت ضروری ہو جائے) اور مانگتا ہوں حصّہ ہر نیکی سے اور سلامتی ہر

گناہ سے میرے لیے کوئی ایسا گناہ نہ چھوڑیئے جس کی آپ مغفرت نہ کر دیں اور کوئی ایسا فکر و غم جس تو زائل نہ کر دے اور نہ کوئی ایسی حاجت جو تیری مرضی کے موافق ہو اور تو اس کو پورا نہ کر دے۔ اے ارحم الراحمین۔ (ملخصًا از فضائل درود شریف ص 12 تا 82)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

فوائد متفرقہ

فصل اوّل میں اللہ جلّ شانہٗ کا حکم درود کے بارے میں گزر چکا ہے اور حکم کا تقاضا وجوب ہے۔ اس لیے جمہور علماء کے نزدیک درود شریف کا کم سے کم عمر میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے بعض علماء نے اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔ لیکن تیسری فصل میں جو وعیدیں اس مضمون کی گذری ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے پاک نام پر درود نہ پڑھنے والا بخیل ہے ظالم ہے بدبخت ہے۔ اس پر حضور ﷺ کی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بددعائیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کی بنا پر بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب بھی نبی کریم ﷺ کا نام نامی آئے اس وقت ہر مرتبہ درود پڑھنا واجب ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس میں دس مذہب نقل کیے ہیں۔

اس میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ہر مسلمان پر عمر بھر کم سے کم ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے اور اس کے بعد میں اختلاف ہے۔ خود حنفیہ کے ہاں بھی اس میں دو قول ہیں۔ امام طحاویؒ وغیرہ کی رائے یہ ہیں کہ جب بھی نبی کریم ﷺ کا نام نامی آئے تو درود پڑھنا واجب ہے ان روایات کی بنا پر جو تیسری فصل میں گذریں۔ امام کرخیؒ وغیرہ کی رائے یہ ہے فرض کا درجہ ایک ہی مرتبہ ہے اور ہر مرتبہ استحباب کا درجہ ہے۔

دوم:۔ نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ شروع میں سیّدنا کا لفظ بڑھا دینا مستحب ہے۔ درّ مختار میں لکھا ہے کہ سیّدنا کا لفظ بڑھا دینا مستحب ہے اس لیے ایسی چیز کی زیادتی جو واقعہ میں ہو وہ عین ادب ہے جیسا کہ رملی شافعی وغیرہ وغیرہ۔ اور نبی کریم ﷺ کا سیّد ہونا ایک واقعی ہے لہذا اس کے بڑھانے میں کوئی اشکال کی بات نہیں ہے بلکہ یہی ادب ہے۔ لیکن بعض لوگ اس سے منع کرتے ہیں غالبًا ان کو ابوداؤد شریف کی ایک حدیث سے اشتباہ ہو رہا ہے ابوداؤد شریف میں ایک صحابی ابو مطرفؓ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ میں ایک وفد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے حضور ﷺ سے عرض کی اَنْتَ سَیِّدُنَا۔ آپ ہمارے سردار ہیں ۔ حضور ﷺ نے فرمایا اَلسَیِّدُ لِلّٰہُ یعنی حقیقی سَید تو اللہ ہی ہے اور یہ ارشاد عالی بالکل صحیح ہے ۔یقینی حقیقی سیادت اور کمالی سیادت اللہ ہی کے لیے ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضور ﷺ کے نام مبارک پر سیّدنا کا بڑھانا ناجائز ہے۔ بالخصوص جبکہ خود حضور ﷺ کا پاک ارشاد ہے جیسا کہ مشکٰوۃ بروایت شیخین (بخاری و مسلم) حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدمَ یَومَ الْقِیمَۃِ۔ الحدیث۔ میں لوگوں میں سردار ہوں گا قیامت کے دن۔ اور دوسری حدیث میں مسلم کی روایت سے نقل کیا ہے کہ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدمَ یَوْمَ الْقِیمَۃِ۔ کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ نیز بروایت ترمذی حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث سے بھی حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے اَنَاسَیِّدُ وُلْدِ آدمَ یومَ الْقِیمَۃِ وَلافَخْرَ۔ کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ اور کوئی فخر کی بات نہیں۔ حضور ﷺ کے اس پاک ارشاد کا مطلب جو ابوداؤد شریف کی روایت میں گزرا وہ کمال سیادت مراد ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ یہ مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک ایک دو، دو لقمے دربدر پھراتے ہوں بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس نہ وسعت

ہو نہ لوگوں سے سوال کرے۔اسی طرح مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت سے حضورﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تم بچھاڑنے والا کس کو سمجھتے ہو (یعنی وہ پہلوان جو دوسرے کو زیر کردے) صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہﷺ اس کو سمجھتے ہیں جس کو کوئی دوسرا بچھاڑ نہ سکے ۔حضورﷺ نے فرمایا یہ پہلوان نہیں بلکہ بچھاڑنے والا (یعنی پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت میں اپنے نفس پر قابو پائے اسی حدیث پاک میں حضورﷺ کا یہ سوال بھی نقل کیا گیا کہ تم رقوب (یعنی لاولد) کس کو کہتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جس کے اولاد نہ ہو حضورﷺ نے فرمایا یہ لاولد نہیں بلکہ وہ ہے جس نے کسی چھوٹی اولاد کو ذخیرہ آخرت نہ بنایا ہو (یعنی اس کے کسی معصوم بچہ کی موت نہ ہوئی ہو) اب ظاہر ہے کہ جو مسکین بھیک مانگتا ہو اس کو مسکین کہنا کون ناجائز کہہ دے گا۔

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ علّامہ مجد الدینؒ (صاحب قاموس) نے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ اللھمّ صَلِّ عَلی سیّدنا محمّدٍ کہتے ہیں۔اور اس میں بحث ہے وہ یوں کہتے ہیں کہ نماز میں تو ظاہر کہ نہ کہنا چاہیے نماز کے علاوہ میں حضور اقدسﷺ نے اس شخص پر انکار کیا تھا جس نے آپؐ کو سَیدنا سے خطاب کیا تھا۔ جیسا کہ حدیث مشہور میں ہے (وہی حدیث ابوداؤد جو اوپر گذری) لیکن حضورﷺ کا انکار احتمال رکھتا ہے کہ تواضع ہو یا منہ پر تعریف کرنے کو پسند نہ کیا ہو یا اس وجہ سے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا دستور تھا۔یا اس وجہ سے کہ انہوں نے مبالغہ بہت کیا۔ چنانچہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ ہمارے سردار ہیں آپ ہمارے باپ ہیں آپ ہم سے فضیلت میں بہت زیادہ بڑے ہوئے ہیں آپ ہم سے بخشش کرنے میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔اور آپ ایسے ہیں اور آپ ایسے ہیں تو ان سب باتوں کے مجموعہ پر حضورﷺ نے انکار فرمادیا تھا کہ شیطان تم کو مبالغہ میں نہ ڈالے۔

حالانکہ صحیح حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ثابت ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدم، کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ نیز حضور ﷺ کا قول ثابت ہے اپنے نواسہ حسنؓ کے لیے اِبْنِیْ ھٰذا سَیِّدٌ میرا بیٹا سردار ہے۔ اسی طرح حضور اقدس ﷺ کا حضرت سعدؓ کے بارے میں ان کی قوم کو یہ کہنا قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِ کُمْ۔ کہ کھڑے ہو جاؤ اپنے سردار کے لیے اور امام نسائی کی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت سہل بن حُنیف کا حضور اقدس ﷺ کو یَاسَیِّدِیْ کے ساتھ خطاب کرنا وارد ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے درود میں اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسلین کا لفظ وارد ہے۔ ان سب امور میں دلالت واضحہ ہے اور روشن دلائل میں اس لفظ کے جواز کے اور جو اس کا انکار کرے وہ محتاج ہے اس بات کا کہ کوئی دلیل قائم کرے۔ علاوہ اس حدیث کے جو اوپر گذری اس کہ اس میں احتمالات مذکورہ ہونے کی وجہ سے اس کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ الی آخر ماذکرہ۔ یہ تو ظاہر ہے جیسا کہ اوپر بھی ذکر کیا گیا کہ کمال سیادت اللہ ہی کے لیے ہے۔ لیکن کوئی دلیل ایسی نہیں جس کی وجہ سے اس کا اطلاق غیر اللہ پر ناجائز معلوم ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں حضرت یحیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بارے میں سَیِّدًا وَّحَصُوْرًا کا لفظ وارد ہے بخاری شریف میں حضرت عمرؓ کا ارشاد منقول ہے وہ فرمایا کرتے تھے ابوبکر سیّدنا واَعْتَقَ سیّدنا یعنی بلالا۔ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا۔

علامہ عینیؒ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ نے انصار کو حضرت سعدؓ کے بارے میں قوموا اِلیٰ سیّد کم۔ یعنی اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ کہا تو اس سے استدلال کیا جاتا ہے اس بات پر کہ اگر کوئی شخص سَیّدی ومولائی کہے تو اس کو نہیں روکا جائیگا اس لیے کہ سیادت کا مرجع اور مآل

اپنے ماتحتوں پر بڑائی ہے اوران کے حسن تدبیر اسی لیے خاوند کو سیّد کہا جاتا ہے۔جب قرآن حکیم میں وَاَلْفَیَا سَیِّدَھَا فرمایا۔ سیّدنا حضرت امام مالکؒ سے کسی شخص نے پوچھا تھا کہ کیا کوئی شخص مدینہ منورہ میں اس کو مکرہ سمجھتا ہے کہ اپنے سردار کو یا سَیدی کہے انہوں نے فرمایا کوئی نہیں۔ الخ

حضرت امام بخاریؒ نے اس کے جواز پر حضور ﷺ کے ارشاد مَنْ سَیّد کم سے بھی استدلال کیا ہے جو ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو خود امام بخاریؒ نے ادب المفرد میں ذکر کیا ہے کہ حضوراقدس ﷺ نے بنو سلمہ سے پوچھا مَنْ سَیّد کم کہ تمہارا سردار کون ہے انہوں نے عرض کیا جد بن قیس۔ حضور ﷺ نے فرمایا بَلْ سَیّدِ کُمْ عمرو بن جموحٍ بلکہ تمہارا سردار عمرو بن جموح ہے نیز اِذَا نَصَحَ العبدَ سَیِّدُہٗ مشہور حدیث ہے جو متعدد صحابہ کرامؓ سے حدیث کی اکثر کتابوں بخاری شریف وغیرہ میں مذکور ہے نیز حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے بخاری شریف میں حضوراقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے۔ کہ کوئی شخص اَطْعِمْ رَبَّکَ وَضِیءْ رَبَّکَ نہ کہے یعنی اپنے آقا کو رَبّ کے لفظ سے تعبیر نہ کرے وَلْیَقُلْ سَیّدِیْ وَمَوْلَایَ بلکہ یوں کہے کہ میرا سیّد اور مولیٰ یہ تو سَید اور مولیٰ کہنے کا حکم صاف ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے پاک نام پر مولانا کا لفظ بھی بعض لوگ پسند نہیں کرتے۔ ممانعت کی کوئی دلیل باوجود تلاش کے اس ناکارہ کو اب تک نہیں ملی۔ البتہ غزوہ اُحد کے قصّہ میں ابوسفیان کو جواب دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد وَاللهُ مولانا وَلا مَوْلیٰ لَکُمْ وارد ہے۔اور قرآن مجید میں سورہ محمد میں۔ذٰلِکَ بِاَنَّ اللهَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْکَافِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ ہوا ہے۔ لیکن اس سے غیر اللہ پر لفظ کے اطلاق کی ممانعت معلوم نہیں ہوتی یہاں بھی کمال ولایت مراد ہے کہ حقیقی مولیٰ وہی پاک ذات ہے

جیسا کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے ارشاد فرمایا مَالَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ۔ کہ تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی مدد گار۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَاللّٰہُ وَلِیُّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ اور بخاری شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ مَنۡ تَرَکَ کَلًّا اَوۡ ضِیَاعًا فَاَنَا وَلِیُّہٗ۔ یہاں حضوراقدس ﷺ نے اپنے آپ کو ولی بتایا ہے ابھی بخاری شریف کی حدیث سے حضوراقدس ﷺ کا پاک ارشاد مَوۡلَی الۡقَوۡمِ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ مشہور ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِکُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الۡوَالِدَانِ۔ الآیۃ اور حدیث وفقہ کی کتاب "النّاح" تو کتاب الاولیاء سے پر ہے اور مشکوٰۃ شریف میں بروایت شیخین حضوراقدس ﷺ کا ارشاد حضرت زید بن حارثہ کے متعلق اَنۡتَ اَخُوۡنَا وَمَوۡلَانَا وارد ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

نیز بروایت مسند احمد وترمذی حضرت زید بن ارقمؓ سے حضوراقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ مَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوۡلَاہُ یعنی جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں۔ یہ حدیث مشہور ہے۔ متعدد صحابہ کرامؓ سے نقل کی گئی ہے ملّا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں نہایہ سے لکھتے ہیں کہ مولیٰ کا اطلاق بہت سے معنیٰ پر آتا ہے جیسے رب اور مالک۔ اور سیّد اور منعم۔ یعنی احسان کرنے والا اور معتق یعنی غلام آزاد کرنے والا اور ناصر (مدد گار) اور محب اور تابع اور پڑوسی اور چچازاد بھائی اور حلیف وغیرہ وغیرہ۔ بہت سے معنیٰ گنوائے ہیں اس لیے مناسب معنیٰ مراد ہوں گے۔ جہاں اَللّٰہُ مَوۡلَانَا وَلَا مَوۡلَا کُمۡ وارد ہوا ہے وہاں ربّ کے معنی میں ہے۔ اور حضور ﷺ کے نام مبارک پر آیا ہے جیسا کہ مَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوۡلَاہُ وہاں ناصر اور مدد گار کے معنی میں ہے۔

ملّا علی قاریؒ نے اس حدیث کا شان ورود یہ لکھا ہے کہ حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجھہٗ سے یہ کہہ دیا تھا کہ تم میرے مولا نہیں ہو میرے مولا حضور اقدس ﷺ ہیں اس پر حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولا ہیں۔

علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں اور علامہ قسطلانیؒ نے "مواھب لُدنیہ" میں حضور اقدس ﷺ کے اسماء مبارکہ میں بھی لفظ مولیٰ کا شمار کرایا ہے۔

علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں مولیٰ یعنی سیّد، منعم، مددگار، محب اور یہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ناموں میں سے ہے اور عنقریب مصنف یعنی علامہ قسطلانیؒ کا استدلال اس نام پر اَنَا اَوْلیٰ بِکُلِّ مؤمن سے آرہا ہے اس کے بعد علّامہ زرقانیؒ علّامہ قسطلانیؒ کے کلام کی شرح کرتے ہوئے حضور ﷺ کے ناموں کی شرح میں کہتے ہیں کہ ولی اور مولیٰ یہ دونوں اللہ نے ناموں میں سے ہیں اور ان دونوں کے معنی مددگار کے ہیں۔۔

علّامہ رازیؒ سورۃ محمد کی آیت شریفہ۔ وَاَنَّ الْکٰفِرُوْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں اگر یہ اشکال کیا جائے کہ آیت بالا اور دوسری آیت شریفہ ثم رُدُّوْا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ میں کس طرح جمع کیا جائے تو یہ کہا گیا ہے کہ کوئی مولیٰ نہیں ہے وہاں یہ مراد ہے کہ کوئی مددگار نہیں اور جس جگہ مَوْلٰھُمُ الْحق کہا گیا ہے۔ وہاں ان کا ربّ اور مالک مراد ہے۔ انتھٰی

صاحب جلالین نے سورۃ انعام کی آیت مَوْلٰھُمُ الْحَقّ کی تفسیر مالک کے ساتھ کی ہے اس پر صاحب "جمل" لکھتے ہیں کہ مالک کے ساتھ تفسیر اس واسطے کی گئی ہے کہ آیت شریفہ مؤمن اور کافر دونوں کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ اور دوسری آیت یعنی سورۃ محمدؐ میں اَنَّ الْکَافِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ وارد ہوا ہے ان دونوں (آیتوں) میں جمع اس طرح پر ہے کہ مولیٰ سے مراد پہلی آیت میں مالک خالق اور معبود ہے

اور دوسری آیت میں (مَولٰی سے مراد) مددگار ہے۔ لہٰذا کوئی تعارض نہیں رہا۔

اس کے علاوہ بہت سے وجوہ اس بات پر دال ہیں کہ مولٰینا جبکہ ربّ اور مالک کے معنی میں استعمال ہو تو وہ مخصوص ہے اللہ جَلّ شانہٗ کے ساتھ لیکن جب سردار اور اس جیسے دوسرے معنی میں مستعمل ہو تو اس کا نہ صرف سیّد الکونین حضرت خاتم النبیین نبی کریم ﷺ پر بلکہ ہر بڑے پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس سے پہلے نمبر میں حضور ﷺ کا ارشاد غلاموں کے بارے میں گزر چکا ہے کہ وہ اپنے آقا کو سیّدی و مولائی کے لفظ سے پُکارا کریں ۔ ملّا علی قاریؒ نے بروایت احمد حضرت رباح سے نقل کیا ہے کہ ایک جماعت امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس کوفہ میں آئی انہوں نے آکر عرض کیا السّلام علیک یا مَولانا امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے فرمایا میں تمہارا مولی کیسے ہوں تم عرب ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہم نے سیّد الانبیاء والمرسلین حضور اقدس ﷺ سے سُنا ہے مَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاہ فَعَلِیٌّ مَوۡلَاہٗ میں جس کا مَوۡلٰی ہوں علیؓ اس کا مولیٰ ہے۔ جب وہ جماعت جانے لگی تو ان کے پیچھے لگا اور میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ انصار کی جماعت ہے جس میں سیّدنا حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مَوۡلٰی کا اطلاق سیّد کی بہ نسبت اقرب اَلی عدم الکراہتہ ہے۔ اس لیے کہ سیّد کا لفظ تو اَعلیٰ ہی پر بولا جاتا ہے لیکن لفظ مولیٰ تو اعلیٰ اور اسفل دونوں پر بولا جاتا ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

علامہ سخاویؒ قول بدیع میں لکھتے ہیں کہ تو سیّد الکونین حضرت خاتم النبیین حضور اقدس ﷺ کا نام نامی لیتے ہوئے زبان سے درود پڑھتا ہے اسی طرح نام مبارک لکھتے ہوئے اپنی انگلیوں سے بھی درود شریف

لکھا کر کہ تیرے اس میں بہت بڑا ثواب ہے اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس کے ساتھ علم حدیث لکھنے والے کامیاب ہوتے ہیں۔ علماء نے اس بات کو مستحب بتایا ہے کہ تحریر میں بار بار نبی کریم ﷺ کا پاک نام آئے تو بار بار درود شریف لکھے اور پورا درود لکھے اور کاہلوں اور جاہلوں کی سے صلعم وغیرہ الفاظ کے ساتھ اشارہ پر قناعت نہ کرے۔ اس کے بعد علامہ سخاویؒ نے اس سلسلہ میں چند حدیثیں بھی نقل کی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ سے حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی کتاب میں میرا نام لکھے فرشتے اس وقت تک لکھنے والے پر درود بھیجتے رہتے ہیں جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص مجھ سے کوئی علمی چیز لکھے اور اس کے ساتھ درود شریف بھی لکھے اس کا ثواب اس وقت تک ملتا رہے گا جب تک وہ کتاب پڑھی جائے۔ سیّدنا حضرت ابن عباسؓ سے بھی حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص مجھ پر کسی کتاب میں درود لکھے اس وقت تک اس کو ثواب ملتا رہے گا جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے۔

علامہ سخاویؒ نے متعدد روایات سے یہ مضمون بھی نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن علماء حدیث حاضر ہوں گے اور اُن ہاتھوں میں دواتیں ہوں گی (جن سے وہ حدیث لکھتے تھے) اللہ جَلَّ شانہٗ حضرت جبرئیلؑ سے فرمائیں گے کہ ان سے پوچھو یہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں وہ عرض کریں گے کہ ہم حدیث لکھنے پڑھنے والے ہیں وہاں سے ارشاد ہو گا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ تم میرے نبی پر کثرت سے درود بھیجتے تھے۔

علامہ نوویؒ "تقریب" میں اور علامہ سیوطیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ درود شریف کی کتابت کا بھی اہتمام کیا جائے۔ جب بھی حضور اقدس ﷺ کا پاک نام گذرے اس کے بار بار لکھنے

سے اُکتاوے نہیں اس واسطے کہ اس میں بہت ہی زیادہ فوائد ہیں اور جس نے اس میں تساہل کیا بہت بڑی خیر سے محروم رہ گیا۔ علماء کہتے ہیں کہ حدیث پاک اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِی یومَ القِیمۃ فصل اوّل ہی میں گذری ہے اس کے مصداق محدثین ہی ہیں کہ وہ بہت کثرت سے درود شریف پڑھنے والے ہیں۔

یٰارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھِم

حضرت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے زادالسعید میں ایک مستقل فصل آداب متفرقہ میں لکھی ہے اگرچہ اس کے متفرق مضامین پہلے گزر چکے ہیں اہمیت کی وجہ سے ان کو یکجائی ذکر کیا جاتا ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں

1. جب اسم مبارک لکھے صلوٰۃ وسلام بھی لکھے یعنی صلی اللہ علیہ وسلم پورا لکھے اس میں کوتاہی نہ کرے صرف ص یا صلعم پر اکتفاء نہ کرے۔

2. ایک شخص حدیث شریف لکھتا تھا اور بسبب بخل کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف نہ لکھتا تھا۔ اس کے سِیدھے ہاتھ کو مرض اکلہ کا عارض ہوا یعنی اس کا ہاتھ گل گیا۔

3. شیخ ابن حجر مکیؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص صرف صلی اللہ علیہ پر اکتفاء کرتا تھا وسلّم نہ لکھتا تھا حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کو خواب میں ارشاد فرمایا تو اپنے کو چالیس نیکیوں سے کیوں محروم رکھتا ہے یعنی وَسَلَّم میں چار حرف ہیں ہر حرف پر ایک نیکی اور ہر نیکی پر دس گنا ثواب لہٰذا وَسَلَّم میں چالیس نیکیاں ہوئیں مفصل حکایات میں ص26 پر بھی اس نوع ایک قصہ آرہا ہے۔

4. درود شریف پڑھنے والے کو مناسب ہے کہ بدن و کپڑے صاف رکھے۔

5. آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نام مبارک سے پہلے سیّدنا بڑھا دینا مستحب اور افضل ہے۔

انتھٰی

اس اکلہ والے قصہ کو اور چالیس نیکیوں والے قصہ کو علامہ سخاویؒ نے بھی قول بدیع میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح حضرت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے درود شریف کے متعلق ایک مستقل فصل مسائل کے بارے میں تحریر فرمائی ہے۔ اس کا اضافہ بھی اس جگہ مناسب ہے حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں۔

مسئلہ۔ 1:۔ عمر بھر بھی میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے بوجہ حکم صَلُّوا کے جو شعبان 2ھ میں نازل ہوا۔

2:۔ اگر ایک مجلس میں کئی بار آپ ﷺ کا نام مبارک ذکر کیا جائے تو طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ہر بار میں ذکر کرنے والے اور سُننے والے پر درود پڑھنا واجب ہے۔ مگر مفتیٰ بہ یہ ہے کہ ایک بار پڑھنا واجب ہے پھر مستحب ہے۔

3:۔ نماز میں بجز تشہد اخیر کے دوسرے ارکان میں درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔ (درّ مُختار)

4:۔ جب خطبہ میں حضور ﷺ کا نام مبارک آوے یا خطیب یہ آیت پڑھے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا علیہ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اپنے دل میں بلا جنبش زبان کے ﷺ کہہ لے۔ (درّ مُختار)

5:۔ بے وضوء درود شریف پڑھنا جائز ہے۔ باوضوء نورٌ علی نور ہے۔

6:۔ بجز حضرات انبیاء علیھم السلام حضرات ملائکہ علی جمیعھم السّلام کے کسی اور پر استقلالاً درود شریف نہ پڑھے۔ البتہ تبعًا مضائقہ نہیں مثلا یوں نہ کہے۔ اللّٰھُمَّ صَلِّ اٰلِ محمّدٍ بلکہ یوں کہے۔ اللّٰھُمَّ صَلِّ علی محمّدٍ وعلی اٰل محمّدٍ۔ (درّ مُختار)

7:۔ درّ مُختار میں ہے کہ اسباب تجارت کھولنے کے وقت یا ایسے ہی کسی موقع پر یعنی جہاں درود

شریف پڑھنا مقصود نہ ہو بلکہ کسی دنیوی غرض کا اس کو ذریعہ بنایا جائے۔ درود شریف پڑھنا ممنوع ہے۔

8:۔ درّ مُختار میں ہے کہ درود شریف پڑھتے وقت اعضاء کو حرکت دینا اور بلند آواز کرنا جہل ہے ۔اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ تو رسم ہے کہ نمازوں کے بعد حلقہ باندھ کر بہت چلّا چلّا کر درود شریف پڑھتے ہیں۔ قابل ترک ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

یہ عربی اشعار مع ترجمہ اردو ملاحظہ فرماتے چلیں۔

(۱) یَامَنْ تَجِیْبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِیْ الظُّلَمِ
یَا کَاشِفَ الضُّرِّ وَالْبَلْوٰی مَعَ السَّقَمِ

(۲) شَفِّعْ نَبِیَّکَ فِیْ ذُلِّیَ وَ مَسْکَنَتِیْ
وَاسْتُرْ فَاِنَّکَ ذُو فَضْلٍ وَذُوْ کَرَمِ

(۳) وَاغْفِرْ ذُنُوْبِیْ وسَامِحْنی بِھَا کَرَمًا
تَفَضُّلًا مِّنْکَ یَاذَالْفَضْلِ وَالنِّعَمِ

(۴) اِنْ لَّمْ تُغِثْنِیْ بِعَفْوٍ مِّنْکَ یَااَمَلِیْ
واحَجْلَتِیْ و احیائِی مِنْکَ وَانْدَمِ

(۵) یَارَبِّ صَلِّ علی الھادِی الْبَشِیْرِ وَمَنْ
لَّہٗ الشَّفَاعَۃُ فِی الْعَاصِیْ اَخِی النَّدَامِ

(۶) یَارَبِّ صَلِّ عَلَی الْمُخْتَارِ مِنْ مَّضَرٍ
اَزْکَی الْخَلائقِ مِنْ عَرَبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

(۷) یٰارَبِّ صَلِّ عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ وَمَنْ
سَادَالْقَبَائِلَ فِی الْاَنْسَابِ وَالشِّیَمِ
(۸) صَلّٰی عَلَیہِ الَّذِیْ اَعْطَاہُ مَنْزِلَۃً
عُلْیَاءَ اِذْ کَانَ حَقًّا اَفْضَلَ الْاُمَمِ
(۹) صَلّٰی علیہِ الَّذِیْ اَعْلَاہُ مَرْتَبَۃً
ثُمَّ اصْطَفٰہُ حَبِیْبًا بَارِیُٔ النَّسَمِ
(۱۰) صَلّٰی عَلَیہِ صَلوٰۃً لَانْقِطَاعَ لَھَا
مَوْلَاہُ ثُمَّ عَلٰی صَحْبٍ وَّذِیْ رَحِمِ

ان تحریر شدہ عربی اشعار کا ترجمہ اردو نمبر وار مندرجہ ذیل میں ملاحظہ فرماتے چلیں۔

(۱) اے وہ پاک ذات جو مضطر کی اندھیروں کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ اے وہ پاک ذات جو مضرتوں کو بلاؤں کو بیماریوں کو زائل کرنے والا ہے۔

(۲) اپنے نبی ﷺ کی شفاعت میری ذلت اور عاجزی میں قبول فرمالے اور میرے گناہوں کی پردہ پوشی فرما بیشک تو احسان اور کرم والا ہے۔

(۳) میرے گناہوں کو معاف فرما اور ان سے مسامحت فرما اپنے کرم اور احسان کی وجہ سے۔ اے احسان والے اور نعمتوں والے۔

(۴) اے میری امید گاہ اگر تُو اپنے عفو سے مدد نہیں فرمائے گا تو مجھے کتنی حجالت ہو گی، کتنی تجھ سے شرم آئے گی اور کتنی ندامت ہو گی۔

(۵) اے میرے ربّ درود بھیج اس شخص پر جو ساری دنیا سے افضل ہے اور اس شخص پر جو تمام قبائل

کا سردار بن گیا ہے نسب کے اعتبار سے بھی اور اخلاق کے اعتبار سے بھی۔؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟

(٦) اے ربّ درود بھیج اس شخص پر جو قبیلہ مضر میں سب سے زیادہ برگزیدہ ہے اور جو ساری مخلوق میں عرب کی ہو یا عجم کی سب سے افضل ہے۔

(٧) اے رب درود بھیج اس شخص پر جو ساری دنیا سے افضل ہے اور اس شخص پر جو تمام قبائل کا سردار بن گیا ہے نسب کے اعتبار سے بھی اور اخلاق کے اعتبار سے بھی۔

(٨) جس پاک ذات نے اس کو اعلیٰ مرتبہ عطا فرمایا ہے وہی اس پر درود بھی بھیجے بیشک وہ اس درجہ کا مستحق بھی ہے اور ساری مخلوق سے افضل۔

(٩) وہ پاک ذات اس پر درود بھیجے جس نے اس کو اعلیٰ مرتبہ عطا فرمایا پھر اس کو اپنا محبوب بنانے کے لیے چھانٹا وہ پاک ذات جو مخلوق کو پیدا کرنے والی ہے۔

(١٠) اس کا مولیٰ اس پر ایسا درود بھیجے جو کبھی ختم ہونے والا نہ ہو۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

(ملخصًا از نقل فضائل درود شریف ص7 تا 90)

اور یہ شعر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

کس ادا پر جان دوں

تو ہی بتا اے جان جاں

جس ادا کو دیکھتا ہو

حُسن کی تصویر ہے

درود شریف سے متعلق حکایات

1:۔ روضۃ الاحباب میں امام اسمٰعیل بن ابراھیم مزنیؒ سے جو امام شافعی رحمۃ اللہ کے بڑے شاگردوں میں ہیں نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعیؒ کو بعد انتقال کے خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا وہ بولے مجھے بخش دیا اور حکم فرمایا کہ مجھ کو تعظیم واحترام کے ساتھ بہشت میں لے جائیں اور یہ سب برکت ایک درود کی ہے جس کو میں پڑھا کرتا تھا۔ میں پوچھا وہ کونسا درود شریف ہے ؟فرمایا یہ ہے۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ علی محمّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذّاکِرُوْنَ وَ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلون (حاشیہ حصین)

2:۔ مناہج الحسنات میں ابن فاکہانیؒ کی کتاب "فجر منیر" سے نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ نیک صالح موسیٰؒ ضریر بھی تھے انہوں نے مجھے اپنا گزرا ہوا قصہ مجھ سے نقل کیا۔ کہ ایک جہاز ڈوبنے لگا اور میں اس میں موجود تھا اس وقت مجھ پر غنودگی سی ہوئی۔اس حالت میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو یہ درود تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز والے اس کو ایک ہزار بار پڑھیں۔ہنوز تین سو بار 300 پر نوبت پہنچی تھی جہاز نے نجات پائی اور بعد الممات کے اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قدیر۔ بھی اس میں پڑھنا معمول ہے اور خوب ہے وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علی سیّدنا محمَّدٍ صَلوٰۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالاٰفَاتِ وَتَقْضِی لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِن جَمِیْعِ السَیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جمیعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحیوٰۃِ وَبَعدَ الْمَمَاتِ۔

3:۔ دلائل الخیرات کی وجہ تالیف مشہور ہے کہ مؤلّف کو سفر میں وضوء کے لیے پانی کی ضرورت

تھی اورڈول رسّی کے نہ ہونے سے پریشان تھے ایک لڑکی نے یہ حال دیکھ کر دریافت کیااور کنوئیں کے اندر تھوک دیا۔پانی کنارے تک اُبل آیامؤلف نے حیران ہوکر وجہ پوچھی اس نے کہایہ برکت ہے درود شریف کی۔جس کے بعد انہوں نے یہ کتاب دلائل الخیرات تالیف کی۔

4:۔ شیخ زرزقؒ نے لکھاہے کہ مؤلف دلائل الخیرات کی قبر سے خوشبو مشک وعنبر کی آتی ہے اور یہ سب برکت درود شریف کی ہے۔

5:۔مولانافیض الحسن صاحبؒ سہارنپوری مرحوم کے داماد نے مجھ سے بیان کیا کہ جس مکان میں مولوی صاحب کاانتقال ہواوہاں ایک مہینے تک خوشبو معطر کی آتی رہی۔حضرت مولانامحمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کوبیان کیافرمایایہ برکت درود شریف کی ہے۔مولوی صاحب کامعمول تھاکہ ہرشب جمعہ کوبیداررہ کر درود شریف کاشغل فرماتے۔

6:۔ شیخ ابن حجر مکیؒ نے لکھاکہ ایک مرد صالح نے معمول مقرر کیاتھاکہ ہررات کوسوتے وقت درود بعدد معین پڑھاکرتاتھا۔ایک رات خواب میں دیکھاکہ جناب رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور تمام گھرروشن ہوگیا۔آپ نے فرمایاوہ منہ لاؤجو درود پڑھتاہے کہ بوسہ دوں اس شخص نے شرم کی وجہ سے رخسار سامنے کردیاآپؐ نے اس رخسارہ پر بوسہ دیابعداس کے وہ بیدارہوگیاتوسارے گھرمیں مشک کی خوشبوباقی رہی۔(فیض)یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ ص38پرآرہاہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

7:۔ابوالعباس احمد بن منصورؒ کاجب انتقال ہوگیاتواہل شیراز میں سے ایک شخص نے اس کوخواب میں دیکھاکہ وہ شیراز کی جامع مسجد میں محراب میں کھڑے ہیں اوران پرایک جوڑاہے اورسرپرایک تاج ہے

جو جواہر اور موتیوں سے لدا ہوا ہے خواب دیکھنے والے نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا اللہ جَلّ شانہٗ نے میری مغفرت فرمادی اور میرا بہت اکرام فرمایا اور مجھے تاج عطا فرمایا اور یہ سب نبی کریم ﷺ پر کثرت درود کی وجہ سے۔ (قول بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

ان قصوں سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف کو مالک کی خوشنودی میں بہت زیادہ دخل ہے اس لیے بہت ہی کثرت سے پڑھتے رہنا چاہیے نہ معلوم کس وقت کا پڑھا ہوا اور کس محبت کا پڑھا ہوا پسند آجائے۔

8:۔ ابو الحسن بغدادی دارمیؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے ابو عبداللہ بن حامدؒ کو مرنے بعد کئی دفعہ خواب میں دیکھا ان سے پوچھا کہ کیا گزری؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی اور مجھ پر رحم فرمایا انہوں نے اس سے یہ پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتاؤ جس سے میں سیدھا جنّت میں داخل ہو جاؤں ۔انہوں نے بتایا کہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھ اور ہر رکعت میں ایک ہزار مرتبہ قُلْ ھُوَاللّٰہُ الخ انہوں نے کہا کہ یہ تو بہت مشکل عمل ہے تو انہوں نے کہا کہ پھر تو ہر شب میں ایک ہزار 1000 مرتبہ درود شریف پڑھا کر دارمیؒ کہتے ہیں کہ یہ میں نے معمول بنالیا۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

9:۔ علّامہ سخاویؒ بعض تواریخ سے نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت گناہگار تھا جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کو ویسے ہی زمین پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجی کہ اس کو غسل دے کر اس پر جنازہ کی نماز پڑھیں میں نے اس شخص کی مغفرت

کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ یہ کیسے ہو گیا اللہ جلّ شانہ ٗ نے فرمایا کہ اس نے ایک دفعہ تورات کو کھولا تھا اس میں محمد ﷺ کا نام دیکھا تھا تو اس نے ان پر درود پڑھا تھا تو میں نے اس کی وجہ سے اس کی مغفرت کر دی۔ (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھِم

اس قسم کے واقعات میں کوئی اشکال کی بات نہیں نہ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ایک دفعہ درود شریف پڑھ لینے سے سارے گناہ کبیرہ اور حقوق العباد سب معاف ہو جاتے ہیں۔ اور نہ اس قسم کے واقعات میں کوئی مبالغہ یا جھوٹ وغیرہ ہے۔ یہ مالک کے قبول کر لینے پر ہے وہ کسی شخص کی معمولی سی عبادت ایک دفعہ کا کلمہ طیّبہ قبول کر لے جیسا کہ فصل اوّل کی حدیث نمبر 11 میں حدیث البطاقہ میں گزر چکا ہے تو اس کی برکت سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

10:۔ ابن ابی سلیمان ؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ شانہ ٗ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی میں نے پوچھا کس عمل سے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہر حدیث میں حضور اقدس ﷺ پر درود لکھا کرتا تھا۔ (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھِم

11:۔ جعفر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے مشہور محدّث حضرت ابو زرعہ ؒ کو خواب میں دیکھا کہ آسمان پر ہیں اور فرشتوں کی امامت نماز میں کر رہے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ عالی مرتبہ کس چیز سے ملا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے اس ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں اور حضور اقدس ﷺ کا نام

مبارک لکھتا تو حضور اقدس ﷺ کے نام نامی پر صلوٰۃ و سلام لکھتا۔ اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود رَحمت بھیجتے ہیں اس حساب سے حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ایک کروڑ درود ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی تو ایک ہی رحمت سب کچھ ہے پر چہ جائیکہ ایک کروڑ ہو۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھِم

صوفیاء میں سے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو جس کا نام مسطح تھا اور اپنی زندگی میں دین کے اعتبار سے بہت ہی بے پرواہ اور بے باک تھا (یعنی گناہوں کی کچھ پراہ نہیں کرتا تھا) مرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ میں نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی میں نے پوچھا یہ کس عمل سے ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں ایک محدّث کی خدمت میں حدیث نقل کر رہا تھا۔ استاذ نے درود شریف پڑھا میں نے بھی ان کے ساتھ بہت آواز سے درود پڑھا میری آواز سن کر سب مجلس والوں نے درود پڑھا حق تعالیٰ شانہٗ نے ساری مجلس والوں کی مغفرت فرمادی۔

(قول بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھِم

نزہۃ المجالس میں بھی اسی قسم کا ایک اور قصہ نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی تھا بہت گناہگار تھا میں اس کو بار بار توبہ کی تاکید کرتا تھا جب وہ مر گیا تو میں نے اس کو جنّت میں دیکھا میں نے اس سے پوچھا کہ تو اس مرتبے پر کیسے پہنچا ہے؟ اس نے کہا میں ایک محدث کی مجلس میں تھا انہوں نے یہ کہا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ پر زور سے درود پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہے میں نے آواز سے درود پڑھا اور اس پر اور لوگوں نے بھی پڑھا اور اس پر ہم سب کی مغفرت ہو گی۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھِم

حضرت سفیان بن عُیینہؒ حضرت خلفؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میرا ایک دوست تھا جو میرے ساتھ حدیث پڑھا کرتا تھا اس کا انتقال ہو گیا میں نے اس کو خواب میں دیکھا وہ نئے سبز کپڑوں میں دوڑتا پھرتا ہے میں نے اس سے کہا کہ تو حدیث پڑھنے میں تو ہمارے ساتھ تھا پھر یہ اعزاز و اکرام تیرا کس بات پر ہو رہا ہے؟ اس نے کہا کہ حدیثیں تو میں تمہارے ساتھ ہی لکھا کرتا تھا لیکن جب بھی نبی کریم ﷺ کا پاک نام حدیث میں آتا میں اس کے نیچے صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتا تھا اللہ جلّ شانہٗ نے اس کے بدلہ میں میرا یہ اکرام فرمایا جو تم دیکھ رہے ہو۔ (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

ابو سلیمان محمد بن الحسین حرانیؒ کہتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک صاحب تھے کہ جس کا نام فضل تھا بہت کثرت سے نماز روزہ میں مشغول رہتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں حدیث لکھا کرتا تھا لیکن اس میں درود شریف نہیں لکھتا تھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو خواب میں دیکھا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تو میرا نام لکھتا ہے یا لیتا ہے تو درود شریف کیوں نہیں پڑھتا (اس کے بعد انہوں نے درود کا اہتمام شروع کر دیا) اس کے کچھ دنوں بعد حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا درود میرے پاس پہنچ رہا ہے جب میرا نام لیا کرے تو ﷺ کہا کر۔ (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

انہیں ابو سلیمان حرانیؒ کا خود اپنا ایک قصہ نقل کیا گیا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ابو سلیمان جب تو حدیث میں میرا نام لیتا ہے اور اس پر درود پڑھتا ہے تو پھر وَسَلِّمْ کیوں نہیں کہا کرتا یہ چار حرف ہیں اور ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں

توچالیس نیکیاں چھوڑ دیتا ہے۔ (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

ابن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے میری مغفرت فرمادی میں نے پوچھا کس عمل پر؟ انہوں نے فرمایا کہ ہر حدیث میں میں حضور اقدس ﷺ پر درود لکھا کرتا تھا۔ (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

ابو قاسم مروزیؒ کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد رحمہ اللہ تعالیٰ رات میں حدیث کی کتاب کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ خواب میں یہ دیکھا گیا کہ جس جگہ ہم مقابلہ کیا کرتے تھے اس جگہ نور کا ستون ہے جو اتنا اونچا ہے کہ آسمان تک پہنچ گیا کسی نے پوچھا یہ ستون کیسا ہے تو یہ بتایا گیا کہ وہ درود شریف ہے جس کو یہ دونوں کتاب کے مقابلہ کے وقت پڑھا کرتے تھے۔ صلّی اللہ علیہ وَسَلَّمَ وشَرَّفَ و کَرَّمَ۔ (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

ابو اسحٰق نہشلؒ کہتے ہیں کہ میں حدیث کی کتاب لکھا کرتا تھا اور اس میں حضور اقدس ﷺ کا پاک نام اس طرح لکھا کرتا تھا۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلّی اللہ علیہ وَسَلَّمَ تسلِیمًا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے میری لکھی ہوئی کتاب ملاحظہ فرمائی اور ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ عمدہ ہے (بظاہر لفظ تسلیما کے اضافہ کی طرف اشارہ ہے) علامہ سخاویؒ نے اور بھی بہت سے حضرات کے خواب اس قسم کے لکھے ہیں کہ ان کو مرنے کے بعد جب بہت اچھی حالت میں دیکھا گیا اور ان سے پوچھا گیا یہ اعزاز کس وجہ سے ہے

توانہوں نے بتایا کہ ہر حدیث میں حضوراقدس ﷺ کے پاک نام پر درود شریف لکھنے کی وجہ سے۔ (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

حضرت کعب احبارؓ جو تورات کے بہت بڑے عالم تھے وہ کہتے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ اگر دنیا میں ایسے لوگ نہ ہوں جو میری حمد وثناء کرتے رہتے ہیں تو آسمان سے قطرہ پانی کا نہ ٹپکاؤں اور زمین سے ایک دانہ نہ اگاؤں اور بھی بہت سی چیزوں کا ذکر کیا اس کے بعد ارشاد فرمایا اے موسیٰ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھ سے اس سے بھی زیادہ قریب ہو جاؤں جتنا تیری زبان سے تیرا کلام اور جتنے تیرے دل سے اس کے خطرات اور تیرے بدن سے اس کی روح اور تیری آنکھ سے اس کی روشنی حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا یا اللہ ضرور بتائیں۔ ارشاد ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھا کر۔ (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ احمد بن رسلان کے شاگردوں میں سے ایک معتمد نے کہا کہ ان کو نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ اور حضوراقدس ﷺ کی خدمت میں یہ کتاب "قول بدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" جو حضوراقدس ﷺ پر درود ہی کے بیان میں علامہ سخاویؒ کی مشہور تالیف ہے اور اس رسالہ کے اکثر مضامین اسی سے لیے گئے ہیں۔ حضوراقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں یہ کتاب (مراد "قول بدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع") پیش کی گئی۔ حضوراقدس ﷺ نے اس کو قبول فرمایا بہت طویل خواب ہے جس کی وجہ سے مجھے انتہائی مسرّت ہوئی اور میں اللہ اور اس کے

رسول ﷺ کی طرف سے اس کی قبولیت کی امید رکھتا ہوں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ دارین میں زیادہ سے زیادہ ثواب کا امیدوار ہوں۔ پس تو بھی او مخاطب اپنے نبی ﷺ کا ذکر خوبیوں کے ساتھ کرتا رہا کر اور دل اور زبان سے حضوراقدس ﷺ پر کثرت سے درود بھیجتا رہا کر اس لیے کہ تیرا درود حضوراقدس ﷺ کے پاس حضور ﷺ کی قبراطہر میں پہنچتا ہے۔ اور تیرا نام حضوراقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

(علامہ سخاوی کی کتاب کا نام "قول بدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" جو حضور ﷺ پر درود ہی کے بیان میں ہے)

صلی اللہ علیہ وعلی اٰلِہٖ وصحبہٖ واَتْبَاعِہٖ وَسَلِّمْ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا کثیرً کُلَّمَا ذکرہُ الذاکرون و کُلَّما غُفَلَ عنْ ذِکْرِہِ الغافلون۔

یٰارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھِمِ

نزہۃ المجالس میں ایک عجیب قصہ لکھا ہے کہ رات اور دن میں آپس میں مناظرہ ہوا کہ ہم میں سے کون افضل ہے۔

دن نے اپنی فضیلت کے لیے کہا کہ میرے میں تین فرض نمازیں ہیں اور تیرے میں دو اور مجھے جمعہ کے دن ایک ساعت اجابت ہے جس میں آدمی جو مانگے وہ ملتا ہے (یہ صحیح اور مشہور حدیث ہے) اور میرے اندر رمضان المبارک کے روزے رکھے جاتے ہیں تو لوگوں کے لیے سونے اور غفلت کا ذریعہ ہے اور میرے ساتھ تیقظ اور چوکنّا پن ہے اور مجھ میں حرکت ہے اور حرکت میں برکت ہے۔ اور میرے میں آفتاب نکلتا ہے جو ساری دنیا کو روشن کرتا ہے رات نے کہا کہ اگر تو اپنے آفتاب پر فخر کرتا ہے تو میرے آفتاب اللہ

والوں کے قلوب ہیں۔ اہل تہجد اوراللہ کی حکمتوں میں غور کرنے والوں کے قلوب ہیں تو ان عاشقوں کے شراب تک کہا پہنچ سکتا ہے۔ جو خلوت کے وقت میں میرے ساتھ ہوتے ہیں۔ تو معراج کی رات کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے تو اللہ جَلَّ شانہٗ کے پاک ارشاد کا کیا جواب دے گا۔ جو اس نے اپنے پاک رسول سے فرمایا وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ۔ کہ رات کو تہجد پڑھیئے جو بطور نافلہ کے ہیں آپ کے لیے نے اللہ نے مجھے تجھ سے پہلے پیدا کیا۔ میرے اندر لیلۃ القدر ہے جس میں مالک کی نہ معلوم کیا کیا عطائیں ہوتی ہیں۔ اللہ کا پاک ارشاد ہے کہ وہ ہر رات کے آخری حصّہ میں یوں ارشاد فرماتا ہے کوئی ہے مانگنے والا جس کو دوں کوئی ہے توبہ کرنے والا جس کی توبہ قبول کروں۔ کیا تجھے اللہ کے اس پاک ارشاد کی خبر نہیں یَاَیُّھَا الْمُزَمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلاً۔ کیا تجھے اللہ کے اس ارشاد کی خبر نہیں جس میں اللہ نے ارشاد فرمایا سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ پاک ہے وہ ذات جو رات کو لے گیا اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک فقط یقیناً حضوراقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معجزات میں معراج کا قصہ بھی ایک بڑی اہمیّت اور بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں کہ حضوراقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فضائل میں معراج کی کرامت بہت ہی اہمیت رکھتی ہے اور بہت فضائل کو متضمن ہے اللہ جلّ شَانہٗ سے سرگوشی اللہ تعالیٰ شانہٗ کی زیارت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت اور سدرۃ المنتہٰی تک تشریف بری۔ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی۔ کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی بڑی بڑی نشانیوں کی سیر یہ معراج کا قِصّہ حضوراقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خصوصیات میں سے ہے اوراس قصہ میں جتنے درجات رفیعہ جن پر قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں روشنی ڈالی گئی ہے یہ سب حضوراقدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خصوصیات ہیں۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

مثنوی مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

1: زمہجوری برآمد جانِ عالم
ترحم یانبی اللہ ترحم

2: نہ آخر رحمۃ لِلعالمینی
زمحر و ماں چرا غافل نشینی

3: زخاک اے لالہٗ سیراب برخیز
چو نرگس خواب چند از خواب برخیز

4: بروں آور سر از بُرد یمانی
کہ روئے تُست صبح زندگی

5: شب اندودہ ما راروز گرداں
زرویت روز ما فیروز گرداں

6: بہ تن درپوش عنبر بوئے جامہ
بسر بربند کافوری عمامہ

7: فرود آویز از سر گیسواں را
فگن سایہ بپا سرو رواں را

8: ادیم طائفے نعلین پاکن
شراک از رشتہٗ جانہائے ماکن

9: جہائے دیدہ کردہ فرش راہ اند
چو فرش اقبالِ بابوس تو خواہند

10: از حجرہ پائے در صحن حرم نہِ
بفرقِ خاک رہ بوساں قدم نہِ

11: بدہ دستی زپا افتاد گاں را
بکن دلاریئے دل داد گاں را

12: اگرچہ غرق دریائے گنا ہم
فتادہ خشک لب برخاک راہم

13: تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے
کنی برحال لب خشکاں نگاہے

14: خوشا کز گرد رہ سویت رسیدیم
بدیدہ گرد از کویت کشیدیم

15: بمسجد سجدۂ شکرانہ کردیم
چراغت راز جاں پروانہ کردیم

16: بگرد روضہ ات گشتیم گستاخ
دلم چوں پنجرہ سوراخ سوراخ

17: زدیم از اشک ابر چشم بے خواب

حریم آستاں روضہ ات آب

18: گہے رفتیم زاں ساخت غبارے

گہے چیدیم زو خاشاک وخارے

19: ازاں نور سواد دیدہ دادیم

وزیں برریش دل مرہم نہادیم

20: بسوئے منبرت رہ برگرفتیم

ز چہرہ پایہ اش در زر گرفتیم

21: زمحرابت بسجدہ کام جستیم

قدم گاہت بخون دیدہ شستیم

22: بپائے ہرستون قدراست کریم

مقام راستاں درخواست کردیم

23: زداغ آرزویت بادل خوش

زدیم ازدل بہرقندیل آتش

24: کنوں گرتن نہ خاکِ آں حریم است

بحمداللہ کہ جاں آں جامقیم است

25: بخود در ماندہ ام ازنفس خودرائے

ببیں درماندۂ چندیں بہ بخشائے

26: اگر نہ بود چو لطفت دست یارے
زدست ما نیاید ہیچ کارے

27: قضامی افگند از راہ مارا
خدارا از خدا در خواہ مارا

28: کہ بخشد از یقین اوّل حیاتے
دہد آنگہ بکارویں ثُباتے

29: چو ہول روز رُستا خیز خیزد
بآتش آبروئے مانہ ریزد

30: کند باایں ہمہ گمراہی ما
تراذنِ شفاعت خواہی ما

31: چو چوگان سرِ فگندۂ آوری روئے
بمیدان شفاعت اُمّتی گوئے

32: بحسن اہتمامت کار جامی
طفیل دیگراں یا بد تمامی

ان فارسی اشعار کا اردو ترجمہ نمبروار مندرجہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(1) آپ کے فراق سے کائنات عالم کا ذرّہ ذرّہ جاں بلب ہے اور دم توڑ رہا ہے۔ اے رسول خدا نگاہ کرم فرمایئے اے ختم المرسلین رحم فرمایئے۔

(2) آپ یقیناً رحمۃ للعالمین ہیں ہم حرماں نصیبوں اور ناکامانِ قِسمت سے آپ کیسے تغافل فرما سکتے ہیں

(3) اے لالہٗ خوش رنگ اپنی شادابی و سیرابی سے عالم کو مستفید فرمایئے اور خواب نرگسیں سے بیدار ہو کر ہم محتاجان ہدایت کے قلوب کو منوّر فرمایئے

(4) اپنے سر مبارک کو یمنی چادروں کے کفن سے باہر نکالیئے کیونکہ آپ کا روئے انور صبح زندگانی ہے۔

(5) ہماری غمناک رات کو دن بنا دیجیئے اور اپنے جمال جہاں آرا سے ہمارے دن کو فیروز مندی و کامیابی عطاء کر دیجیئے۔

(6) جسم اطہر پر حسب عادت عنبر بیز لباس آراستہ فرمایئے اور سفید کافوری عمامہ زیب سر فرمایئے۔

(7) اپنی عنبر بار و مشکین زلفوں کو سر مبارک سے لٹکا دیجیئے تاکہ ان کا سایہ آپ کے بابرکت قدموں پر پڑے (کیونکہ مشہور کہ قامت اطہر و جسم نور کا سایہ نہ تھا گیسوئے شبگوں کا سایہ ڈالیئے۔

(8) حسب دستور طائف کے مشہور چمڑے کی مبارک نعلین (پاپوش) پہنیئے اور ان کے تسمے اور پٹیاں ہمارے رشتۂ جان سے بنایئے۔

(9) تمام عالم اپنے دیدہ دل کو فرش راہ کیے ہوئے اور بچھائے ہوئے ہے اور فرش زمین کی طرح آپ کی قدم بوسی کا فخر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(10) حجرہ شریف یعنی گنبد خضرا سے باہر آ کر صحن حرم میں تشریف رکھیئے۔ راہ مبارک کے خاک بوسوں کے سر پر قدم رکھیئے۔

(11) عاجزوں کی دستگیری بے کسوں کی مدد فرمایئے اور مخلص عشاق کی دلجوئی و دلداری کیجیئے۔

(12) اگرچہ ہم گناہوں کے دریا میں از سر تا پا غرق ہیں لیکن آپ کی راہ مبارک پر تشنہ و خشک لب پڑے

ہیں۔

(13) آپ ابر رحمت ہیں شایان شان گرامی ہے کہ پیاسوں اور تشنہ لبوں پر ایک نگاہ کرم بار ڈالی جائے۔

اب اگلے اشعار کے ترجمہ سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری ہے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر حضرات کا تو یہ خیال ہے کہ حضرت جامیؒ یہاں سے زمانہ گذشتہ کی زیارت مقدسہ کا حال بیان فرماتے ہیں اور بعض کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ آئندہ کے لیے تمنا فرمارہے ہیں۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی کا رجحان اسی طرف ہے اسی لیے اب ترجمہ میں اس کی رعایت کی جائے گی۔

(14) ہمارے لیے کیسا اچھا وقت ہوتا کہ ہم گردِ راہ سے آپ کی خدمت میں پہنچ جاتے اور آنکھوں میں آپ کے کوچہ مبارک کی خاک کا سرمہ لگاتے۔

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاک در رسول کا سرمہ لگائیں ہم

(15) مسجد نبوی ﷺ میں دوگانہ شکر ادا کرتے سجدۂ شکر بجالاتے روضۂ اقدس کی شمع روشن کا اپنی جان حزیں کو پروانہ بناتے۔

(16) آپ کے روضہ اطہر اور گنبد خضرا کے اس حال میں مستانہ اور بے تابانہ چکر لگاتے کہ دل صدمہائے عشق اور وفورِ شوق سے پاش پاش اور چھلنی ہوتا۔

(17) حریم قدس اور روضۂ پرنور کے آستانہ محترم پر اپنی بے خواب آنکھوں کے بادلوں سے آنسو برساتے اور چھڑکاؤ کرتے۔

(18) کبھی صحن حرم میں جھاڑو دیکر گردوغبار کو صاف کرنے کا فخر اور کبھی وہاں کے خس وخاشاک کو دور

کرنے کی سعادت حاصل کرتے۔

(19) گو گرد و غبار سے آنکھوں کو نقصان پہنچتا ہے مگر ہم اس مردمک چشم کے لیے سامان روشنی مہیّا کرتے۔ اور گو خس و خاشاک زخموں کے لیے مضر ہے ہم اس کو جراحت دل کے لیے مرہم بناتے۔

(20) آپ کے منبر شریف کے پاس جاتے اور اس کے پائے مبارک کو اپنے عاشقانہ زرد چہرہ سے مَل مَل کر زرین وطلائی بناتے۔

(21) آپ کے مصلّائے مبارک و محراب شریف میں نماز پڑھ پڑھ کر تمنّائیں پوری کرتے اور حقیقی مقصد میں کامیاب ہوتے۔ اور مصلے میں جس جائے مقدّس پر آپ کے قدم مبارک ہوتے تھے اس کو شوق کے اشکِ خونین سے دھوتے۔

(22) آپ کی مسجد اطہر کے ہر ستون کے پاس ادب سے سِیدھے کھڑے ہوتے اور صدیقین کے مرتبہ کی درخواست و دعاء کرتے۔

(23) آپ کی دل آویز تمنّاؤں کے زخموں اور دل نشین آرزوؤں کے داغوں سے (جو ہمارے دل میں) انتہائی مسرت کے ساتھ ہر قندیل کو روشن کرتے۔

(24) اب اگرچہ میرا جسم اس حریم انور و شبستان اطہر میں نہیں ہے لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ روح وہیں ہے۔

(25) میں اپنے خود بین و خود رائے نفس امّارہ سے سخت عاجز آچکا ہوں ایسے عاجز و بیکس کی جانب التفات فرمایئے اور بخشش کی نظر ڈالیئے۔

(26) اگر آپ کے الطافِ کریمانہ کی مدد شامل حال نہ ہو گی تو ہم عضو معطل و مفلوج ہو جائیں گے۔ اور ہم

سے کوئی کام انجام نہ پاسکے گا۔

(27) ہماری بدبختی ہمیں صراط مستقیم وراہ خدا سے بھٹکا رہی ہے خدارا ہمارے لیے ہمارے خداوند قدوس سے دعا فرمایئے۔

(28) یہ دعاء فرمایئے کہ خداوند قدوس اوّلاً ہم کو پختہ یقین اور کامل اعتماد کی عظیم الشان زندگی بخشے اور پھر احکام دین میں مکمل استقلال اور پوری ثابت قدمی عطا فرمائے۔

(29) جب قیامت کی حشر خیزیاں اوراس کی زبردست ہولناکیاں پیش آئیں تومالک یوم الدین رحمٰن ورحیم ہم کو دوزخ سے بچاکر ہماری عزّت بچائے۔

(30) اور ہماری غلط روی اور صغیرہ کبیرہ گناہوں کے باوجود آپ کو ہماری شفاعت کے لیے اجازت مرحمت فرمائے کیونکہ بغیر اس کی اجازت کے شفاعت نہیں ہوسکتی۔

(31) ہمارے گناہوں کی شرم سے آپ سر خمیدہ چوگان کی طرح میدان شفاعت میں سر جھکا کر (نفسی نفسی نہیں بلکہ) یٰاربِّ امّتی امّتی فرماتے ہوئے تشریف لائیں۔

(32) آپ کے حسن اہتمام اور سعی جمیل سے دوسرے مقبول بندگانِ خدا کے صدقہ میں غریب جامی کا بھی کام بن جائے گا۔

شنیدم کہ درروزِ امّید وبیم   بداں رابہ نیکاں بخشد کریم

یٰارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھمٖ

الحمدللہ حضرت شیخ کی توجہ سے الٹا سیدھا (ان فارسی اشعار کا) ترجمہ ختم ہوگیا۔ صبح 26 ذیقعدہ 84ھ

(ترجمہ از حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب)(ناظم مدرسہ مظاہر علوم خلیفہ مجاز بیعت از حکیم الامت حضرت مولانا الحاج اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ)

يٰارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

قصیدہ

محمدؐ وہ کتاب کون کا طغر اے پیشانی
محمدؐ وہ حریم قدس کا شمع شبستانی
محمدؐ وہ یعنی وہ حرف نخستیں کلک فطرت کا
محمدؐ یعنی وہ امضائے توقیعات ربّانی
وہ فاتح جس کا پرچم اطلس زنگاری گردوں
وہ امّی جس کے آگے عقل کل طفل دبستانی
وہ رابط، عقل ومذھب کو کیا شیر وشکر جس نے
وہ فارق، زہد سے جس نے مٹایا داغ رہبانی
وہ ناطق جس کے آگے مہر برلب بلبل سدرہ
وہ صادق جس کی حق گوئی کا شاہد نطق ربّانی
وہ حاذق جس کا تنہا نسخہ تنزیل فرقانی
دوائے جملہ علت ہائے اخلاقی وروحانی

وہ عادل جس کی میزان عدالت میں برابر ہے
غبار مسکنت ہو یا وقار تاج سلطانی
وہ بادل سن کے جس کے ابر رحمت گہرباری
فضائے آسمان ہے شکوہ سنج تنگ دامانی
وہ جامع جس نے یکجا کردیئے بکھرے ہوئے دانے
مٹادی آگے جس نے باہمی تفریق انسانی
وہ درس آموز فطرت جس نے سب سے پہلے دنیا میں
بتائے اہل عالم کو حقوق جنس نسوانی
اٹھادی خودکشی کی بزدلانہ رسم دنیا سے
سکھایا مشہد توحید پر آئین قربانی
وہ گنجور معارف جس کے اک اک حرف میں پنہاں
نکات فلسفی، اسرار نفسی، راز عمرانی
وہ شاہ بوریا مسند سکھایا جس نے دنیا کو
یہ انداز جہانگیری، یہ آئین جہابانی
وہ کشاف سرائر جس نے کھولا چند اشاروں میں
علوم اوّلین وآخریں کا گنج پنہانی
وہ نساخ مذاہب جس کے مقدم نے کیا باطل

فروغ کیش زردشتی، شکوہ دین نصرانی
وہ مقصود دوعالم مستغاث قاضی و ادانی
کیاجس نے مکمل نسخہ اخلاق انسانی
وہ سلطان الامم فخر دوعالم برزخ کبری
رسالت جس کی تصدیقی جلالت جس کی اذعانی
مبشر جس کی بعثت کاظہور عیسیٰ ابن مریم
مصدّق جس کی عظمت کالب موسیٰ عمرانی
تراشہ جس کے ناخن کاہلال آسمان منزل
غسالہ جس کے تلووں کازلال آب حیوانی
تعالیٰ اللہ ذات مصطفیٰؐ کا حسن لاثانی
کہ یکجا جمع ہیں جس میں تمام اوصاف امکانی
دعائے یونسی، خُلق خلیلی، صبر ایوبی
جلال موسوی، زہد مسیحی حسن کنعانی
نہیں مہر درخشاں اس کے فیض جبہہ سائی سے
چمک اٹھا چرخ چار میں داغ پیشانی
خداجانے خود اس سرکار کاکیا مرتبہ ہوگا
غلام بارگہ جس کے کہیں ما اعظم شانی

یہ قصیدہ بار گاہ رسالت مآب ﷺ میں "اقبال سہیل اعظم گڑھی" نے پیش کیا۔

یٰارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھمٖ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے زاد السعید میں درود و سلام کی ایک چہل حدیث تحریر فرمائی ہے اور اسی سے نشر الطیب میں بھی حوالوں کے خذف کے ساتھ نقل فرمائی ہے اور اس سیاہ کار راقم الحروف نے بھی اس کتاب مسمیٰ ذکر سَید الکونین ﷺ کے آخر میں درود شریف کے فضائل تحریر کرنے کے بعد اس چہل حدیث کو جو صیغ صلوٰۃ و سلام پر مشتمل ہے نقل کر دیا ہے۔(یہ چہل حدیث حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نقل کردہ حدیث سے ہی نقل کی گئی ہے) تاکہ قارئین کرام بفضلہٖ تعالیٰ جب درود شریف کے فضائل پڑھنے سے فارغ ہوں تو صیغ صلوٰۃ و سلام کی قرأت سے بھی مستفید ہونے کی سعادت حاصل کر لیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ فضائل درود شریف تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یوں تو مشائخ کرامؒ سے صدہا صیغ صلوٰۃ و سلام کے منقول ہیں دلائل الخیرات اس کا نمونہ ہے مگر اس مقام پر صرف جو صیغ صلوٰۃ و سلام کے احادیث مرفوعہ حقیقیہ یا حکمیہ میں وارد ہیں۔ ان میں سے چالیس صیغ مرقوم ہوتے ہیں جس میں پچیس 25 صلوٰۃ اور پندرہ 15 سلام کے ہیں ۔ گویا یہ مجموعہ درود شریف کی چہل حدیث ہے جس کے باب میں بشارت آئی ہے کہ جو شخص امر دین کے متعلق چالیس حدیثیں میری امت کو پہنچادے اس کو اللہ تعالیٰ زمرہ علماء میں محشور فرمائیں گے۔ اور میں اس کا شفیع ہوں گا۔

درود شریف کا امر دین سے ہونا بوجہ اس کا مامور بہ ہونے کے ظاہر ہے تو ان احادیث شریف کے جمع کرنے سے مضاعف ثواب (اجر درود و اجر تبلیغ چہل حدیث) کی توقع ہے ان احادیث شریف (کے نقل

کرنے سے) قبل دو صیغ قرآن مجید سے تبرکاً لکھے جاتے ہیں جو اپنے عموم لفظی سے صلوٰۃ نبویہ کو بھی شامل ہیں ۔اگر کوئی شخص ان صیغوں کو روزانہ پڑھ لیا کرے تو تمام فضائل و برکات جو جدا جدا ہر صیغے کے متعلق ہیں بتامہا اس شخص کو حاصل ہو جائیں۔ (فضائل درود شریف ص59)

(1) سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔(2) سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

قبولیت دعاء کی عظیم الشان تدبیر

علامہ شامی ابن عابدین شامیؒ: 1/384 (مطبوعہ کوئٹہ پاکستان) پر تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّ تقدیمَ الصلوٰۃِ عَلی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الدُّعَاءِ اَقربُ اِلَی الْاجابَۃِ لِمَا بَعدَ ھامِنَ الدُّعَاء فَاِنَّ الْکریمَ یستجیب بَعْضَ الدُّعَاءِ وَیُرَدُّ بَعْضَہٗ

ترجمہ:۔ دعاء سے پہلے درود شریف پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے کیونکہ کریم کی شان سے یہ بعید ہے کہ دعا کے بعض حصہ کو قبول کرلے اور بعض کو رد کر دے۔

شیخ ابو سلیمان درانی فرماتے ہیں۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَسْئَلَ اللہَ حاجتہٗ فَلْیَکْثِرْ باالصَلوٰۃِ علی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم یَسْئَلُ اللہَ حاجَتہٗ وَلْیَخْتِمْ باالصلوٰۃ علی النّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَاِنَّ اللہَ یَقْبِلُ الصلوٰتین وَھُوَاَکرمُ مِنْ اَنْ یَدعَ مابینھا۔

ترجمہ:۔ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے اس کو چاہیے کہ حضور ﷺ پر درود کی کثرت کرے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے اور آخر میں پھر حضور ﷺ پر درود بھیجے کیونکہ اللہ تعالیٰ اوّل آخر کے دونوں درود کو قبول فرماتے ہیں اور اس کریم سے یہ بعید ہے کہ اوّل آخر کے درود کو قبول فرمالیں اور درمیان کی دعا کو رد کریں۔

نیز ابو سلیمان درانی آگے چل کر فرماتے ہیں ۔کل الاعمال فیھا المقبول اوالمردود الاالصلوۃعلی النبیّ ﷺ فانّھامقبولۃٌ غیر مردودۃٌ

ترجمہ:۔یعنی ہر اعمال میں امکان ہوتا ہے کہ وہ مقبول ہوں یا غیر مقبول ہوں لیکن حضور ﷺ درود شریف پڑھنا تحقیق کہ یہ عمل مقبول ہے کبھی غیر مقبول نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف و کرم حضور ﷺ ذات اقدس پر کثرت سے درود شریف پڑھنے کی توفیق عنایت فرمائے اور ہر لمحے اور ہر آن میں ہم ایمان پر ثابت قدمی اوراستقامت سے سر فراز دائمی طور فرمائے رکھے اور ذکر اذکار کرنے کی توفیق سے بھی اللہ تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف و کرم سے اپنی رضا کے لیے دائمی طور پر سر فراز فرمائے رکھے آمین ثم آمین یاربّ العالمین۔

(از کشکول معرفت ص504 تا506 نقل کردہ از جواہر علم450)

اللہ ربّ العزّت کا بے حدو شمار شکر ہے کہ جس نے سیاہ کار ناکارہ خلائق باچیز بندے راقم الحروف کو محض اپنے لطف و کرم سے یہ کتاب مسمّٰی ذکر سَید الکونین ﷺ کی کہ جس میں آنحضرت ﷺ کی سیرۃ طیبہ و خصوصیات وفضائل ومناقب ومحامد ومحاسن اخلاق وکمالات آپ کے اور صحابہ کرامؓ کے خصوصیات وامت محمدیہ کی خصوصیات وغیرہ تحریر کرنے کی توفیق بخشی۔سواللہ تعالیٰ کے لطف و کرم ہی سے جس قدر مضامین کاارادہ ناکارہ خلائق بندے راقم الحروف نے کیا تھا بحمد اللہ ان کی تکمیل ہوئی۔

بہرحال سَید الانبیآء والمرسلین حضرت خاتم النبیین ﷺ کے فضائل ومناقب وخصائل کی کوئی حد نہیں کہ اس کو الفاظ کا جامہ پہنایا جائے۔وَرَفَعۡنَالَکَ ذِکۡرَکَ ۔کی تفسیر قیامت تک ہوتی رہے گی ۔لیکن اسرار نبوت کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا حقیقی کیف وسرور تو اسی وقت حاصل ہو گا جب کہ ہماری نجی زندگی

اوراجتماعی بھی خصائل نبوّت کی آئینہ دار ہو جائے۔ سیرت طیبہ کا خاص مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ دلوں میں عمل کی روح اور عشق الٰہی اور محبت رسول ﷺ کا داعیہ اور جذبہ پیدا کیا جائے۔

کس ادا پر جان دوں
تو ہی بتا اے جانِ جاں
جس ادا کو دیکھتا ہوں
حُسن کی تصویر ہے

اللہ تعالیٰ شانہ' محض اپنے لطف و کرم سے بحرمت سیّد الکونین ﷺ وبحرمت تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کے ہماری اس حقیر سی سعی کو اپنی رضا کے لیے شرف قبولیت سے نوازے اور قبول ومنظور فرمائے اور ہر طبقہ ہر مزاج خاص وعام مسلمانوں دوستوں کو تا قیامت اس کتاب ذکر خصوصیات سیّد الکونین سے دائمی طور پر انتفاع اور مستفید ہوتے رہنے کی توفیق سے سرفراز فرمائے رکھے۔ اٰمین ثم اٰمین۔

اللہ تعالیٰ شانہ' محض اپنے لطف وکرم حضوراقدس ﷺ سیّد الانبیاح والمرسلین حضرت خاتم النبیین ﷺ آپ کی اور آپ ﷺ کے اہل بیت تمام صحابہ کرامؓ کی اطاعت ومحبت دائمی طور پر نصیب فرمائے اور تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ حسن ظن قائم رکھنے کی دائمی طور پر عادت بخشے اور خاتمہ بالایمان فرما کر آخرت میں ان کی شفاعت اور معیّت سے بہرور فرمائے۔اٰمین ثم اٰمین یٰارب العالمین۔

علامہ شامی ابن عابدین شامی کے حوالہ سے دعاء کے متعلق لکھ چکاہوں ۔علامہ شامی کی عربی عبارت کا ترجمہ اردو پھر نقل کیے دیتاہوں۔ ترجمہ انکی عربی عبارت کا یہ ہے۔ دعا سے پہلے درود شریف پڑھنے

سے دعا قبول ہوتی ہے کیونکہ کریم کی شان سے یہ بعید ہے کہ دعا کے بعض حصہ کو قبول کرلے اور بعض کو رد کردے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے ہم سب کو دعا کرنے سے پہلے کثرت سے درود شریف پڑھنے کی توفیق سے سرفراز فرمائے اور درمیان مانگیں جو مانگنا ہو اور پھر آخر میں کثرت سے درود شریف پڑھیے اللہ تعالیٰ شانہٗ قبول و منظور فرمائے۔ اٰمین ثم اٰمین یٰاربّ العالمین۔

اور تمام احباب قارئین کرام کی خدمت میں ناکارہ خلائق سیاہ کار راقم الحروف کی یہ درخواست ہے کہ جب بھی اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ میں اپنی مغفرت کے لیے دعا کیا کریں تو اپنی ادعیہ صالحہ میں سیاہ کار راقم الحروف اور اس کے والدین واقرباء کو بھی یاد فرمایا کریں۔

بر کریماں کارھا دشوار نیست

وآخر دعوانا ان الحمدللہ ربِّ العالمین

اللّٰھم صلّ علی محمد ن النبی الامی وازواجہٖ اُمّھات المؤمنین وذریتہٖ واھل بیتہٖ کما صلیت علی ابراھیم انک حمیدٌ مجیدٌ۔ جزی اللہ عنّا محمدًا ماھو اھلہ۔

اور آخر میں ہم سب کو اللہ رب العزّت سے یہ دعا مانگنی چاہیے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی حضرات اہل علم پر امن طریقہ سے اخلاقی اقدار کو برقرار رکھتے ہوئے دینی محنت اور اسلامی نظام کے عملی نفاد کے سلسلہ میں کوشش فرمارہے ہیں اے اللہ ربّ العزّت محض اپنی رضا کے لیے ان کی اس سعی جمیلہ کو قبول ومنظور فرما اور اس سعی جمیلہ کی پر امن طریقہ سے ہمیں معاونت اور حمایت کرنے کی توفیق سے سرفراز فرما اور قبول و منظور فرما۔ اٰمین ثم اٰمین یٰارب العالمین۔

ربنالا تزغ قلوبنابعداذ ھدیتناوَھَبْ لَنامن لدنک رحمۃ انّک انت الوھّاب۔ اللّٰھم ربنااٰتنافی الدنیاحسنہ وفی الاخرۃ حسنہ وقناعذاب النّار۔ ربناتقبل منّاانک انت السمیع العلیم وتب علیناانک انت التوّاب الرّحیم اللّٰھم انی اسئلک من خیر ماسئلک منہ نبیک محمدﷺ واعوذبک من شر مااستعاذمنہ نبیک محمدﷺ انت المستعان وعلیک البلاغ ولا حول ولا قوّۃ اِلّا باللہ اللّٰھم صلّ علی محمدن النبی الامی وازواجہٖ اُمّھات المؤمنین وذریتہٖ واھل بیتہٖ کماصلیت علی ابراھیم انک حمیدٌ مجیدٌ۔ جزی اللہ عنّا محمدًا مّاھواھلہ۔

اللّٰھم صلّ علی محمدن النبی الامی واٰلہ الطاھرین وخلفاء الراشدین واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

امیدوار شفاعت حضرت سیّد الانبیاوالمرسلین خاتم النبیین محتاج دعاخیر
وحسن خاتمہ بندہ محمد نورالحق علوی نورپوری عفی عنہ

14 رجب 1440ھ بمطابق 22 مارچ 2019ء

بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر یہ کتاب مکمل ہوئی

والحمدللہ ربِ العالمین اللّٰھم تقبل واجعلہ مفیدًا ومعینا فی ابلاغ الدین۔ اٰمین ثم اٰمین یارب العالمین۔

کتابیات

نمبر شمار	اسماء کتب	اسماء مصنفین	نمبر شمار	اسماء کتب	اسماء مصنفین
1	تفسیر عثمانی	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	51	کتاب الشفاء	قاضی عیاض بن موسیٰ مالکیؒ
2	تفسیر معارف القرآن	حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ	52	سیرت حلبیہ	
3	تفسیر روح المعانی	علامہ شہاب الدین سیّد آلوسیؒ	53	تیسیر القاری	
4	تفسیر کمالین	حضرت مولانا نعیم صاحب	54	ابو نعیم فی الحلیہ	
5	تفسیر مظہری	حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ	55	فضائل ذکر	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ
6	تفسیر ماجدی	حضرت مولانا عبد الماجد دریا آبادی	56	طیب الورد شرح قصیدہ بردہ	
7	تفسیر احکام القرآن	امام ابو بکر احمد بن علیؒ جصاص رازی	57	فوائد الفواد مجلس	
8	تفسیر بغوی		58	مختصر سیرت رسول	
9	تفسیر حقانی	مفسر فخر الدین شیخ ابو محمد عبد الحق الدہلوی	59	ماہانہ بنات عائشہؓ	
10	تفسیر بیان القرآن	حکیم الامت شاہ مولانا اشرف علی تھانویؒ	60	معارف اسم محمد ﷺ	محترم ثناء اللہ سعد صاحب

11	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابو الفراء ابن کثیرؒ	61	قصیدۃ الحسنیٰ	شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا موسیٰ روحانی بازیؒ
12	تفسیر عزیزی		62	خصوصیات اسم محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	مولانا محمد ہارون معاویہ
13	تفسیر معالم التنزیل	ابو محمد حسین بن محمود بغویؒ	63	طبرانی	
14	کتاب قصص القرآن	حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن سیوہارویؒ	64	الجوائز	
15	بخاری شریف	محمد اسمٰعیل البخاریؒ	65	ابن عساکر	
16	مسلم شریف	ابی الحسن بن الحاج القشیریَ	66	فتح الباری	احمد بن علی ابن حجر عسقلانیؒ
17	ابو داؤد شریف	ابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ	67	رسالہ قشیریہ	
18	ترمذی شریف	ابی عیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذیؒ	68	تبلیغی نصاب فضائل رمضان	شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ
19	ابن ماجہ شریف	ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ	69	کتاب میدان حشر	حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ
20	مسند احمد بن حنبل		70	اطراف المسند المعتلی	
21	مشکوٰۃ شریف	ابو محمد الحسنین بن مسعودؒ	71	کشکول معرفت	حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ

22	شعب الایمان للبیہقی		72	قصیدہ اقبال سہیل	
23	الترغیب والترہیب		73	مجلس ذکر	شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ
24	زادالمعاد	ابن قیم جوزیہ	74	فضائل درود شریف	حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ
25	تفسیر درسی		75	شرح السنۃ	
26	تفسیر قرطبی	امام عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبیؒ	76	دُرّ مختار	
27	تفسیر روح البیان		77	دلائل الخیرات	
28	جواہر حکمت	حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ	78	قول بدیع	
29	خطبات حکیم الاسلام	حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ	79	عرفان محبت	
30	ذکر سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم		80	کمالات اشرفیہ	
31	شرح قصیدہ بردہ	مولانا مختار احمد اصلاحی اعظمی	81	مواہب ربّانیہ	حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ
32	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد واقدی بغدادیؒ	82	معارف الحدیث	

33	انسائیکلوپیڈیا امریکہ		83	مسند احمد	
34	خطبات مدارس	مولانا سیّد سلیمان ندویؒ	84	جواہر علم	محمد نور الحق علوی نورپوری
35	کتاب رحمۃ للعالمین	قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری	85	کشکول	حضرت مولانا مفتی شفیع عثمانیؒ
36	حجۃ اللہ البالغہ	حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	86	جمال محمدی جبل نور	
37	تفہیمات الٰہیہ		87	زرقانی	
38	خصائص کبری	امام سیوطیؒ مترجم مولانا عبدالاحد صاحب	88	مثنوی مولانا جامی	
39	کتاب سیرۃ النبی		89	سیرت خلفاء اربعہ	محمد نور الحق علوی نورپوری
40	مرقاۃ المفاتیح		90	عقائد الاسلام	حضرت مولانا محمد ادریس کاندہلویؒ
41	الجواہر المضیہ فی طبقات الحنیفہ		91	لسان العیون	
42	مدارج النبوۃ	علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ	92	تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن	حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ
43	ترجمان السنّہ	شیخ المحدثین حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ	93	حلیۃ الاولیاء	

44	نزہۃ المجالس		94	شرح الشفاء للقاری	
45	نقوش رسول		95	مختصر سیرۃ رسولؐ	
46	الاصابہ	ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانیؒ	96	البدایہ والنہایہ	
47	النبی الخاتم	حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ	97	تاریخ فرشتہ	
48	مکتوبات ربانی		98	مختلف قطعات	
49	جلاء الافہام		99	المعجم الکبیر للطبرانی	
50	کتاب سیرۃ المصطفیٰ	حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ	100	فتح القدیر	
			101	شرح مسلم للنووی	

مصنف کی دیگر کتب

نمبر شمار	مطبوعہ
1	جواہر علم
2	سیرت ائمہ اربعہ رحمہم اللہ
3	سیرت خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہما
4	خیر القرون کی درسگاہیں اوران کا طریقہ تعلیم وتربیت
5	سیرت فقہائے سبعہؒ (مدینہ منورہ)
6	عقد اللئوالی شرح قانونچہ کھیوالی (اردو)
7	ذکر خصوصیات سیّد الکونین ﷺ
	غیر مطبوعہ
8	الفوز العظیم فی تلاوۃ القرآن الحکیم
9	ذکر خصوصیات سَید الکونین ﷺ
10	مکارم الاخلاق
11	تصریف الابواب
12	الترکیب الکامل شرح مائۃ عامل (اردو، فارسی)
13	جواہر حیات
14	حقوق اللہ اور حقوق العباد اوران کی اہمیت
15	جواہر نصیحت